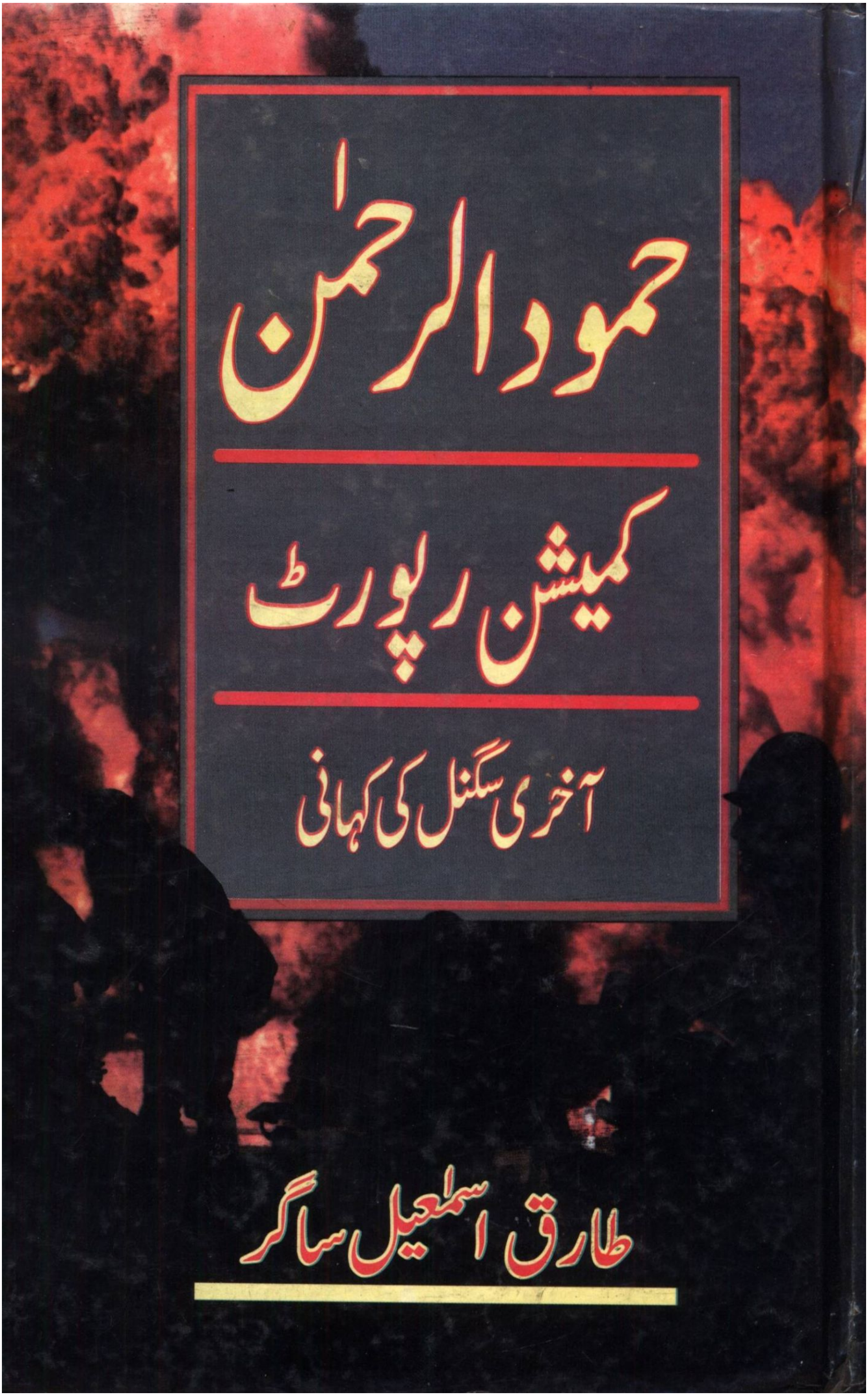

حمود الرحمٰن

کمیشن رپورٹ

آخری سگنل کی کہانی

طارق اسمٰعیل ساگر

حمود الرحمٰن

کمیشن رپورٹ

آخری سگنل کی کہانی

طارق اسمٰعیل ساگر

ساگر پبلشرز
7۔اے لوئر مال داتا دربار، روڈ لاہور۔پاکستان

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	حمودالرحمن کمیشن رپورٹ (آخری سگنل کی کہانی)
مصنف	طارق اسمٰعیل ساگر
ناشر	ساگر پبلشرز۔7-A لوئر مال، داتا دربار روڈ لاہور۔54000۔فون:۔7230423
قیمت	-/200 روپے

اسٹاکسٹ

ضیاءالقرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔ فون: 7220479-7221953

فیکس نمبر:۔042-7238010

9۔الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ فون:۔7225085

14۔انفال پلازہ، اردو بازار، کراچی

Email:- zquran@brain.net.pk

انتساب

ان ہزاروں بے گناہ پاکستانیوں کے نام

جو سیاست اور بزدلی کی بھینٹ چڑھائے گئے

www.bhutto.org

www.bhutto.org

پیش لفظ

دسمبر 71ء کو آج 29 برس ہونے کو آئے ہیں۔ اور پاکستانی قوم کے دلوں میں آج بھی سقوط ڈھاکہ کا غم ایک لاوے کی صورت دہک رہا ہے۔ کوئی دم جاتا ہے کہ یہ لاوا آتش فشاں کی صورت پھٹے اور تاریخ پاکستان ہی نہیں بلکہ تاریخ اسلام کے غداروں کو جلا کر بھسم کر ڈالے۔

سقوط ڈھاکہ کوئی ایسا المیہ بھی نہیں کہ 29 سال سے مسلسل پاکستان کے باشعور اور غیور عوام اس کے اسباب جاننے کے لئے تڑپ رہے ہیں اور ارباب بست وکشاد کے کانوں پر جوں نہیں رینگتی۔ ہر آنے والی حکومت حمود الرحمان کمیشن رپورٹ کو اب تک شائع نہ کرنے کی ذمہ داری جانے والی حکومت پر ڈال کر مطمئن ہو جاتی تھی۔ لیکن ہماری بدقسمتی ملاحظہ فرمائیں اس رپورٹ کو بالآخر ایک بھارتی ہفت روزہ "India Today" نے اپنی اگست 2000ء کی اشاعت میں شائع کر دیا۔ یہ رپورٹ بھارت کیسے پہنچی؟ پاکستانی قوم سے اس کا پردہ کیوں کیوں رکھا گیا امید ہے ان سوالوں کے جوابات بھی کبھی نہیں ملیں گے۔

حمود الرحمٰن کمیشن جو ہماری ملی تاریخ کے اس افسوسناک اور شرمناک سانحہ کے اسباب جاننے کے لئے تشکیل پایا تھا اس کے متعلق بڑی عجیب عجیب بلکہ اب تو کسی حد تک پراسرار باتیں بھی سننے کو مل رہی تھیں۔

عجیب عجیب تاویلیں پیش کی جا رہی تھیں۔

یار لوگ دور کی کوڑی لاتے اور اپنی مرضی کے مطابق اس کی کوئی نہ کوئی توجیہہ پیش کر کے بندر کی بلا طویلے کے سر ڈال کر بظاہر سرخرو ہو جاتے۔

کبھی کہا جاتا کہ اس میں چونکہ کچھ پردہ نشینوں کے نام بھی آتے ہیں سو حکومت اشاعت سے مجبور ہے اور کبھی سننے میں آتا ہے کہ اس کی اشاعت سے ''دوست ممالک'' کی ناراضی کا خطرہ ہے۔ اب یہ عجب منطق ہے کہ پاکستان کی تخریب میں حصہ لینے والے ''دوست ممالک'' ابھی تک دوست بننے پر تلے ہیں اور ہم نے ان آستین کے سانپوں کو ابھی تک ''دوست'' بنا رکھا ہے۔

www.bhutto.org

جب یہ بھی بہانہ نہ رہا تو اچانک ایک روز سننے میں آیا کہ حمود الرحمٰن کمیشن رپورٹ کی کوئی کاپی ہی موجود نہیں۔ خدا جانے اسے زمین کھا گئی یا آسمان نگل گیا؟...... مقام افسوس و حیرت تو یہ تھا کہ اس کو بڑی ''معمولی بات'' سمجھا جارہا تھا۔ ایک طرف درد دل رکھنے والے بدقسمت پاکستانی کہ جو اس قومی المیے کے اسباب جاننے کے لئے اعصاب شکن انتظار کا عذاب جھیل رہے ہیں۔ اور دوسری طرف ارباب حل وعقد ہیں کہ جو اس جاں سوز المیے کے اسباب پر مسلسل اسرار کی تہیں چڑھاتے چلے جارہے تھے۔

اصل میں قیام پاکستان کے ساتھ ہی تخریب پاکستان پر سرگرم عمل بدطینت اور مکروہ گروہ نے بیک وقت سب محاذوں پر کام شروع کر دیا تھا اور اس بات کا خصوصی اہتمام کیا گیا کہ اس بدقسمت قوم کے'' سادہ لوح عوام'' پر ٹوٹنے والی قیامتوں کا انہیں ادراک بھی حاصل نہ ہو سکے۔

دیکھ لیجئے! لیاقت علی خان مرحوم قتل کیس سے جنرل ضیاء الحق مرحوم اور ان کے ساتھ پاکستانی فوج کے بہترین دماغوں کو پیش آنے والی تخریب کاری کے واقعہ تک جتنے انکوائری کمیشن تشکیل پائے ان میں سے شاید ہی کسی کی رپورٹ منظر عام پر لائی گئی ہو؟ کیوں؟

آخر اس مجرمانہ غفلت کے اسباب کیا ہیں؟

ایسا بھیانک مذاق پاکستانی عوام کے ساتھ کیوں کیا جارہا ہے؟

کیا لٹ جانے والوں کو یہ حق بھی حاصل نہیں کہ وہ اپنے لٹنے کا سبب جان سکیں؟

جو گھناؤنا کھیل غداروں اور ملت فروشوں نے کھیلنا تھا وہ تو کھیل چکے۔ اب وہ اپنی سیاہ کاریوں پر اتنے بے ہودہ انداز سے پردہ ڈال رہے ہیں کہ ساری قوم کو ذہنی خلفشار میں مبتلا کر دیا ہے......!

شاطر تو یہی سمجھتے ہوں گے کہ 29 سال بہت لمبی مدت ہوتی ہے۔ یوں بھی پاکستانی قوم کا حافظہ اتنا اچھا نہیں کہ انہیں تو گزرے کل کی بات بھول جاتی ہے۔

ممکن ہے یہ مفروضہ کسی حد تک سچ رہا ہو؟ لیکن ....

یہ بھی حقیقت ہے کہ پاکستانی قوم نے اپنے دوستوں اور دشمنوں کو کبھی فراموش نہیں کیا۔ نظر انداز کر دیا ہو تو اور بات ہے...... کہ یہ بڑی فراخدل قوم ہے......

بہر حال! حمود الرحمٰن کمیشن رپورٹ ہماری ایسی دکھتی رگ بن گئی ہے کہ جب بھی کوئی اس پر

www.bhutto.org

ہاتھ رکھ دے ہمارے ماضی کے زخموں سے خون رسنے لگتا ہے۔

16 دسمبر 1990ء کو جب روزنامہ نوائے وقت اور انگریزی روزنامہ نیشن میں مشہور صحافی مشاہد حسین (جو پھر وزیر بنے اور تادم تحریر نظر بندی کے مزے لوٹ رہے ہیں) کے حوالے سے حمود الرحمٰن کمیشن پر رپورٹ چھپی تو ایک مرتبہ پھر باسی کڑھی میں ابال آ گیا۔ آیئے پہلے اس رپورٹ کی تفصیلات جان لیجئے۔

حمود الرحمٰن کمیشن نے چھ جرنیلوں کا کورٹ مارشل کرنے کی سفارش کی تھی ان جرنیلوں میں جنرل یحییٰ خان، جنرل عبد الحمید، لیفٹیننٹ جنرل ایس جی ایم پیرزادہ، میجر جنرل عمر، لیفٹیننٹ جنرل گل حسن اور میجر جنرل مٹھا شامل ہیں۔ ان پر فیلڈ مارشل ایوب خان سے اقتدار چھیننے کے لئے مجرمانہ سازش کا الزام عائد کیا گیا تھا۔ رپورٹ میں یہ بھی کہا گیا تھا کہ ان فوجی افسروں کا مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان دونوں محاذوں پر اپنے فرائض کی ادائیگی میں مجرمانہ غفلت برتنے پر کورٹ مارشل کیا جائے۔ یا مقدمہ چلایا جائے۔ حمود الرحمان کمیشن سقوط مشرقی پاکستان کے سانحہ کی تحقیقات کے لئے قائم کیا گیا تھا اگر چہ حمود الرحمان کمیشن کو اپنی رپورٹ پیش کئے 18 سال کا طویل عرصہ گزر چکا ہے لیکن اس دوران برسر اقتدار آنے والی تمام حکومتوں نے اس کمیشن کی رپورٹ اور سفارشات کو عوام سے چھپانے کی کوشش کی۔ سپریم کورٹ کے چیف جسٹس حمود الرحمان کی سربراہی میں قائم کئے جانے والے اس کمیشن نے آئندہ سقوط مشرقی پاکستان ایسے سانحہ سے قوم کو محفوظ رکھنے کیلئے دس سفارشات کی تھیں۔ جنہیں پہلی بار من وعن عوام کے لئے شائع کیا جا رہا ہے۔

(1) جنرل یحییٰ خان، جنرل عبد الحمید خان، لیفٹیننٹ جنرل ایس جی ایم پیرزادہ، میجر جنرل عمر، لیفٹیننٹ جنرل گل حسن اور میجر جنرل مٹھا کے خلاف فیلڈ مارشل ایوب خان سے 25 مارچ 1969ء کو غیر قانونی طور پر اقتدار چھیننے کے لئے مجرمانہ سازش کرنے اور اگر ضروری ہو تو طاقت استعمال کرتے ہوئے یحییٰ خان کو برسر اقتدار لانے کے الزام میں کھلی عدالت میں مقدمہ چلایا جائے۔ ان افسروں نے اپنے مشترکہ مقصد کے حصول کے لئے سیاسی جماعتوں پر دھمکیوں، ترغیبات اور رشوت کے ذریعے دباؤ ڈالا تاکہ عام انتخابات میں مخصوص نوعیت کے نتائج حاصل کئے جاسکیں۔ بعد ازاں ان افسروں نے بعض سیاسی جماعتوں کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ 3 مئی

www.bhutto.org

1971ء کو ڈھاکہ میں بلائے جانے والی قومی اسمبلی میں شرکت سے انکار کریں۔ مزید برآں ان افسروں نے مشرقی پاکستان میں ایک ایسی صورت حال پیدا کی جو بعدازاں عوامی لیگ کی طرف سے سول نافرمانی اور مسلح بغاوت تک جا پہنچی۔ اس صورتحال کے نتیجے میں مشرقی پاکستان میں پاک فوج کو ہتھیار ڈالنے پڑے اور ملک دولخت ہو گیا۔ (2) متذکر بالا افسروں پر مشتمل مشرقی اور مغربی پاکستان کے محاذوں پر جنگ کے انتظامات کے سلسلہ میں فرائض سے مجرمانہ غفلت برتنے پر مقدمہ چلایا جائے۔ یا کورٹ مارشل کیا جائے۔ (3) اعلیٰ اختیاراتی عدالت یا کمیشن قائم کیا جائے جو مشرقی پاکستان میں فوج کی زیادتیوں کی تحقیقات کرے اور جو لوگ مظالم اور غیر اخلاقی واقعات میں ملوث پائے جائیں انہیں سخت سزا دی جائے۔ اس عدالت یا کمیشن کی رپورٹ (اگر کاروائی کی اشاعت ممکن نہ ہو) عوام کے لئے شائع کی جائے تاکہ ہمارا قومی ضمیر اور عالمی رائے عامہ مطمئن ہو سکے۔ (4) ان حالات کی بھی محکمانہ تحقیقات کرائی جائے۔ جن میں اس وقت پاک فوج کے چیف آف جنرل سٹاف میجر جنرل رحیم خان نے مشرقی پاکستان سے ان کے فرار کی تحقیقات یا پوچھ گچھ کے بغیر انہیں پاک فوج کا چیف آف جنرل سٹاف مقرر کر دیا گیا۔ (5) اس طرح کی انکوائری پاکستان نیوی کے کمانڈر گل زرین کے معاملے میں بھی کرائی جائے جن پر الزم ہے کہ انہوں نے کھلنا نیول بیس پر احکامات ملنے سے پہلے ہی پی این ایس ''تیتومیر'' کو چھوڑ دیا تھا۔ (6) اسی طرح تحقیقات درج ذیل افسروں کے معاملے میں بھی کی جائے کہ انہوں نے جنگ کے دوران اپنے فرائض کی بجا آوری میں اپنے اپنے آپریشنز کی انجام دہی میں کیا طریقہ اور طرز عمل اختیار کیا۔ ان افسروں میں لیفٹیننٹ جنرل ارشاد احمد خان کمانڈر 1 کور، میجر جنرل زاہد جی او سی 15 ڈویژن اور میجر جنرل بی ایم مصطفیٰ جی او سی 18 ڈویژن شامل ہیں۔ ہمارے خیال میں ان افسروں کی محض ریٹائرمنٹ کافی نہیں اگر یہ افسر اپنے فرائض میں مجرمانہ غفلت اور بزدلانہ اقدامات میں ملوث پائے جائیں تو ان کے خلاف مناسب کاروائی کی جائے۔ (7) یہ کہ جب میجر جنرل راؤ فرمان علی لیفٹیننٹ جنرل نیازی اور بعض دوسرے افسر جو اس وقت بھارت کے جنگی قیدی ہیں دستیاب ہوں تو ان کے خلاف ان کے بارے میں انکوائری کرائی جائے جن کے تحت جنرل فرمان علی نے مسٹر پال مارک ہنری کے ذریعے اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کو پیغام ارسال کیا اور وہ کون شخصیت تھی (اگر کوئی ہو) جس نے انہیں ایسا کرنے کا اختیار دیا تھا۔ (8) ہم مزید

سفارش کرتے ہیں کہ ہماری رپورٹ کے باب 1 کے پارٹ 5 میں سینئر فوجی کمانڈروں کے خلاف ملک سے غداری کے جو الزامات لگائے گئے ہیں ان کی وسیع پیمانے پر تحقیقات کرائی جائے۔(9) اگرچہ سقوط مشرقی پاکستان کی وجہ تلاش کرنے کے سلسلے میں ہماری تحقیقات محض ابتدائی نوعیت کی ہے تاہم ہم سفارش کرتے ہیں کہ جب بھی مشرقی کمان کے کمانڈر اور دیگر سینئر افسر جو اس وقت بھارت کے پاس جنگی قیدی ہیں دستیاب ہوں تو ان حالات کے بارے میں مزید تحقیقات کرائی جائے جن کا نتیجہ سقوط مشرقی پاکستان کی صورت میں نکلا۔(10) اپنی دسویں سفارش میں کمیشن نے دو اقدامات کرنے کے لئے کہا ہے پہلا یہ کہ تینوں مسلح افواج کے کمانڈر انچیف کے عہدوں کو چیف آف سٹاف میں بدل دیا جائے (جو صدر مملکت پہلے کر چکے ہیں) دوسرا اقدام یہ کہ کابینہ کی ڈیفنس کمیٹی کے چارٹر میں ایک مثبت ہدایت کا اضافہ کرتے ہوئے کیبنٹ ڈویژن کو کم از کم تین ماہ میں ایک بار یا چارٹر میں متعین کردہ تاریخ پر صدر اور وزیر اعظم کی غیر موجودگی کے باوجود اس کا اجلاس بلانے کی اجازت دی جائے اور اس اجلاس کی صدارت اس وقت موجود سب سے سینئر وزیر کرے۔

اس خبر کی اشاعت کے بعد متعلقہ افراد کی طرف سے اپنی صفائی کی مہم کا آغاز ہوا اور مختلف بیانات سامنے آئے۔

17 دسمبر کے روزنامہ نوائے وقت کی خبر ملاحظہ فرمائیں۔

پاکستان کی مسلح افواج کے سابق کمانڈر انچیف جنرل (ریٹائرڈ) گل حسن نے کہا ہے کہ میں سانحۂ مشرقی پاکستان کے ضمن میں کسی بھی عدالت یا کورٹ مارشل کا سامنا کرنے کے لئے تیار ہوں بشرطیکہ اس ڈرامے کے باقی سارے کرداروں میں مجیب الرحمان، ذوالفقار علی بھٹو، یحییٰ خان اور جنرل حمید شامل ہیں کے خلاف بھی تحقیقات کرائی جائے۔نوائے وقت میں شائع ہونے والے حمود الرحمان کمیشن رپورٹ کے اقتباسات کے حوالے سے ''نوائے وقت'' سے بات چیت کرتے ہوئے جنرل گل حسن نے کہا کہ حمود الرحمٰن کمیشن رپورٹ اب صرف ایک افسانہ اور قیاس آرائی سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتی کیونکہ اس رپورٹ کو بھٹو مرحوم کے دور میں پھاڑ دیا گیا تھا۔انہوں نے ایک استفسار کے جواب میں کہا کہ اگر خود مسٹر بھٹو مشرقی پاکستان کے سانحے میں ملوث نہ ہوتے تو وہ اس رپورٹ کو تمام سربراہان مملکت کو بھیج دیتے اور اگر اس سانحے میں فوج ملوث نہ ہوتی

www.bhutto.org

تو جنرل ضیاء الحق کمیشن کے سامنے پیش ہوئے تھے تو انہوں نے کہا کہ حمود الرحمٰن کمیشن نے چار گھنٹے تک مجھ سے استفسارات کئے تھے جن کے میں نے تفصیلی جوابات دیئے تھے۔ حمود الرحمان کمیشن کے سامنے میں نے جو بیان دیا تھا۔ اس کا ٹائپ شدہ مسودہ مجھے بھیجا گیا تھا۔ جسے میں نے پڑھ کر واپس کیا تھا۔ جنرل گل حسن نے کہا کہ حمود الرحمٰن رپورٹ اب اپنی اصلی صورت میں موجود نہیں اور اب اسکے بارے میں جو کہا جا رہا ہے وہ محض افسانہ ہے یا قیاس آرائی ہے۔ تاہم انہوں نے کہا میں سانحہ مشرقی پاکستان میں ملوث تمام کرداروں کے ساتھ کسی بھی عدالت میں پیش ہونے کے لئے تیار ہوں جب ان سے پوچھا گیا کہ جب کرداروں کے نام لئے گئے ہیں وہ تو اب موجود نہیں تو انہوں نے کہا کہ ان کی قبروں سے انہیں نکالیں اور مقدمہ چلائیں۔ مشرقی پاکستان کے سابق گورنر عبد المالک مرحوم کے سابق مشیر میجر جنرل ریٹائرڈ راؤ فرمان علی نے ''نوائے وقت'' اور ''نیشن'' میں شائع ہونے والی رپورٹ پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ مسٹر مشاہد حسین نے حمود الرحمٰن کمیشن رپورٹ کا ایک حصہ پڑھا ہے انہوں نے کہا کہ حمود الرحمٰن کمیشن کے دو حصے ہیں۔ پہلا حصہ وہ ہے جس میں ہمارے مشرقی پاکستان سے آنے سے پہلے کے واقعات کے بارے میں تحقیقاتی رپورٹ موجود ہے اور دوسرا حصہ وہ ہے جس میں میرے اور دوسرے اعلیٰ افسران کی مشرقی پاکستان سے واپسی کے بعد بیانات موجود ہیں۔ راؤ فرمان علی نے ''نوائے وقت'' سے آج تفصیل سے بات چیت کرتے ہوئے کہا کہ حمود الرحمٰن کمیشن کے سامنے میں 13 گھنٹے تک بیان دیتا رہا تھا۔ اور میرا بیان سننے کے بعد رپورٹ کے دوسرے حصے میں ایک پورا باب — **Rao Farman's Role** کے عنوان سے موجود ہے۔ اس باب کے پیراگراف نمبر 17 میں حمود الرحمٰن کمیشن نے میرے بارے میں یہ لکھا تھا۔

In view of the facts as they have emerged before the commission there is no need for any enquiry or trial.

یعنی جنرل فرمان علی نے بتایا کہ حمود الرحمٰن کمیشن نے لکھا تھا کہ

We all of the view that the peformance and the conduct of Major-General Farman Ali during the entire period of his service in any adverse comments."

www.bhutto.org

جب مشرقی پاکستان کے سابق گورنر کے مشیر میجر جنرل ریٹائرڈ راؤ فرمان علی سے استفسار کیا گیا کہ انہوں نے اقوام متحدہ کو ٹیلی گرام اپنے طور پر دیا تھا یا انہیں کسی نے یہ ٹیلی گرام دینے کی ہدایت کی تھی تو انہوں نے بتایا کہ یہ ٹیلی گرام انہوں نے وقت کے گورنر مشرقی پاکستان عبدالمالک کی ہدایت پر دی تھی۔ اس موقع پر راؤ فرمان علی نے حمود الرحمٰن کمیشن کا متعلقہ اقتباس پڑھا جو ان کے بقول یہ تھا۔

We have no hasitation in giving the opinion that at relevant times Major-General Farman Ali advised Lt-General Niazi on correct lines' and if his advice had beed accepted' some of the disgraceful episodes might have been avoided.

ایک استفسار کے جواب میں راؤ فرمان علی نے کہا کہ حمود الرحمٰن کمیشن کا جو دائرہ کار متعین کیا گیا تھا وہ تعصب پر مبنی تھا کہ یہ کمیشن مشرقی پاکستان میں شکست کے سیاسی اسباب کا تعین ہی کرے۔ راؤ فرمان علی نے کہا کہ جہاں تک اقوام متحدہ کو ٹیلی گرام دینے کا تعلق ہے اس سلسلے میں حمود الرحمٰن کمیشن کی رپورٹ کے دوسرے حصے میں واضح طور پر لکھا ہوا ہے کہ میں نے 9 دسمبر 1971ء کو اقوام متحدہ کی کو جو ٹیلی گرام ارسال کیا تھا وہ میں نے گورنر مشرقی پاکستان کی منظوری اور ہدایت کے بعد بھیجا تھا۔ اور گورنر نے یہ ٹیلی گرام بھیجنے کی منظوری اس وقت کے صدر جنرل یحییٰ خان سے حاصل کی تھی۔ ایک سوال کے جواب میں راؤ فرمان علی نے کہا کہ حمود الرحمان کمیشن کے دوسرے حصے میں مسٹر بھٹو مرحوم کے سیاسی کردار کے بارے میں مختصر سے باب موجود تھے۔ اس باب میں صاف لکھا ہے کہ مسٹر بھٹو نے مشرقی پاکستان کے سانحہ کے دوران سیاسی بصیرت کا مظاہرہ نہیں کیا۔ راؤ فرمان علی نے لکھا کہ اس باب میں یہ بھی لکھا ہے کہ:

Mr. Bhutto was unable to explain as to what this utterance meant,, ''ادھر ہم ادھر تم''

سانحہ مشرقی پاکستان کے ایک اور کردار میجر جنرل ایم رحیم خان سے جب نوائے وقت نے حمود الرحمٰن کمیشن رپورٹ کے بارے میں اظہار خیال کرنے کے لئے کہا تو انہوں نے کہا کہ میں نے اس سلسلے میں طویل خاموشی اختیار کی ہے۔ لیکن اب وقت آ گیا ہے کہ قوم کو حقائق سے آگاہ

www.bhutto.org

کیا جائے۔

17 دسمبر ہی کے روزنامہ جنگ کی خبر تھی۔

حمود الرحمٰن کمیشن رپورٹ اس وقت کے سویلین چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کے حکم پر سقوط مشرقی پاکستان میں صرف مسلح افواج کے خلاف تیار کرائی گئی تھی اور آج سقوط ڈھاکہ کے برسوں بعد اس کے بعض مندرجات کی اشاعت مستحسن نہیں یہ بات وفاقی وزیر محنت اعجاز الحق نے آج صحافیوں کے اعزاز میں اپنی طرف سے دیئے گئے عشائیہ سے اپنے خطاب میں کہی۔ انہوں نے کہا کہ سقوط ڈھاکہ جیسے عبرتناک واقعات کو یاد رکھا جانا چاہئے۔ یہ رپورٹ 8 ماہ قبل نیویارک سے ایک بھارتی صحافی کے حوالے سے سامنے آئی تھی اور اسے خلیجی ممالک میں اور پاکستان کے بعض اخبارات ہی شائع کر سکے ہیں تاہم آج کے دن خاص طور پر اس کے بعض مندرجات کی اشاعت سے مجھے دکھ ہوا ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں مارشل لاء کا حامی نہیں اور اگر کبھی یہ وقت آیا تو اس کے خلاف آواز اٹھانے والا میں پہلا آدمی ہوں گا۔ اعجاز الحق نے کہا اس ملک کے ساتھ غداری کرنے والوں کے لئے ایک ٹرائیل کمیشن تشکیل دیا جانا چاہئے اور اس کے فیصلوں پر عمل درآمد ہونا چاہئے۔

17 دسمبر کو روزنامہ نوائے وقت نے سابقہ آئی جی اور انٹیلی جنس ڈائریکٹر راؤ رشید کا یہ بیان شائع کیا۔

سابق وزیراعظم بے نظیر بھٹو کے سابق مشیر راؤ رشید احمد نے حمود الرحمٰن کمیشن کی رپورٹ کی جزوی اشاعت کا خیر مقدم کیا ہے اور اس کا مکمل متن شائع کرنے کا مطالبہ کیا ہے۔ انہوں نے اس بات پر بھی زور دیا کہ بہاولپور کے قریب پیش آنے والے فضائی حادثے کی رپورٹ بھی شائع کی جائے جس میں سابق صدر ضیاء الحق مرحوم جاں بحق ہو گئے تھے تاکہ یہ معلوم ہو سکے آیا ان کی موت میں پیپلز پارٹی ملوث ہے یا نہیں۔ آج ایک بیان میں انہوں نے کہا کہ سابق وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو کے دور حکومت میں پیپلز پارٹی نے حمود الرحمٰن کمیشن رپورٹ کو قوم کے بہترین مفاد میں پوشیدہ رکھا کیونکہ اس وقت فوج کا حوصلہ پست تھا اور ہم فوج کو زیادہ پریشان کرنا نہیں چاہتے تھے اس کے علاوہ ایسا کرنے سے ہمارے خارجہ تعلقات خصوصاً ایک ہمسایہ اسلامی ملک کے ساتھ تعلقات متاثر ہو سکتے تھے۔ تاہم 1977ء کے انتخابات سے قبل یہ فیصلہ کرنے کے لئے ایک کمیٹی

www.bhutto.org

قائم کی گئی تھی کہ آیا یہ رپورٹ شائع کر دی جائے یا نہیں اس کمیٹی کے سربراہ جنرل ٹکا خان اور ارکان سیکرٹری وزارت داخلہ فضل حق ڈی آئی جی شیخ اکرم' مسعود محمود اور جنرل جیلانی تھے۔ میں خود بھی اس کمیٹی میں شامل تھا۔ تمام ارکان اس رپورٹ کو شائع کرنے کے حق میں تھے مگر جنرل ٹکا خان نے جو جی ایچ کیو کے نکتہ نظر کی نمائندگی کر رہے تھے۔ ہماری رائے مسترد کر دی۔ ان کا موقف تھا کہ رپورٹ میں کسی سویلین کے خلاف کوئی الزام نہیں اسلئے فوج ہمیشہ اسکی اشاعت کی مخالف رہی ہے۔ کیونکہ یہ رپورٹ بھی فوج کے خلاف جاتی ہے چنانچہ جنرل ضیاء الحق کے آمرانہ دور حکومت کے گیارہ سالوں میں بھی اسے جاری نہیں کیا گیا' راؤ رشید نے اس بات پر زور دیا کہ اب سانحہ بہاولپور کی رپورٹ بھی جاری کر دی جائے۔ اسلامی جمہوری اتحاد نے اس حادثے کا ذمہ دار ہمیشہ پیپلز پارٹی کو ٹھہرایا مگر برسر اقتدار آنے کے بعد وہ جان بوجھ کر اس رپورٹ کو چھپا رہا ہے اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ جس تاثر کی اس قدر تشہیر کی گئی ہے اسے برقرار رکھا جائے اور لوگوں کو گمراہ کیا جائے۔ یہ حرکت پیپلز پارٹی کے خلاف سازش ہے۔ راؤ رشید نے اس رائے کا اظہار بھی کیا کہ اگر بہاولپور کے فضائی حادثے میں پیپلز پارٹی ملوث ہوتی تو عبوری حکومت اسے آسانی کے ساتھ شائع کر دیتی کیونکہ اس وقت ضیاء الحق مرحوم کے ورثے کے نگران اور ان کے روحانی فرزند نواز شریف برسر اقتدار تھے۔ راؤ رشید نے موجودہ حکومت پر زور دیا کہ اگر اس کے پاس ہمارے خلاف کوئی ثبوت ہے تو ظاہر کر دے اور لوگوں کو اصل داستان بتا دے' آخر حکومت کو حقائق ظاہر کرنے سے کون روک رہا ہے۔ راؤ رشید نے اس بات پر افسوس کا اظہار کیا کہ حمود الرحمٰن کمیشن رپورٹ کے مخصوص حصے شائع کئے گئے ہیں اور اس طرح پوری حقیقت سامنے نہیں آئی۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ رپورٹ کا مکمل متن شائع کیا جائے تا کہ لوگ خود فیصلہ کر سکیں کہ اسے پہلے کیوں شائع نہیں کیا گیا۔

18 دسمبر کو سابقہ میجر جنرل راؤ فرمان علی نے روزنامہ نوائے وقت کو یہ بیان دیا۔

میجر جنرل (ریٹائرڈ) راؤ فرمان علی نے دعویٰ کیا ہے کہ سقوط ڈھاکہ کے اسباب وعلل کی تحقیقات کرنے کے لئے مامور حمود الرحمٰن کمیشن نے اپنی حتمی رپورٹ میں انہیں الزامات سے بری کر دیا تھا۔ انہوں نے اس سلسلے میں کمیشن کی حتمی رپورٹ سے بعض اقتباسات بھی اپنے خط کے ہمراہ ایڈمنسٹریشن کو ارسال کئے ہیں۔ ان اقتباسات میں جنرل فرمان علی کے بارے میں کمیشن

www.bhutto.org

کے ریمارکس شامل ہیں۔

فرمان علی کے بارے میں مختصر ریمارکس دینا بے جا نہ ہوگا۔ کیونکہ انہیں بین الاقوامی پریس اور بنگلہ دیش کے وزیراعظم نے متعدد سازشوں میں کئی اعتبار سے ملوث گردانا ہے۔

14۔ یہ افسر مشرقی پاکستان میں مسلسل پانچ سال تک (مختلف عہدوں پر) کام کرتے رہے۔

15۔ 25 مارچ 1969ء کو جنرل یحییٰ خان کے مارشل لاء کے نفاذ کے بعد میجر جنرل فرمان علی جن عہدوں پر تعینات ہوئے ان کا تقاضا تھا کہ وہ فوجی افسران اور ہر مختلف سطح کے مارشل لاء ایڈمنسٹریٹروں کے ساتھ ساتھ سول حکام اور سیاسی رہنماؤں سے بھی رابطے قائم کرتے۔ انہوں نے کشادہ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کمیشن کے سامنے یہ اعتراف کیا ہے کہ 25 مارچ 1971ء کو مشرقی پاکستان میں فوجی ایکشن کی منصوبہ بندی میں وہ شامل تھے اور وہ صورت حال کو معمول پر لانے کے لئے بعض سیاسی اقدامات سے بھی منسلک رہے جن میں عوامی لیگ کے ارکان قومی و صوبائی اسمبلی کو نااہل قرار دے کران کی جگہ ضمنی انتخابات کرنے کے لئے اقدامات بھی شامل تھے تاہم جنرل کی جانب سے فراہم کردہ تحریری بیان کا تفصیلی مطالعہ کرنے اوران پر جرح کرنے کے بعد اور مشرقی پاکستان سے ملنے والے شواہد کے مطالعے کے بعد ہم نے یہ رائے قائم کی کہ میجر جنرل فرمان علی نے خالصتاً ایک ذہین، نیک نیت اور مخلص سٹاف افسر کی حیثیت سے مختلف عہدوں پر تعیناتی کے دوران کام کیا اور کسی بھی موقعہ پہ جنرل یحییٰ خان کے فوجی ٹولے کے رکن کے طور پر انہوں نے کام نہیں کیا۔ ہمیں یہ بھی معلوم ہوا کہ انہوں نے کسی بھی موقع پر کسی غیر اخلاقی ایکشن یا سیاسی شعور یا انسانیت کے خلاف کسی اقدام کی ہدایت کی اور نہ ہی خود اس میں شامل ہوئے اس ضمن میں ہم نے رپورٹ کے سابقہ باب میں شیخ مجیب الرحمان کی جانب سے عائد کئے جانے والے اس الزام کہ ''جنرل فرمان علی مشرقی پاکستان کو سبز رنگ کے بجائے سرخ رنگ دینا چاہتے تھے'' پر اپنی رائے ظاہر کی تھی اور ہم نے محسوس کیا ہے کہ اس سارے مسئلے کو مکمل طور پر غلط رنگ دیا گیا ہے۔

16۔ جنگ کے زمانہ کے نازک ایام میں اس آفیسر پر فوجی کاروائیوں کی کوئی براہِ راست ذمہ داری نہیں تھی تاہم وہ مشرقی کمانڈ کے کمانڈر کی حیثیت سے گورنر مشرقی پاکستان کے قریب

www.bhutto.org

رہے اس وجہ سے انہیں اس واقعہ میں ملوث کیا گیا جسے ''دی فرمان علی انسی ڈینٹ'' کا نام دیا گیا تھا جیسا کہ ہم نے سقوط مشرقی پاکستان کے باب میں دی گئی تفصیلات میں کہا ہے کہ 19 دسمبر 1971ء کو میجر جنرل فرمان علی کی طرف سے اقوام متحدہ کو بھیجے گئے پیغام کی اس وقت کے مشرقی پاکستان کے گورنر نے منظوری دی تھی جنہوں نے اس وقت کے صدر پاکستان جنرل یحییٰ خان سے پیشگی کلیرنس حاصل کی تھی تاکہ مشرقی پاکستان میں جاری جھڑپوں کو ختم کیا جا سکے۔ ان حالات میں اس پیغام کے ارسال کئے جانے کی ذمہ داری اس افسر پر نہیں ڈالی جا سکتی۔ درحقیقت اس نے کورٹ مارشل کے ذریعہ مقدمہ چلانے کا مطالبہ کیا تھا تاکہ وہ اپنی پوزیشن کی وضاحت کر سکے۔ کمیشن کے سامنے اب جو حقائق ابھر کر آئے ہیں ان کی موجودگی میں ایسی تحقیقات یا مقدمہ کی اب کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

17۔ آخری دنوں میں جب بھارتی افسران سے ہتھیار ڈالنے کے سلسلے میں تفصیلات طے کرنے کی خاطر لیفٹیننٹ جنرل نیازی سے مذاکرات کی خاطر ملاقات کی اس وقت میجر جنرل فرمان علی مشرقی کمانڈ کے ہیڈ کوارٹر میں موجود تھے۔ اس سلسلے میں جو تفصیلات اور ان کا رویہ ہمارے سامنے آیا ہے ہمیں یہ کہنے میں باک نہیں کہ تمام وقت میجر جنرل فرمان علی نے لیفٹیننٹ جنرل نیازی کو ہمیشہ صحیح خطوط پر ہدایات دیں اور اگر ان ہدایات کو تسلیم کر لیا جاتا تو بعض توہین آمیز واقعات سے بچا جا سکتا تھا۔

18۔ ہم نے اس وجہ کا بھی تفصیل سے جائزہ لیا ہے کہ بھارتی فوج کے کمانڈر انچیف جنرل مانک شا نے بعض پمفلٹوں میں جنرل فرمان علی کو پاکستانی فوج کے کمانڈر کی حیثیت میں کیوں مخاطب کیا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ 8 یا 9 دسمبر 1971ء کو لیفٹیننٹ جنرل اے اے کے نیازی کو اپنے کمانڈ بنکر میں نہیں دیکھا گیا اور بی بی سی نے یہ خبر بھی نشر کر دی تھی کہ جنرل نیازی مغربی پاکستان واپس چلے گئے ہیں اور ان کی جگہ جنرل فرمان علی نے پاکستانی فوج کی کمانڈ سنبھال لی ہے اسی وجہ سے بھارتی کمانڈ نے جنرل فرمان علی کو ہتھیار ڈالنے کے لئے مخاطب کیا۔ ہمیں اس بارے میں بھی مطمئن کر دیا گیا ہے کہ جنرل فرمان علی کسی بھی وقت بھارتی جرنیلوں کے ساتھ رابطوں میں ملوث نہیں رہے۔

19۔ لیفٹیننٹ جنرل نیازی نے کمیشن کے سامنے یہ الزام عائد کیا تھا کہ جنرل فرمان علی

www.bhutto.org

نے مشرقی پاکستان سے 60 ہزار روپے اپنے بھتیجے (جو ہیلی کاپٹر پائلٹ ہے) کو بھجوا دیئے ہیں جنہیں لے کردہ 16 دسمبر 1971ء کو صبح بذریعہ ہیلی کاپٹر ڈھاکہ سے روانہ ہو گیا تھا۔ ہم نے اس سلسلہ میں جنرل فرمان علی سے وضاحت کرنے کو کہا جس پر انہوں ن اپنی وضاحت میں بتایا کہ ان میں 4000 روپے اسلامیہ پریس کو دیئے گئے 5000 رحیم کو اور 51000 روپے' 5000 ہزار روپے مکان کا کرایہ اور 4600 شامل ہیں۔

21۔ ہم میجر جنرل فرمان علی کی جانب سے پیش کردہ اس وضاحت سے مطمئن ہیں کیونکہ انہوں نے جو وضاحت کی ہے اس کی با آسانی تصدیق کی جا سکتی ہے۔

22۔ ان تمام وجوہات کی موجودگی میں ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ میجر جنرل فرمان علی کی مشرقی پاکستان میں کل مدت ملازمت کے دوران ان کی کارکردگی اور طرز عمل کبھی بھی قابل اعتراض نہیں رہی۔

20 دسمبر کے روزنامہ نوائے وقت میں میجر جنرل ریٹائرڈ ایم رحیم جو زخمی حالت میں فرار ہو کر بہت اہم دستاویزات سمیت پاکستان پہنچ گئے تھے کا بیان شائع ہوا۔

وزارت دفاع کے سابق سیکرٹری میجر جنرل (ریٹائرڈ) ایم رحیم خان نے جو 1971ء کی جنگ میں مشرقی پاکستان میں تھے' کہا کہ حمود الرحمٰن کمیشن کے قیام سے یہ کمیشن قائم کرنے والے صدر بھٹو کا اصل مقصد یہ تھا کہ سینئر ججوں پر مشتمل ایک اعلیٰ سطح کا ادارہ قائم کیا جائے جو اس بات کو یقینی بنائے کہ ملک ٹوٹنے کا تمام الزام صرف فوج کے کندھوں پر ڈال دیا جائے۔ آج یہاں مختلف الزامات کے بارے میں انہوں نے 6 صفحات پر مشتمل ایک جواب جاری کیا ہے جس میں انہوں نے کہا کہ اس قومی المیہ کی ذمہ داری بھٹو پر عائد ہوتی ہے اور کمیشن کے قیام کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ عدالتی تحقیقات کے ذریعے اس پر ہمیشہ کے لئے پردہ ڈال دیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ کمیشن کا ٹائٹل ''کمیشن آف انکوائری 1971ء کی جنگ' تھا اور اس کی شرائط کار میں جو کچھ کہا گیا اس سے میری مندرجہ بالا بات کی تصدیق ہو گی۔ شرائط کار یہ تھیں۔

ان حالات کا جائزہ لینا جن میں کمانڈر ایسٹرن کمانڈ اور ان کی کمان میں پاکستان کی مسلح افواج نے ہتھیار ڈالے اور مغربی پاکستان اور بھارت اور ریاست جموں وکشمیر کی سیز فائر لائن جنگ ہوئی۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ کمیشن کا مقصد صرف فوج کے خلاف تحقیقات کرنا تھا اور

www.bhutto.org

ملک ٹوٹنے کے اصل ذمہ دار بالخصوص دو بڑے سیاستدانوں کا ذکر تک نہیں کیا گیا حمود الرحمٰن کمیشن کے بارے میں ہر سال جو خبریں چھپتی ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ بھٹو عوام کی توجہ فوج کی ''ناکامیوں'' کی طرف مبذول کرانے میں کامیاب رہے اور ان کے اور دوسرے سیاسی رہنماؤں کے کردار پر پردہ پڑا رہا۔ یہ قوم کے ساتھ بہت بڑا فراڈ ہے انہوں نے کہا کہ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ مسٹر بھٹو نے فوجی ماہرین کی بجائے سویلین ججوں پر مشتمل کمیشن قائم کیا' جنہیں فوجی حکمت عملی کے بارے میں تحقیقات کا کام سونپا گیا' وہ اس بات سے قطعاً ناواقف تھے کہ آپریشنز کی منصوبہ بندی کیسے کی جاتی ہے۔ مسٹر بھٹو نے انہیں ایک (ریٹائرڈ) افسر جنرل الطاف قادر مشیر کے طور پر دیا جو شرابی تھا وہ ذاتی طور سے یحییٰ خان کے خلاف تھا۔ ایک زمانے میں کمانڈر انچیف بننا چاہتا تھا لیکن شرابی ہونے کی وجہ سے اسے ریٹائرڈ کر دیا گیا۔ اس وقت کے کمانڈر انچیف نے اس کے مشیر بننے پر احتجاج بھی کیا۔ میجر جنرل (ریٹائرڈ) ایم رحیم خان نے کہا کہ کمیشن کے چیئرمین یحییٰ کے وفادار تھے مگر جب بھٹو آئے تو انہوں نے یحییٰ کو غاصب قرار دے دیا۔ انہوں نے کہا کہ کمیشن نے گواہوں پر جرح کرنے کی اجازت نہیں دی۔ واپس آنے والے بعض جنگی قیدیوں کو دھمکی دی گئی اور کمیشن کے سامنے جھوٹی گواہی دینے کے لئے انہیں بلیک میل کیا گیا۔ میرے ڈویژن ہیڈ کوارٹر کے کسی شخص کو گواہی کے لئے نہیں بلایا گیا کہا جاتا ہے کہ جنرل گل حسن کا نام ملزمان میں نہیں تھا کیونکہ انہیں سی۔ ان۔ سی بنایا گیا لیکن جونہی انہیں اس عہدے سے ہٹایا گیا ان کا نام فہرست میں شامل کر دیا گیا۔ اسی طرح ٹکا خان کا نام بھی شامل تھا اور انہیں ''بنگال کا بوچڑ'' کہا گیا' لیکن جب انہوں نے جنرل گل حسن کی جگہ سنبھالی تو ان کا نام نکال دیا گیا۔ بعض لوگ ان کا ہدف تھے ان میں سے میں بھی ایک تھا۔ جن افسروں کے خلاف فوج سے غداری نوعیت کے الزامات تھے انہیں چھوڑ دیا بلکہ ترقی دی گئی۔ انہوں نے بتایا کہ کس طرح وہ زخمی ہونے کے بعد ایک ہیلی کاپٹر میں 15 اور 16 دسمبر 1971ء کو برما گئے۔ اور پھر پاکستان آئے اور انہیں جنرل گل حسن کی جگہ چیف آف دی جنرل سٹاف بنایا گیا۔ یہ الزام بھی غلط ہے کہ جنرل گل حسن سے پوچھے بغیر مجھے یہ عہدہ دیا گیا انہوں نے کہا کہ 23 جنوری 1972ء کو میں بھٹو سے ملا تو انہوں نے مجھے گلے لگایا اور کہا کہ آپ ہی واحد جنرل ہیں جو دشمن کے قبضے میں نہیں آئے۔ لیکن جب میں نے پولیس کی بغاوت کے سلسلے میں فوج استعمال کرنے سے انکار کر دیا اور بھٹو کی اجازت کے بغیر لسانی

فسادات کوروکنے کے لئے اندرون سندھ فوج تعینات کی تو مجھے نشانہ بنایا گیا۔ جنرل رحیم خان نے آفتاب کمیٹی رپورٹ پر روشنی ڈالی اور حقائق کی تفصیل بتائی انہوں نے اس بات پر بھی حیرت کا اظہار کیا کہ کمیشن نے کورٹ مارشل کی سفارشات پیش کیں۔ تاہم جی ایچ کیو کے جج ایڈووکیٹ جنرل نے اس کی مخالفت کی۔ جنرل رحیم خان نے مطالبہ کیا کہ حمود الرحمٰن کمیشن کی رپورٹ کا جائزہ لینے کے لئے ایک اور کمیشن قائم کیا جائے جو 1971ء کے المیے میں سیاستدانوں کے کردار کا جائزہ لے اس وقت حقیقت واضح ہوگی۔ انہوں نے اخبارات کے کردار کا بھی ذکر کیا اور کہا کہ اس وقت جو اخبارات عوامی لیگ کے مطالبات کے سلسلے میں صلح کی مخالفت کر رہے تھے جس سے ملک ٹوٹا وہی اب حمود الرحمٰن کمیشن کے حوالے سے CONTROVERSY کو ہوا دے رہے ہیں۔

21 دسمبر کو روزنامہ نوائے وقت کی خبر تھی۔

پاکستان پیپلز پارٹی کی شریک چیئر پرسن مسز بے نظیر بھٹو نے کہا کہ جب وہ وزیراعظم تھیں تو ان کی حکومت نے حمود الرحمٰن کمیشن کی رپورٹ شائع کرنے کی خواہش ظاہر کی تھی، لیکن وزارت دفاع نے انہیں ایسا کرنے سے روک دیا۔ پیپلز پارٹی کے 20 ماہ طویل دور حکومت کے دوران وزیراعظم بے نظیر بھٹو کے پاس وزارت دفاع کا بھی قلمدان تھا۔ پارٹی کے ایک سینئر ممبر نے اس کی وضاحت کی کہ اس وقت (اسٹیبلشمنٹ) انتظامیہ نے اس رپوٹ کی اشاعت کی مخالفت کی تھی۔ بے نظیر بھٹو نے مزید بتایا کہ وزارت دفاع سے رپورٹ کی کاپی طلب کی تھی۔ لیکن اس وقت اس رپورٹ کی کاپی کابینہ ڈویژن تک کے پاس موجود نہیں تھی۔ وہ قومی اسمبلی میں اپنے چیمبر میں بات چیت کر رہی تھیں۔ بے نظیر بھٹو نے کہا کہ ان کی پارٹی کا موقف رپورٹ کے بارے میں یہ تھا کہ اگر وزارت دفاع اس کی اشاعت کی اجازت دیتی ہے۔ تو ہم اسکی مخالفت نہیں کریں گے لیکن یہ ایک اہم حقیقت ہے کہ یہ بھی فیصلہ کیا جائے کہ رپورٹ کی کاپی اصل بھی ہے یا نہیں؟ ہم اس کی تصدیق نہیں کر سکتے۔ بے نظیر بھٹو نے ماضی کے حوالے سے بتایا کہ جب ان کے والد ذوالفقار علی بھٹو جیل میں تھے تو 1978ء میں ان سے رپورٹ کی کاپی فراہم کرنے کو کہا گیا۔ مسٹر بھٹو کاپی فراہم کرنے کے لئے ایک شرط پر آمادہ ہو گئے تھے انہوں نے بتایا کہ وہ اس کاپی پر ان تین ججوں کے دستخط چاہتے ہیں۔ جنہوں نے تحقیقات کی ہے اور جو اس رپورٹ کے مصنف ہیں لیکن یہ تینوں جج رپورٹ پر دستخط کرنے کو تیار نہیں ہوئے پھر 1979ء میں 70 کلفٹن میں موجود ایک پرانے

زمانے کی شیشے والی الماری سے اس رپورٹ کو نکال لیا گیا تھا جو ایک بریف کیس میں بند تھی۔ بے نظیر بھٹو نے یہ بھی بتایا کہ پیپلز پارٹی کے سینئر ممبروں کو بھی اس رپورٹ کی کاپیاں دی گئی تھیں۔ انہوں نے کہا کہ وہ خود درحقیقت اس بات کا تعین نہیں کر سکتیں کہ جو رپورٹ اخبارات میں شائع ہوئی ہے وہ حقیقت ہے یا نہیں تاہم پارٹی کے جن سینئر ممبران کے پاس یہ اصل رپورٹ ہے وہ اس سلسلے میں ہماری مدد کریں۔ اس سلسلے میں جب جنرل (ریٹائرڈ) ٹکا خان سے رابطہ قائم کیا گیا تو انہوں نے بتایا کہ حمود الرحمٰن کمیشن رپورٹ کی کاپیاں ان میں تقسیم ضرور کی گئی تھیں لیکن ذوالفقار علی بھٹو نے بعد میں ان رپورٹوں کو واپس لے لیا تھا۔ یہ 75-1974ء کا واقعہ تھا۔ انہوں نے اس کے واپس طلب کئے جانے کی کوئی وجہ بھی نہیں بتائی۔ انہوں نے ماضی کے حوالے سے بتایا کہ جہاں تک یاد ہے ریٹائرڈ جنرل یحییٰ خان نے ایک بیان جاری کیا تھا جس میں انہوں نے مجھ پر الزام لگایا تھا کہ وہ رپورٹ شائع کرنے سے ہچکچا رہے ہیں۔ حقیقت یہ تھی کہ یہ دستاویز پاکستان کے آپریشنل منصوبوں پر مشتمل تھی اور ہم اسے اسی لئے عوام کے لئے مشتہر نہیں کرنا چاہتے تھے۔ پیپلز پارٹی کے ایک اور ممبر افتخار گیلانی سے رابطہ قائم کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ وہ اس بات کے حق میں ہیں کہ جتنی بھی رپورٹیں اب تک شائع نہیں کی گئیں بشمول اوجڑی کیمپ انہیں شائع کیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ یہ ان کے ذاتی خیالات ہیں انہوں نے کہا کہ ان تمام رپورٹوں کو پارلیمینٹ میں پیش کیا جانا چاہئے تا کہ عوام سچ کو جان سکیں۔

اگلے ہی دن روزنامہ جنگ نے خبر دی۔

پاکستان پیپلز پارٹی کی ہائی کمان کے ایک ترجمان نے حمود الرحمٰن کمیشن رپورٹ کے حوالے سے ریٹائرڈ جرنیلوں کے درمیان تنازعے میں بعض جرنیلوں کی طرف سے پیپلز پارٹی کے بانی چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو پر لگائے گئے الزامات کی مذمت کی ہے۔ اور کہا ہے کہ تاریخ اسلام کے اس سب سے بڑے سانحے میں 90 ہزار فوجیوں کے ہتھیار ڈالنے سے پاکستان کو جس ذلت کا سامنا کرنا پڑا تھا اس پر پوری قوم کو اپنا احتساب کرنا چاہئے نہ کہ اپنے غیر ذمہ دارانہ کردار کا اعتراف کرنے کے بجائے دوسری شخصیتوں کو موردالزام ٹھہرایا جائے۔ ترجمان نے کہا کہ حمود الرحمٰن کمیشن رپورٹ کی اشاعت ذوالفقار علی بھٹو شہید نے اس وقت کے فوجی ارباب اختیار اور سیاسی رہنماؤں کے مشورے کے بعد اس لئے مناسب نہیں سمجھا تھا کہ اس سے نہ صرف پاکستان

www.bhutto.org

کی مسلح افواج کی بے وقعتی ہوتی بلکہ بنگلہ دیش کو ان پاکستانی فوجیوں پر مقدمہ چلانے کا جواز مل جاتا جس کی پاکستان مخالفت کر رہا ہے تھا اور شیخ مجیب الرحمان نورمبرگ طرز پر مقدمہ چلانا چاہتا تھا۔ یہ ذوالفقار علی بھٹو کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ عالمی دباؤ کے تحت بنگلہ دیش نے ان مقدمات کو ملتوی کر دیا تھا۔ ترجمان نے اپنے بیان میں مشرقی پاکستان کے محاذ سے بھاگ جانیوالے جنرل رحیم خان کے جوابی بیان کو انتہائی افسوسناک قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ یہ بیان پاکستان کی اعلیٰ عدالتوں کی توہین ہے جس میں جسٹس حمود الرحمٰن اور دوسرے سینئر ججوں کو فوجی امور سے نابلد قرار دیا گیا ہے۔ ایک طرف تو جنرل رحیم خان کہتے ہیں کہ فوجی ماہرین اس کمیشن میں ہونے چاہئیں تھے دوسری طرف اس کمیشن کے فوجی مشیر جنرل الطاف قادر کو وہ شرابی کہہ کر مسترد کر دیتے ہیں۔ جنرل رحیم کے اس بیان سے محسوس ہوتا ہے کہ حمود الرحمٰن کمیشن صرف ان سے بدلہ لینے کے لئے قائم کیا گیا تھا اگر ایسا ہوتا تو پی پی حکومت اسے اپنے دور حکومت میں ہی شائع کر دیتی۔ ترجمان نے کہا کہ اگر بھٹو نے اسے شائع نہ کر کے کوئی غلطی کی تھی تو جنرل ضیاء الحق نے اسے گیارہ سال تک کیوں شائع نہیں کیا؟ جنرل ضیاء الحق کے دور میں تو جنرل رحیم دفاع کے سیکرٹری جنرل رہے۔ ان کے بھائی ایم آر خان پاکستان بنکنگ کونسل کے چیئرمین تھے۔ جنرل رحیم کو سیکرٹری جنرل دفاع کی حیثیت سے کیوں خیال نہ آیا کہ حمود الرحمٰن کمیشن رپورٹ کی غلط سفارشات کے جواب میں ایک ملٹری کمیشن قائم کیا جائے جو 1971ء کے سانحے کے سیاسی اور فوجی اسباب کا تعین کرے۔ جنرل رحیم نے اپنے بیان میں جسٹس حمود الرحمٰن جیسے محب وطن پاکستان کو بنگالی کہہ کر پھر اس ذہنیت کا مظاہرہ کیا ہے جو مشرقی پاکستان کے بھائیوں کو ناراض کرنے کا سبب بنی تھی۔ ترجمان نے کہا کہ جنرل رحیم نے میدان جنگ سے اپنے فرار کی ذمہ داری جنرل نیازی پر عائد کی ہے۔ اس کا جواب تو جنرل نیازی ہی دے سکتے ہیں لیکن بریگیڈیئر صدیق سالک نے اپنی کتاب ''میں نے ڈھاکہ ڈوبتے دیکھا'' میں جنرل رحیم کے فرار کی جو شرمناک داستان بیان کی ہے جنرل رحیم کے خلاف اس سے زیادہ واضح شہادت اور کیا ہو سکتی ہے۔

ترجمان نے کہا کہ انہوں نے اس وقت صدر بھٹو کی اجازت کے بغیر اندرون سندھ لسانی ہنگامے روکنے کے لئے فوجی دستے متعین کئے تھے اس سے زیادہ غیر ذمہ دارانہ طرز عمل اور آئینی حکومت کی خلاف ورزی کا ثبوت کیا ہو سکتا ہے۔ ترجمان نے کہا کہ اب وقت کا تقاضا ہے کہ حمود

www.bhutto.org

الرحمٰن کمیشن رپورٹ مکمل طور پر شائع کی جائے۔ ترجمان نے کہا کہ 1971ء کے اس سانحے کے دوران تمام سیاسی اور فوجی امور فوجی جنرلوں کے کنٹرول میں تھے۔ ملک کی تقدیر کے تمام فیصلے وہی کر رہے تھے۔ ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت سانحے کے ذمہ دار جرنیلوں اور ان کے حامی سیاست دانوں نے اس سانحے کی ذمہ داری ذوالفقار علی بھٹو اور پاکستان پیپلز پارٹی عائد کرنے کی کوشش کی ہے' لیکن تاریخی حقائق ان الزامات کو بار بار بے بنیاد ثابت کر رہے ہیں۔ ذوالفقار علی بھٹو ملک کو اس ذلت اور سانحے سے بچانے کے لئے بار بار کوشش کر رہے تھے کہ شیخ مجیب الرحمان جنہیں صرف مشرقی پاکستان میں نمائندگی حاصل ہوئی تھی وہ اسمبلی کے اجلاس سے پہلے مذاکرات کے ذریعے آئین کے نکات پر اتفاق رائے حاصل کریں جو پاکستان کے تمام صوبوں کو قابل قبول ہو اور اسمبلی میں اپنی اکثریت کے ذریعے ایسا آئین نہ منظور کروائیں جس سے پاکستان کے چاروں صوبوں کے حقوق ختم کر دیئے جائیں۔ اسٹیٹ بنک تمام محفوظ دفاتر بنکوں کے صدر دفاتر اور املاک کے تمام اثاثے ڈھاکہ منتقل کر دیئے جاتے اس کے بعد بنگلہ دیش کے قیام کا اعلان کر دیا جاتا۔ اس صورت حال کو روکنے کے لئے بھٹو نے اسمبلی سے باہر مذاکرات پر زور دیا تھا لیکن دوسرے سیاستدانوں نے نہ صرف بھٹو دشمنی میں پاکستان کے مفاد کی پرواہ نہیں کی اور مجیب الرحمان کو ان مذاکرات میں شمولیت سے روکا جس کا نتیجہ المناک حالات کی صورت ہونے کے باوجود پاکستان نے شملہ معاہدہ میں باوقار طریقے سے اپنے 5 ہزار مربع میل کا علاقہ واپس لیا۔ 90 ہزار جنگی قیدیوں کو باعزت طریقے سے واپس لایا گیا۔ بنگلہ دیش کو 110 پاکستانی فوجیوں پر مقدمہ چلانے سے روکا اور پاکستان کے مشرق وسطیٰ اور دوسرے مسلم ممالک سے روابط استوار کئے۔ بھٹو کے یہ کارنامے پاکستان کی تاریخ کے سنہرے باب ہیں۔ انہوں نے پاکستان کے موقف پر کبھی سودے بازی نہیں کی اور نہ کبھی میدان سے فرار اختیار کیا۔ 1977ء میں بعض جرنیلوں نے انہیں ملک سے چلے جانے کا مشورہ دیا تھا لیکن انہوں نے اصولوں کی خاطر زندگی کے آخری سانس تک غیر قانونی' غیر آئینی حکومت کی مزاحمت کی۔ ترجمان نے کہا ہے کہ پاکستان پیپلز پارٹی کو یہ فخر ہے کہ اس نے ایک شکست خوردہ فوج کے حوصلے بحال کئے۔ انہیں ایشیاء کی بہترین جنگی مشین بنایا ان کا پیشہ وارانہ وقار اتنا بلند کیا کہ مشرق وسطیٰ کے کئی ممالک سے بڑی تعداد میں نوجوان فوجی تربیت حاصل کرنے کے لئے پاکستان آنے لگے۔ ترجمان نے کہا کہ قوم کو چاہئے کہ تاریخ سے

www.bhutto.org

سبق حاصل کریں۔ تاریخ اپنے آپ کو دہراتی رہتی ہے اور یہ پاکستانی قوم کی وسیع القلبی ہے کہ اس نے میدان جنگ سے بھاگ جانے والے اور ہتھیار ڈالنے والے جنرلوں کو بھی عزت دی۔ اگر جنرل رحیم کے الزام کے مطابق اخبارات اور الیکٹرونک میڈیا ان جنرلوں کے اصل کردار کو عوام کے سامنے لے آئے تو ان جنرلوں پر پاکستان کی سرزمین تنگ ہو جاتی۔ قوم کو ذلت آمیز شکست سے دوچار کرنے والے ان جرنیلوں کو چاہئے کہ قوم سے معافی مانگیں اور اللہ تعالیٰ سے توبہ کریں۔

اسی روز نوائے وقت لاہور نے خبر دی۔

پیپلز پارٹی کے مرکزی جنرل سیکرٹری شیخ رفیق احمد نے سانحۂ مشرقی پاکستان کے سلسلہ میں حمود الرحمٰن کمیشن کی جانب سے تیار کی گئی رپورٹ کو من وعن شائع کرنے کے مطالبات کی حمایت کی ہے اور کہا ہے کہ سابق وزیر اعظم مرحوم ذوالفقار علی بھٹو نے اس وقت کے حالات کے تحت مسلح افواج کے اس وقت کے سربراہ جنرل ٹکا خان کی تجویز سے اتفاق کرتے ہوئے یہ رپورٹ شائع نہیں کی تھی، لیکن یہ رپورٹ من وعن شائع ہونے سے مرحوم بھٹو کے موقف اور ان کی سیاست کو مزید تقویت حاصل ہوگی۔ ان خیالات کا اظہار انہوں نے آج شام اپنی اقامت گاہ پر ایک پریس کانفرنس سے خطاب کے دوران کیا۔ وفاقی وزیر مسٹر اعجاز الحق نے اس بیان پر کہ مرحوم بھٹو نے مسٹر حمود الرحمٰن کو اپنی رپورٹ میں صرف فوج کو مورد الزام ٹھہرانے کی ہدایت کی تھی۔ شیخ رفیق احمد کے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ جنرل کے بیٹے کی حیثیت سے سیاست میں آنے والے یہ صاحب جو منہ میں آتا ہے کہہ دیتے ہیں انہیں ابھی سیاست کی تربیت حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ انہوں نے کہا کہ مرحوم بھٹو نے حمود الرحمٰن کمیشن تشکیل دیتے وقت اس کمیشن کے کام اور دائرہ کار کے بارے میں ایک ریفرنس بھی تیار کرایا تھا جو اس وقت تمام اخبارات میں شائع ہوا۔ اس ریفرنس کے مطالعہ سے ہی معلوم ہوسکتا ہے کہ حمود الرحمٰن کمیشن کا دائرہ کار کیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ حمود الرحمٰن کمیشن اکیلے مسٹر جسٹس حمود الرحمٰن پر مشتمل نہیں تھا اور وہ کمیشن مکمل طور پر آزاد اور خودمختار تھا۔ انہوں نے بتایا کہ انہوں نے ایوری کوسٹ کے شہر آبی جان میں منعقدہ ایک بین الاقوامی سیمینار میں شرکت کے لئے مسٹر حمود الرحمٰن کے ساتھ سفر کیا اور قیام کے دوران انہوں نے پانچ روز اکٹھے گزارے۔ اس موقع پر انہوں نے مسٹر جسٹس حمود الرحمٰن سے ان کی رپورٹ کے بارے بعض

www.bhutto.org

استفسارات کئے تھے جس پر مسٹر جسٹس حمود الرحمٰن نے انہیں بتایا کہ سانحہ مشرقی پاکستان کے اسباب کے جائزہ کے دوران انہیں ایسا کرنے کا کوئی ثبوت نہیں مل سکا جس سے پاکستان توڑنے کے عمل میں فوری طور پر سیاسی لیڈروں پر الزام ثابت ہوتا ہے۔ مسٹر حمود الرحمٰن نے انہیں یہ بھی بتایا کہ سابق صدر جنرل یحییٰ خان اس کے روبرو پیش ہوئے تھے اور انہوں نے اس واقعہ کی تصدیق کی تھی جو ایران کی دو ہزار سالہ تقریبات کے موقع پر روس کے اس وقت کے صدر پر پانی سے بھرا ہوا جگ انڈیلنے کے معاملہ میں ان سے منسوب تھا۔ مسٹر حمود الرحمٰن نے یہ بھی بتایا کہ ان کے استفسار پر جنرل یحییٰ خان نے موقف اختیار کیا تھا کہ روسی صدر نے پاکستان کے بارے میں نازیبا گفتگو کی تھی جس کے باعث انہوں نے روسی صدر پر پانی سے بھرا ہوا جگ پھینکا اور اگر روسی صدر کسی دوسرے موقع پر ایسے الفاظ استعمال کرتے تو وہ پھر ان کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرتے۔ شیخ رفیق احمد نے کہا کہ جنرل یحییٰ خان کے اس طرز عمل کے باعث ہی پاکستان کے بارے میں روس کی رائے تبدیل ہوئی تھی۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ روسی صدر پر پانی کا جگ پھینکنے کا متذکرہ واقعہ درست ہونے کی صورت میں آیا جنرل یحییٰ خان کی حب الوطنی ثابت نہیں ہوئی۔ انہوں نے جنرل یحییٰ کا متذکرہ طرز عمل سفارتی آداب کے قطعی منافی تھا اور حب الوطنی کے تقاضوں کے تحت بھی اس نوعیت کا طرز عمل نامناسب تھا۔

میجر جنرل تجمل حسین جو مرحوم مشرقی پاکستان میں غیرت ایمانی کی زندہ مثال بنے اور انہوں نے ''ہلی'' میں وہ جان توڑ معرکہ لڑا جو پھر عالمی عسکری تاریخ کا درخشندہ باب بن گیا نے روزنامہ ''جنگ'' کو اپنے بیان میں کہا۔

میجر جنرل (ریٹائرڈ) تجمل حسین نے کہا کہ سقوط ڈھاکہ کے ذمہ دار کئی جرنیلوں کے نام ابھی صیغہ راز میں ہیں اور مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے پیچھے کوئی فوری سیاسی عوامل نہیں تھے۔ گزشتہ روز ''جنگ'' کے ساتھ ملاقات میں انہوں نے کہا کہ حمود الرحمٰن کمیشن رپورٹ کا جو حصہ منظر عام پر آیا ہے۔ اس کے اصلی یا جعلی ہونے کے بارے میں تو کچھ یقین سے نہیں کہہ سکتا البتہ اس میں جن چھ جرنیلوں کو سقوط ڈھاکہ کا ذمہ دار قرار دیا گیا ہے کوئی عجب نہیں کہ ان میں سے اکثر پر مقدمات چلنے چاہئیں تھے۔ ''بلکہ مشرقی و مغربی پاکستان دونوں میں سے کچھ نام ایسے جرنیلوں کے رہ بھی گئے ہیں جن کا ٹرائل ہونا چاہئے تھا'' انہوں نے کہا میں نے ہمیشہ یہ کہا ہے کہ پاکستانی فوج

www.bhutto.org

بھارت کی دوگنا فوج کو کسی وقت اور کسی میدان میں شکست دینے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ 65ء کی جنگ میں ہندوستان کو شکست دینے میں ناکامی اور 71ء میں مشرقی و مغربی پاکستان میں ہماری شکست کی بنیادی وجہ یہ نہ تھی کہ ہماری فوج بھارتی فوجوں کے مقابلہ میں کمزور تھی بلکہ اس کی اصل وجہ یہ تھی کہ اس کی قیادت نااہل جرنیلوں کے ہاتھ میں تھی جو میدان جنگ میں فوج کے ساتھ آگے رہ کر لڑنے کے بجائے پیچھے محفوظ پناہ گاہوں میں رہ کر لڑنا چاہتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ مشہور جنرل فلر کی کہاوت کے مطابق ''جو کمانڈر پیچھے محفوظ'' بنکرز'' میں رہ کر لڑائی لڑتے ہیں وہ جنگ پر اس سے زیادہ اثر انداز نہیں ہو سکتے جتنا کہ کوئی قبر میں رہ کے ہو سکتا ہے۔'' جنرل تجمل نے کہا کہ اگر مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے سیاسی اسباب جاننا مقصود ہوں تو اس کی تحقیقات 1947ء سے شروع کرنا ہوں گی کیونکہ اس کے پس پردہ کوئی فوری نوعیت کے سیاسی عوامل کارفرما نہیں تھے بلکہ مشرقی پاکستان کے لوگوں کی محرومیاں تھیں جو قیام پاکستان کے بعد روز بروز بڑھتی چلی گئیں۔

جہاں تک سقوط ڈھاکہ کا تعلق ہے کہ 71ء کی جنگ میں مشرقی پاکستان میں ہماری شکست مکمل فوجی شکست تھی جس سے ہمیں اپنے سینئر افسروں اور جرنیلوں کی وجہ سے دوچار ہونا پڑا۔ اس بات کی تائید کہ وہاں ہماری فوج اور اس کے پاس موجود اسلحہ مزید چھ ماہ تک لڑائی کے لئے کافی تھا' بھارتی کمانڈر لچھمن سنگھ نے اپنی کتاب ''انڈین سورڈز سٹرائیک ان ایسٹ پاکستان'' میں اس جملے میں کی ہے کہ ''ہلی کے محاذ پر پاکستانی فوج نے خود کو ایک قابل فوج ثابت کیا۔'' انہوں نے کہا کہ یہ تمام حقائق انہوں نے اپنی کتاب ''دی سٹوری آف مائی سٹرگل'' میں تفصیل سے درج کئے ہیں جو عنقریب جنگ پبلشرز کے زیر اہتمام چھپ کر منظر عام پر آ رہی ہے۔ ایک سوال کے جواب میں جنرل تجمل نے کہا کہ ''پیپلز آرمی'' کا تصور ہمارے لئے بالکل قابل عمل اور ضروری ہے۔ پوری قوم کو چین اور ایران کی طرز پر مسلح کیا جانا چاہئے تاکہ وہ جنگ کی صورت میں ہندوستان کو باآسانی شکست دے سکے البتہ اس کے ساتھ ساتھ پروفیشنل آرمی بھی لازمی ہے۔ انہوں نے کہا آج سے بیشتر تو ''عوامی فوج'' کے تصور کو اس لئے نظر انداز کیا جاتا رہا کہ حکمران سمجھتے تھے کہ اگر عوام کے پاس ہتھیار آ جائیں تو حکومت کو خطرہ ہو جائے گا یہی وجہ ہے کہ ہر مارشل لاء کا پہلا حکم یہ ہوتا تھا کہ ''ہتھیار تھانے میں جمع کراؤ'' کیونکہ انہیں مسلح افراد سے خطرہ تھا چونکہ آج سے پیشتر تو بھٹو دور سمیت ملک میں زیادہ تر آمریت رہی اس لئے حکومت عوام مسلح نہیں کرنا چاہتی اب چونکہ ملک میں

www.bhutto.org

جمہوریت آ گئی ہے اس لئے ''انہیں'' عوام سے کوئی خطرہ نہیں ہونا چاہئے اور پوری قوم کو مسلح کیا جائے۔ ایک دوسرے سوال کے جواب میں انہوں نے کہا کہ ایٹم بم کو محض دھمکی کے طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے۔ یہ عملاً استعمال نہیں ہو سکتا اس لئے کہ بھارت کے پاس بھی ایٹم بم ہے لہٰذا ایک ملک ایٹم بم استعمال کرے گا تو دوسرا بھی کرے گا۔ اسی وجہ سے آج تک روس اور امریکہ نے بھی ایٹم بم استعمال نہیں کیا۔ لہٰذا پاکستان کو پھر بھی اتنی فوج ہی رکھنا پڑے گی۔

ایک اور سوال کے جواب میں جنرل تجمل نے کہا کہ بے نظیر بھٹو کو چاہئے تھا کہ برسراقتدار آنے کے فوراً بعد ان تمام لوگوں پر مقدمات چلائے جاتے جنہوں نے مارشل لاء دور میں جمہوریت کو پامال کیا۔ سینکڑوں بے گناہ افراد کو پھانسی پر چڑھایا اور جیلوں میں رکھ کر کوڑے لگائے اور ملکی دولت کو بے دریغ لوٹ کر سنگ مرمر کے محلات بنائے اور اب برسراقتدار ہیں'' بے نظیر کو چاہئے تھا کہ ان کے خلاف مقدمے چلاتیں اب وہ اپنی غلطی کا خمیازہ بھگتیں کہ اب مقدمات ان کے خلاف کھڑے ہو رہے ہیں۔ تاریخ بار بار ایسے مواقع فراہم نہیں کرتی۔''

13 اگست کے اخبارات ان سنسنی خیز سرخیوں کے ساتھ شائع ہوئے کہ ''حمودالرحمٰن کمیشن رپورٹ بھارت پہنچ گئی'' ملاحظہ فرمایئے روزنامہ نوائے وقت 13 اگست 2000ء کی ایک اہم رپورٹ یہ رپورٹ نئی دہلی کے اخبار کے نمائندے افتخار گیلانی نے روانہ کی تھی۔

''حمودالرحمٰن کمیشن رپورٹ بھارت پہنچ گئی ہے اور بھارتی جریدے ''انڈیا ٹوڈے'' نے اصلی رپورٹ ہونے کے دعوے کے ساتھ اس کے کچھ حصے شائع کئے ہیں یہ رپورٹ مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے سانحے کے حوالے سے ہے۔ جریدے کا کہنا ہے کہ اس نے عبوری رپورٹ اپنی انٹرنیٹ ویب سائٹ پر دے دی ہے جو **WWW.INDIA.TODAY.COM** پر دیکھی جا سکتی ہے۔ کمیشن نے اپنی عبوری رپورٹ جولائی 72ء جب کہ مکمل رپورٹ 23 اکتوبر 74ء کو پیش کی تھی۔ جریدہ کے مطابق کمیشن نے جنرل ٹکا خان' جنرل یعقوب علی خان اور راؤ فرمان علی کو الزامات سے بری کر دیا جبکہ جنرل یحییٰ خان' عبدالحمید خان' اے اے کے نیازی' گل حسن' میجر جنرل عمر' مٹھہ' ایم رحیم خان' محمد جمشید' عابد زاہد اور بریگیڈیئر جہانزیب ارباب پر کھلا مقدمہ چلانے اور سزا دینے کی سفارش کی گئی ہے۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ انہوں نے اختیارات کے غلط استعمال' تشدد' بداخلاقی اور بزدلی کا مظاہرہ کیا۔ ان کو سزا دینے سے ہی قوم مطمئن ہو گی جبکہ

www.bhutto.org

71ء کی جنگ میں انہوں نے جس شرمناک کردار کا مظاہرہ کیا اس کا اعادہ نہ ہو۔ کمیشن نے بنگلہ دیش کے اس سرکاری دعوے کو مسترد کر دیا کہ تیس لاکھ افراد ہلاک ہوئے۔ یہ دعویٰ گپ بازی سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا جبکہ 9 اور 10 دسمبر کی رات بنگالی دانشوروں کے قتل کا بھی کوئی ثبوت نہیں ملا۔ کمیشن کے گورنر مشرقی پاکستان کے سیاسی مشیر میجر جنرل راؤ فرمان علی کو تمام الزامات سے بری قرار دے دیا جبکہ شیخ مجیب الرحمٰن نے انہیں جنگی مجرم قرار دیا تھا۔ جنرل نیازی پر فنڈز کے غلط استعمال اور بھارتی فوج کے ساتھ خفیہ بات چیت کے الزامات کو مسترد کر دیا گیا ہے تاہم جنرل نیازی کو شکست کا ذمہ دار قرار دیتے ہوئے ان کے کورٹ مارشل کی سفارش کی ہے۔ جنرل نیازی کے لئے انتہائی سخت الفاظ استعمال کرتے ہوئے جسٹس حمود الرحمٰن نے کہا کہ وہ اپنی جنسی بے راہ روی اور مشرقی پاکستان سے پان مغربی پاکستان سمگل کرنے کے لئے بدنام ہے جسکا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ اپنے ماتحتوں کا اعتماد حاصل اور احترام حاصل کرنے میں ناکام رہا۔ وہ قیادت اور عزم کی خوبیوں سے محروم تھا جبکہ اپنی کمان میں افسروں اور جوانوں میں ڈسپلن اور اخلاقی معیار کے فقدان کے سلسلے میں حوصلہ افزائی کی۔ جی او سی سیالکوٹ اور مارشل ایڈمنسٹریٹر لاہور کے طور پر ان کے کردار کا ذکر کرتے ہوئے رپورٹ میں ان کے گلبرگ لاہور میں قحبہ خانہ چلانے والی سعیدہ بخاری سے ان کے تعلق کا ذکر کیا ہے۔ یہ قحبہ خانہ سینوریٹا ہومز کے نام پر چلایا جاتا تھا۔ اسی طرح سیالکوٹ میں ایک قحبہ خانہ کی مالک ثمینہ فردوس سے بھی ان کا تعلق بتایا گیا ہے۔ کمیشن نے کہا ہے کہ دس گیارہ دسمبر کی رات کو جبکہ بھارتی فوج پاکستانی پوزیشنوں پر گولہ باری کر رہی تھی۔ بریگیڈیئر ہدایت اللہ نے مقبول پور سیکٹر میں اپنے مورچے میں کچھ عورتوں کی دعوت کی۔ رپورٹ میں جنرل یحیٰی خان، جنرل عبدالحمید خان اور میجر جنرل خدا داد خان کی ذاتی بدکرداری اور شراب نوشی کی بھی تحقیقات کے لئے کہا گیا ہے۔ بظاہر یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ ان افسروں کے اخلاقی انحطاط کی وجہ سے ان میں فیصلوں کا فقدان، بزدلی اور پیشہ ورانہ نااہلی پیدا ہوئی۔ رپورٹ میں کہا گیا کہ فوج کی مداخلت کے بعد مشرقی پاکستان میں حالات کافی حد تک معمول پر آ گئے تھے لیکن اس عرصے کو سیاسی مذاکرات کے لئے استعمال نہیں کیا گیا اور مشرقی پاکستان کے منتخب نمائندوں سے بات نہیں کی گئی۔ اس کے برعکس بے مقصد اور دھوکہ دینے والے حربے استعمال کئے گئے۔ یہ قیمتی مہینے ضائع کر دیئے گئے اور اسی دوران بھارت نے مکتی باہنی کو تربیت دے کر پاکستانی علاقے

www.bhutto.org

پر گوریلا حملے کرنا شروع کر دیئے۔ رپورٹ میں جو سفارشات پیش کی گئیں ان کے بارے میں کمیشن نے لکھا ہے کہ تازہ ترین شہادتوں کی بنیاد پر ان سفارشات کومزید بہتر کرنے کی ضرورت ہے۔انہوں نے لکھا کہ انہیں یقین ہے کہ اس کمیشن کی تشکیل کے مقاصد کو اس وقت ہی مکمل طور پر حقیقت پسندانہ قرار دیا جاسکے گا جب حکومت پیش کردہ سفارشات پر جلد اور مناسب کاروائی کرے۔ اگرچہ ان سفارشات میں بہت سی ایسی چیزوں کا اعادہ کیا گیا ہے جو قبل ازیں مین رپورٹ میں پیش کر دی گئی ہیں تاہم' ہم سمجھتے ہیں کہ ریفرنس اور ایکشن کی سہولت کے پیش نظر ان کو یکجا کرنا ضروری ہے ان سفارشات کی تفصیلات اور اسباب مین رپورٹ میں موجود ان کے متعلقہ باب میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ ہمیں معلوم ہے کہ ان میں سے بعض سفارشات پر پہلے ہی عمل ہو چکا ہے لیکن انہیں حتمی سمری میں بعض وجوہ کی بنیاد پر شامل نہیں کیا گیا۔کمیشن نے لکھا ہے کہ اس بات پر مکمل اتفاق ہے کہ ان تمام سینئر آرمی کمانڈر پر مقدمہ چلایا جائے جو پاکستان کی شکست اور بے عزتی کا باعث بنے کہ انہوں نے آئین سے روگردانی کی' مجرمانہ سازش سے سیاسی قوت میں مداخلت کی۔ اپنی پیشہ ورانہ ذمہ داریوں میں غفلت برتی۔ طبعی اور دشمن کے مقابلے کے لئے وسائل کے باوجود ایسے شرمناک رویہ جو کہ 1971ء کی جنگ کے دوران سامنے آیا' کو روکنا ضروری ہے ہم اس ضمن میں درج ذیل ٹرائلز کی بلا تاخیر منظوری دیتے ہیں۔ یہ کہ جنرل یحییٰ خان' جنرل عبدالحمید خان' لیفٹیننٹ جنرل ایس ایم پیرزادہ' لیفٹیننٹ جنرل گل حسن' میجر جنرل عمر اور میجر جنرل مٹھا کا سر عام ٹرائل ہونا چاہئے کہ انہوں نے مجرمانہ سازش کی پارٹی بنے اور فیلڈ مارشل محمد ایوب خان سے غیر قانونی طور پر اقتدار چھیننے کے لئے طاقت کا استعمال کیا۔ مزید یہ کہ انہوں نے اپنے مشترکہ مقصد کی خاطر 1970ء کے انتخابات میں سیاسی جماعتوں پر دھمکیوں' رشوت اور دوسرے ذرائع سے اثر انداز ہونے کی کوشش کی تاکہ ان کی مرضی کے انتخابی نتائج حاصل ہوسکیں۔ بعد ازاں بعض سیاسی جماعتوں اور منتخب ارکان قومی اسمبلی کو 3 مارچ 1971ء کو ڈھاکہ میں بلائے گئے قومی اسمبلی کے اجلاس میں شرکت سے باز رکھا۔ ان سب نے مل جل کر مشرقی پاکستان میں ایسی صورتحال پیدا کر دی جو وہاں سول نافرمانی' عوامی لیگ کی طرف سے مسلح تصادم کا موجب بنی جس کے نتیجے میں ہماری فوج کو مشرقی پاکستان میں سرنڈر ہونا پڑا اور پاکستان کو تحلیل اسلحہ کرنا پڑا۔ یہ کہ مذکورہ بالا تمام افسروں کا مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان میں جنگ کے دوران مجرمانہ

www.bhutto.org

غفلت برتنے پر بھی ٹرائل ہونا چاہیے۔ یہ کہ لیفٹیننٹ جنرل ارشاد احمد خان سابق کمانڈر کور 1 کو مجرمانہ غفلت اور جان بوجھ کر تحصیل شکر گڑھ کے 5 سو دیہات دشمن کے آگے سرنڈر کرنے پر ٹرائل کیا جائے۔ یہ کہ میجر جنرل عابد زاہد سابق جی او سی 15 ڈویژن جان بوجھ کر اور شرمناک طریقے سے پکھلیاں ضلع سیالکوٹ کے 98 دیہات سرنڈر کرنے کا موجب بنے۔ ان کی اس حرکت سے مرالہ ہیڈ ورکس کو بھی خطرہ لاحق ہوا کیونکہ بھارتی فوج نے اس سے صرف 15 سو گز کے فاصلے پر رہ گئی تھی۔ اس ضمن میں انہوں نے جی ایچ کیو کو بھی اندھیرے میں رکھا۔ اس مجرمانہ غفلت پر ان کا ٹرائل کیا جائے۔ یہ کہ میجر جنرل بی ایم مصطفیٰ سابق جی او سی 18 ڈویژن کے حملہ کے پلان کے نتیجہ میں راجستھان میں بھارتی پوزیشن رام گڑھ سے بھارتی فوج نے پاکستان کو نقصان پہنچایا۔ یہ کہ لیفٹیننٹ جنرل اے اے کے نیازی سابق کمانڈر مشرقی کمانڈ کا 15 الزامات کے تحت کورٹ مارشل کیا جائے جو ان کی پیشہ وارانہ اور فوجی ذمہ داریوں سے متعلق ہیں اور ان کا تعلق مشرقی پاکستان کے دفاع سے ہے جہاں مزاحمت کے وسائل ہونے کے باوجود انہوں نے شرمناک طریقے سے سرنڈر کیا۔ یہ کہ میجر جنرل محمد جمشید سابق جی او سی 36 (ایڈ ہاک) ڈویژن ڈھاکہ کا 5 الزامات کے تحت کورٹ مارشل کیا جائے۔ انہوں نے ڈھاکہ کی حفاظت کی منصوبہ بندی میں مجرمانہ غفلت برتی۔ یہ کہ میجر جنرل رحیم خان سابق جی او سی 39 (ایڈ ہاک) ڈویژن کا چاند پور مشرقی پاکستان میں پیشہ وارانہ اور مجرمانہ غفلت برتنے پر کورٹ مارش کیا جائے۔ یہ کہ بریگیڈیئر جی ایم باقر صدیقی سابق جی او سی مشرقی کمانڈ ڈھاکہ کا 6 الزامات کے تحت کورٹ مارشل کیا جائے۔ یہ کہ بریگیڈیئر محمد اسلم نیازی سابق کمانڈر 53 بریگیڈ 39 ایڈ ہاک ڈویژن مشرقی پاکستان کا 6 الزامات کے تحت کورٹ مارشل کیا جائے۔ حمود الرحمٰن کمیشن نے لکھا ہے کہ اعلیٰ سطح کی عدالت یا کمیشن قائم کیا جائے جو مارچ سے دسمبر 1971ء تک پاکستانی فوج کی اپنی عوام پر ظالمانہ کارروائیوں کی تحقیقات کرے اور اس کے ذمہ داروں کا ٹرائل کرے۔ رپورٹ میں دیگر انکوائریوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھا گیا ہے کہ جنرل یحییٰ خان کے خلاف ذاتی غیر اخلاقی حرکات' شراب نوشی جیسے الزامات کی تحقیقات کے علاوہ جنرل عبدالحمید خان اور میجر جنرل خداداد خان سے مناسب تحقیقات کی جائیں کیونکہ یہ دونوں اس ضمن میں بنیادی شہادتیں ہیں۔ اس طرح مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر ملتان میجر جنرل جہانزیب جو کہ اس وقت بریگیڈیئر تھے' کا ایک پی سی ایس افسر سے

www.bhutto.org

جو کہ اس وقت میونسپل کارپوریشن ملتان کے چیئر مین تھے اور جن کے خلاف کرپشن کے الزامات کی تحقیقات ہو رہی تھی، ایک لاکھ روپیہ رشوت لینے کے الزامات کی تحقیقات کی جائے کیونکہ اس افسر نے بعد میں خودکشی کر لی تھی اور اس کے پاس ایک خط موجود تھا۔ بریگیڈیئر حیات اللہ کے خلاف الزامات کی انکوائری بھی بہت ضروری ہے کیونکہ 11 اور 12 دسمبر 71ء کی شب جنگ کے دوران جب بھارت کے گولے اس کی فوج پر گر رہے تھے تو اس کے بنکر میں عورتیں موجود تھیں۔ رپورٹ میں لکھا گیا ہے کہ کمیشن اختیارات کے تحت بریگیڈیئر کی سطح سے نیچے کے افسروں کی تحقیقات نہیں کر سکتا تاہم ہمارے نوٹس میں بعض ایسے کیسز بھی آئے ہیں کہ جن میں نچلی سطح کے افسر بھی اپنی ذمہ داریوں میں غفلت کے مرتکب پائے گئے ہیں۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ حکومت مسلح افواج کے تمام افسران سے 10 برسوں کے دوران بنائے گئے منقولہ وغیر منقولہ اثاثوں کے ڈیکلریشن جمع کرانے کے لئے کہے۔ اس کے علاوہ ان افسران سے اس عرصے کے دوران اپنے رشتہ داروں اور لواحقین کے نام پر حاصل کردہ اثاثوں کے ڈیکلریشن بھی جمع کرنے کے لئے کہا جائے اگر جائزہ کے دوران پتہ چل جائے کہ اثاثے معلوم ذرائع سے ہٹ کر بنائے گئے ہیں تو ان کے خلاف مناسب اقدام کئے جائیں۔ حکومت آرمڈ سروسز اخلاقیات ایسے طریقے سے وضع کرے تا کہ اخلاقی اقدار پر کسی قسم کا سمجھوتہ نہ ہو۔ اسکے علاوہ ترقی کے سلسلے میں اخلاقی کردار کو بھی اہمیت دی جائے۔ فوجی میسز اور فنکشنوں میں الکحل والے مشروبات کے استعمال پر پابندی عائد کر دی جائے۔ جنسی اور اخلاقیات سے گری دیگر حرکات کا نوٹس لیا جائے۔ سروس کے قواعد وضوابط کے حوالے سے انٹر سروسز کی سٹڈی کی جائے اور افسران جے سی اوز اور سروسز کے دیگر رینکس کو حاصل سہولیات کا پتہ چلایا جائے۔ تا کہ اس سلسلے میں جونیئر افسران میں پایا جانا والا عدم اطمینان دور کیا جا سکے۔ جی ایچ کیو میجر جنرل افتخار خان جنجوعہ کی سربراہی میں ڈسپلن کمیٹی کی رپورٹ پر غور کرے، بحریہ اور فضائیہ اپنی سروسز کے مسائل پر اپنی کمیٹیاں قائم کریں۔ پاک بحریہ کی ترقی اور بہتری کے لئے اس کی ضروریات پر فوری توجہ دی جائے۔ پاک بحریہ کے پاس میزائل بوٹس سے تحفظ کے لئے طیارے ہونے چاہئیں۔ بحریہ کے لئے کراچی سے دور الگ بندرگاہ بنانے کی بھی اشد ضرورت ہے۔ فضائیہ کی بہتری کے لئے سفارش کی گئی کہ پاکستان کے پاس ایسے مقامات پر جدید ہوائی اڈے ہونے چاہئیں جہاں سے یہ مواصلات کی اہم لائن کے ساتھ ساتھ صنعت کے

بڑے بڑے مراکز کو بہتر تحفظ فراہم کر سکیں۔ پیشگی اطلاع دینے والے سسٹم کو بھی بہتر بنانے کی ضرورت پر زور دیا گیا تینوں سروسز کے ہیڈکوارٹرز وزارت دفاع کے ساتھ ایک مقام پر ہوں کابینہ کی دفاعی کمیٹی کو دوبارہ سرگرم کیا جائے اور اس کے باقاعدہ اجلاس یقینی بنائے جائیں۔ سفارشات میں کہا گیا کہ ڈیفنس منسٹرز کمیٹی بھی ہونی چاہئے۔ کمیٹی کی صدارت وزیر دفاع کریں اور دفاع کے سیکرٹری کے علاوہ تینوں سروسز کے چیف اس کے رکن ہوں۔ قومی سیکورٹی کونسل کے حوالے سے یہ کہا گیا کہ اسے ختم کر دینا چاہئے۔ میجر جنرل فرمان علی نے مشرقی پاکستان کے گورنر کی ہدایات پر عمل کیا جنہیں پاکستان کے صدر نے مشرقی پاکستان میں سمجھوتے کے لئے بعض تجاویز کا اختیار دیا تھا۔ عبوری رپورٹ میں رائے دی گئی ہے کہ مشرقی پاکستان میں فوج کی شکست محض فوجی پہلوؤں کی وجہ سے نہیں تھی بلکہ اس کی سیاسی' بین الاقوامی اور اخلاقی وجوہات بھی ہیں۔ 47ء سے 71ء تک کے عرصہ کا تجزیہ کرتے ہوئے جس میں دو مارشل لاء لگے رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ مشرقی پاکستان مغربی پاکستان سے جذباتی طور پر دور ہوتا گیا۔ اصل رپورٹ میں دو بڑی جماعتوں عوامی لیگ اور پیپلز پارٹی کے کردار کا ذکر کیا گیا ہے' جنہوں نے ایسی صورتحال پیدا کر دی کہ ڈھاکہ میں 25 مارچ 71ء کو قومی اسمبلی کا اجلاس ملتوی کرنا پڑا۔ رپورٹ میں یحییٰ خان کی مجیب الرحمان سے بات چیت اور مغربی پاکستان کے رہنماؤں کی بات چیت کا ذکر ہے۔ اگرچہ رسمی طور پر مذاکرات کو ناکام قرار نہیں دیا گیا تاہم یحییٰ خان خفیہ طور پر ڈھاکہ سے چلے گئے اور فوجی کارروائی کی ہدایت کر گئے۔ رپورٹ کے مطابق یحییٰ خان نے 69ء میں حالات معمول پر لانے اور جمہوری عمل بحال کرنے کے لئے مارشل لاء نہیں لگایا تھا۔ ان کا مقصد اپنی ذات کے لئے اقتدار کا حصول تھا جس کا علم ان کے ساتھیوں کو بھی نہیں تھا۔ مشرقی پاکستان کی انتظامیہ سے متعلق فوجی اور سول حکام نے اس رائے کا اظہار کیا کہ فوجی کاروائی سیاسی سمجھوتے کا متبادل نہیں تھا۔ یہ امن وامان کی بحالی کے بعد ہی ممکن تھا۔ بہت سے گواہوں کا کہنا ہے کہ سیاسی سمجھوتے کا بہترین وقت مئی اور ستمبر 71ء کا درمیانی عرصہ تھا۔ کیونکہ اس دوران حالات کافی حد تک معمول پر آ چکے تھے لیکن مشرقی پاکستان کے منتخب نمائندوں سے کسی قسم کے مذاکرات نہیں کئے گئے۔ فوجی کارروائی کے دوران ضرورت سے زیادہ فورس استعمال کی گئی جس سے مشرقی پاکستانیوں کی ہمدردیاں ختم ہو گئیں۔ فوج کی تعیناتی کے لئے بھی مناسب انتظامات نہیں کئے گئے تھے۔ جس سے لوٹ مار کے

www.bhutto.org

لئے حوصلہ افزائی ہوئی۔ قابل احترام لوگوں کے ساتھ سلوک سے بھی حالات بدتر ہوئے۔ ہندوؤں کے ساتھ سلوک کی بنا پر وہ بڑی تعداد میں بھارت نقل مکانی کر گئے۔ یحییٰ خان نے جلد سیاسی سمجھوتے کے لئے اقدامات نہیں کئے لہذا 71ء میں عام معافی غیر موثر ثابت ہوئی۔ منتخب نمائندے بھارت کے ہاتھوں یرغمال بنے ہوئے تھے اور اس نے انہیں واپسی کی اجازت نہیں دی۔ اس دوران ضمنی انتخابات بھی لاحاصل ثابت ہوئے۔ جبکہ امیدواروں کا انتخاب فوج نے کیا تھا۔ ڈاکٹر مالک کے بطور گورنر اور ان کی کابینہ بھی بے اثر رہی کیونکہ انہیں عوام کا اعتماد حاصل نہیں تھا اور مکمل اقتدار مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل نیازی کے ہاتھ میں تھا اور مشرقی پاکستانیوں کا یہ شک پختہ ہو گیا کہ یحییٰ خان اقتدار عوامی نمائندوں کو منتقل نہیں کرنا چاہتا۔ دوسری طرف بھارتی خطرے کے پیش نظر تمام دوست ممالک نے انہیں سیاسی سمجھوتے کا مشورہ دیا۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ مشرقی پاکستان میں فوج کے اقدامات کے تباہ کن نتائج برآمد ہوئے۔ فوج شروع سے ہی ہاری ہوئی جنگ لڑ رہی تھی۔ عالمی سطح پر بھارتی پراپیگنڈہ اتنا کامیاب تھا کہ صورتحال کو قابو میں لانے کی کوششوں کا فائدہ نہیں ہوا۔ اگست 71ء میں بھارت روس معاہدے سے صورتحال مزید خراب ہو گئی۔ ایران، چین اور امریکہ سمیت تمام دوست ممالک نے یحییٰ خان کو بتا دیا تھا کہ بھارتی حملے کی صورت میں وہ پاکستان کی کوئی عملی مدد نہیں کر سکیں گے۔ لیکن بین الاقوامی صورتحال کو سمجھا ہی نہیں گیا چنانچہ غلطیوں کے تباہ کن نتائج برآمد ہوئے۔ سلامتی کونسل میں پہلی روسی قرارداد قبول کرنے سے انکار کر دیا گیا۔ رپورٹ میں جنرل فرمان کے سکیورٹی جنرل کے نام پیغام کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ جس میں سیاسی سمجھوتے کے لئے بعض تجاویز دی گئی تھیں۔ اگر جنرل یحییٰ خان بطور کمانڈر انچیف صورتحال کو 16 دسمبر 71ء سے آگے لے جاتے تو ممکن تھا کہ سلامتی کونسل جنگ بندی کرا دیتی۔ جہاں تک فوجی پہلو کا تعلق ہے 71ء کی تباہ کن صورتحال میں سب سے بڑا کردار زمینی فوج کا تھا۔ فوج کے ہائی کمان نے نئے پہلوؤں کا تفصیل سے جائزہ نہیں لیا تھا۔ بھارت روس سمجھوتے کے پیش نظر فوجی تیاریوں اور مسلح افواج کی اہلیت میں فرق کی طرف توجہ نہیں دی گئی۔ لیفٹیننٹ جنرل اے کے نیازی کی حیثیت کے بارے میں بھی تضاد ہے کہ آیا وہ ایک تھیٹر کمانڈر تھا یا کہ محض ایک کور کمانڈر تھا مشرقی پاکستان میں فضائیہ اور بحریہ براہ راست اپنی کمان کے ماتحت تھیں تمام حالات کے باوجود وہ 3 دسمبر 71 کے بعد جب جنگ مغربی پاکستان میں بھی بھڑک چکی تھی تو وہ ہر

www.bhutto.org

لحاظ سے آزاد کور کمانڈر بن چکے تھے اس کے بعد ان کی تبدیلی کا امکان نہیں تھا ان کے آخری اقدام یعنی ہتھیار ڈالنے کے عمل کو اسی تناظر میں لینا چاہیے۔ جہاں تک مشرقی پاکستان کا دفاع مغربی پاکستان سے کرنے کا سوال ہے یہ کام کرنا تھا تو 21 نومبر 1971ء کو کر دیتے جب بھارتی فوجیں ننگی جارحیت کرتے ہوئے مشرقی پاکستان میں داخل ہوئیں بدقسمتی سے مغربی محاذ کھولنے میں تاخیر اور اس پر مستزاد یہ کہ جوابی کاروائی کے لئے نیم دلانہ اقدامات نے بھی پاکستان کو نقصان پہنچایا۔ ڈھاکہ اور دوسرے شہروں میں قلعہ بندیاں تعمیر کر کے کم از کم 30 دن تک لڑا جا سکتا تھا اس صورت میں ہر شہر کی کمان اپنے فیصلے خود کرتی۔ جنرل نیازی فوج کو کسی ایسے علاقے میں اکٹھا کر کے بچا سکتے تھے جہاں قدرتی رکاوٹیں بے شمار پائی جاتی ہوں جنرل نیازی سے متعلق یہ وہم المیہ ہے کہ بھارتی فوج کے بڑے پیمانے پر جمع ہونے کے باوجود اس سے کوئی بڑی جنگ نہیں لڑی جائے گی۔ جنرل نیازی اپنی بات کو اس دلیل کیساتھ ثابت کرتے ہیں کہ انہیں آٹھ مزید بٹالینز دینے کا وعدہ کیا تھا جو پورا نہ ہوا اگر یہ آٹھ بٹالین مل جاتیں تو وہ مؤثر انداز سے دفاع کر سکتے تھے لیکن ہم ان کی اس بات سے متفق نہیں۔ انہیں جو مشن دیا گیا تھا اس کے تحت انہیں چپے چپے کا دفاع کرنا چاہیے تھا۔ ہم جنرل نیازی کی اس بات کو بھی نہیں مانتے کہ مشرقی کمان کو جو مشن دیا گیا تھا اس میں تبدیلی نہیں ہو سکتی تھی اور جی ایچ کیو نے انہیں واضح پیغام دیا تھا کہ علاقہ کی اب کوئی اہمیت نہیں رہی اور فوج کو صرف دفاعی اہمیت کے علاقوں کے لئے وقت گزاری کے لئے لڑنا چاہیے۔ شواہد یہ بتاتے ہیں کہ پلاننگ ہی ناقص اور ناامیدی پر مبنی بنائی گئی تھی اور ڈھاکہ کے دفاع کا منصوبہ سرے سے بنا ہی نہیں تھا۔ جب دشمن نے فرید پور کھلنا داؤ کنڈی اور چاند پور سے ڈھاکہ کی طرف پیشقدمی شروع کی تو پھر انہوں نے فوج کو پیچھے ہٹا کر ڈھاکہ کے دفاع کا سوچنا شروع کیا، لیکن اب بہت دیر ہو چکی تھی اور دریائے جمنا کو عبور کرانے کے لئے جو کشتیاں تھیں وہ مکتی باہنی لے گئی تھی اور اس علاقے میں گاڑیوں کی نقل و حمل بھی ناممکن ہو چکی تھی۔ لڑائی شروع ہونے کے چوتھے روز ہی ہم نے بڑی قلعہ بندیاں جیسور، جھانیڈ اون برہمن باریا بغیر لڑائی کے ہی چھوڑ دیں۔ اگلے دن گھیرا پڑنے سے کومیلا کی قلعہ بندی بھی الگ تھلگ ہو کر رہ گئی۔ 9 دسمبر 1971ء کو ایک ڈویژن کے کمانڈر نے اپنے ہیڈ کوارٹر سمیت انتہائی اہم علاقہ خالی کر دیا اور اپنی فارمیشن پیچھے لے آیا۔ اسی دن مزید قلعہ بندیاں کشتیا اور لکشمن پور بھی خالی کر دیں۔ آخری قلعہ بندی میں بیمار اور

www.bhutto.org

زخمی فوجیوں کو بھی وہیں چھوڑ دیا گیا۔ 10 دسمبر 1971ء کو ہلی جہاں 16 دن تک بڑی جوانمردی سے لڑائی لڑی گئی بھی خالی کر دی گئی۔ میمن سنگھ سے آنے والے بریگیڈیئر کو بھارتی چھاتہ برداروں نے گھیر لیا تو بریگیڈیئر کمانڈر کو کچھ فوجیوں سمیت قیدی بنا لیا گیا اور آخر 16 دسمبر 1971ء کا سانحہ پیش آ گیا۔ اس روز جنرل نیازی کے پاس ڈھاکہ کے گرد فوج جمع کرنے میں ایک ہفتہ لگتا اور مزید ایک ہفتہ ڈھاکہ کے دفاع کو توڑنے کے لئے درکار ہوتا۔ اگر وہ آخر دم تک لڑتے ہوئے شہید ہو جاتے تو وہ تاریخ میں ہیرو کہلاتے لیکن حالات بتاتے ہیں کہ وہ 7 دسمبر کو ہی حوصلہ کھو چکے تھے۔ سب سے المناک پہلوان کا ہتھیار ڈالنے کا انداز تھا جو انہوں نے بھارت اور مکتی باہنی کی مشترکہ کمان کے سامنے ڈالے۔ بھارتی جنرل اروڑا کا ہوائی اڈے پر استقبال کیا اور انہیں گارڈ آف آنر پیش کیا اور پھر ریس کورس گراؤنڈ میں ہتھیار ڈالنے کی عوامی تقریب میں بھی شرکت کی' جو پاکستان اور مسلح افواج دونوں کے لئے شرمناک بات تھی۔ یہ دراصل جنرل نیازی کے مورال کی موت تھی اس لحاظ سے اسکی ناکامی کی ذمہ داری مشرقی کمان پر ڈالی جاتی ہے مگر جی ایچ کیو کو بھی بری الذمہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔ کیونکہ کمیونیکیشن آخری وقت تک قائم تھا۔ اس لئے جی ایچ کیو کے ساتھ دوسرے سینئر افسروں میجر جنرل ایم رحیم خان' میجر جنرل محمد جمشید اور کچھ بریگیڈیئروں کی مذمت ہی نہیں کرتے بلکہ تمام فوجی افسر جن کی جنگ سے تھوڑی دیر قبل یا بہت پہلے تقرری کی گئی تھی سب اس کے ذمہ دار ہیں۔ آخر میں یہ بات کہنا پسند کریں گے کہ چند اعلیٰ افسران کے سوا افسروں اور جوانوں کی بڑی تعداد نے یہ فیصلہ ڈسپلن کے تحت کیا حالانکہ ان افسروں اور جوانوں کی بڑی تعداد آخری دم تک لڑنا چاہتی تھی۔ ان کی بہادری کو دشمن نے بھی خراج تحسین پیش کیا۔ پیشہ ورانہ طور پر اس ساری کہانی کے ذمہ دار چند سینئر کمانڈر ہیں۔ ہمیں یہ بھی پتہ چلا ہے کہ کمانڈر ایسٹرن کمان اور ان کے چیف آف سٹاف بریگیڈیئر باقر صدیقی نے ہتھیار تباہ کرنے کے عمل پر جان بوجھ کر عملدرآمد نہ کیا جس سے پاکستان کا بہت سا اسلحہ اور گولا بارود بھارت کے ہاتھ لگ گیا۔

(اس رپورٹ کا مکمل انگریزی متن کتاب کے آخری حصے میں دیا جا رہا ہے)

ہماری بدبختی کی انتہا ہے کہ ملک کو دولخت کرنے والے سانحے کے حوالے سے گذشتہ 29 سال سے ہماری حکومتوں کے منہ پر تالا لگا ہے لیکن غیر ملکی ذرائع ابلاغ سے ہمیں یہ رپورٹ پڑھنے

www.bhutto.org

کو ملی۔

دشمن اور پھر بھارت جیسا دشمن کب قابل اعتبار ہے۔ یہ رپورٹ وہاں تک کیسے پہنچی۔ ان حالات میں کیوں شائع ہوئی اور اس میں سچ کتنا ہے ملاوٹ کتنی؟ کیا دشمن کے حوالے سے آنے والا سچ قابل اعتبار ہے یا نہیں۔

حقیقت پر اس وقت تک پردہ پڑا رہے گا جب تک حقائق سے پردہ اٹھانے کے ذمہ داروں نے اس مسئلے کی سنگینی کا احساس نہ کیا۔

میں نے اس کتاب میں المیہ مشرقی پاکستان کے حوالے سے لکھی گئی بہت سی غیر ملکی مصنفین اور ماہرین کی تحریروں کو جہاں یکجا کیا ہے وہاں پاکستان کے قابل احترام اور درد دل رکھنے والے سیاسی اور فوجی ماہرین کی آراء بھی جمع کی ہیں۔

مجھے امید ہے ان تحریروں کا مطالعہ اس المیے کے اسباب جاننے میں آپ کی معاونت کرے گا۔ اور پاکستان کی مختصر تاریخ جاننے والوں کے لئے یہ کتاب ہمیشہ ایک ریفرنس کا کام دے گی۔ میں اس کوشش میں کس حد تک کامیاب رہا ہوں اس کا فیصلہ آپ نے ہی کرنا ہے۔

خدا کرے وہ دن بھی آئے جب ہم اس سانحے کے حقیقی اسباب سے پردہ اٹھائیں اور قوم کو شرمناک انجام سے دوچار کرنے والے غداروں کو کیفر کردار کو پہنچتا دیکھیں۔

کتاب کے آخری حصے میں کچھ نایاب تصاویر بھی شامل ہیں۔ یہ تصاویر میرے پاس تاریخ کی امانت تھیں جو میں اپنی قوم کے ان دردمندوں کو لوٹا رہا ہوں جو اپنے ماضی کی کوتاہیوں سے سبق سیکھ کر مستقبل کو روشن کرنے کے آرزومند ہیں کیونکہ بقول اقبال

صورت شمشیر ہے دست قضا میں وہ قوم
کرتی ہے جو ہر زماں اپنے عمل کا حساب

طارق اسمٰعیل ساگر

ستمبر 2000ء لاہور

www.bhutto.org

حادثے کی کہانی ——— حادثات کی زبانی

''بین الاقوامی مطالعاتی ادارہ برائے جنگی حکمت عملی'' کے لئے رابرٹ جیکسن نے SOUTH ASIAN CRISIS ''جنوبی ایشیا کا بحران'' لکھی تھی۔ جس میں بھارت پاکستان اور بنگلہ دیش کے حالات سے بحث کی گئی ہے۔ بلاشبہ فاضل مصنف نے بڑی محنت اور جانفشانی سے بہت اہم حقائق جمع کیے اور انہیں صفحہ قرطاس پر بکھیرا۔ البتہ مفروضے قائم کرنے میں اس نے جا بجا ٹھوکر کھائی کیونکہ بھارتی مداخلت سے شروع ہونے والا بھیانک عمل تو ابھی جاری ہے اور 15 اگست 75ء کو بنگلہ دیش میں آنے والے انقلاب نے اس مفروضے کا بطلان بھی پیش کر دیا۔ رابرٹ جیکسن آل سولز کالج کا فیلو اور رسالہ ''دی راؤنڈ ٹیبل'' (دولت مشترکہ کا رسالہ برائے بین الاقوامی امور) کا مدیر بھی رہا ہے۔ اس کتاب کا مطالعہ المیہ سقوط ڈھاکہ کی مختلف کڑیوں سے واقفیت حاصل کرنے میں بہت معاون ثابت ہوا ہے۔ ڈھکے چھپے واقعات کے کئی گوشے نمایاں ہو چکے ہیں اور اسرار کی تہوں میں لپٹے بہت سے حقائق بے نقاب ہوئے ہیں۔

اس کتاب کا بنیادی مقصد جنوبی ایشیاء کی حالیہ تاریخ میں نو ماہ پر پھیلے ہوئے حادثے کی کہانی کا بیان ہے' اس سلسلے میں نوفیلڈ فاؤنڈیشن کا شکر گزار ہوں جن کی مالی امداد کے سبب مارچ' اپریل 1972ء میں بھارت' پاکستان اور بنگلہ دیش کا دورہ کر سکا۔ جنگ کے بیان پر جو حصہ مشتمل ہے اس کے دو ماخذ ہیں ایک تو ذاتی معلومات جو میں نے پاکستان بھارت اور بنگلہ دیش میں مختلف اصحاب سے ملاقاتوں کے بعد حاصل کیں اور دوسرے بھارت کی تین کتب یعنی بھارتی وزارت دفاع کی سالانہ رپورٹ 72-1971ء دلیپ مکرجی کی تصنیف یحییٰ خان کی آخری جنگ اور میجر جنرل ڈی کے پالٹ کی دی لائٹنگ کمپین' اس کتاب کی تیاری میں بے شمار اخبارات و رسائل کے علاوہ میں نے جن کتب سے استفادہ کیا ان میں سید شریف الدین پیرزادہ کی تصنیف دی فاؤنڈیشنز آف پاکستان رش بروک ولیم کی دی ایسٹ پاکستان ٹریجیڈی' کلیم صدیقی کی کنفلکٹ کرائسس اینڈ واران پاکستان جے ای نانک کی انڈیا' ایشیا' چائنا اینڈ بنگلہ دیش' کے سیرانیم کی بنگلہ دیش اینڈ

www.bhutto.org

انڈیا زسکیورٹی اے ایچ کاروار کی پیپلز کمٹمنٹ' قاضی احمد کمال کی شیخ مجیب الرحمٰن اینڈ برتھ آف بنگلہ دیش حکومت پاکستان کا ''وائٹ پیپر آن دی کرائسس ان ایسٹ پاکستان'' مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کی دی گریٹ ٹریجیڈی اور ڈیوڈ لوشاک کی تصنیف پاکستان کرائسس بھی شامل ہیں۔

1919ء اور پھر 1935ء میں حق رائے دہی میں توسیع کے بعد بنگالی مسلمانوں کے متوسط طبقے کو حکومت کے ایوانوں تک رسائی حاصل ہوئی 1937ء کے انتخابات میں بنگالی مسلمانوں کی نمائندگی دو جماعتوں نے کی' ایک مولوی فضل الحق کی کرشک پرجا پارٹی اور دوسرے مسلم لیگ' جس کی قیادت بنگال میں خواجہ ناظم الدین کر رہے تھے 1937ء سے 1941ء تک بنگال میں مسلمانوں کی مخلوط حکومت رہی' مولوی فضل الحق نے آل انڈیا مسلم لیگ کی پالیسی کی حمایت کی یقین دہانی کرائی' تو مسلم لیگ نے ان کی صوبائی وزارت کی پشت پناہی کی مسلم لیگ کے اجلاس منعقدہ لاہور میں بنگال کے مولوی فضل الحق نے مارچ 1940ء میں قرارداد پاکستان پیش کی تھی۔ اس کی عبارت میں قدرے ابہام تھا۔

دسمبر 1941ء میں انہیں مسلم لیگ سے خارج کر دیا گیا لیکن موصوف 1943ء تک وزیر اعلیٰ رہے کیونکہ مسلم لیگ سے اخراج کے بعد ہندو جاگیرداروں اور تاجروں نے ان کی حمایت شروع کر دی تھی۔ 1943ء میں بنگال میں زبردست قحط پڑا جس میں بیس لاکھ انسان لقمہ اجل بنے۔ اسی اثناء میں مسلم لیگ کو بنگال میں زبردست مقبولیت اور اثر ورسوخ حاصل ہو گیا۔ نومبر 1945ء کے انتخابات میں لیگ نے سارے ملک میں مسلمانوں کے ووٹ حاصل کئے اور مارچ 1946ء میں جب بنگال میں صوبائی انتخابات منعقد ہوئے تو لیگ نے 96 فیصد مسلم نشستیں حاصل کر لیں اور صوبائی اور قومی وفاداریوں کی چپقلش کا خاتمہ ہو گیا۔

ہندوستان کے مسلمانوں کے مذہبی اور ثقافتی تشخص کے اظہار کے نتیجے میں تصور پاکستان نے جنم لیا تھا' بنگال کے رہنے والے جناب حسین شہید سہروردی نے اپریل 1946ء میں وہی کردار ادا کیا جو 1940ء میں مولوی فضل الحق نے کیا تھا۔ اس سال دلی میں مسلم لیگ کے منتخب شدہ ارکان کا کنونشن ہوا جس میں جناب سہروردی نے ایک قرارداد پیش کی جو غیر مبہم تھی۔ اس میں پاکستان کی ایک آزاد اور خود مختار ریاست کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ قرارداد کے مطابق یہ ریاست شمال مشرق میں بنگال اور آسام اور شمال مغرب میں صوبہ سرحد' سندھ' پنجاب اور بلوچستان کے علاقوں

www.bhutto.org

پر مشتمل تھی۔ قیام پاکستان کے بعد جوں ہی قتل و غارت گری اور افراتفری کا خاتمہ ہوا تو ایک ایسے دستور کی تلاش شروع ہوئی جو سب کے لئے قابل قبول ہو۔ انگریزی راج نے دو چیزیں ورثے میں چھوڑی تھیں۔ ایک تو وائسرائے کے تحت مضبوط مرکزی حکومت جس کا ڈھانچہ 1919ء اور 1935ء کے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ میں موجود تھا اور یہ ایکٹ عارضی طور پر پاکستان میں نافذ تھے۔ دوسرے پارلیمانی جمہوریت کی روایت جو 1935ء کے ایکٹ کے تحت صوبوں میں موجود تھی ان صوبوں میں بنگال سیاسی لحاظ سے زیادہ ترقی یافتہ تھا۔ مضبوط مراکز اور صوبوں (پارلیمانی جمہوریت کے دونوں ورثوں) کی آپس کی کشمکش کو حل کرنا بھی ایک مسئلہ تھا اب ایک اور مسئلہ پیدا ہو گیا اور وہ یہ کہ پاکستان کی نئی مملکت میں ان اسلامی تصورات کی تشریح کی جائے جن پر دو قومی نظریئے کی بنیادیں استوار تھیں۔

یہ مسئلہ فلسفہ سیاست کی موشگافی کا نہ تھا۔!!!

پاکستان کے دونوں بازوؤں کے دستوری تعلقات میں اسے نہایت اہمیت حاصل تھی، اگر چہ مشرقی پاکستان میں مسلم آبادی کی کثرت تھی، مگر وہاں بیس فیصد لوگ غیر مسلم تھے اور اگر خالصتاً مسلمانوں کی آبادی کو پیش نظر رکھا جائے تو مغربی بازو کو اکثریت حاصل تھی۔ وائسرائے اور مسلم لیگ کے مابین 1905ء میں شملہ سمجھوتے کے تحت قرار پایا تھا کہ مسلمانوں کو جداگانہ حق انتخاب دیا جائے گا۔ اگر پاکستان میں جداگانہ طریق انتخاب کو رائج رکھا جاتا، تو بنگالی مسلمان اقلیت میں تبدیل ہو جاتے، جداگانہ طریق انتخاب سے انحراف کی صورت میں بنگالیوں کو مستقلاً اکثریت حاصل رہتی اور اس اکثریت کے لئے دونوں حصوں کی یکساں نمائندگی پر اتفاق کر لیا گیا۔ یہ حل 1956ء کے دستور میں موجود تھا۔ اس کا ایک پہلو یہ تھا کہ ایک ہی قوم میں مساوی حیثیت کے دو حقدار گروہ موجود ہیں۔ دوسرا پہلو یہ تھا کہ یکساں نمائندگی کے اصول پر عمل درآمد کے لئے مغربی بازو کے چار صوبوں اور دس ریاستوں پر مشتمل مغربی پاکستان کے صوبے کی تشکیل عمل میں لانا پڑی جس سے مغربی بازو میں پنجاب کو غالب پوزیشن حاصل ہو گئی۔

1949ء کے بعد مشرقی پاکستان میں مسلم لیگ کو زوال آ گیا۔ صوبائی مفادات کو عزیز رکھنے والے سیاستدان پھر میدان جنگ میں کود پڑے، نئی نسل کی مدد سے انہوں نے نئی جماعتیں بنا لیں۔ ان لوگوں میں ایک بہت ہی اہم شخصیت شامل تھی ہمارا مطلب شیخ مجیب الرحمان سے ہے جو

www.bhutto.org

جناب حسین شہید سہروردی کی عوامی لیگ کا جنرل سیکرٹری تھا۔ بنگالی قومیت کی نشو ونما پر زبان کے مسئلے میں پیش آنے والے 1952ء کے فسادات پر بڑا اثر ڈالا۔ جوں ہی خواجہ ناظم الدین نے قائداعظم کے فرمان پر لبیک کہتے ہوئے اعلان کیا کہ اردو پاکستان کی واحد قومی زبان ہو گی' فسادات کا آغاز شروع ہو گیا۔ دو سال بعد صوبائی انتخابات ہوئے تو مسلم لیگ کی قوت نقش بر آب ثابت ہوئی اور فتح نے متحدہ محاذ کے قدم چومے یہاں یہ تذکرہ بے جا نہ ہو گا کہ 1954ء تک پاکستان دستور سے محروم تھا۔

مارچ 1954ء کے انتخابات کے بعد متحدہ محاذ میں مزید پھوٹ پڑ گئی۔ فضل الحق وزیر اعلیٰ بنے تو تھوڑے عرصے بعد انہوں نے کلکتہ جا کر مشرقی اور مغربی بنگال کے اتحاد کے سلسلے میں جذباتی تقریر کر ڈالی۔ مرکز نے فی الفور اپنے اختیارات سے کام لیتے ہوئے صوبائی کابینہ کو برطرف کر کے گورنر راج نافذ کر دیا۔ پاکستان کی تاریخ کا یہ اولین عظیم دستوری بحران تھا جو 1947ء کی قائم شدہ دستور ساز اسمبلی کی تحلیل پر منتج ہوا۔ فوجی حکومت کے قیام کی دھمکی دے کر مختلف حلقہ ہائے فکر کے نمائندوں پر مشتمل کابینہ بنائی گئی جس کے بعد دستور کی تشکیل کے لئے ماہرین پر مشتمل ایک کمیشن کا اعلان کر دیا گیا۔

وزیر قانون جناب حسین شہید سہروردی اس کمیشن کے چیئرمین تھے۔ اس کمیشن نے ون یونٹ اور مساوی نمائندگی کی بنیاد پر 1956ء کے دستور کی عمارت تعمیر کی مشرقی پاکستان کے سیاسی قائدین نے اس دستور کو قبول کر لیا۔ سہروردی مرحوم کے دست راست شیخ مجیب نے دستور کے مسئلے پر اپنے قائد کا بھرپور ساتھ دیا' مگر مجوزہ اقدامات کے تحت انتخابات ہی منعقد نہ ہوئے۔ 1956ء کے بعد مرکز میں سازشوں نے مزید تقویت پکڑ لی۔ اکتوبر 1958ء میں سکندر مرزا نے دستور پر بیک جنبش قلم خط تنسیخ کھینچ ڈالا۔ ایوب خان نے اسے بیک بنی و دو گوش ایوان صدر سے باہر نکال پھینکا اور اس طرح فوج نے عنان اقتدار سنبھال لی۔ 1962ء میں ایوب خان نے نیا دستور بنایا۔ صدارتی طرز حکومت میں دونوں بازوؤں کے بی ڈی ممبروں کو انتخابی اختیارات مساوی نمائندگی کی بنیاد پر دیئے گئے۔ مشرقی پاکستانیوں کے احساس محرومی کا کوئی مداوا نہ کیا گیا۔ قومی اور صوبائی اسمبلیاں مغربی پاکستان میں واقع صدر کی انتظامیہ کے ماتحت ہو کر بے وقعت ہو گئیں۔ عشرہ ترقی کے دوران میں دونوں بازوؤں کے سماجی اور سیاسی اختلافات معیشت کے فرق

www.bhutto.org

کی صورت میں ابھرے مشرقی پاکستان کے لوگ اپنے علاقے کے اندرونی نو آبادی تصور کرنے لگے۔

یہاں یہ عرض کرنا بے جانہ ہوگا کہ مشرقی پاکستان کا علاقہ کئی صدیوں سے پسماندگی کا شکار ہورہا ہے' یہ تجارت کی شاہراہ سے دورواقع ہے' یہاں قدرتی ذخائر کا فقدان ہے' آبادی میں نہایت تیزی سے اضافہ ہوتا جارہا ہے' 1947ء سے پیشتر سالہا سال تک یہ علاقہ معیشت کے اعتبار سے کلکتے میں مقیم جاگیرداروں کی پشت پناہ رہا۔ 1947ء کے بعد سلہٹ کے گرد چائے کے باغات انگریز کمپنیوں اور کلکتہ کی ہندو فرموں کے زیر تصرف رہے مشرقی پاکستان کے کارخانوں میں استعمال ہونے والی اشیا وسیع پیمانے پر مغربی بنگال میں تیار ہوتی تھیں۔

مشرقی بنگال میں پیدا ہونے والی پٹ سن مغربی بنگال کے کارخانوں سے گزر کر برآمد ہوتی تھی۔ آزادی کے بعد اور بالخصوص ایوب خان کے عہد میں ہونے والی تیز رفتار معاشی ترقی کے بعد مشرقی پاکستان کا انحصار مغربی بنگال پر نہ رہا۔ اب مغربی پاکستان دوسرے بازو کی ضروریات پوری کرنے لگا۔ مغربی پاکستان نے معاشی میدان میں لیڈر اور منتظم پیدا کئے مون سون کی بہتات' دریاؤں کی کثرت' ذرائع نقل وحمل کی قلت اور انتظامی کمرشل ڈھانچے کی کمزوری' یہ وہ وجوہات تھیں جن کی بناء پر مشرقی پاکستان ترقی سے محروم رہا۔ مغربی پاکستان کی آب وہوا خشک ہے۔ یہ علاقہ موقع پر واقع ہے' مشرق وسطیٰ اور جنوب ایشیاء کا نقطہ اتصال ہے۔ اگست 1947ء کے بعد بھارت سے آنے والے مہاجرین نے مغربی پاکستان کو اپنی مہارت' تجربے اور وسائل سے مالا مال کر دیا تھا' لہٰذا مشرقی پاکستان کے مقابلے پر مغربی پاکستان نے نہایت سرعت سے ترقی کی۔

مختلف وجوہات کی بناء پر جو بے وزن نہیں مغربی علاقے کو معاشی منصوبہ بندی اور ترقیاتی کاموں میں اہمیت بھی دی گئی۔ 60-1959ء میں مغربی پاکستان کی فی کس آمدنی مشرقی پاکستان کی نسبت 32 فیصد زیادہ تھی۔ آئندہ عشرے کے دوران مغربی پاکستان میں سالانہ ترقی کی شرح 6.2 فی صد تھی جب کہ مشرقی پاکستان میں یہ شرح 4.2 سے زائد نہ رہی۔ چنانچہ 70-1969ء میں مشرقی پاکستان کی نسبت مغربی پاکستان کی فی کس آمدنی 61 فیصد زائد ہوگئی تھی۔ مشرقی پاکستان کے لوگ اس صورت حال کو صحیح تناظر میں دیکھنے پر آمادہ نہ تھے۔ دراصل یہ ان غیر موافق حالات کا ناگریز نتیجہ تھا۔ جن سے مشرقی پاکستان دوچار تھا۔

www.bhutto.org

وہ کہتے تھے کہ ملکی اور غیر ملکی سرمائے کا ارتکاز مغربی پاکستان میں ہو رہا ہے۔ جب کہ مشرقی پاکستان کے حصے میں 55-1950ء میں سرمایہ کاری 20 فی صد تھی اور 1965ء تا 1970ء میں یہ شرح صرف 36 فیصد ہوئی۔ وہ الزام لگاتے تھے کہ چوں کہ اقتصادی انتظامات تمام تر مرکزی حکومت کے اختیار میں ہیں۔ مشرقی پاکستان کا حاصل کردہ زرمبادلہ بھی مغربی پاکستان میں خرچ ہو رہا ہے۔ علاوہ ازیں ان کا کہنا تھا کہ مشرقی پاکستان کو مجبور کیا جا رہا ہے کہ وہ مہنگے داموں مال مغربی پاکستان سے ہی خریدے' انہیں یہی مال سستے داموں کسی اور جگہ سے خریدنے کا اختیار نہیں' مشرقی پاکستانیوں کو ایک شکایت یہ بھی تھی کہ بیوروکریسی اور فوج کے اعلیٰ عہدوں پر مغربی پاکستانیوں کا بھاری غلبہ ہے۔

علاقائی اور لسانی معاملات کے علاوہ اب انہوں نے مشرقی پاکستان کی اقتصادی محرومی کے مداوے کا مطالبہ کرنا شروع کر دیا۔ یہ وہ حالات جب 1966ء میں شیخ مجیب الرحمان کی عوامی لیگ نے چھ نکاتی منشور مرتب کیا' اس کا مقصد مشرقی پاکستان کے لئے اقتصادی اور سیاسی خودمختاری حاصل کرنا تھی۔ مرکز کے پاس فقط خارجہ اور دفاع کے امور رہ جاتے اور اسے اقتصادی کنٹرول تجارت' ٹیکس اور غیر ملکی امداد سے کوئی سروکار نہ ہوتا۔

عشرۂ ترقی کے آخر میں مشرقی اور مغربی پاکستان کا ہر شخص سیاسی معاملات میں بزعم خود بقراط بن بیٹھا تھا۔ 1965ء کی کے بعد صدر ایوب کی حکومت قدرے کمزور پڑ گئی تھی۔ جناب ذوالفقار علی بھٹو اور انکی پارٹی نے اس کمزوری کا فائدہ اٹھایا معاہدہ تاشقند کے بعد جناب بھٹو نے وزارت خارجہ سے استعفیٰ دے دیا۔ عوام کے لئے سماجی انصاف اور بھارت سے مسلسل مقابلہ کے موضوعات کو اپنا کر اپنی پوزیشن کو مستحکم کیا۔ بالآخر 1968ء میں جانشینی کا بحران پیدا ہوا۔ صدر ایوب اچانک بیمار پڑ گئے مغربی پاکستان میں طلباء کے ہنگامے اور عام مظاہرے شروع ہو گئے مسٹر بھٹو کے ارادت مندوں میں اضافہ ہوا ہنگامے مشرقی پاکستان میں بھی پھیل گئے۔

شیخ مجیب کے خلاف اگرتلا سازش کیس کے خاتمے کی تحریک شروع کی تھی۔ 1969ء کے آغاز میں ایوب خان نے گول میز کانفرنس بلائی جس میں مجیب نے بھی شرکت کی مگر کانفرنس ناکام ہو گئی حالات اس حد تک دگرگوں ہو گئے کہ 26 مارچ 1969ء کو ایوب خان نے اقتدار جنرل یحییٰ خان کے سپرد کر دیا اور اس طرح پاکستان میں گردش ایام اکتوبر 1958ء کی طرف لوٹ گئی جب

www.bhutto.org

پہلی بار مارشل لا نافذ ہوا تھا۔

ایوب خان کے جانشین نے 1956ء کے دستور کو رد کرتے ہوئے 1947ء کی سی صورت حال کردی یعنی نئی دستور ساز اسمبلی منتخب ہو منتخب نمائندے دستور بنائیں اور پھر اقتدار ان کے سپرد کر دیا جائے۔ اس کا خیال تھا کہ آزاد انتخابات کے بعد عوامی نمائندے تصور پاکستان سے سرمو انحراف نہ کریں گے اسی چیز کو اس نے لیگل فریم ورک آرڈر مجریہ 28 مارچ 1970ء میں پیش نظر رکھا۔ اگرچہ مذکورہ آرڈر کی شرائط کو سب نے تسلیم کیا تاہم یہ ظاہر تھا کہ اس کی شقوں پر متفقہ عملدرآمد میں مشکل پیش آئے گی بشرطیکہ انتخابات کے واضح نتائج برآمد ہوں۔ غیر واضح نتائج کی صورت میں سیاسی پیش رفت کا حق اور طاقت کا توازن مارشل لاء حکام کے ہاتھ میں رہنا تھا شاید مارشل لا حکام نے کچھ ایسی صورت حال کا اندازہ لگایا تھا۔ مگر یہ امید نقش بر آب ثابت ہوئی۔ دفعتاً مشرقی پاکستان کو قیامت خیز طوفان نے آلیا۔

یہ حادثہ نومبر 1970ء میں پیش آیا۔ اس وقت انتخابی مہم قریب الاختتام تھی اس حادثے کے دوران میں انتظامیہ نے سخت نااہلی کا ثبوت دیا مغربی پاکستان کی طرف سے بھی گرمجوشی کا مظاہرہ نہ ہوا اور ان حالات میں شیخ مجیب کا پروپیگنڈا لوگوں کے ذہنوں میں سرایت کر گیا۔ عین آخری لمحے میں مولانا بھاشانی کی نیشنل عوامی پارٹی نے انتخابات سے کنارہ کشی کر کے عوامی لیگ کو حد درجہ تقویت پہنچائی۔

ان حالات میں شیخ مجیب کی عوامی لیگ کو بے نظیر کامیابی حاصل ہوئی۔ اس نے قومی اسمبلی کی 313 نشستوں میں سے 127 نشستیں جیت لیں۔ مغربی پاکستان میں اسے ایک بھی نشست نہ ملی مگر مشرقی پاکستان میں دو سیٹوں کے علاوہ تمام پر عوامی لیگ کا قبضہ ہو گیا۔ مسٹر بھٹو کی پیپلز پارٹی نے مغربی بازو میں 58 نشستیں جن کا زیادہ تر تعلق پنجاب اور سندھ سے تھا حاصل کیں۔ حق بالغ رائے دہی کی بنیاد پر پاکستان میں منعقد ہونے والے پہلے عام انتخابات میں اسلام پسندوں کو سخت ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا۔

انہیں مشرقی پاکستان میں سات فیصد سے بھی کم ووٹ ملے۔ مسٹر بھٹو کی کامیابی سے یہ ظاہر ہوا کہ لوگ معاشرے میں اصلاحات کے طالب ہیں۔ مغرب کی علاقائی جماعتوں بالخصوص خان ولی خان کی نیشنل عوامی پارٹی کو اپنے گھر یعنی صوبہ سرحد اور بلوچستان میں بھی خاطر خواہ کامیابی

www.bhutto.org

حاصل نہ ہوئی۔ اس کے مقابلے میں مشرقی پاکستان میں علاقائیت کے ساتھ ساتھ معاشرتی اصلاحات کی تمنا کا اظہار بھی ہوا۔ عوامی لیگ کے چھ نکات چار سال قبل اپنائے گئے تھے اور ان انتخابات سے قبل یہ تاثر تھا کہ قومی اسمبلی میں شیخ مجیب انہیں الہامی تقدس نہ دیتے ہوئے ان پر جہاں تک تفصیلات کا تعلق ہے گفت وشنید پر آمادہ ہو جائیں گے کیونکہ ان پر سختی سے عمل درآمد سے بلا شبہ ایک اور فقط ایک نتیجہ برآمد ہوتا اور وہ مغرب سے مشرق کی علیحدگی کہا جاتا ہے۔ انتخابات میں عوامی لیگ کو جو مکمل اکثریت حاصل ہوئی اس نے مجیب کی آزادی عمل کو محدود کر دیا تھا۔

مشرقی پاکستان میں انتخابات کے ذریعہ منظور شدہ عوامی لیگ کے پروگرام سے انحراف کے خلاف عوامی لیگ اور بنگالی حلقوں میں سخت مزاحمت تھی' اس معاملے میں طلباء پیش پیش تھے اور وہ شیخ مجیب کا بہت بڑا سیاسی سہارا تھا اس غیر تحریری اور بے آواز معاہدے کو بھی پیش نظر رکھنا ضروری تھا جو مضبوط مرکز کے قیام کے خلاف مشرقی پاکستان کی عوامی لیگ اور ولی خان نیشنل عوامی پارٹی کے علاوہ مغربی پاکستان کی دیگر صوبائی جماعتوں میں ہو چکا تھا اس معاہدہ کی بنیاد ہی پر عوامی لیگ پاکستان گیر تحریک چلا سکتی تھی۔ اس پیچیدہ سیاسی صورت حال میں فوج اور مارشل لاء انتظامیہ کو غالب قوت حاصل تھی۔

فوجی حکومت کا سیاسی نظام بہت زیادہ مرکزیت پسند تھا اور 1929ء ہی سے یحییٰ خان نے ایک دوسرے کی دست نگر سول اور فوجی طاقت کے وسیع نظام میں سربراہ کی حیثیت سے اپنی پوزیشن کو مضبوط بنالیا تھا' اس سے قبل پاکستان میں اختیارات کی اس طرح ہمہ گیر یکجہتی نہ تھی اس کی ذات طاقت کا سرچشمہ تھی اس نے 1968ء سے کمانڈر انچیف کی وردی پہن رکھی تھی۔

مارچ 1969ء میں اس نے چیف لاء ایڈمنسٹریٹر کی ٹوپی اوڑھ لی اور صدر پاکستان کی کرسی پر قبضہ کرلیا۔ ہاتھ میں فوج افواج کے سپریم کمانڈر کا ڈنڈا پکڑ کر امور خارجہ کا قلمدان وزارت اپنی میز پر سجالیا اور دفاع کی تلوار اپنی میان میں اڑس لی فوجی اور غیر فوجی انتظامیہ کا متوازی نظام اسکے پرنسپل سٹاف افسر جنرل پیرزادہ کے ذریعے اس کے آگے سجدہ ریز تھا تاہم یہ سیاسی اور انتظامی ڈھانچے وحدت فکر سے عاری تھے' اسکے باوجود کہا جاتا ہے۔ اس کے اختیارات لامحدود نہ تھے اور یہ لامحدودیت انتظامیہ کے مختلف عناصر کی باہمی رقابتوں میں منعکس ہوتی تھی جن میں سے بعض

www.bhutto.org

کی حوصلہ افزائی بلاشبہ جان بوجھ کر کی جاتی تھی تا کہ یحییٰ خان کے ہاتھ مضبوط رہیں۔

جنرل پیرزادہ کے سٹاف آفس کا تو نیشنل سکیورٹی کونسل کی صورت میں موجود تھا جو میجر جنرل عمر کے ماتحت تھی اور وہ دو حریف خبر رساں اداروں کا سربراہ تھا ان میں سے ایک ادارہ یعنی انٹیلی جنس بیورو ایک غیر فوجی کے ماتحت تھا اور دوسرا ادارہ یعنی انٹر سروسز انٹیلی جنس میجر جنرل اکبر کے ماتحت تھا۔

ان دونوں خبر رساں اداروں کے سربراہوں کو صدر تک بلا واسطہ رسائی حاصل تھی صوبائی سطح پر بھی اس طرح کا مسابقتی نظام رائج تھا۔ فوجی گورنر اور مارشل لا ایڈمنسٹریٹر ایک دوسرے کے حریف بنا دیئے گئے تھے اور ان دونوں کو بھی صدر تک براہِ راست رسائی حاصل تھی' یہ سیاسی نظام اپریل 1969ء سے دسمبر 1971ء تک رائج رہا اور اس کا مقصد نہ انتظامی سہولت تھا نہ فوجی کارکردگی کو جلا بخشنا بلکہ اس کا مطمع نظر رائج کنندہ کی ذات کو سیاسی حفاظت مہیا کرنا تھا' سیاسی اقدامات کرنے کیلئے صدر کو اس نظام سے بڑی قوت حاصل ہوئی لیکن اس کے ساتھ ہی طاقت کے ارتکاز نے فوج کے اعلیٰ افسران کو خاصا اثر و رسوخ بخشا ان سے خیالات کے تین چشمے پھوٹے۔

یحییٰ خان نے درمیانی راستہ اختیار کر رکھا تھا۔ وہ شاید اب بھی چاہتا تھا کہ اقتدار شیخ مجیب کو منتقل کر دے یہ انتقال ایسے انتظام کے تحت ہو کہ خود اسے صدارت کے عہدے پر رہنے دیا جائے اور فوج کی طاقت اور پوزیشن کے لئے خاص اہتمام کر لیا جائے۔ مشرقی پاکستان کے گورنر ایڈمرل احسن کی پالیسی بھی یہی تھی۔ اور اس نے شیخ مجیب کا اعتماد حاصل کر لیا تھا۔ دائیں طرف بعض لوگ تھے۔ یہ لوگ شیخ مجیب کے علیحدگی پسند رجحانات کے سخت خلاف تھے اور وہ مسٹر بھٹو کے جمہوری سوشلزم کو بھی ناپسند کرتے تھے یہ بھی سننے میں آیا تھا کہ مشرقی پاکستان کے نومبر 1970ء کے طوفان کے بعد ان لوگوں کے یہ کوشش کی تھی کہ انتخابات ہی نہ ہوں۔

یہ لوگ ان اقدامات کے مخالف تھے جن سے مرکز کی قوت' فوج کی طاقت اور نظریہ پاکستان کو ضعف پہنچنے کا احتمال ہو کچھ لوگ بائیں طرف تھے یہ لوگ مسٹر بھٹو کی خطابت پر فدا تھے اور ان تمام اقدامات کے مخالف تھے جن سے پاکستان کے مفادات کو گزند پہنچنے کا اندیشہ ہو دائیں بائیں اور وسطی افکار کے جمگھٹے میں دائیں اور بائیں کا کلی میلان اس پر امر ہو گیا کہ مرکزی حکومت

www.bhutto.org

اپنے اختیارات کی بحالی کے لئے سخت اقدامات کرے اور علیحدگی پسند بنگالیوں کو کوئی رعایت نہ دی جائے۔

انتخابات کے بعد مرکز کے پاس اپنی طاقت کے اظہار کے لئے مواقع کی کمی نہ تھی۔ شیخ مجیب کی پارلیمانی اکثریت کی کوئی اہمیت نہ تھی جب تک صدر اپنے استحقاق کو بروئے کار لاتے ہوئے قومی اسمبلی کا اجلاس طلب نہ کرے، مسٹر بھٹو نے مطالبہ کیا کہ قومی اسمبلی کا اجلاس طلب کرنے سے پہلے دستوری خاکے پر اتفاق رائے ہونا چاہئے۔ مجیب کو قومی اسمبلی میں اکثریت حاصل تھی جس کے بل پر وہ چھ نکات کی بنیاد پر دستور سازی کر سکتا تھا مگر مجوزہ اتفاق رائے کی صورت میں اسے چھ نکاتی منشور سے پسپائی اختیار کرنا پڑتی اس سلسلے میں عوامی لیگ نے تعاون کرنے سے انکار کر دیا۔ یہ رویہ اسے ناگریز طور پر تضاد کی سمت لے جا رہا تھا عوامی لیگ یہ دعوے کر رہی تھی کہ وہ جمہوری طریقے پر منتخب شدہ اکثریتی پارٹی ہونے کی حیثیت سے پاکستان کے لئے مرکز سے قطعاً عاری دستور کو نافذ کرنے کا حق رکھتی ہے۔

جنوری 1971ء میں یحییٰ ڈھاکہ گیا۔ ممکن ہے کہ وہ اس تلاش میں نکلا ہو کہ فوج کے مستقبل اور خود اپنے مستقبل کے بارے میں مجیب سے کوئی سمجھوتہ ہو جائے چھ نکات سے متعلق یحییٰ کا نقطہ نظر مبہم رہا۔ مگر وہ اس خیال سے اتفاق رکھتا تھا کہ جب تک دونوں بڑی جماعتوں میں دستور کے متعلق کوئی پیش رفت نہ ہو جائے اسمبلی کا اجلاس منعقد نہ ہو۔ واپسی پر یحییٰ نے مجیب کو مستقبل کا وزیراعظم کہا۔ جنوری کے آخری ایام میں مسٹر بھٹو خود شیخ مجیب سے ملے، مگر شیخ نے ان کی بات نہ مانی، اب تک اسمبلی کے اجلاس کے لئے کسی تاریخ کا تعین نہ ہوا تھا۔ مغربی پاکستان میں مسٹر بھٹو اور صدر کے درمیان کئی بار گفت وشنید کے بعد 13 فروری کو اعلان ہوا کہ اسمبلی کا اجلاس 3 مارچ کو ہوگا مگر مسٹر بھٹو نے فی الفور اعلان کر دیا کہ ان کی پارٹی اجلاس میں نہ جائے گی جب تک دستوری خاکے پر اتفاق رائے کے سلسلے میں پیشگی گفتگو کے لئے مجیب رضامند نہ ہو۔

فروری کے آخری دنوں میں مشرقی پاکستان کی طرف رازداری کے ساتھ فوجی کمک رسانی کا آغاز ہو گیا 28 فروری کو مسٹر بھٹو نے اپنے حامیوں سے کہا کہ وہ مغربی پاکستان کے ارکان اسمبلی کو ڈھاکہ نہ جانے دیں اور ساتھ ہی انہوں نے مغربی پاکستان میں ہڑتال کی دھمکی دے دی۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ اسمبلی کے اجلاس کو ملتوی کیا جائے یا دستور سازی کے لئے ایک سو بیس روز

www.bhutto.org

کی قید اڑا دی جائے۔ یکم مارچ 1971ء کو ایک نئے عمل کا آغاز ہوا۔ اس روز ریڈیو پاکستان سے یحییٰ خان کا پیغام پڑھ کر سنایا گیا کہ قومی اسمبلی کا اجلاس غیر معینہ مدت کے لئے ملتوی کیا جاتا ہے اس کے ساتھ ہی ایڈمرل احسن کو مشرقی پاکستان کی گورنری سے الگ کر کے میجر جنرل یعقوب کو گورنر اور مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر بنا دیا گیا۔ مشرقی پاکستان کے کئی مقامات پر سول نافرمانی کے مظاہرے ہوئے اور جلوس نکالے گئے ڈھاکہ اور دوسرے شہروں میں گولی چل گئی' 3 مارچ سے مجیب نے ہڑتالوں کا سلسلہ شروع کروا دیا۔

3 مارچ ہی کو شیخ مجیب نے صدر کی طلب کردہ گول میز کانفرنس میں شرکت سے انکار کر دیا۔ اعلان کیا گیا کہ 7 مارچ کو ڈھاکہ کے ریس کورس گراؤنڈ میں مجیب ایک جلسہ میں تقریر کرے گا۔ عام قیاس یہی تھا کہ اس جلسے میں شیخ مجیب بنگلہ دیش کی آزادی کا اعلان کر دے گا۔ جلسے سے ایک روز قبل یحییٰ خان نے اعلان کیا کہ اس نے 25 مارچ کو قومی اسمبلی کا اجلاس طلب کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ یہ امکان بعید از قیاس نہیں کہ بنگالیوں سے سمجھوتے کی طرف مائل عناصر کا وزن اسلام آباد میں محسوس کیا گیا ہو۔

دوسری طرف یہ بھی ممکن ہے کہ مشرقی پاکستان میں لاقانونیت کی صورت میں جو شدید ردعمل ہوا اس کا پیشگی اندازہ نہ کیا گیا ہو۔ ایک صورت یہ بھی ہے کہ مشرقی پاکستان کے حکام نے مشورہ دیا ہو کہ وہ ابھی عوامی لیگ کے خلاف طاقت آزمائی کے لئے پوری طرح تیار نہیں ہوئے۔ عوامی لیگ کی قیادت نفسیاتی اور مادی طور پر نہ تیار تھی اور نہ آمادہ کہ وہ سول نافرمانی کے پروگرام کو یک طرفہ اعلان آزادی کی منزل تک لے جائے۔

25 مارچ کے مجوزہ اجلاس میں شرکت کے لئے مجیب نے (4) چار شرائط پیش کیں جن کے نتیجہ میں دستور کے مصدق اور ثالث کے طور پر یحییٰ کی پوزیشن چیلنج ہوگئی اس کی یہ شرط کہ "عوام کے منتخب نمائندوں کو فی الفور اقتدار منتقل کر دیا جائے" باضابطہ مطالبے کی حامل نہ تھی اور اس پر گفتگو کے لئے خاصی گنجائش موجود تھی' اس میں یہ کنایہ پوشیدہ تھا کہ صدر لیگل فریم ورک آرڈر کے تحت اسمبلی کی طلبی' دستور کی تصدیق اور اسمبلی پر ایک سو بیس یوم کی پابندی کے حقوق سے دستبردار ہو جائے۔

9 مارچ کو اعلان کیا گیا کہ اسمبلی کے اجلاس کی تیاری کے سلسلے میں یحییٰ خان جلد مشرقی پاکستان جائے گا ہوائی جہازوں کے ذریعے ڈھاکہ میں فوجی کمک کا سلسلہ رواں رہا۔ بنگالیوں'

www.bhutto.org

بہاریوں اور مغربی پاکستانیوں کے درمیان فسادات کا سلسلہ بھی جاری تھا مظاہرین پر گولیاں بھی چلتی رہیں۔ یحییٰ سے ملاقات کے بعد پنجاب میں عوامی لیگ کے صدر محمد خورشید' شیخ مجیب سے ملاقات کے لئے عازم ڈھاکہ ہوئے۔ عوامی لیگ کی بعض ہدایت پر عمل کرنے والوں کے خلاف بھاری جرمانوں کی سزاؤں کے احکامات مارشل لاء حکام کی طرف سے جاری ہوئے اور جب 15 مارچ کو صدر ڈھاکہ پہنچا تو عوامی لیگ کی طرف سے لوگوں کے لئے مزید پینتیس ہدایات کے اجراء نے اس کا خیر مقدم کیا۔

کنفرنٹیشن (مقابلہ) کے اس ماحول میں مذاکرات کے ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔ یہ ناممکن سا معلوم ہوتا ہے کہ یحییٰ خاں کی جانب سے ان مذاکرات میں نیک نیتی سے حصہ لیا گیا ہو لیکن یہ بات بھی خارج از امکان نہیں کہ یحییٰ بذات خود یہ آس لگائے بیٹھا ہو کہ مجیب سے قابل اطمینان سمجھوتہ ہو جائے گا۔ دوسری طرف یہ حال تھا کہ کچھ نکات سے کم پر مجیب کسی سمجھوتے پر تیار نہ تھا کیونکہ عوامی لیگ کے ایک گروہ کی طرف سے اس پر خاصا دباؤ پڑ رہا تھا' اس مرحلے پر واضح ہو گیا کہ یحییٰ خاں عوامی لیگ میں پھوٹ ڈال کر اپنا مقصد حل کرنا چاہتا ہے یا بنگالی علیحدگی پسندوں کے خلاف فوجی کاروائی کی مکمل تیاری کے لئے وقت حاصل کرنے کا خواہش مند ہے۔

ان پیچیدہ اور حد درجہ مفصل مذاکرات میں آٹھ یوم صرف ہو گئے۔ ان مذاکرات کے اہم موضوعات یہ تھے (الف) ان انتظامات کی نوعیت جن کے تحت قومی اسمبلی کے اجلاس کا انعقاد یا اس سے قبل انتقال اقتدار ممکن ہے (ب) دستور کے پہلوؤں پر جن کا چھ نکات احاطہ کئے ہیں عوامی لیگ کی پوزیشن کی مکمل تشریح (ج) اجلاس کے انعقاد کے موقع پر اسمبلی کی ہیئت' اب یہاں اصل سوال یہ تھا کہ اسمبلی کا متحدہ اجلاس ہو گا یا مغربی پاکستان کے ارکان دو الگ اجلاس برپا کریں گے۔

یہ نازک مسئلہ جس نے بالآخر مذاکرات کے اختتام کے لئے حکومت کو جواز مہیا کیا۔ مسٹر بھٹو نے یحییٰ خان کے قیام ڈھاکہ کے دوران میں اٹھایا۔ مسٹر بھٹو نے کراچی میں ایک تقریر کرتے ہوئے کہا کہ اگر مجیب کی طرف سے عائد کردہ چوتھی شرط کے مطابق دستور کی تشکیل سے پیشتر انتقال اقتدار ہونا ہو تو اقتدار کی منتقلی دونوں بازوؤں کی اکثریتی پارٹیوں کو بیک وقت عمل میں آنی چاہئے 22 مارچ کو عوامی لیگ نے یہ بات تسلیم کر لی کہ اقتدار دونوں بازوؤں کی اکثریتی جماعتوں

www.bhutto.org

کو منتقل کر دیا جائے۔ اس نے عوامی لیگ کو علیحدگی پسندی کے رجحانات کا ثبوت مہیا کر دیا۔

پہلے چند یوم زیادہ تر اس مسئلے پر مذاکرات ہوتے رہے کہ اسمبلی کے اجلاس سے قبل اقتدار کیونکر اکثریتی جماعت کے سپرد کیا جائے۔ صدر کی طرف سے یہ دلیل دی جاتی رہی تھی کہ اس طرح تو قانونی خلا پیدا ہو جائے گا کیونکہ اس انتقال اقتدار سے اسمبلی کی قانونی جانشینی اور مارشل لاء کے ان اختیارات جن کے تحت انتخابات ہوئے اور اسمبلی کا قیام عمل میں آیا کے خاتمے میں رخنہ پڑ جائے گا۔ اس موضوع پر خاصی بحث ہوتی رہی اور بالآخر جب یحییٰ نے اس بات کا اظہار کیا کہ صدارتی اعلان کے ذریعے فوری انتقام اقتدار کا فارمولا اسے قابل قبول ہے تو عوامی لیگ میں حیرت کی بجائے مسرت کی لہر دوڑ گئی۔

22 مارچ کو اس بات پر اتفاق ہو گیا کہ قومی اسمبلی کے اجلاس کو ملتوی کر دیا جائے تاکہ مذکورہ صدارتی اعلان کی تیاری میں یحییٰ خاں کو کچھ وقت مل سکے' عوامی لیگ کے تیار کردہ مسودہ اعلان میں یہ تجویز شامل تھی کہ آغاز ہی سے قومی اسمبلی کے دو الگ اجلاس ہوں' ایک مشرقی پاکستان کی دستوری کمیٹی کا اور دوسرا مغربی پاکستان کی دستوری کمیٹی کا جیسا کہ پاکستان کے قرطاس ابیض میں نشاندہی کی گئی ہے یہ تجویز اس پہلی تجویز سے مختلف تھی جس پر اتفاق ہو چکا تھا اور جس کے تحت قومی اسمبلی کا متحدہ اجلاس ہونے کے بعد اسے دونوں بازوؤں کے ارکان میں مشتمل دو کمیٹیوں میں تقسیم ہو جانا تھا۔ عوامی لیگ کی زیر بحث تجویز سے متعلق بعد میں حکام نے کہا کہ "یہ علیحدگی کے دستوری فارمولے کے مترادف تھی۔"

اس دوران میں 23 مارچ کا دن آن پہنچا جو 1947ء سے دونوں بازوؤں میں یوم پاکستان کے طور پر منایا جاتا رہا ہے۔ بنگلہ دیش کے انتہا پسندوں نے مشرقی پاکستان کے بازاروں میں مظاہرے کئے' جگہ جگہ بنگلہ دیش کے جھنڈے لگائے اور علی الاعلان یوم پاکستان کو "یوم آزادی" کہا۔ رائفلوں کے ساتھ پریڈ کرتی ہوئی عوامی لیگ کی خواتین کے جیش کی تصاویر اتاری گئیں۔ قومی اسمبلی میں مغربی پاکستان کی اقلیتی پارٹیوں کے قائدین نے عوامی لیگ کے قائدین کو اس بات پر آمادہ کرنے کی کہ وہ متحدہ اسمبلی کے تصور کو پھر سے تسلیم کر لیں آخری کوشش کی اور اسے مسٹر بھٹو کے مقابلے میں اپنے تعاون کا یقین دلایا مگر مجیب ٹس سے مس نہ ہوا' 22 مارچ کو انہوں نے بستر لپیٹنے شروع کئے۔ ڈھاکہ میں سارا دن یحییٰ کے مددگار عملے اور عوامی لیگ کے نمائندوں کے

www.bhutto.org

درمیان مسودہ بیان پر بحث ہوتی رہی ادھر یکم مارچ سے فسادات کی بھڑکائی ہوئی آگ میں ''روم'' جلتا رہا۔

25 مارچ بعد دوپہر چھاؤنی اور شہر کے قلب کے درمیان کئی رکاوٹیں کھڑی کر دی گئیں تھیں۔ اسی روز شام کو سیاسی کنفیوژن یک دم ختم ہو گیا اور وہ یوں کہ صدر یحییٰ مغربی پاکستان کی طرف پرواز کر دیا گیا۔ ڈھاکہ کے سیاسی حلقوں میں یحییٰ کی روانگی کی کسی کو بھی توقع نہ تھی' اس روانگی کا کوئی پیشگی اعلان بھی نہ ہوا تھا۔ اس روز شام کے وقت پینتیس غیر ملکی صحافی ہوٹل انٹر کانٹی نینٹل میں جمع کر لئے گئے۔ انہیں باہر نکلنے کی آزادی نہ تھی۔ یہ لوگ 27 مارچ کو مشرقی پاکستان سے نکال باہر کئے گئے ۔حکومت کے مخالف اخبارات کے دفاتر پر 25 مارچ کی شام کو قبضہ کر لیا گیا۔ عوامی لیگ کے حامیوں کے گھروں پر چھاپے مارے گئے۔ بیشتر بنگالی لیڈر پہلے ہی روپوش ہو چکے تھے۔ رات کو ایک بجے شیخ مجیب دھان منڈی میں اپنے گھر سے گرفتار ہوا۔ کئی گھنٹے بعد فوج نے وہ بہت سی روکاوٹیں جو شہر کے پرانے علاقوں میں تھیں دور کر دیں بہت سے شہری بھی لقمہ اجل بنے۔

26 مارچ کو یحییٰ نے ریڈیو پر تقریر کی اور اس وقت عوامی لیگ پر مسلح بغاوت کے منصوبے کا کوئی الزام نہ لگایا یہ پہلی بار 6 مئی 1971ء کو لگایا گیا۔ نشری تقریر کے دوران مجیب کا یہ جرم ضرور بتایا گیا کہ وہ ''بلا خوف سزا ہر قدم اٹھانے کے لئے'' قانونی بنیاد تعمیر کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ 27 مارچ کو میجر ضیاء نے چٹاگانگ میں ایک نشریئے کے دوران میں اعلان آزادی پڑھا۔ آزادی کے آغاز میں شمال کی طرف پسپائی کے وقت اس کے فوجیوں نے بعض اہم پل اڑا دیئے۔ 25 مارچ کے بعد دو ہفتوں تک بھارتی اخبارات میں بنگالیوں کی کامیابیوں کے ڈھول پیٹے گئے۔

بھارت میں انتخابات ختم ہوئے فقط چند روز ہی ہوئے تھے وزیر خارجہ سورن سنگھ نے 26 مارچ کو بھارتی ردعمل کا اظہار کرتے ہوئے حکومت کی تشویش کا اظہار کیا جب اندرا گاندھی پر مشرقی پاکستان میں مداخلت کا دباؤ پڑا تو 27 مارچ کو راجیہ سبھا میں تقریر کرتے ہوئے اس نے کہا ایک غلط لفظ یا ایک غلط قدم سے ہم سب کی خواہشات کے عین برعکس نتیجہ نکل سکتا ہے۔ 31 مارچ کو بھارتی پارلیمان کے دونوں ایوانوں نے اتفاق رائے سے ایک قرارداد منظور کی جس کا لہجہ تیکھا تھا۔ اس قرارداد کے مطابق مشرقی بنگال کا ''بھیانک المیہ'' اس لئے پیش آیا کہ حکومت پاکستان نے مشرقی بنگال کے قانونی طور پر منتخب شدہ ارکان کو اقتدار منتقل کرنے سے انکار کر دیا۔ اس

www.bhutto.org

میں کہا گیا تھا کہ مشرقی بنگال کے ساڑھے سات کروڑ لوگوں کی تاریخی بیداری فتح سے ہمکنار ہو گی اور ایوان کی جانب سے یقین دلایا گیا تھا کہ ان کی جدو جہد اور قربانیاں بھارت کے عوام کی مکمل ہمدردی اور تائید حاصل کریں گی۔ 10 اپریل کو بنگلہ دیش کی آزادی کا اعلان کر دیا گیا مگر جس عارضی حکومت کے قیام کی بھارت نے سرپرستی کی اس کو اس نے باضابطہ طور پر تسلیم نہ کیا۔

28 مارچ کو روسی حکومت کا ردعمل یوں ظاہر ہوا کہ اس روز روسی قونصل جنرل نے یحییٰ سے کراچی میں ملاقات کی اور دریافت کیا کہ حکومت پاکستان کے مشرقی پاکستان میں ارادے کیا ہیں۔ 2 اپریل کو ماسکو کے اخبارات نے یحییٰ کے نام پر صدر پڈ گورنی کا ایک خط یک طرفہ طور پر شائع کر دیا۔ صدر پڈ گورنی نے یحییٰ سے "فوری اپیل" کی تھی کہ "مشرقی پاکستان کی آبادی کے خلاف ظلم و ستم اور قتل و غارت گری کے خاتمے کے لئے بعجلت تمام اقدامات کئے جائیں۔" اس اپیل کے جواب میں یحییٰ نے غیر لچکدارانہ رویہ اختیار کیا۔ پڈ گورنی نے انسانی حقوق کے اعلان کا حوالہ دیا تھا۔ اس میں یہ رمز پوشیدہ تھی کہ اقوام متحدہ میں روس شاید بھارت کی امداد کرے' یحییٰ نے لکھا "اگر کوئی طاقت دوسرے ملکوں کے داخلی معاملات میں کسی تیسرے ملک کی مداخلت کی حمایت کرے یا چشم پوشی سے کام لے تو اس طرح اقوام متحدہ کے چارٹر اور بنڈونگ کانفرنس کے اصولوں کی مخالفت کی مرتکب ہو گی۔"

اپریل کے آخر میں کوسیجن نے یحییٰ کو نہایت شائستہ خط لکھا جسے بغرض اشاعت جاری نہ کیا گیا یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ وہ پاکستان اور روس کے درمیان بھرپور تعاون کے خواہشمند ہیں۔ انہوں نے پاکستان کی دلجوئی کی خاطر معاشی میدان میں کئی اقدامات کئے۔ یحییٰ خان کے خط کے جواب میں 13 اپریل 1971ء کو چواین لائی نے یحییٰ کو لکھا 'آپ اور پاکستان کے کئی قائدین نے وحدت پاکستان کے تحفظ اور اسے شکست و ریخت سے بچانے کے لئے خاصا سودمند کام کیا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ آپ اور پاکستان کے دیگر قائدین کے باہمی مشوروں اور اقدامات سے حالات یقیناً معمول پر آ جائیں گے۔ ہمارے خیال میں پاکستان کی وحدت اور مشرقی و مغربی پاکستان کے عوام کا اتحاد پاکستان کی قوت اور خوشحالی کے لئے بنیادی ضمانت کا درجہ رکھتے ہیں...... ہم عرصے سے نوٹ کر رہے ہیں کہ آپ کے ملک کے اندرونی معاملات میں مداخلت کر کے بھارتی حکومت آپ کے مسائل کو الجھانے کی کوشش کر رہی ہے حکومت چین کے نزدیک اس وقت

www.bhutto.org

پاکستان میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ پاکستان کا اندرونی معاملہ ہے''۔

بڑی طاقتوں میں سب سے پہلے برطانیہ نے 27 مارچ کو اپنے ردعمل کا اظہار کیا تھا۔ جو پاکستانی موقف کے قریب تر تھا۔ 28 مارچ کو انڈونیشیا اور ایران اور 3 اپریل کو ترکی اور ملائیشیا نے پاکستانی موقف کی حمایت میں اظہار رائے کیا۔ جون کے آخر میں بائیس اسلامی ممالک کی کانفرنس منعقدہ جدہ میں ''پاکستان کی قومی یک جہتی اور جغرافیاتی وحدت'' کا اظہار کر کے پاکستان کا ساتھ دیا گیا۔ امریکہ کا اولین ردعمل یہ تھا کہ پاکستان انسانی ہمدردی کو پیش نظر رکھتے ہوئے بین الاقوامی ادارے کی طرف سے امداد قبول کر لے۔ جس سے پاکستان کے ''اندرونی معاملے'' کی دلیل متاثر نہ ہوگی۔ چند یوم کے بعد 7 اپریل کو امریکی وزارت خارجہ کے نمائندے نے کہا ''ہمارے نزدیک اب بھی یہ امر اہم ہے کہ پرامن حل کے ذریعے کشمکش کے خاتمے کے لئے ہر ممکن قدم اٹھایا جائے'' وائٹ ہاؤس کو سب سے زیادہ تشویش اس امر پر تھی کہ مشرقی پاکستان میں خانہ جنگی کی سی صورتحال پھیل کر بین الاقوامی بحران میں تبدیل نہ ہو جائے کہ اس سے ایشیاء میں طاقت کا توازن متاثر ہوگا۔

اس اثناء میں اپریل 1971ء کے وسط تک مشرقی پاکستان کے بحران میں اولین اور بظاہر فیصلہ کن تبدیل ہو چکی تھی 18 اپریل کو پاکستانی فوج نے برہمن باریہ اور اکھنور پر قبضہ کر لیا اور کشتیا میں چروانگہ کے مقام کو اپنے قبضے میں لے لیا جسے نام نہاد بنگلہ دیش کا عارضی دارالحکومت کہا گیا تھا۔ سیاسی سطح پر اکثر حکومتیں اس رائے کا اظہار کر چکی تھیں کہ مشرقی پاکستان میں پیدا شدہ صورت حال پاکستان کا اندرونی معاملہ ہے۔ ان حالات میں بھارتی حکومت کو بامر مجبوری دفاعی انداز اختیار کرنا پڑا۔ اب تو بھارتی سرزمین میں مقیم مشرقی پاکستانیوں کے باہمی اختلافات سامنے آنے لگے تھے۔ بھارت میں یہ کہا جارہا تھا کہ بھارت کا قومی مفاد اسی میں ہے کہ پاکستان دولخت ہو جائے۔

اپریل کے آغاز میں بھارت کی سرزمین پر باغیوں کو تربیت دینے کے بعد مسلح کیا گیا اور بنگلہ دیش کی عارضی حکومت کی بھارت نے ہر طرح سے مدد کی تاکہ مشرقی پاکستان میں گوریلا کاروائی کی جائے۔ اسی دوران میں بھارت نے پاکستان کے ساتھ طویل مقابلے کی تیاری کے لئے منصوبہ بندی شروع کر دی اسے یہ اچھی طرح معلوم تھا کہ اس کا انجام دونوں کے درمیان

تیسری جنگ کی صورت میں نکلے گا۔ بحران کے پہلے دور میں بھارت کی کوششیں اس امر پر مرکوز رہیں کہ پاکستان کے خلاف عالمی رائے عامہ کو ہموار کیا جائے اور پاکستان پر عالمی رائے عامہ کا دباؤ ڈالا جائے چنانچہ بھارت نے پاک بھارت تعلقات کی ہر ہر خرابی کو ڈرامائی رنگ دینے کی بھرپور کوشش کی اور دونوں ممالک کے درمیان طویل چپقلش کو تیز تر کرنے کا کوئی موقع ضائع نہ جانے دیا۔

1947ء کے مقابلے پر پہلے پانچ ہفتوں کے دوران میں بھارت میں داخل ہونے والے مشرقی پاکستان کے باشندوں کی تعداد بہت کم تھی' اپریل کے تیسرے ہفتے کے بعد ان لوگوں کی تعداد میں ڈرامائی اضافہ ہونا شروع ہوا اور اس کی وجہ بھارت کی پالیسی تھی۔ سفارتی محاذ پر بھارت نے اس انخلاء سے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ چنانچہ اس انخلا کے مسئلے پر عالمی سطح پر تشویش کا اظہار ہونے لگا۔ پاکستان کے خلاف اور بھارت کے حق میں فضا ہموار ہونے لگی۔ انخلا کے تسلسل کے باعث بھارت کے اس دعوے کو بڑی تقویت ملی کو خواہ مشرقی پاکستان کا بحران پاکستان کا اندرونی معاملہ کیوں نہ ہو انخلا سے بھارت کے اندرونی معاملات پر گہرا اثر پڑا ہے۔ اپریل کے آخر میں روس نے پاکستان کے ساتھ ایک معاہدہ کیا۔ اس کی رو سے روس کو پاکستانی چمڑے کی برآمدگی دوگنی ہو گئی' اس ہفتے کے بعد اعلان ہوا کہ روس نے بالآخر اس منصوبے کی منظوری دے دی جس کے تحت کراچی کے قریب اسٹیل مل لگانی مطلوب تھی حالانکہ اگست 1970ء میں روس نے اس منصوبے کو ناقابل عمل تصور کرتے ہوئے نامنظور کر دیا تھا۔ امریکی حکومت نے اعلان کیا کہ وہ موجودہ ترقیاتی منصوبوں پر تعاون جاری رکھے گی مگر مستقبل کی ترقیاتی امداد کا دار و مدار عالمی ادارے کے ذریعے مشرقی پاکستان میں امدادی کاموں کی نگرانی پر پاکستان کی رضامندی پر ہو گا۔

امریکیوں سے صلاح مشورے کے بعد 11 مئی کو برطانیہ نے بھی کچھ اسی قسم کے خیالات کا اظہار کیا اور کہا کہ امدادی کاموں کی نگرانی کے لئے اقوام متحدہ ہی مناسب ترین ادارہ ہے۔ مسٹر آرچیبالڈ بلڈ امریکی قونصل جنرل مقیل ڈھاکہ اور مسٹر فرینک سارجنٹ' برطانوی ڈپٹی ہائی کمشنر مشرقی پاکستان میں پاکستان کی پالیسی پر کھلم کھلا تنقید کیا کرتے تھے۔ ان دونوں کو جون میں ان کی حکومتوں نے واپس بلوا لیا۔

پاکستان نے آخر کار مئی میں مشرقی پاکستان میں اقوام متحدہ کے امدادی عملے کی موجودگی

www.bhutto.org

قبول کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ ساتھ ہی یہ فیصلہ کیا گیا کہ بھارت میں مقیم مشرقی پاکستانیوں کی واپسی کے لئے مناسب اقدامات کئے جائیں اور بین الاقوامی تعلقات میں تناؤ ختم کر کے صورت حال کو معمول پر لایا جائے۔

یہ پالیسی امریکی خواہش کے عین مطابق تھی چنانچہ 28 مارچ کو صدر نکسن نے یحیٰی کو خط لکھا جس میں مشرقی پاکستان میں سیاسی سمجھوتے کی فضا پیدا کرنے کے سلسلے میں اس کی نئی پالیسی کی حوصلہ افزائی کی گئی تھی۔ اسی روز نکسن نے مسز گاندھی کو تحریر کیا ''ہم حکومت پاکستان سے پر امن سیاسی سمجھوتے کی اہمیت پر گفت وشنید کر رہے ہیں تا کہ نہ صرف بھارت کی طرف لوگوں کا انخلا ختم ہو بلکہ بھارت کی سرزمین پر موجود مشرقی پاکستانی اپنے گھروں کو لوٹ آئیں .... ایشیاء میں ایک بڑی طاقت کی حیثیت میں بھارت پر اس علاقے میں امن واستحکام قائم رکھنے کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔''

وسط مئی تا وسط جون پاکستان میں اور پاکستان سے باہر بھرپور سیاسی کوششیں کی گئیں تا کہ لوگ واپس آنا شروع ہو جائیں اور مشرقی پاکستان میں سیاسی سمجھوتہ عمل میں آ جائے 10 جون کو لیفٹیننٹ جنرل ٹکا خان نے مہاجرین کی واپسی کے لئے صدر یحیٰی کی اپیل کو دہرایا انہوں نے ان تمام لوگوں کے عام معافی کا اعلان کیا جو اپنے گھروں سے بھاگ کر بھارت میں پناہ گزین ہو گئے تھے اور جن میں سیاسی قائدین' سیاسی کارکن' مسلح افواج کے ارکان غرض تمام لوگ شامل تھے۔ اس اثنا میں مسٹر بھٹو کے اس مطالبے کی کہ فوج اقتدار منتقل کر دے۔'' کیونکہ بیوروکریسی کے لئے سیاسی بحران پر قابو پانا ممکن نہیں۔'' فوجی لیڈر شپ اور اقلیتی پارٹیوں نے مخالفت کی' ان کی دلیل یہ تھی کہ اقتدار دونوں بازوؤں میں بیک وقت منتقل ہونا چاہئے بصورت دیگر یہ سمجھا جائے گا کہ مغربی پاکستان نے مشرقی بازو کو نوآبادی بنا رکھا ہے۔ دوسری طرف مشرقی پاکستان میں دائیں بازو کی جماعتوں (مسلم لیگ' جماعت اسلامی' نظام اسلام' پی ڈی اے نے اعلان کیا کہ وہ یحیٰی کے 24 مئی کے اعلان کردہ ضمنی انتخابات کی تیاریوں میں مصروف ہیں۔ شائد اس طرح مشرقی پاکستان میں آخر کار دائیں بازو کی جماعتوں کو اکثریت حاصل ہو جاتی۔

جون کے آغاز میں جناب حسین شہید سہروردی کی دختر بیگم اختر سلیمان ڈھاکہ گئیں۔ انہوں نے عوامی لیگ سے متعلق مشرقی پاکستان میں مقیم قومی اسمبلی کے ارکان سے صلاح و

www.bhutto.org

مشورے کے بعد ازاں یہ کہا گیا کہ عوامی لیگ کے ایک سو نو ارکان قومی وصوبائی اسمبلی نے نظریہ پاکستان کی تائید اور جداگانہ انتخابات کی دوبارہ ترویج کی حمایت کے بیان پر دستخط کئے ہیں۔ 12 جون کو بیگم صاحبہ نے ڈھاکہ ریڈیو سے ایک نشری تقریر میں عوام کو جنرل ٹکا خان کے عفو عامہ کے اعلان سے فائدہ اٹھانے کی تلقین کی اور 17 جون کو انہوں نے راولپنڈی میں اخباری رپورٹروں کو بتایا کہ میرے خیال میں مسٹر بھٹو کے مطالبہ اقتدار کے انتظام پر عمل درآمد کا ابھی وقت نہیں۔

اگلے روز جناب نورالامین نے اعلان کیا کہ مشرقی پاکستان کے مسئلہ کے سیاسی حل کے لئے عوامی لیگ کے ارکان قومی اسمبلی کے بجائے ماہرین کی جماعت دستور تیار کرے گی اور تشکیل دستور کے بعد صدر اسے نافذ کردے گا۔ اس نئی تجویز کا مقصد یہ تھا کہ ایک طرف فوجی حکومت اور دوسری طرف دائیں بازو کی جماعتوں اور متحدہ پاکستان پر یقین رکھنے والے عوامی لیگی ارکان اسمبلی کے درمیان تعاون اور اشتراک عمل کی فضا پیدا ہو جائے۔ مسٹر بھٹو کے انتقال اقتدار کے مطالبے کے متعلق اس نے کہا کہ پہلے حالات تو معمول پر آلیں اس کا اندازہ تھا کہ آئندہ چار پانچ ماہ میں حالات معمول پر آجائیں گے اگرچہ اس نے عوامی لیگ کی قیادت پر سخت تنقید کی مگر شیخ مجیب کے مستقبل کے متعلق کچھ نہیں کہا۔ جہاں تک خارجی معاملات کا تعلق ہے جون کے آخر میں ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے پاکستان نے توازن دوبارہ پالیا ہو۔

وسط اپریل تک پاکستانی فوج کے سابق افسر کرنل اے جی عثمانی کی قیادت میں بھارت نے فوجی ڈھانچہ کھڑا کر دیا۔ کرنل عثمانی بنگلہ دیش کی کابینہ کا رکن بھی تھا اور مکتی فوج کا کمانڈر بھی مشرقی پاکستان کی فوجی اور نیم فوجی تنظیموں سے تعلق رکھنے والے یونٹ اس مکتی فوج میں شامل تھے علاوہ ازیں پناہ گزین نوجوانوں کی اچھی خاصی تعداد کو تربیت کے بعد کرنل عثمانی کو کمان میں دے دیا گیا تھا۔ ہدایات' اسلحہ اور دیگر سہولتیں بھارت کی باقاعدہ فوج اور بارڈر سکیورٹی فورسز کی طرف سے مہیا کی جارہی تھیں۔

اگرچہ پناہ گزین سیاسی افراد اور جماعتوں میں اختلافات موجود تھے مگر بھارت پر مکمل انحصار انہیں اکٹھا رکھے تھا ان مختلف عناصر میں تاج الدین احمد کا گروپ مضبوط ترین تھا۔ ذاتی مخاصمتوں اور گہرے نظریاتی اختلافات کے باعث اہم امور پر اتفاق رائے عنقا تھا۔ وسط مئی کے بعد یحییٰ خان کی سلسلہ جنبانی اور اس کے ساتھ ہی امریکیوں کے اشاروں کے جواب پر اختلافات

www.bhutto.org

شدت اختیار کر گئے' اس اختلاف کی وجہ یہ خوف بھی تھا کہ شاید شیخ مجیب پر اختلافات شدت اختیار کر گئے' اس اختلاف کی وجہ یہ خوف بھی تھا کہ شاید شیخ مجیب کو ٹھکانے لگا دیا گیا ہو یا شاید وہ بقید حیات ہو اور صدر یحییٰ سے تعاون پر آمادہ ہو جائے اور اس صورت میں بھارتی سرزمین پر بنگلہ دیش کی تحریک کا مستقبل تاریک ہو گا۔

یہ وہ صورت حال تھی جس میں عوامی لیگ کے قائدین کو بازوؤں کی طرف سے سخت چیلنج درپیش تھا۔ جس میں مولانا بھاشانی کی نیشنل عوامی پارٹی نیپ کا منظر گروپ اور دیگر کمیونسٹ جماعتیں شامل تھیں' موخر الذکر لوگوں کو یقین تھا کہ گوریلا کاروائیاں پھیل کر کسانوں کی بغاوت میں مدغم ہو جائیں گی اور بائیں بازو کی انقلابی جماعتیں عوامی لیگ کے بورژوائی دستور پسندوں کے ہاتھ سے قیادت چھین لیں گی دوسری طرف عوامی لیگ کا دعویٰ تھا کہ عارضی حکومت کی تشکیل کا اختیار صرف اسی کو ہے کیونکہ اسے عام انتخابات میں کامیابی حاصل ہوئی تھی غیر عوامی لیگی عناصر کو جلاوطن حکومت میں شامل نہ کیا گیا حتیٰ کہ مکتی فوج کی تشکیل کے وقت شروع میں بائیں بازو کی جماعتوں کے والنٹیر چن چن کر نکال دیئے گئے۔

اگر چہ بیگم اختر سلیمان کی اپیل کے جواب میں بعض عوامی لیگی ارکان اسمبلی نے جون میں دست تعاون دراز کیا تھا مگر بھارتی سرزمین میں موجود ارکان کی اکثریت پر پاکستانی حکام کی سلسلہ جنبانی کا کوئی اثر نہ ہوا۔ اگر چہ بھارتی حکومت سرکاری سطح پر تاج الدین کی عارضی حکومت کو تسلیم کرنے سے انکار کرتی رہی مگر ساتھ ہی بھارتی حکام دو طرف کوشش میں لگے رہے' ایک تو پناہ گزینوں کی حوصلہ افزائی کی جائے تا کہ یحییٰ خاں کی دعوت اور واپسی اور عفو عامہ پر لبیک نہ کہا جائے اور دوسرے غیر عوامی لیگی عناصر کو جلاوطن حکومت کی قیادت تسلیم کرنے پر مجبور نہ کیا جائے۔

جون کے آغاز میں تاج الدین احمد نے انٹرویو کے دوران میں کہا ''پاکستان کے چوکھٹے میں کسی تصفیے کی گنجائش نہیں۔ بنگلہ دیش خود مختار اور آزاد ہے اور ہم ہر قیمت پر اسکے الگ اور آزاد تشخص کو برقرار رکھیں گے۔'' 29 جون کو بنگلہ دیش کے وزیر داخلہ اے ایچ ایم قمر الزمان نے کہا ''بنگلہ دیش آزاد قوم ہے اور شیخ مجیب الرحمان اس کا صدر ہے۔ اگر بنگلہ دیش کے مسئلے پر گفت گو کا کسی کو استحقاق حاصل ہے تو وہ عوام کے منتخب کردہ نمائندے ہیں یعنی شیخ مجیب کی حکومت۔''

اسی دوران میں بھارتی مسلح افواج نے بنگالیوں کی فوجی مدد کے لئے کام کا آغاز کر دیا مگر

www.bhutto.org

سرکاری سطح پر بھارتی حکام عالمی رائے عامہ اور بڑی طاقتوں کی مداخلت پر اپنے انحصار کا اظہار کرتے رہے تاہم دو ماہ یعنی مئی اور جون کے عرصے میں اقوام متحدہ کے متعلق بھارتی اور پاکستانی رویئے میں انقلابی تبدیلی پیدا ہوئی۔ شروع میں بھارت بین الاقوامی مداخلت کے لئے کوشاں اور پاکستان اس کے خلاف تھا مگر جون کے بعد دونوں نے الٹی زقند لگائی پاکستان نے ہمدرد خارجی طاقتوں اور اداروں کی مشرقی پاکستان میں موجودگی کے لئے زیادہ سے زیادہ کوشش کی جبکہ بھارت نے اس ''مداخلت'' کے خلاف زیادہ سے زیادہ زور لگایا۔

جولائی کے آغاز میں مشرقی پاکستان کے بحران کا ایک نیا دور شروع ہوا۔ مون سون کے آغاز پر مکتی باہنی نے مسلح مداخلت کا آغاز کر دیا اور بھارت میں مقیم مشرقی پاکستانیوں کی اپنے گھروں کی واپسی کے سلسلے میں یحییٰ خان کی کوششیں ناکامی سے ہمکنار ہو گئیں' 6 جولائی کو ڈاکٹر ہنری کسنجر دلی پہنچے۔ انہوں نے بتایا کہ پاکستان کو اسلحے کی ترسیل کا تسلسل افسروں کی غلطی کی وجہ سے قائم ہے' بھارت میں اس وقت عام خیال یہ تھا کہ ڈاکٹر کسنجر کے دورے کا مقصد عوامی لیگ اور یحییٰ خان میں تصفیہ کرانا ہے۔

9 جولائی کو کہا گیا کہ ڈاکٹر کسنجر کے پیٹ میں درد ہے اور یہ افواہ اڑی کے دراصل ڈاکٹر کسنجر شیخ مجیب کے قانونی مشیر ڈاکٹر مال حسین (جو شیخ مجیب کے ہمراہ قید تھا) سے خفیہ مذاکرات کر کے اسے تصفیے کی طرف مائل کر رہے ہیں۔ اصل حقیقت یہ تھی کہ ڈاکٹر کسنجر خفیہ مذاکرات ضرور کر رہے تھے مگر یہ مذاکرات ڈاکٹر کمال حسین کے ساتھ نہیں بلکہ پیکنگ میں چینی وزیر اعظم کے ساتھ ہو رہے ہیں۔

15 جولائی کو صدر نکسن نے اعلان کیا کہ وہ مئی 1972ء سے پیشتر کسی دن چین جائیں گے' اس سے بھارت میں کھلبلی مچ گئی کہ پاکستان کے دو عظیم دوستوں یعنی چین اور امریکہ کے درمیان مفاہمت تو مشرقی پاکستان پر بھارتی حملے کی راہ میں مزاحم ہو کر فیصلہ کن کردار ادا کرے گی' اس کے ساتھ ہی یحییٰ خان نے پیش قدمی کی 12 جولائی کو اس نے اعلان کیا کہ وہ مسز اندرا گاندھی سے کسی جگہ اور کسی بھی وقت ملاقات کے لئے تیار ہے اور یہ کہ وہ مشرقی پاکستان میں مہاجرین کی واپسی کے لئے قائم کردہ مراکز میں اقوام متحدہ کے نمائندوں کو خوش آمدید کہے گا' تاہم جیسا کہ اس نے میکسول کو انٹرویو (فنانشل ٹائمز 18 جولائی) دیتے ہوئے بتایا مسز گاندھی نے انکار کر دیا۔ انٹرویو

www.bhutto.org

کے دوران یحییٰ خاں نے کہا کہ اگر مشرقی پاکستان کے کسی علاقے پر قبضہ کر کے اسے باغیوں کا بیس بنایا گیا تو ''دنیا کو آگاہ کر دیجئے میں عام جنگ کا اعلان کر دوں گا''۔

اقوام متحدہ کی طرف سے 19 جولائی کو اعلان کیا گیا کہ مسٹر جان کیلی ریفیوجی ہائی کمشنر کی حیثیت سے ڈھاکہ میں مقرر کر دئے گئے ہیں اسی روز اوتھان نے دونوں حکومتوں کو یادداشت روانہ کی جس میں تجویز کیا گیا تھا کہ دونوں ممالک کی سرحدوں پر اقوام متحدہ کے ریفیوجی ہائی کمشنر کے نمائندے تعینات کئے جائیں اس تجویز کو پاکستان امریکہ اور برطانیہ کی حکومتوں نے سراہا۔ مگر دو ہفتے بعد 3 اگست کو بھارتی وزیر خارجہ نے اس تجویز کو یہ کہتے ہوئے نامنظور کر دیا کہ ضرورت تو ''عوام کے منتخب نمائندوں سے قابل قبول سیاسی حل'' کی ہے۔ 24 اگست کو اوتھان نے ڈھاکے میں پال مارک ہنری کو اپنا نمائندہ نامزد کر دیا۔

دونوں حکومتوں کو یادداشت کی ترسیل کے ایک یوم بعد یعنی 20 جولائی کو اوتھان نے ایک قدم اور اٹھایا اس نے سلامتی کونسل کے صدر ارکان کو یادداشت پیش کی۔ جس میں مشرقی پاکستان کی خطرناک صورت حال کا بیان کر کے سفارش کی گئی کہ سرحدوں پر اقوام متحدہ کے ریفیوجی ہائی کمشنر کے نمائندے مقرر ہونے چاہئیں بھارت پر ان تجاویز کے مضمرات واضح ہوئے اس طرح تو بھارت پر بڑی طاقتوں کا دباؤ پڑنے اور مشرقی پاکستان میں گوریلا کارروائیوں کے خاتمے کا خطرہ تھا ساتھ ہی چین اور امریکہ کے مابین ڈرامائی تعلقات بھی بھارت پر اثر انداز ہوئے۔ اب وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ پاکستان کو دولخت کرنے کی مشرقی پاکستان میں کارروائی کسی بڑی طاقت کی حمایت کے بغیر ناممکن ہو گی اسے یہ بھی خطرہ تھا کہ سلامتی کونسل' میں کوئی مدد نہ ملی تو اس کا حریف' اقوام متحدہ کی امداد حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔

سورن سنگھ کے دورہ روس کے موقع پر 8 جون کو ایک مشترکہ اعلامیہ جاری ہوا تھا جس میں روس نے بھارت سے اس حد تک اتفاق کیا تھا کہ ''مشرقی پاکستان میں ایسے حالات پیدا کئے جائیں کہ پناہ گزین اپنے گھروں کو لوٹ جائیں' انہیں تحفظ ذات کی ضمانت دی جائے اور ان کے لئے پر امن زندگی گزارنے اور کام کرنے کے مواقع پیدا کئے جائیں'' مگر روس نے بھارت کے اس خیال کی تائید نہ کی کہ سیاسی سمجھوتے کو اہمیت دی جائے۔

جون کے آخر میں مسٹر کوسیجن نے پاکستانی سفیر کو یقین دہانی کرائی کہ روس کے

www.bhutto.org

نزدیک مشرقی پاکستان کا مسئلہ پاکستان کا اندرونی معاملہ ہے۔ جولائی میں مغربی طاقتوں نے پاکستان کو اقتصادی امداد معطل کرنے کی فرداً فرداً تحریک کی مگر روسی امداد جاری رہی۔ یہاں تک کہ بھارت کو یہ یقین دلانے میں کہ پاکستان کی فوجی امداد گزشتہ ایک سال سے بند ہے روسی حکام کو خاصی دشواری پیش آئی۔

15 جولائی کو صدر نکسن کے اعلان کے بعد صورت حال یکسر بدل گئی۔ محسوس کیا گیا کہ اب چین اور امریکہ کو اسلام آباد میں پہلے کی نسبت بہت زیادہ اثر و رسوخ حاصل ہو جائے گا چنانچہ 1969ء میں برزنیف کے پیش کردہ ایشیا کی اجتماعی سلامتی کے منصوبے کے فائل پر سے گرد جھاڑ دی گئی۔ 8 اگست کو گرومیکو بھارت پہنچے اور دوسرے روز اہم ترین منصوبے پر دونوں ممالک کے دستخط ہو گئے' اسکا نام تھا معاہدہ مابین بھات و روس برائے امن' دوستی اور تعاون! معاہدے پر با ضابطہ دستخط ہونے کے بعد دونوں ملکوں کے مشترکہ اعلامیہ میں کہا گیا۔

مفصل گفتگو کے بعد طرفین نے اس یقین کا اعادہ کیا کہ مسئلے کا کوئی فوجی حل ممکن نہیں اور یہ ضروری سمجھا کہ مشرقی پاکستان میں سیاسی حل کے حصول اور پناہ گزینوں کی واپسی کے۔ لیے پر امن حالات پیدا کرنے کے لئے فوری اقدامات کئے جانے چاہئیں" بعد میں کہا گیا کہ معاہدہ کا مسودہ تو ستمبر 1969ء سے تیار پڑا تھا! ہمیں یہ معلوم نہ ہو سکا کہ برزنیف کی دراز میں سے 1971ء میں کس نے اس مسودہ کو نکالا اور جھاڑ پونچھ کر صاف کیا تاہم مشترکہ اعلامیہ میں کہا گیا کہ بھارتی حکام کی دعوت پر مسٹر گرومیکو دلی پہنچے ہیں۔ خواہ کسی نے پہل کی ہو مگر یہ امر دلچسپی سے خالی نہیں کہ معاہدہ کی تیاری اور تکمیل میں غیر معمولی عجلت سے کام لیا گیا۔ دستخط ہونے کے 24 گھنٹے کے اندر اندر ماسکو سے اس کی توثیق بھی ہو گئی لطف کی بات یہ ہے کہ جس روز اس معاہدے پر دستخط ہوئے اسی روز اسلام آباد سے اعلان جاری ہوا کہ "پاکستان کے خلاف جنگ کرنے" کے الزام میں فوجی عدالت اور بند کمرے میں شیخ مجیب پر مقدمہ چلایا جائے گا۔ مشترکہ اعلامیہ میں یہ بھی کہا گیا کہ "معاہدہ کسی کے خلاف نہیں ہے۔" اگست کے بعد روس نے ہر ایسی تجویز کی مخالفت کی جس سے اقوام متحدہ کی مداخلت کا پہلو نکلتا ہو اور جس سے یہ ممکن ہو سکتا ہو کہ یحییٰ خان ایسا سیاسی حل ڈھونڈ نکالے جو بھارت کو نا قابل قبول ہو۔

11 اگست کو اقوام متحدہ میں پاکستانی نمائندے جناب آغا شاہی نے سلامتی کونسل کے صدر

www.bhutto.org

کی تجویز پیش کی کہ تناؤ دور کرنے کے لئے کونسل کی ایک جماعت پاکستان اور بھارت کی سرحدوں کا دورہ کرے' اس کے فوراً بعد یہ انکشاف کیا گیا کہ پاکستان کے سیکرٹری امور خارجہ کا دورۂ روس ملتوی ہو گیا ہے' کہا جاتا ہے کہ 17 اگست کو یحییٰ خان اور روسی سفیر متعینہ پاکستان مسٹر اے۔ اے روڈیونوف کی تند و تیز میٹنگ ہوئی۔

20 اگست کو پتہ چلا کہ اقوام متحدہ میں روسی نمائندے نے سیکرٹری جنرل کو مطلع کیا کہ اس کا ملک مشرقی پاکستان کے مسئلہ پر بحث کے لئے سلامتی کونسل کے اجلاس کی طلبی کے خلاف ہے۔ 18 اگست کو جب بھارت نے دوسری مرتبہ اس خیال کو رد کیا کہ اقوام متحدہ کے مبصر یا کونسل کی جماعت دونوں ممالک کی سرحدوں کا معائنہ کرے تو بھارت کا یہ عمل ایسے بین الاقوامی ماحول میں وقوع پذیر ہوا جو اس ماحول سے یکسر مختلف تھا جس میں دو ہفتے بھارت نے اوتھان کی تجویز کی مخالفت کی تھی۔

اب بھارتی سرپرستی میں لڑنے والی مکتی فوج کی کاروائیوں میں بھی شدت پیدا ہو گئی۔ یہ فیصلہ ہو چکا تھا کہ مکتی فوج کے بجائے اب اسے مکتی باہنی کہا جائے کیونکہ اس میں فضائیہ اور بحریہ کا بھی اضافہ ہو چکا تھا۔ اگست کے دوسرے ہفتے سے سپلائی لے جانے والے بحری جہازوں پر حملے شروع ہو گئے۔ 23 اگست کو چٹا گانگ کی بندرگاہ پر سرنگیں لگا کر دو جہاز ڈبو دیئے گئے۔ اگلے چند دنوں میں اس طرح کی بحری کاروائیوں کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی۔ بحری راستے سے مشرقی پاکستان کو ساز و سامان اور فوجیوں کی آمد اور مشرقی پاکستان کے اندرونی علاقوں میں خشکی اور دریا کے نقل و حمل کے خلاف تخریبی کاروائیوں میں اضافہ ہوا۔ اگست کے آخر میں تو نوبت یہاں تک پہنچی کہ مکتی باہنی کے ''نمائندے'' وارننگ دے رہے تھے کہ اقوام متحدہ کے کارندوں نے اگر ان کی کاروائیوں میں مداخلت کی تو ان کے مرنے جینے کی کوئی پرواہ نہ کی جائے گی۔ مغربی ممالک کے پاکستانی مشنوں کے بنگالی افسر ساتھ چھوڑ رہے تھے اور غیر ممالک میں پروپیگنڈے کے لئے خاص اقدامات کئے گئے تھے۔ 27 اگست کو لندن میں ایک مشن اور 30 اگست کو دلی میں ایک دفتر کھلتے ہی اسلحہ اور دولت کے بہاؤ میں اضافہ ہو گیا۔

اگست کے آخر میں بھارتی وزارت خارجہ کے پالیسی پلاننگ ڈائریکٹوریٹ کے چیئرمین ڈی۔ پی دھر نے مشرقی پاکستان کے قائدین سے سلسلہ وار ملاقاتیں کیں۔ 30 اگست کو انٹرویو

www.bhutto.org

دیتے ہوئے اس نے کہا کہ مشرقی پاکستان کے سیاسی حل کے متعلق بھارت کی عمومی کمٹمنٹ اب مکمل آزادی کی اس قرارداد سے مخصوص ہوگئی ہے۔ جو مشرقی پاکستان کے منتخب شدہ ارکان نے منظور کی تھی۔قومی اسمبلی کے ایک سو دس اور صوبائی اسمبلی کے دو سو ممبران نے یحییٰ خان کی سیاسی پیش قدمی کے جواب میں جولائی میں ''آخر تک جنگ کا حلف'' اٹھایا تھا۔

3 ستمبر کو مشرقی پاکستان میں ڈاکٹر مالک اور جنرل نیازی کا تقرر عمل میں آیا۔ 5 ستمبر کو ان تمام شہریوں اور فوجیوں کو جن پر مشرقی پاکستان میں یکم مارچ سے قانون شکنی کا الزام تھا معاف کرنے کا اعلان ہوا مگر ان میں وہ لوگ شامل نہ تھے جن پر فوجداری مقدمے بن چکے تھے۔

8 ستمبر کو اقوام متحدہ کے 26 ویں اجلاس کے لئے پاکستانی وفد کا اعلان ہوا۔ اس وفد کی قیادت مشرقی پاکستان کے سیاسی لیڈر جناب محمود علی کے سپرد کی گئی۔ 18 ستمبر کو ڈاکٹر مالک کی کابینہ نے حلف اٹھایا۔ اس میں عوامی لیگ کے دو سابق ارکان کے علاوہ پی ڈی پی جماعت اسلامی اور کونسل مسلم لیگ کے ارکان شامل تھے۔

20 ستمبر کو الیکشن کمشنر نے اعلان کیا مشرقی پاکستان میں 79 خالی نشستوں کے انتخابات 25 نومبر اور 9 دسمبر کے درمیاں ہوں گے مگر دو روز بعد خبر آئی کہ یہ انتخابات اکیس یوم کے لئے ملتوی ہو گئے ہیں اور اب 12 اور 23 دسمبر کے درمیان ہوں گے۔

اگر چہ روسی، مشرقی پاکستان میں اقوام متحدہ کی مداخلت کی منظوری دینے کو نہ تیار تھے تاہم انہیں امریکی حکومت کے اس بارے میں اتفاق تھا کہ برصغیر میں جنگ نہ ہونی چاہئے۔ ان دنوں یہ خیال تھا کہ صدر نکسن کا 1972ء میں دورہ روس دونوں ملکوں کے مابین ''دور گفتگو'' کو استحکام بخشے گا۔ برصغیر میں جنگ چھڑ جانے سے خطرہ تھا کہ ان عظیم طاقتوں کے تعلقات پر برا اثر پڑے۔ ابھی تاریخ کا تعین نہ ہوا تھا تاہم امریکیوں کی خواہش تھی کہ یہ دورہ صدر نکسن کے پیکنگ کے دورے کے بعد ہونا چاہئے۔

یہ وجوہات تھیں جن کی بنا پر روسی بھارت کو پاکستان پر کھلم کھلا حملہ کرنے سے روک رہے تھے۔ اور بھارت پر دباؤ ڈال رہے تھے کہ وہ یحییٰ خان اور بنگالی لیڈروں کے درمیان مذاکرات پر کوئی خاص شرط عائد نہ کرے۔ روسیوں کا نقطہ نظر تھا کہ بھارت کو بنگلہ دیش کی آزادی کی شرط ترک کرنی چاہئے۔ ادھر امریکہ نے اپنے طور پر پاکستان کو اس بات پر مائل کرنے کی کوشش کی کہ

www.bhutto.org

وہ بنگالیوں سے ارتباط وصلح کی طرف قدم بڑھائے۔

28 اور 29 ستمبر کو مسز گاندھی کے دورہ ماسکو کے بعد جو مسترکہ اعلامیہ جاری ہوا وہ بھارت کے نزدیک قطعی غیر اطمینان بخش تھا۔ اس اعلامیئے پر اختلافات میں ڈرامائی عنصر اس بات نے پیدا کیا کہ انگریزی عبارت میں شروع سے آخر تک' مشرقی بنگال تحریر تھا جب کہ روسی عبارت میں مشرقی پاکستان کا ذکر تھا! ٹائمز آف انڈیا میں 9 اور 10 اکتوبر کو خبروں کے ذریعے اور 11 اکتوبر کو ادارتی نوٹ میں روسی پالیسی پر تنقید کی گئی۔ ہوسکتا ہے روسیوں نے اندرون خانہ بھارتی حکومت کو بتا دیا ہو کہ امریکیوں کو وہ اس طرز عمل سے کچھ اور تاثر دینا چاہتے ہیں۔ تاہم ڈپلومیسی کے میدان میں روس کی کوششوں کی توجیہ کرتے ہوئے بھارتیوں کو اندازہ لگایا کہ جیسے روس' بھارت معاہدے میں پوشیدہ حکمت عملی ناکام ہوگئی ہو۔

8 اکتوبر کو سردار سورن سنگھ نے اعلان کیا کہ آزادی ہی بھارت کے نزدیک مسئلے کا واحد حل نہیں ہے اور یہ کہ بھارت تین ممکن حلوں میں سے کسی ایک پر اصرار نہیں کرتا۔ حل یہ تھے (1) بنگلہ دیش کی آزادی (2) پاکستان کے اندر رہتے ہوئے مشرقی پاکستان کی خودمختاری اور (3) مشرقی پاکستان کی ری انٹیگریشن ...... یعنی پہلے کی طرح مشرقی پاکستان کا پاکستان میں ادغام۔ بھارتی موقف کا ہمیشہ ہی سے اس بات پر انحصار رہا ہے کہ سیاسی حل منتخب نمائندوں کے لئے قابل قبول ہونا چاہئے۔'' سردار صاحب نے کہا۔

ظاہر ہے بھارت نے یہ پوزیشن روسی حلیف کے سخت دباؤ کے تحت طوعاً و کرہاً اختیار کی تھی۔ 12 اکتوبر کو صدر نکسن کے روسی دورے کی قطعی توثیق کا اعلان ہوا اور اب شاید روسیوں کے لئے چوکسی میں تخفیف کرنا آسان ہوگیا۔

12 اکتوبر کو یحییٰ نے قوم سے خطاب کیا۔ اس سے دو روز قبل روسی اخبار پراودا نے مجیب پر مقدمہ چلانے کے فیصلے کو سخت تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے مقدمے کو ''انتقامی کاروائی بتوسط عدالت'' کا نام دیا اور کہا ''خود پاکستان کی تاریخ کا تجزیہ ظاہر کرتا ہے کہ سیاسی وجوہات کی بنا پر جور و جبر کاروائی ملکی مسائل کے تعمیری حل پر منتج نہیں ہوئی''۔ 12 اکتوبر کے خطاب میں یحییٰ نے روسیوں کو بالواسطہ جواب دیا۔ اس نے مجیب کا ذکر تو نہ کیا تاہم مشرقی پاکستان میں ضمنی انتخابات کے انعقاد اور دسمبر میں قومی اسمبلی کے اجلاس کے متعلق اپنی تجاویز کو دہرایا۔ ان حالات میں ظاہر تھا

www.bhutto.org

کہ وہ عوامی لیگ کے جلاوطنوں یا شیخ مجیب سے مذاکرات کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا۔ ایک سانس میں اس نے 28 ستمبر کی کوسیجن کی تقریر کا خیر مقدم کیا اور دوسری سانس میں ارشاد فرمایا۔ ''وزیر اعظم کوسیجن نے اس متعدد مثبت اقدامات کا ذکر نہیں کیا جو میں نے عوام کے منتخب نمائندوں کو اقتدار منتقل کرنے کے لئے کئے ہیں۔''

شیخ مجیب یا عوامی لیگ کی شرکت کے بغیر قومی اسمبلی کو انتقال اقتدار کے منصوبے سے انحراف نہ کرنے کے متعلق یحییٰ کا فیصلہ روس کی مصالحانہ کوششوں کو ٹھکرانے کے مترادف تھا۔ یحییٰ کے فیصلے نے بھارت کو ایسا موقع دیا جس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس نے روسی دباؤ کے تحت قبول کردہ پوزیشن یکدم تبدیل کرلی۔

14 اکتوبر کو مسز گاندھی نے بتایا کہ سورن سنگھ سے منسوب اعلان کہ بھارت ''پاکستان کے فریم ورک میں'' مشرقی پاکستان کے حل کو قبول کرلے گا غلط تحریر (مس کوٹ) ...... ہوگیا تھا۔ 13 اکتوبر کو عبدالمنعم خاں کے قتل کے بعد سیاسی قتل شروع ہوگئے۔

سلطنت ایران کے ڈھائی ہزار سالہ جشن کے موقع پر 15 اکتوبر کو یحییٰ کی صدر پڈگورنی سے ملاقات ہوئی۔ پاکستانی پریس میں کہا گیا کہ یحییٰ نے پاکستانی افواج کی سرحدوں سے واپسی کی تجویز کو دہراتے ہوئے مطالبہ کیا کہ بھارت کو مشرقی پاکستان کی سرحد سے اپنی فوجیں ہٹالینی چاہئیں۔ اور ''دیگر معاندانہ کاروائیوں کے علاوہ انفلٹریٹرز (تخریب کاروں) کی ترسیل'' بند کرنی چاہیے۔ پانچ یوم بعد روسی حکومت نے یحییٰ کو ایران میں دیئے گئے مشورے کا اعادہ کرکے اسے عام کردیا۔

20 اکتوبر کو کوسیجن نے کہا کہ ایران کی ملاقات کے دوران صدر پڈگورنی نے تاکید کی تھی کہ مشرقی پاکستان میں جمہوریت کی بحالی کے اقدامات کئے جانے چاہئیں جن میں شیخ مجیب کی رہائی بھی شامل ہو۔ ستمبر میں بھارتی فوج نے مشرقی پاکستان کی سرحد پر بھی اگلی پوزیشنیں سنبھال لی تھیں۔ اور اب یہ ہوا کہ بھارت کی فوج نے مغربی پاکستان کی سرحد پر بھی اگلی پوزیشنیں سنبھال لیں۔

17 اکتوبر کو یحییٰ نے فوجوں کی واپسی کی تجویز کا پھر ذکر کیا۔ دو روز بعد مسز گاندھی نے اس تجویز کو رد کردیا۔

17 اکتوبر کو اسلام آباد میں کہا گیا کہ بھارتی توپخانے نے میڈیم گنوں سے مشرقی پاکستان کے سرحدی گاؤں پر گولہ باری شروع کر دی ہے جبکہ اس سے پیشتر وہ فیلڈ گنوں اور مارٹرز سے شیلنگ کیا کرتے تھے۔

تیزی سے بگڑتے ہوئے پاک بھارت تعلقات کے پس منظر میں 20 اکتوبر کو سفارتی سرگرمیوں کا آخری دور شروع ہوا۔ فوجوں کی واپسی کے سلسلے میں یحییٰ کی 12 اکتوبر کی تجویز کی روشنی میں اوتھان نے یحییٰ اور مسز گاندھی کو ایک سی یاداشت بھیجی جس میں ''برصغیر میں جنگ کے خطرے کے پیش نظر اقوام متحدہ اور اس کے جملہ ذرائع'' ان کی خدمت کے لئے وقف کرنے کی پیش کش کی گئی۔ انہی دنوں مسز گاندھی کو مغربی ممالک کے اکیس یومیہ دورے پر روانہ ہونا تھا۔ دورے کے آغاز سے دو یوم قبل 22 اکتوبر کو روس کے نائب وزیر خارجہ' نکولائی فریوبن کی قیادت میں ایک وفد بھارت پہنچا اور کہا گیا کہ یہ وفد سالانہ معمول کے مطابق دو طرفہ گفتگو کے لئے آیا ہے۔ صلاح مشورے کے باوجود روسی وفد اور بھارتی حکام نے اوتھان کی تجویز کا کوئی جواب نہ دیا۔

اس کے بجائے 27 اکتوبر کو ایک مشترکہ اعلامیہ جاری ہوا جس میں کہا گیا کہ روس بھارت معاہدے کی شق 9 کے تحت دونوں حکومتوں میں مشورے ہوئے۔ مذکورہ شق میں تحریر ہے کہ جب کسی فریق پر حملہ کا خطرہ موجود ہو تو آپس میں مشورہ ہونا چاہئے۔ 28 اکتوبر کو ویانا میں مسز گاندھی نے کہا کہ سرحدوں سے فوج کی واپسی کی نگرانی کے ضمن میں بھارتی سرزمین پر اقوام متحدہ کے مبصرین کے تعیناتی کی اجازت نہ دی جائے گی۔ امریکہ میں مسز گاندھی کا سہ روزہ قیام رہا۔ 8 نومبر کو مسز گاندھی کی واپسی کے موقع پر یہ غلط اندازہ لگایا گیا کہ ایک دوسرے کی پوزیشنوں کے ادرک کے سلسلے میں مسٹر نکسن اور مسز گاندھی میں بہتر مفاہمت کی راہیں نکل آئی ہیں۔

8 نومبر کو اعلان جاری ہوا کہ حکومت پاکستان کی رضامندی سے پاکستان کو امریکی اسلحہ کی برآمد کے بقایا لائسنس معطل کئے جا رہے ہیں۔ امریکیوں نے بعد میں بتایا کہ مسز گاندھی سے گفتگو کے بعد انہوں نے قیاس کیا تھا کہ بھارتیوں نے ضبط و اعتدال کی اہمیت تسلیم کرتے ہوئے یہ بات مان لی تھی کہ امریکہ مشرقی پاکستان اور یحییٰ میں گفت وشنید کے ذریعے تلاش حل کی ایک اور کوشش کر دیکھے۔ مگر اسی روز یعنی 8 نومبر کو پیرس پہنچنے پر مسز گاندھی نے کہا۔

www.bhutto.org

''آج کے حالات میں بنگلہ دیش کی آزادی ناگریز ہوئی ہے۔''

امریکی کوششوں کے باوجود مسز گاندھی کے طرز فکر میں کوئی تبدیلی پیدا نہ ہوئی۔ بھارت واپسی پر 13 نومبر کو اندرا نے لوک سبھا کو بتایا کہ اب صورت حال نہایت عجلت کی متقاضی ہے' اگر مسئلے کے سیاسی حل کا حصول منظور ہو تو شیخ مجیب کی رہائی لابدی ہے۔

بھارت کو کھلی جارحیت سے باز رکھنے کے لئے پاکستان نے دو اقدامات کئے۔ مغرب میں فوج نے جارحانہ حالت اختیار کی جبکہ مشرق میں دفاعی انتظامات کئے گئے۔ ادھر بھارت کے جنگجویانہ طرز میں شدت پیدا ہوئی' ادھر پاکستان نے بھارتی حملوں کے خلاف اپنی پوزیشنوں کو مستحکم کرتے ہوئے مشرق میں فوج کی تعداد میں اضافہ کر دیا۔ جونہی نومبر کے دن بیتنے لگے' دونوں فوجوں کے مابین تند و تیز جھڑپوں میں اضافہ ہونے لگا جن میں ٹینک اور طیارے استعمال ہوئے۔

10 نومبر کو سردار سورن سنگھ چندی گڑھ میں اعلان کر چکے تھے کہ بھارت سے کشمکش کے دوران میں پاکستان کی امداد کے لئے چینی مداخلت کے کوئی آثار نظر نہیں آتے' چنانچہ دسمبر میں جب کھلی جنگ چھڑی تو بھارت نے ہمالیہ کے فرنٹ سے اپنے ڈویژن لا کر مشرقی پاکستان کے حملے میں جھونک دیئے تھے۔ یہ محض اتفاق تھا کہ جن دنوں مسز گاندھی واشنگٹن کے دورے پر تھیں' انہی دنوں مسٹر بھٹو چین کی حمایت حاصل کرنے میں ناکام ہوئے تھے۔ اب امریکہ اور دیگر مغربی طاقتوں نے از سر نو کوشش کی کہ عوامی لیگ کے ان معتدل عناصر کے ساتھ (جو اب بھی شیخ مجیب کو اپنا قائد تصور کرتے تھے) مل کر سیاسی حل نکالنے میں یحیٰی کو ترغیب دلائی جائے۔

عام جنگ کے دنوں میں جو 3 دسمبر کو چھڑی امریکہ کے ترجمانوں نے دعویٰ کیا تھا کہ مذکورہ کوششیں کامیابی کے قریب پہنچنے کو تھیں جب نومبر کے آخر میں مشرقی پاکستان کی سرحدوں پر بھارت کی اشتعال انگیزی میں اضافہ نے کئے کرائے پر پانی پھیر دیا۔

25 مارچ سے لے کر بعد کے تمام عرصے تک بھارت کا یہ نقطہ نظر رہا کہ شیخ مجیب کی رہائی کے بغیر پاکستانی بحران کے سیاسی حل میں پیش قدمی ناممکنات میں سے ہے۔ 10 اکتوبر کے بعد روس کی شہہ ملنے پر بھارت نے اصرار شروع کر دیا کہ صدر یحیٰی شیخ مجیب اور اس کے ان منتخب رفقاء کے ساتھ جن میں سے اکثر بھارت میں جلاوطنی اختیار کر کے بنگلہ دیش کی مکمل آزادی کا تہیہ کر چکے تھے گفتگو کرے۔

www.bhutto.org

9 اگست کے بعد پاکستانی حکام نے اس بات کا بار بار اعادہ کیا کہ شیخ مجیب سے مذاکرات کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ امریکہ اور اس کے دوستوں کے سامنے یہ مسئلہ رہا کہ ان دو نقطہ ہائے نظر کا تفاوت کیسے دور کیا جائے۔ پہلے دور میں جب امریکہ نے یحییٰ خان کو سیاسی حل پر آمادہ کرنے کے لئے دباؤ ڈالا تو مئی اور جون میں عوامی لیگ کے بعض جلاوطن ارکان اور کلکتہ و دلی میں مقیم امریکی افسروں میں غیر رسمی رابطہ پیدا ہوا تھا مگر یحییٰ کے 28 جون کے بیان کے بعد یہ رابطہ ٹوٹ گیا۔

اکتوبر کے آخر میں خبر آئی کہ امریکی حکام نے قیام امن کی کوششوں کو تیز کر کے بنگلہ دیشی حکومت کے قائدین سے غیر رسمی رابطہ پیدا کر لیا تھا۔ گو بنگلہ دیشی وزیر داخلہ مسٹر اے۔ اچ۔ ایم قمر الزمان نے اس کی تردید کی مگر یہ حقیقت ہے کہ نومبر میں مسز گاندھی کو باخبر رکھ کر امریکیوں نے پاکستانی حکام اور شیخ مجیب کے منظور کردہ عوامی لیگ کے ارکان میں مذاکرات کی کوشش کی تھی۔

امریکی منصوبہ کچھ اس طرح کا تھا کہ وہ صدر یحییٰ کی اجازت سے شیخ مجیب کے وکیل مسٹر اے۔ کے بروہی سے مل کر انہیں ترغیب دلائیں کہ وہ ایسا چینل (وسیلہ) بننے پر آمادہ ہو جائیں جس کے ذریعے شیخ مجیب عوامی لیگ کے ان ارکان کی ''خصوصی نامزدگی'' کرے جو صدر یحییٰ سے مذاکرات میں حصہ لیں۔ اس منصوبے کی کامیابی کے لئے ضروری تھا کہ

(1) عوامی لیگی جلاوطنوں اور شیخ مجیب میں امریکیوں اور مسٹر بروہی کے ذریعے۔ رابطہ پیدا کرنے کے لئے یحییٰ کی منظوری حاصل کی جائے۔

(2) اس طرح رابطہ پیدا کرنے کے لئے شیخ مجیب اور مسٹر بروہی کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے کوشش کی جائے۔

(3) بھارت میں مقیم عوامی لیگیوں کو ترغیب دلائی جائے کہ وہ مسٹر بروہی کو بطور ترجمان قبول کر لیں۔

(4) شیخ مجیب کی خصوصی نامزدگی کی بنا پر انہیں پاکستانیوں کے ساتھ مذاکرات شروع کرنے پر آمادہ کیا جائے اور

(5) عوامی لیگ کے نامزد شدہ ارکان سے گفتگو کے لئے پاکستانی حکام کو راضی کیا جائے۔

یہ بات ابھی واضح نہیں ہوئی کہ ان ملاقات میں امریکیوں کو کس حد تک کامیابی ہوئی تھی۔ مسٹر کیٹنگ (امریکی سفیر متعینہ بھارت) کو جو رپورٹ ملی اس کے مطابق صدر یحییٰ مسٹر بروہی اور

www.bhutto.org

امریکی سفیر متعینہ پاکستان مسٹر جوزف فارلینڈ کی ملاقات پر تو رضامند ہو گیا تھا مگر شرط یہ لگائی کہ اس ملاقات میں مقدمے اور اس کے طریق کار کے متعلق مسٹر فارلینڈ معلومات حاصل کرے گا' مگر چار روز بعد یعنی 2 دسمبر کو یحییٰ نے مسٹر فارلینڈ کو مطلع کیا کہ مسٹر بروہی کو اس ملاقات میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔

زیر بحث مذاکرات کا ذکر کرتے ہوئے مسز گاندھی نے 15 دسمبر کو صدر نکسن کے نام ایک خط میں لکھا'' سیاسی حل کی ضرورت کے سلسلے میں محض زبانی جمع خرچ (لپ سروس) سے کام لیا گیا۔ اسکے حصول کے لئے ایک بھی قابل ذکر قدم نہ اٹھایا گیا۔ یہ سرگوشی تک سننے میں نہ آئی کہ بیرونی ممالک کے کسی شخص نے مجیب الرحمان سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی ہو۔ ہماری سنجیدہ گزراشات کہ شیخ مجیب الرحمان کو رہا کیا جائے یا نظر بندی کے دوران میں اس سے میل پیدا کیا جائے قابل عمل تصور نہ کی گئیں۔ اس ضمن میں یہ دلیل پیش ہوئی کہ امریکہ ایسی پالیسیوں پر اصرار نہیں کرسکتا جو صدر یحییٰ خان کی معزولی کی طرف گامزن ہوں۔ گو امریکہ نے یہ تسلیم کرلیا کہ اس صورت حال میں مجیب کو بطن البطون کی حیثیت حاصل ہے اور یہ کہ آخر کار پاکستان کو بلاشبہ مشرقی پاکستان کی زیادہ سے زیادہ خودمختاری پر رضامند ہونا پڑے گا مگر یحییٰ خان کی مشکلات اور حالات کی نزاکت کے اظہار میں دلائل پیش کئے گئے۔''

20 نومبر کے بعد جنگ کی طرف بڑی تیزی سے قدم بڑھائے گئے۔ 21 نومبر کو جیسور کے بالمقابل بورا سیکٹر میں اور 27 نومبر کو ہلی کے محاذ پر تند و تیز لڑائیاں شروع ہوئیں۔ بورا کے محاذ پر بھارتی ٹینک پاکستانی علاقے میں گھس آئے۔ بھارتی فضائیہ نے بھی لڑائی میں حصہ لیا کہا یہ گیا کہ مکتی باہنی کا تعاقب کرتی ہوئی پاکستانی فوج بھارتی علاقے میں داخل ہوگئی تھی۔

24 نومبر کو مسز گاندھی نے اس واقعہ پر پارلیمنٹ میں بیان دیا اور اسی شام بھارتی ترجمان نے کہا کہ بھارتی فوج کو ہدایت جاری کردی گئی ہیں کہ ''پاکستانی حملے'' کی صورت میں وہ آئندہ پاکستان کی سرحدوں میں داخل ہوسکتی ہے۔ بھارتی بیان کے مطابق اس موقع پر بھارتی فوج پاکستان کے علاقے میں آٹھ میل تک گھس گئی تھی۔

یادداشتوں اور احتجاجات کے ایک سلسلے میں پاکستان نے دعویٰ کیا کہ یہ صورت حال مشرقی پاکستان پر بڑے بھارتی حملے کی غماز ہے۔ بھارتی اس بات سے انکار نہ کرسکے گا کہ سفارتی محاذ پر

www.bhutto.org

روس ہی بھارتی پوزیشن کا محور تھا۔

12 اکتوبر کو جب یحییٰ نے اپنے نشریئے میں مجیب کی غیر مشروط رہائی سے بالواسطہ انکار کیا تو بھارت کو روس نے کھلی چھٹی دے دی۔ اور اگلے دور کے لئے بھارت اور روس کی متفقہ حکمت عملی کے منصوبوں کی توثیق شاید مسٹر فریوبن (روسی نائب وزیر خارجہ) کے دورہ دلی کے دوران میں اکتوبر کے آخر میں ہوئی۔ دونوں ممالک کی سرکاری پوزیشن یہ تھی کہ انہیں مجیب' عوامی لیگ اور صدر یحییٰ کے درمیان سمجھوتہ قابل قبول ہوگا۔

بھارتیوں نے متعدد بار کہا تھا کہ اس سمجھوتے کا نتیجہ بنگلہ دیش کی آزادی پر ہوسکتا ہے۔ روس نے یہ بات اپنے ذمے لے لی کہ عالمی نگرانی میں فوجوں کی واپسی برصغیر میں سیکرٹری جنرل کے دورے اور پاکستانی سرحدوں پر اقوام متحدہ کے مبصروں کی تعیناتی سے متعلق پاکستانی تجاویز کی مخالفت کر کے اقوام متحدہ کو مداخلت کا موقع نہ دیا جائے گا۔

برصغیر میں کشمکش کو وسعت پذیر ہونے سے روکنے کے لئے روس نے نومبر میں کوئی قدم نہ اٹھایا۔ اسلام آباد اور واشنگٹن کے درمیان طے شدہ اقوام متحدہ کے رول کو عمل پذیر ہونے سے روکنے کے لئے روسی اثر ورسوخ نے فیصلہ کن کردار ادا کیا۔ بحران کے آخری مرحلے میں داخلے سے قبل یعنی ماقبل آخر دور) پن الٹیمیٹ فیز)...... میں روس نے تسلسل کے ساتھ بھارت کی حمایت میں یہ موقف اختیار کیا کہ مشرقی پاکستان کے بحران میں بین الاقوامی کشمکش کے امکانات موجود نہیں اور بدیں وجہ یہ مسئلہ اقوام متحدہ کے دائرہ کار سے باہر ہے۔

جب جنگ شروع ہوئی تو اس نے سلامتی کونسل میں بھارت کے تحفظ کی خاطر اپنی ویٹو کی چھتری پھیلا دی۔ 29 نومبر کو یحییٰ نے اوتھان کو تجویز پیش کی کہ سرحدی خلاف ورزیوں کی رپورٹ کے لئے اقوام متحدہ کے مبصر تعینات کئے جائیں۔ پہلے وہ دونوں ملکوں کی سرحدوں پر مبصروں کے تقرر کا مطالبہ کرتا رہا اب اس نے یہ کہا کہ مشرقی پاکستان کی سرحد پر ان کی تعیناتی کی جائے۔ بھارت کو روسی امداد کے بل پر یقین تھا کہ یہ بیل منڈھے نہ چڑھ سکے گی کیونکہ عمل درآمد سے قبل سلامتی کونسل کی منظوری لازمی تھی۔ بھرپور جنگ سے قبل جب بحران آخری سٹیج کی طرف بڑھا تو مغربی طاقتوں کی پالیسی میں اختلاف رائے پیدا ہونا شروع ہوا۔ گزشتہ ماہ میں ان طاقتوں نے عوامی لیگ اور اسلام آباد میں گفتگو کے سلسلے میں امریکی کوششوں کی حمایت کی تھی۔

www.bhutto.org

اب فرانس اور برطانیہ نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ نئے انتخابات سے قبل مشرقی پاکستان کو اقوام متحدہ کے کنٹرول میں لے لیا جائے۔ 24 نومبر کو امریکہ نے بھی چین کی طرح فوجوں کی واپسی کے لئے پاکستان کی تجویز کی حمایت کرنی شروع کر دی۔ ایک ہفتے بعد یکم دسمبر کو امریکہ نے یہ اعلان کر کے کہ بھارت کو اسلحے کی برآمد بند کر دی گئی ہے اور موجودہ لائسنس منسوخ ہو چکے ہیں۔ کنایتہً پاکستان کے الزام کی تائید کی کہ مشرقی پاکستان کی سرحد پر نازک صورتحال کی ذمہ داری بھارت کی ہے۔ یکم دسمبر تک شطرنج کی بساط پر تمام مہرے جمع کر دیئے گئے تھے۔ بس اب بازی شروع ہونے کو تھی۔

3 دسمبر 1971ء کی شب' جب بھارت اور پاکستان میں آخرکار عام جنگ چھڑی تو فریقین میں بہت زیادہ تفاوت تھا۔ چین سے 1962ء کی سرحدی لڑائی کے بعد بھارت کی فوج میں بلحاظ تعداد تربیت اور ساز و سامان میں بے حد اضافہ ہو گیا تھا۔ روس اور مغربی طاقتوں کی مدد سے اس کی اسلحہ ساز صنعت نے بے حد ترقی کر لی تھی چنانچہ جب 1965ء کی جنگ کے بعد بھارت اور پاکستان کی فوجی امداد پر پابندی لگی تو بھارت زیادہ متاثر نہ ہوا۔ اس نے وسیع پیانے پر روسی اسلحہ حاصل کیا اور 1965ء کے بعد اس کی ترسیل جاری رہی۔ دوسری طرف چین کی خاصی امداد کے باوجود پاکستان پر مغربی' بالخصوص امریکی اسلحے کی بندش کے گہرے اثرات پڑ رہے تھے۔ مشرقی پاکستان میں دہشت پسندوں بالخصوص مکتی باہنی نے مشکلات پیدا کی تھیں۔ مغربی پاکستان میں متعین بنگالیوں نے 1965ء کی طرح بھرپور حصہ نہ لیا' یہاں کی فضائیہ پر اس کا زیادہ اثر پڑا۔ 1965ء میں ایوب خان نے برطانوی طرز کی پیروی میں جائنٹ چیفس آف سٹاف سسٹم کے ذریعے باہمی اشتراک عمل پیدا کر دیا تھا' مگر 1971ء میں صورت حال مختلف تھی۔ سیاسی تقاضوں کے تحت یحییٰ خان کو فوج کے کمانڈر انچیف کا عہدہ اپنے پاس رکھنا پڑا کہ اسی کی بنا پر وہ صدر اور چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر بنا تھا۔

علاوہ ازیں صدر ہونے کے ناطے وہ سپریم کمانڈر بھی بن گیا تھا۔ اس طرح فوجی کمان کا جو نظام ابھرا اس میں بہت ہی زیادہ مرکزیت تھی۔ ساتھ ہی بری فوج کو غالب حیثیت حاصل تھی۔ چنانچہ مغرب میں آپریشنل کنٹرول کی تفصیلات طے کرنے اور جنگ کے متعلق ہدایات جاری کرنے کا کام جی' ایچ' کیو راولپنڈی میں ہوتا تھا۔ یہاں صدر یحییٰ کو کمان کے تمام اختیارات

حاصل تھے۔

یحییٰ کا پرنسپل سٹاف افسر' جنرل پیرزادہ' آرمی چیف آف سٹاف' جنرل حمید خاں اور چیف آف جنرل سٹاف (جس کا تعلق بھی بری فوج سے تھا) جنرل گل حسن یحییٰ کی مدد کرتے تھے۔ ایئر مارشل رحیم خاں کی فضائیہ کا ہیڈ کوارٹر ان لوگوں سے تین سو میل دور پشاور میں تھا اور بحریہ کا صدر دفتر تو اور بھی زیادہ دور کراچی میں تھا۔ مشرقی پاکستان میں جنرل نیازی کی مشرقی کمان کو کاغذی آزادی (تھیوریٹیکل انڈی پنڈنس)...... حاصل تھی (اور یہ یقینی معلوم ہوتا ہے کہ 3 دسمبر کو مغرب میں محاذ کھولنے کے فیصلے سے مشرقی کمان کو آگاہ نہ کیا گیا تھا) مگر عملاً جیسا کہ واقعات نے ثابت کیا' مرکز کے علاوہ مشرقی پاکستان کے گورنر اور اس کے مشیر فوجی امور میجر جنرل راؤ فرمان علی خاں سے روابط کے معاملے میں ''اقبال بھی اقبال سے آگاہ نہیں ہے'' کے مصداق جنرل نیازی بھی جنرل نیازی کے اختیارات کی ماہیت اور حدود سے آگاہ نہ تھا۔

جہاں تک ان حربی احوال (سٹریٹیجک کنڈیشنز)...... کا تعلق ہے جن میں جنگ ہوئی' پاکستان کو بھارت کے بہترین مقابلے پر اپنے بدترین کا سامنا تھا بھارتی فوج کی تنظیم کئی سالوں سے اس مفروضے پر ہوئی تھی کہ اس کے سپرد دو محاذ ہوں گے (1) ہمالیہ میں چین کے خلاف (2) مغرب میں پاکستان کے خلاف۔

دوسری طرف' پاکستانی فوج کی تنظیم اس مفروضے پر کی گئی تھی کہ اسے مغربی سرحد پر بھارت کے خلاف میدان سنبھالنا ہوگا۔ مگر اس پاک' بھارت جنگ میں یہ مفروضے غلط ثابت ہوئے۔ پاکستان کو مجبوراً اپنی فوج کو مشرقی اور مغربی پاکستان کے دو حصوں میں تقسیم کرنا پڑا۔ تیسرا محاذ (ہمالیہ میں چین اور بھارت کی جنگ) مختلف وجوہ کی بنا پر کھلنے سے بچ گیا۔ ان وجوہ کی تفصیل یہ ہے۔

(1) بھارت اور روس ڈپلومیسی

(2) چین کا ضبط نفس

(3) ہمالیہ کے دروں میں موسمی اثرات (یعنی یخ بستگی)

(4) مغربی سرحدوں پر بھارت کی احتیاط

ایک اور محاذ کو جنگی اہمیت دینا قدرے دور از کار سی بات ہوگی۔ اس چوتھے محاذ کے کھلنے کا

www.bhutto.org

امکان جنگ کے دوسرے ہفتے میں پیدا ہوا تھا' جب امریکہ نے ساتویں بحری بیڑے سے الگ کر کے انٹرپرائز...... کو خلیج بنگال میں بھیجا تھا۔ باوجود اس امر کے کہ مشرق میں مکتی باہنی کے خلاف جنرل نیازی نے دفاعی پوزیشن اختیار کرنے پر اکتفا کیا تھا باوجود پاکستان کی فوجی ڈپلومیٹک کمزوری کے اور باوجود مجموعی حربی منظر کے پیش کردہ خطرات کے اسلام آباد میں مقیم پاکستانی حکام نے شومئی قسمت سے یہ فیصلہ کیا کہ مغربی سرحد سے حملہ کیا جائے اور اس بدقسمت فیصلے نے بھارت کو ایسا نادر موقع فراہم کر دیا جس سے فائدہ اٹھا کر وہ مشرقی پاکستان کے خلاف اپنی تمام تر عسکری صلاحیتیں بروئے کار لے آیا۔

اس سوال پر بحث کہ پاکستان نے مغربی محاذ کیوں کھولا' دلچسپی سے خالی نہ ہو گی' اگر بھارتی چیلنج کو قبول نہ کیا جاتا تو بزدلی کا طعنہ سہنا پڑتا۔ علاوہ ازیں یہ خطرہ بھی تھا کہ اگر چیلنج قبول نہ کیا گیا تو بھارت اور شیر ہو کر مشرقی پاکستان پر حملے کرے گا۔ یہ بھی ہے کہ صلح کی طرف مائل ہونے اور جنگ سے دامن کشی پر عمل درآمد کے سلسلے میں یحییٰ کی آزادی کو ''مشکل پسندوں'' (ہارڈ لائنرز) کے اثر و رسوخ نے محدود کر رکھا تھا۔

''واشنگٹن پوسٹ'' میں نومبر کے آخر میں جنرل فرمان علی کا ایک انٹرویو شائع ہوا تھا جس میں اختلاف رائے کا حوالہ تھا۔ اور یہ پیش گوئی کی گئی تھی کہ عام جنگ نہ ہو گی''۔ اگر صدر جنگ نہ چھیڑے تو یہ لیفٹیننٹ کرنل اور میجر جنگ میں کود نہیں سکتے۔'' یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پاکستان کے طے شدہ دفاعی نظریئے کہ (مشرقی بازو کا دفاع مغرب سے کیا جائے گا) کے باعث حملے کا فیصلہ کیا گیا ہو۔ اس نظریئے پر 1965ء کی جنگ میں کامیابی سے عمل ہو چکا تھا اگر مزاحمت (ڈی ٹیرنس) کی پالیسی میں ناکامی ہو اور جنگ چھڑ جائے تو یہ فرض کر لیا گیا کہ مغربی سرحد پر پاکستانی قبضے میں بھارتی علاقہ مشرقی پاکستان میں بھارتی پیش قدمی کے عوض تبدیل کر لیا جائے گا چنانچہ اس حکمت عملی کے مطابق یحییٰ نے ستمبر اور اکتوبر میں فیصلہ کر لیا کہ مغربی سرحد پر پاکستان کے حملے کی دھمکی دے کر بھارت کو باز رکھا جائے اور مشرق میں پاکستان میں جنگ پھیلنے کو روکنے کے لئے ہمالیہ میں چینی حمایت کے امکان کو روبعمل لانے کے لئے سفارتی کوشش کی جائے۔

یہ قیاس کر کے شاید مشرقی پاکستان کا کما حقہ دفاع نہ ہو سکے گا اس کے نقصان کو یوں پورا کر لیا جائے گا کہ مغرب میں پاکستان کی سرحدوں میں توسیع کر دی جائے۔ بالخصوص کشمیر کا متنازعہ

www.bhutto.org

علاقہ پاکستان میں شامل کرلیا جائے۔ یہ وہ ڈپلومیٹک حربہ بھی ہوسکتا ہے جس پر یحییٰ اکتوبر سے عمل پیرا تھا' یعنی مغرب میں جنگ کے خطرات کے مہیب سایوں کو پھیلا دیا جائے تاکہ اقوام متحدہ میں پیدا شدہ تعطل کا خاتمہ ہو' اور اقوام متحدہ اور بڑی طاقتیں برصغیر میں بھی بھرپور جنگ کے خطرے کو ختم کرنے پر مجبور ہو جائیں۔ یہ وہ پالیسی معلوم ہوتی ہے جس کی طرف جنرل فرمان علی نے اشارہ کیا تھا۔

اس نے واشنگٹن پوسٹ کو بتایا تھا ''جب تمام دنیا جان جائے کہ تمام کھیل سیاسی ہے تو میرے خیال میں وہ جنگ کی اجازت نہ دے گی''۔ چنانچہ نومبر میں یہ محسوس کیا گیا کہ مشرقی پاکستان کے ڈپلومیٹک دفاع کا انحصار مغرب میں فوجی اقدام پر ہے۔ ایسی جنگ (جو علاقہ حاصل کرنے کے لئے لڑی جائے تاکہ یہ مقبوضہ علاقہ بعد کے مذاکرات میں تبادلے کے لئے استعمال ہو) کی منطق کا تقاضا یہ تھا کہ زیادہ سے زیادہ علاقے پر قبضہ کرلیا جائے اور اس قبضے کے لئے کسی ایک سیکٹر کو مخصوص نہ کیا جائے۔ ایسی جنگ (جس کا مقصد کوئی علاقہ مستقل طور پر حاصل کرنا ہو) اس امر کی متقاضی تھی کہ کشمیر کے حصول کے لئے پاکستان ایڑی چوٹی کا زور لگائے مگر وہ جنگ جس کا مقصد ایک تنازعے کو بین الاقوامی حیثیت دینا ہو یہ بات اپنے دامن میں سمیٹے تھی کہ پاکستان کی طرف سے ضبط اور اکراہ کا تاثر دیا جائے۔

اقوام متحدہ میں بھارت کو روسی ویٹو کی حفاظت حاصل تھی اور بھارت کی جنگی حکمت عملی یہ تھی کہ مشرقی پاکستان میں پاکستان کو ناقابل مدافعت حالت پر پہنچانے کے لئے تیز اور فیصلہ کن طرز اختیار کیا جائے اور ساتھ ہی مغربی سرحد پر اپنا دفاع کیا جائے۔ مغربی پاکستان پر بڑا حملہ کرنے کے لئے بھی بھارت نے یقیناً ہنگامی منصوبے (کنجنسی پلانز)...... بنا رکھے ہوں گے اور جنگ کے دوران میں ان پر تفصیلی غور وفکر کیا ہو گا مگر ہمارے پاس اس بات کے شواہد نہیں کہ ان پر عمل درآمد کے لئے بھارتی قیادت کو کبھی بھی سنجیدہ خواہش رہی ہو کیونکہ اس پالیسی میں دو خطرات مضمر تھے۔

ایک تو چینی مداخلت کا شدید خطرہ تھا اور دوسرے اس صورت میں روسی حمایت کی ڈور اپنی حدود سے بڑھ جانے پر ٹوٹ جاتی۔ اس طرح جنگ کے آغاز سے دونوں فریقوں کی دونوں محاذوں پر ہر دو جنگی حکمت ہائے عملی ایک دوسرے کا عکس تھیں۔ مغرب میں پاکستان نے جارحانہ پوزیشن اختیار کی اور بھارت نے دفاعی۔ مشرق میں پاکستان کی حکمت عملی ''دفاعی'' تھی جبکہ

بھارت میں طویل مدت تک اور نہایت غور وفکر کے بعد حملے کی تیاری کی تھی۔

14 دسمبر کو امریکی وزارت خارجہ کے ترجمان نے اعلان کیا کہ ''بھارت نے ایسی پالیسی اختیار کی جس کی وجہ سے بحران نہ صرف دیدہ دانستہ زندہ رکھا گیا بلکہ اس میں شدت پیدا کی۔ اس پالیسی کے نتیجے میں جھڑپوں کو جو وسعت ملی اس کی بیشتر ذمہ داری بھارت پر عائد ہوتی ہے۔ 6 دسمبر کو اقوام متحدہ میں امریکی نمائندہ مسٹر جارج بش نے ٹیلی ویژن پر بتایا کہ بھارت ''واضح جارحیت'' کا مرتکب ہوا ہے۔

6 دسمبر کو بھارت کے لئے امریکی امداد بند کر دی گئی۔ اسی روز واشنگٹن میں جائنٹ چیفس آف سٹاف کے سپیشل ایکشن گروپ کا اجلاس ہوا۔ اس اجلاس کے دوران میں ڈاکٹر کسنجر کے سوال کے جواب میں جنرل ویسٹ مورلینڈ نے بتایا کہ مشرقی پاکستان زیادہ سے زیادہ تین ہفتے تک اپنا دفاع کر سکتا ہے۔ 7 دسمبر کو ڈاکٹر ہنری کسنجر نے ایک پریس کانفرنس طلب کی۔ ڈاکٹر کسنجر کے بیان کے اقتباسات ضمیمہ 13 کی صورت میں کتاب میں شامل ہیں۔

اس ضمیمے کے مندرجات اتنے دلچسپ اور اہم ہیں کہ مذکورہ ضمیمے کا متعلقہ متن آپ کے ملاحظے کیلئے پیش کر رہے ہیں۔

کچھ تبصرے ہوئے ہیں کہ بھارت کے معاملے میں حکومت کا رویہ معاندانہ ہے۔ یہ انتہائی لغو الزام ہے۔ بھارت عظیم ملک ہے۔ آزاد ممالک میں آبادی کے لحاظ سے یہ سب سے بڑا ملک ہے۔ اس میں جمہوری حکومت ہے جنگ عظیم کے بعد امریکہ کی تمام حکومتوں کو اس بات کا احساس رہا ہے کہ انہیں بھارت کی تعمیر وترقی میں حصہ لینا چاہئے اور اس کے پیش نظر امریکی عوام نے دس بلین ڈالر عطا کئے ہیں' چنانچہ جب بھی ہم نے بھارت سے اختلاف کیا' جیسا کہ حالیہ ہفتوں میں ہوا۔ ہمیں بصد رنج وغم ایسا کرنا پڑا۔ اب مجھے اجازت دیجئے کہ میں حالات کو اس طرح آپ کے سامنے رکھوں جیسے ہم انہیں دیکھتے رہے ہیں۔

25 مارچ کی طرف واپس چلئے۔ یہ وہ دن ہے جب حکومت پاکستان نے مشرقی بنگال پر فوجی حکومت نافذ کرنے کا فیصلہ کیا اور اس عمل کو شروع کیا جس نے موجودہ مقام تک پہنچا دیا۔ امریکہ نے کبھی بھی اس خاص اقدام کی جس نے واقعات کا المناک سلسلہ شروع کر دیا' حمایت نہیں کی۔ امریکہ نے تو ہمیشہ اس بات کو تسلیم کیا کہ بھارت کی طرف لوگوں کے انخلا نے بھارت

www.bhutto.org

میں فرقہ وارانہ تنازعے کا خطرہ کھڑا کر دیا اور بھارت وہ ملک ہے جس پر فرقہ وارانہ فسادات کا خطرہ ہمیشہ منڈلاتا رہتا ہے۔

ہمیں معلوم ہے کہ اس انخلا سے ایسے ملک کی معیشت دباؤ پڑا ہے جو ترقی پذیر ہے اور جس کے ذرائع پہلے ہی محدود ہیں۔ امریکہ کی پوزیشن یہ رہی ہے کہ اس نے بیک وقت دو چیزوں کے لئے کوشش کی۔ ایک یہ کہ انسانی مصائب کو کم کیا جائے اور پناہ گزینوں کی واپسی کا اہتمام ہو اور دوسرے یہ کہ اس تنازے کا سیاسی حل نکالا جائے جس نے سب سے پہلے لوگوں کے انخلا کو جنم دیا۔

مارچ 1971ء میں جو کچھ ہوا' امریکہ نے اس پر چشم پوشی سے تو کام نہیں لیا' بلکہ امریکہ نے اس وقت سے پاکستان کو کوئی نیا ترقیاتی قرضہ تک نہیں دیا۔ علاوہ ازیں' پاکستان کو فوجی سامان کی ترسیل کے متعلق بھی بہت کچھ سننے میں آیا ہے۔ حقیقت حال یہ ہے کہ مشرقی پاکستان میں مذکورہ اقدام کے بعد مارچ ہی سے امریکہ نے پاکستان کو نئے لائسنس دینے بند کر دیئے' اور امریکی ڈپوؤں اور حکومت کے ماتحت اداروں سے اسلحہ کی سپلائی بند کر دی۔ جو اسلحہ پاکستان کو بھیجا جاتا رہا وہ کمرشل اداروں کو جاری کردہ پرانے لائسنسوں سے متعلق اور فالتو پرزوں پر مشتمل تھا۔ اس میں تباہ کن یا مکمل اشیاء شامل نہ تھیں۔ آپ اس امر سے مقدار کا اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس سال مارچ کے آخر یا اپریل کے شروع میں امریکہ نے پاکستان کو 35 ملین ڈالر کے اسلحے کی ترسیل پر خط تنسیخ کھینچ دیا اور صرف 5 ملین ڈالر کا فوجی سامان بھیجا جس کے بعد ''پائپ لائن'' میں موجود تمام اسلحہ منجمد کر دیا گیا۔

یہ البتہ صحیح ہے کہ امریکہ نے مذکورہ اقدام پر کھلے تبصرے نہ کئے اس کی وجہ یہ تھی کہ امریکہ چاہتا تھا کہ دلی اور اسلام آباد پر اپنا اثر و رسوخ استعمال کر کے سیاسی حل پر تصفیہ کرا کے پناہ گیروں کی واپسی کا سامان پیدا کرے۔

''ہم نے سیاسی حل کے لئے کوششیں کیں اور حکومت بھارت اور ہم میں جو اختلافات تھے ان کا خلاصہ سن لیجئے۔ حکومت نے بھارت کو متعدد مرتبہ بتایا۔ وزیر دفاع نے بھارتی سفیر سے اٹھارہ بار ملاقات کی۔ اور میں نے اگست کے بعد صدر کے ''بی ہاف'' پر اس سے سات مرتبہ ملاقات کی ہم سب نے اسے بتایا کہ مشرقی بنگال کی سیاسی خودمختاری ناگریز نتیجہ ہے سیاسی ارتقاء کا اور ہم سب اس کی حمایت کرتے ہیں۔ ہم میں اس بات پر اختلاف رہا کہ بھارتی حکومت حالات

www.bhutto.org

کو اس تیز رفتاری پر آمادہ کرنے کی تمنائی تھی کہ وہ سیاسی ارتقائی عمل کے بجائے سیاسی شکست و ریخت کو موضوع گفتگو بناتی رہی' جب بھارتی وزیر اعظم یہاں تشریف لائیں' ہم نے انہیں بتایا کہ پاکستان نے یک طرفہ طور پر سرحدوں سے فوجیں واپس بلانے کی پیش کش کی ہے۔ اس کے جواب میں ہمیں ''خاموشی گفتگو ہے بے زبانی ہے زباں میری'' سے واسطہ پڑا۔

ہم نے شریمتی جی کو بتایا کہ زندانی' مجیب الرحمان کے خصوصی نامزد کردہ عوامی لیگ کے اراکین اور پاکستانی حکام کے درمیان ہم گفت وشنید کرانے کی کوششیں کریں گے۔ بھارتی سفیر کے وطن لوٹنے سے کچھ پہلے ہم نے اسے بتایا کہ ہم ان کے ساتھ سیاسی ٹائم ٹیبل' مشرقی بنگال میں سیاسی خود اختیاری کے قیام کے لئے قطعی ٹائم ٹیبل پر گفتگو کے لئے تیار ہیں۔ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ فوجی اقدام کی ضرورت نہ تھی تو ہمارا مقصد یہ نہیں ہوتا کہ بھارت کو کوئی مشکل پیش نہ آئی تھی۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ ہم بھارت کی قدر نہیں کرتے یا ہم بھارت کے مسائل غیر ہمدردانہ رویہ رکھتے ہیں۔ یہ ملک جس کا کئی پہلوؤں سے بھارت کے ساتھ معاشقہ رہا ہے' نہایت دکھ کے ساتھ یہ حقیقت تسلیم کرتا ہے کہ فوجی اقدامات بلا جواز تھے۔ اگر ہم اقوام متحدہ میں اس رائے کا اظہار کرتے ہیں تو یہ اس لئے نہیں کہ ہم برصغیر میں ایک خاص نقطہ نظر کے حامی ہیں یا ہم ایسے ملک کی دوستی سے محروم رہنا چاہتے ہیں جو ہمیشہ دنیا کے عظیم ممالک میں شمار ہوتا رہے گا۔ یہ تو اس وجہ سے ہوتا ہے کہ ہم یقین رکھتے ہیں کہ۔

جیسا کہ بعض ضرب الامثال ہیں۔ اگر گنتی فوجی حملے کے حق کا جواز بنے' اگر سیاسی دانش کا انحصار یہ بات کہنے پر ہو کہ حملہ آور کی تعداد پانچ سوملین ہے اور اس لئے امریکہ کو ہمیشہ اس کا ساتھ دینا چاہئے جس کی گنتی زیادہ ہو تو ہم ایسے حالات پیدا کرنے میں مدد معاون ہو رہے ہوں گے جو مستقبل قریب میں عالمی نراج اور بدنظمی پر منتج ہوگے اور جہاں ان کا دور' جس کا قیام صدر کی عظیم ترین آرزو ہے خطرے میں پڑ جائے گا یہ ضروری نہیں کہ اس صورت حال میں پہلا شکار امریکہ ہو بلکہ کل عالم کے انسانوں پر منطبق ہوگا میرا یہ کہا ہوا''۔

اب اگلا پیچ کسا گیا آٹھ تاریخ کو حکم جاری ہوا' آئندہ سال ایڈ (Aid) کے بجٹ میں بھارت کے لئے بھی کچھ نہ کچھ رکھا جائے۔ 12 دسمبر کو مسئلہ جنرل اسمبلی سے سلامتی کونسل میں واپس آیا اور اسی روز وائٹ ہاؤس سے بیان جاری ہوا جس میں کہا گیا تھا کہ ''مشرقی پاکستان پر

www.bhutto.org

بھارتی فوج نے قریب قریب قبضہ کرلیا ہے اور جنگ میں تسلسل اقوام متحدہ کے رکن ملک کے وجود کو مٹانے کی کوشش تصور ہوگا۔''

آٹھ تاریخ کو جنرل اسمبلی میں پاس شدہ قرارداد کی بنیاد پر سلامتی کونسل میں پیش کردقرارداد پر تقریر کے دوران میں 12 دسمبر کو مسٹر بش نے ''ایک واضح اور غیر مبہم بھارتی یقین دہانی کا کہ وہ پاکستان کے علاقہ کا الحاق اور کشمیر میں موجودہ صورت حال کی تبدیلی نہیں چاہتا'' مطالبہ کیا۔ مسٹر سورن سنگھ نے جواباً یقین دہانی جس میں کشمیر کے معاملے کو نظر انداز کردیا گیا' کرائی کہ ''مغربی پاکستان یا بنگلہ دیش کے علاقے کی حصول کے بھارت کو کوئی خواہش نہیں۔'' مسٹر بھٹو نے اعلان کیا ''ہم ایک ہزار سال تک جنگ جاری رکھ سکیں گے۔''

13 دسمبر قرارداد پر ووٹنگ ہوئی۔ روس اور پولینڈ نے مخالفت کی برطانیہ اور فرانس نے دوبارہ اجتناب برتا۔ روس نے پھر تجویز پیش کی بنگلہ دیش کے نمائندے کو کونسل میں پیش ہونے کی دعوت دی جائے۔ اس پر چینی نمائندے نے پھر اعتراض کیا اور روسی تجویز کو دوبارہ واپس لے لیا گیا۔ 14 دسمبر کو اٹلی اور جاپان کی پیش کردہ قرارداد پر مختصر سا غور کیا گیا۔ ووٹنگ کے بغیر بحث ملتوی ہوگئی۔

اگلے روز کونسل کے اجلاس میں مسٹر بھٹو نے (نوٹس) پھاڑ ڈالے اور واک آؤٹ کر گئے مگر سفارتی مداخلت جو جنگ روکنے میں ناکام رہی تھی جنگ کو ختم کرنے میں بھی ناکام ہوگئی۔ سولہ تاریخ کو سورن سنگھ نے کونسل کو بتایا کہ بھارتی اور پاکستانی افواج کا بنگلہ دیش میں جنگ بندی پر سمجھوتہ ہوگیا اور وہ یہ کہ اگلی صبح کو مغربی سرحد پر بھارتی فوج یکطرفہ طور پر جنگ بند کردے گی۔

اینڈرسن پیپرز کے مصنف کے مطابق دسمبر 7 کو واشنگٹن میں خبر آئی کہ سیلون کے قریب ''روسی بحریہ کے تین جہاز' ایک مائن سویپر اور ایک ٹینکر شمال مشرق میں خلیج بنگال کی طرف'' رخ کر رہے ہیں۔ جنوبی ویت نام کے قریب 10 دسمبر کو ایک ایئر کرافٹ کیریر انٹر پرائز' ایک لڑاکا (تری خشکی کا یعنی AMPHIBIOUS جہاز' چار گائیڈڈ میزائل سے لیس تباہ کن جہاز ایک گائڈڈ میزائل والا فریگیٹ اور ایک لینڈ ناگ کرافٹ امریکی ساتویں بحری بیڑے سے الگ کردیئے گئے۔ پندرہ تاریخ کو ان کے خلیج بنگال میں داخل ہونے کی خبر ملی مگر اس ٹاسک فورس کی روانگی کی خبر 13 دسمبر کو عام ہو چکی تھی۔ اگلے روز امریکی وزیر دفاع نے اعلان کیا کہ حکومت نے مشرقی پاکستان سے امریکی شہریوں کے نکاس کے لئے ہنگامی اقدامات کیئے ہیں۔

www.bhutto.org

پندرہ تاریخ کو سرکاری طور پر کہا گیا کہ . نگ بندی کے بعد یہ ٹاسک فورس مشرقی پاکستان سے پاکستانی فوج کے انخلا میں شاید مدد کرے۔ اینڈرسن ہی کے مطابق سی آئی اے نے خبر دی ہے کہ آٹھ دسمبر کے بعد چینی' روسی سرحدی مقامات اور تبت کے بارے میں چینیوں نے موسمی خبروں کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے۔ یہ صورت حال غیر معمولی تھی اس سے لداخ میں ممکنہ چینی مداخلت کا پہلو نکلتا تھا۔

جب 16 دسمبر کو مشرق میں جنگ بندی ہوگئی تو چینی حکومت نے براہِ راست مداخلت کی۔ اس نے بھارت سے احتجاج کیا کہ 10 دسمبر کو بھارتی فوج کے عملے نے سکیم کی سرحد عبور کر لی ہے۔ اس اقدام کا واضح مقصد یہ تھا کہ مغرب میں توسیع جنگ کے خلاف بھارت کو متنبہ کیا جائے۔ امریکی ٹاسک فورس انٹر پرائز کی روانگی کا نمایاں اثر بھارت کی بجائے پاکستان پر پڑا۔ جہاں اس نے مشرقی پاکستان میں جنگ کو عام حالات سے زیادہ دنوں تک طول دینے کے لئے حکومت کی حوصلہ افزائی کی۔

10 دسمبر کو سہ پہر کو میجر جنرل راؤ فرمان علی' گورنر مشرقی پاکستان کے مشیر برائے فوجی امور نے سیکرٹری جنرل اقوام متحدہ کے نمائندے پال مارک ہنری کے دفتر میں آ کر اس سے کہا کہ وہ اقوام متحدہ کے مواصلاتی پیغام کے ذریعے صدر یحیٰی تک اس کی درخواست پہنچا دے۔ اس درخواست میں ڈھاکہ میں مقیم پاکستانی حکام کے مجوزہ اقدامات کی منظوری طلب کی گئی تھی۔ اس میں فی الفور جنگ بندی' مشرقی پاکستان میں متعین پاکستانی فوج کی واپسی کے لئے انتظامات' بھارتی فوج کی واپسی اور مشرقی پاکستان کے منتخب عوام کو بلا کر پر امن انتقام اقتدار کی شرائط تحریر تھیں۔

جنرل فرمان علی نے بتایا کہ جنرل نیازی سے مشورہ کر لیا گیا ہے اور یہ کہ گورنر نے ''قطعی مگر منحوس فیصلے کی ذمہ داری'' میرے سپرد کر دی ہے۔ اس آخری نکتے سے ڈھاکہ میں مقیم سیکرٹری جنرل کا نمائندہ نیویارک میں سیکرٹریٹ کا عملہ غلط فہمی میں مبتلا ہو گیا۔ اگرچہ جنرل واضح طور پر صدر یحیٰی کی منظوری طلب کر رہا تھا مگر جنرل کے نوٹ کو ڈھاکہ کے پاکستانی حکام کی طرف سے جنگ بندی کی اٹل پیش کش تصور کرتے ہوئے سلامتی کونسل کو مطلع کر دیا گیا مگر گیارہ تاریخ کو اسلام آباد سے ڈھاکہ پیغام پہنچایا کہ کوئی جنگ بندی نہیں ہونی چاہئے۔ پاکستان کے سرکاری ترجمان نے اسلام آباد میں بتایا کہ پاکستان نے دوست طاقتوں سے سمجھوتوں کے تحت مدد طلب کر لی ہے۔

www.bhutto.org

ڈھاکہ کو بتایا گیا کہ دوستوں کی مدد آنے کو ہے اور ڈھاکہ میں اس سے مراد چین کی حمایت وامریکہ کی بحری اور فضائی مداخلت لی گئی۔ یہ امر یقینی ہے کہ جنگ بندی کے لئے جنرل فرمان علی کی تجویز کی نامنظوری اسی وجہ سے ہوئی کہ اسلام آباد کو چین اور امریکہ کی مادی امداد کی امید بندھ گئی تھی۔ آئندہ چار روز میں ڈھاکہ کی قیادت پر واضح ہو گیا کہ حالات بے قابو ہو چکے ہیں اور مشرقی پاکستان میں جنگ بندی اب تاخیر کی متحمل نہیں ہو سکتی۔

14 دسمبر کو مشرقی پاکستان کے گورنر اور اس کی کابینہ نے استعفے دے دیئے۔ انہوں نے اقوام متحدہ کے زیر نگرانی غیر جانبداری علاقے یعنی ڈھاکے کے ہوٹل انٹر کانٹی نینٹل میں پناہ لی۔ بعد ازاں اسی سہ پہر کو جنرل نیازی اور جنرل فرمان علی نے امریکی قونصل مسٹر ہربرٹ سپیواک سے ملاقات کی۔ جنرل نیازی نے مسٹر سپیواک سے مشروط جنگ بندی کی تجویز بھارت ارسال کرنے کو کہا جنرل نیازی نے مسٹر سپیواک سے مشروط جنگ بندی کی تجویز بھارت ارسال کرنے کو کہا اس تجویز میں (1) مغربی پاکستان واپسی کے لئے فوجوں کی گروپ بندی کی سہولتیں اور (2) نیم فوجی افراد کے علاوہ جن لوگوں نے مارشل لاء انتظامیہ سے تعاون کیا تھا ان کی زندگی کی ضمانت مطلوب تھی۔ یہ تجویز 14 دسمبر کے بجائے 15 دسمبر کی سہ پہر کو جنرل مانک شا کو روانہ کر دی گئی۔ اس نے جواباً کہا کہ ڈھاکہ پر فضائی حملے اس روز شام 5 بجے تک ملتوی کر دیئے جائیں لیکن مشرقی پاکستان میں فوج کو غیر مشروط ہتھیار ڈالنے پڑیں گے بصورت دیگر 16 دسمبر کو صبح کو حملہ پھر شروع کر دیا جائے گا پیغام رسانی کی مشکلات کے سبب جنرل نیازی نے عارضی صلح (ٹروس) میں توسیع چاہی اور پھر 16 دسمبر کو ہتھیار ڈال دیئے گئے ہیں۔

برصغیر میں 1971ء کے بحران کے ضمن میں پیدا ہونے والے اہم ترین سوالات یہ ہیں اگر اسلام آباد علاقانہ پالیسی پر عمل کرتا یا بھارت ہی مختلف پالیسی اختیار کرتا تو کیا پاکستان کو دولخت ہونے سے بچایا جا سکتا تھا؟ کیا پاکستان اور بھارت کی باہمی دشمنی اندرونی بٹوارے اور ذیلی بٹوارے کے بے رحم عمل میں گرفتار ہیں؟ بھارتی تو بلاشبہ اپریل ہی سے واقعات کے دھارے سے مطمئن تھے اپریل سے بھارت مکتی باہنی کی سرگرمیوں کی بالواسطہ مدد کر رہا تھا اور اس کا امکان ہے کہ مون سون کے موسم میں بھارت کی بارڈر سکیورٹی فورسز اس کی بری فوج اور بحریہ کے افراد نے ''غیر سرکاری طور پر'' مشرقی پاکستان پر حملوں میں حصہ لیا۔ ستمبر میں مون سون کے خاتمے اور سرحدوں پر بارڈر سکیورٹی فورس کے بجائے بھارت کی باقاعدہ فوجی کی تعیناتی کے بعد بھارت کی

www.bhutto.org

شرکت براہ راست ہوگئی یحییٰ خان کے 12 اکتوبر کے نشریئے اور اس کے نتیجے میں سمجھوتے کے لئے روسی کوششوں کے انقطاع پر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دلی میں سوچ بچار کے بعد فیصلہ کرلیا گیا کہ مشرق کی طرف پاکستانی پر فوجی دباؤ میں اضافہ کی جائے۔ 22 اکتوبر کو بھارتی فوج کے ریزرو دستے طلب ہو گئے اور اگلے ہفتے کے دوران میں مسز گاندھی کے مغربی ممالک کے دورے پر روانگی سے پیش تر یہ اصولی فیصلہ کرلیا گیا کہ بھارتی افواج کو مشرقی پاکستان میں داخل ہونے کی اجازت دے دی جائے تاکہ پاکستان کی دفاعی کارروائیوں کو روکا جائے بھارت میں یہ خیال عام تھا کہ مسز گاندھی کی 13 نومبر کی واپسی بھرپور جنگ کے آغاز کا سگنل ہوگی مگر اس نے لوک سبھا میں 15 نومبر کو اپنے دورے کے متعلق جو بیان دیا اس کا لہجہ نرم تھا۔ ظاہر ہے بھارتی حکومت نے یہ فیصلہ کر رکھا تھا کہ اقوام متحدہ کے دورکن ممالک کے درمیان بھرپور بین الاقوامی جنگ میں بھارت ایسی پوزیشن اختیار نہ کرے جس سے وہ صریح جارح نظر آئے۔ اسکی جنگی حکمت عملی یہ تھی کہ دلی اور ماسکو میں اشتراک عمل ہوتا ہے کہ صدر یحییٰ کو مطلوبہ بین الاقوامی حفاظت نہ مل سکے اور اسی دوران میں مکتی باہنی کے پردے میں مشرقی پاکستان پر فوجی دباؤ میں اضافہ ہوتا رہے تا آنکہ پاکستان کی داخلی یا خارجی پالیسی میں متوقع بحران پیدا ہوکر بھارت کو فیصلہ کن اقدام اٹھانے کا موقع مل جائے۔ اس تمام احتیاط کے باوجود بھارتی اس بات سے انکار نہ کر سکے کہ مکتی باہنی نے یلغار کی ہے اور نہ اس حقیقت کو چھپا سکے کہ بھارت مکتی باہنی کی اس حد تک امداد کر رہا ہے کہ پاکستان کی سرزمین میں پاکستانی توپوں پر اور دفاعی اقدامات کرنے والی فوج پر بھارت کی بری اور فضائی حملے کر رہی ہے جیسا کہ 3 دسمبر کے واقعات نے ثابت کر دیا مشرقی پاکستان پر پوری قوت سے حملے کے لئے بھارت نے فوجی میدان میں اور سفارتی سطح پر مکمل منصوبہ بندی سے کام لیا تھا۔ روس اور بھارت کے فوجی تعلقات اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والے اقوام متحدہ کے بے دست و پائی نے جنگ عظیم کے بعد کی تاریخ میں سپر پاور اور حاشیہ نشین ممالک کے تعلقات پر مشتمل نئے باب کا اضافہ کیا ہے اور اس سے مستقبل کے لئے تیرہ و تار اداس و دلگیر راہیں کھل گئی ہیں۔

آخری لمحات کی کہانی
امریکی اخبار نویس اینڈرسن کی زبانی

اینڈرسن پیپرز کا نام محتاج تعارف نہیں۔ واٹر گیٹ سکینڈل کو بے نقاب کر کے عالمی سطح پر شہرت حاصل کرنے والے اس اخبار نویس نے اپنی مخصوص عینک سے مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے سانحہ کو اپنے انداز سے دیکھا اور محسوس کیا۔ چونکہ ہماری قوم کی باگ ڈور بد قسمتی سے ہماری نا اہل قیادت نے امریکہ بہادر کو تھما رکھی ہے اس لئے ہمارے ہاں اکثر مسائل کا جب تذکرہ ہوتا ہے تو سیاق و سباق میں امریکہ کے حوالے کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ امریکہ کا سقوط ڈھاکہ میں کیا کردار تھا؟ ممکن ہے اس سوال کا جواب بہت تکلیف دہ ہو لیکن بہر صورت اس اہم سوال کا جواب حاصل کرنا ہے۔ اینڈرسن نے اپنے مضمون میں مشرقی پاکستان کے المیے میں نکسن انتظامیہ کے کردار سے بحث کی ہے اس کا انداز پاکستان کے حق میں نہیں یوں بھی مصنف کا تعلق نکسن کے مخالف کیمپ سے رہا ہے بہر حال لکھنے والے کے تعصبات سے قطع نظر تاریخ کے طالب علم کے لئے اس کا مطالعہ دلچسپی سے خالی نہیں خصوصاً پاکستان کی ایسٹرن کمانڈ سے متعلق اس نے جو کچھ کہا وہ بھی جاننے اور سمجھنے کی چیز ہے۔

''پرل ہاربر کے حادثے کو تین سال بھی نہ گزرنے پائے تھے کہ صدر رچرڈ نکسن نے امریکہ کو ایک نئی عالمی جنگ کے دہانے پر لا کھڑا کیا۔ وہ خفیہ طور پر سرگرم عمل تھا۔ اس کی چالیں سوچی سمجھی تھیں۔ مگر اپنے اعمال پر پردہ ڈالنے کے لئے عوام کے سامنے جھوٹ بولتا رہا۔ امن امن کا نعرہ لگاتے ہوئے وہ ایک بھیانک جنگ کا خطرہ مول لے رہا تھا۔ امریکی تاریخ میں بارہا ایسا ہوا کہ اعلان جنگ کرنے کا وہ اختیار جو صرف اور صرف کانگریس کو حاصل ہے اسے صدر نے غلط طور پر اپنے ہاتھ میں لے لیا اور آئین کی صریح خلاف ورزی کی اس سلسلے میں آرٹیکل ایک سیکشن

www.bhutto.org

ب بالکل واضح ہے اس میں کسی ابہام گنجائش سرے سے موجود نہیں ''اعلان جنگ کرنے کا اختیار کانگریس کو ہے'' گزشتہ نصف صدی میں کانگریس نے صرف ایک بار دسمبر 1941ء میں محوری طاقتوں کے خلاف اعلان جنگ کیا اس دوران میں امریکی صدر اعلان جنگ کے اختیار پر ڈاکہ ڈالتے رہے کئی واقعات تو اب تک پردہ اخفا میں ہیں ہیری ٹرومین نے جب ڈیڑھ لاکھ امریکی فوجیوں کو کوریا کی جنگ میں دھکیلا تو اس نے کانگریس سے قطعاً اجازت حاصل نہ کی آئزن ہاور نے بھی کسی منظوری کے بغیر 1957ء میں بحریہ کے چھاتہ بردار بیروت میں اتار دیئے تھے۔ جنوبی ویت نام سے پہلا فوجی معاہدہ کرتے ہوئے بھی اس نے کسی سے پوچھنا گوارا نہ کیا۔ کینیڈی نے کیوبا کے میزائل بحران کے دوران بحری ناکہ بندی کا حکم دیتے ہوئے کانگریس کو پس پشت ڈال دیا تھا ڈومینکن جمہوریہ پر جانسن نے حملے کا حکم دیا تو کانگریس سے کسی نے اجازت نہ لی۔ سی آئی اے نے گوئٹے مالا اور لاؤس میں جو خفیہ جنگ جاری رکھی کانگریس اس سے بھی بے خبر تھی۔

کینیڈی نے کیوبا کے بحران کا سامنا جس انداز سے کیا اس سے رچرڈ نکسن بے حد متاثر تھا۔ وہ کینیڈی کی اس جرات کی تعریف کیا کرتا تھا جس کا مظاہرہ اس نے ایک ناگزیر ایٹمی تصادم کے خطرے کے دوران کیا تھا دسمبر 1971ء میں خود نکسن کو بھی خلیج بنگال کے پانیوں میں ایٹمی مظاہرہ کرنے کا موقع میسر آ گیا جب ایک طرف پاکستان اور بھارت بنگلہ دیش کے قطعہ زمین پر مصروف پیکار تھے تو دوسری جانب امریکہ روس اور چین نے بھی کچھ احکام جاری کر دیئے۔ ہائیڈروجن میزائیلوں سے مسلح فوجیں اور بحری بیڑے حرکت میں آئے امریکہ نے خفیہ طور پر خلیج بنگال میں ایٹمی جہاز انٹرپرائز کی سرکردگی میں ایک ٹاسک فورس روانہ کر دی۔ واشنگٹن کے احکام کے تحت یہ جہاز جنگی انداز میں پیش قدمی کر رہے تھے اور یہ کوئی تربیتی مشق نہ تھی۔

نائب صدر سپر واگینو کی انگلیاں کسی کرسمس تقریب میں امن کے زمزمے پر متحرک تھی۔ دوسری طرف چین، روس اور امریکہ کی خطرناک چالوں نے دنیا کو جنگ کے کنارے پر لا کھڑا کیا۔ بھارتی فوجیں مشرقی پاکستان کی سرحد عبور کر چکی تھیں اور بڑی طاقتوں نے یہ سوچنا شروع کر دیا تھا کہ کس فریق کا ساتھ دیں چینیوں نے جو خفیہ طور پر ہمالیہ کے راستے پاکستان کو اسلحہ فراہم کرتے رہے تھے اپنی فوج بھارت کی سرحد پر متعین کر دی ادھر وائٹ ہاؤس، جس نے اپنے مفادات کا غلط اندازہ لگایا خلیج بنگال کی طرف بحری بیڑ روانہ کر چکا تھا۔

www.bhutto.org

اس دوران میں اعلیٰ روسی حکام نے بھارت کو یقین دلایا کہ چینی مداخلت کی صورت میں روس خود چین پر حملہ کر دے گا اور امریکی بیڑے کی پیش قدمی کو روسی بحریہ روک دے گی۔ ایک ملاقات میں کسی روسی افسر نے اپنے مد مقابل چینی کو روسی میزائلوں کی قوت کے بارے میں خبردار کیا۔ جدید الیکٹرانک آلات اور رشوت کے پرانے حربے کو استعمال کر کے امریکی شعبہ سراغ رسانی نے یہ تمام معلومات جمع کر کے واشنگٹن پہنچا دیں۔

ممکنہ خطرات سے آگاہ کرنے کے بجائے کانگریس اور پریس کو یہ یقین دلایا گیا کہ امریکہ غیر جانب داری کی پالیسی پر عمل پیرا ہے۔ نکسن ذاتی طور پر سینٹ اور ایوان کے اونچے ارکان کو اس امر کا قائل کر رہا تھا کہ وہ صرف امن کے قیام کے لئے کوشاں ہے ''ہم غیر جانب دار ہیں۔'' اس نے سبھی کو بتایا ''ہم کسی کا ساتھ نہیں دے رہے''۔ کسنجر بعض رپورٹوں کے سامنے زور دے کر کہہ رہا تھا کہ امریکہ کو بھارت سے کوئی عناد نہیں۔

درون پردہ نکسن اور کسنجر دونوں ایسی ہدایات جاری کر رہے تھے جنہیں کسی طرح بھی غیر جانب داری پر محمول نہیں کیا جا سکتا' جنگ چھڑنے سے بھی پیشتر نکسن نے واشنگٹن اسپیشل ایکشن گروپ کو اپنے دفتر میں بلایا اور ان سے پوچھا کہ پاکستان کی کس طرح مدد کی جا سکتی ہے۔ اس گروپ میں تینوں مسلح افواج کے سربراہ وزارت خارجہ اور سی آئی اے شامل ہے۔ اس گروپ کا قیام 1969ء میں عمل میں آیا تھا اور یہ کسی بحران کے وقت اس پر غور و خوص کرتا ہے۔ پاک بھارت جنگ کے دوران اس گروپ کے کئی اجلاس منعقد ہوئے اور کسنجر نے اس کے ارکان پر بار بار زور دیا کہ وہ پاکستان کی مدد کے ذرائع تلاش کریں۔

''بعض اوقات کسنجر وحشی حرکتوں کا ارتکاب کرتا''۔ میرے ایک ذریعے نے مجھے بتایا ہر صدر کو قومی سلامتی کے امور میں رازداری کا حق حاصل ہے مگر اس کی بھی ایک حد ہوتی ہے اسے امریکی عوام کو فریب دینے کا حق قطعاً حاصل نہیں۔ مجھے اپنے ذرائع سے برابر معلومات حاصل ہو رہی تھیں اور جب میں نے محسوس کیا کہ ہماری آنکھوں پر پردہ ڈال دیا گیا ہے تو میں قارئین کی تسلی کے لئے دستاویزی ثبوت جمع کرنے لگا۔ میں اپنے ذرائع سے پرہجوم مقامات پر ملاقات کرتا اور وہ مجھے بھورے' میلا لفافوں میں مواد فراہم کرنے لگے۔ درجن بھر دستاویزیں میرے ہاتھ لگ چکی تھی۔

www.bhutto.org

یہ اس قدر چونکا دینے والی دھماکہ خیز تھیں کہ مجھے شبہ ہوا کہ یہ تمام تر مواد سیاق وسباق سے الگ نہ ہو' چنانچہ میں نے مزید دستاویزوں کے حصول کے لئے تگ ودود کی۔ بالآخر میرے پاس سینکڑوں دستاویزات جمع ہو چکی تھیں۔

میں بے حد تشویش میں مبتلا تھا۔ ان دستاویزوں سے خلیج بنگال میں امریکی بیڑے کی پیش قدمی کا راز آشکار ہو رہا تھا اگر وہاں امریکی اور روسی جہازوں کا تصادم ہوا تو دنیا ایک خوفناک ایٹمی جنگ کا شکار ہو جائے گی۔ میرے ایک ذریعے نے مجھے کسی ڈرگ سٹور میں ملنے کو کہا۔ وہاں اس نے کرسمس منانے کے لئے کچھ چیزیں خریدتے ہوئے میرے کان میں یہ تشویش ناک سرگوشی کی کہ نکسن نے امریکی ٹاسک فورس کو حرکت میں آنے کا حکم دے دیا ہے۔ میں وہاں سے باہر نکل آیا اور اس روز اپنا پہلا کالم لکھا۔

میں نے اپنے ذرائع کو بچانے کے لئے ان دستاویزوں سے بڑی احتیاط سے حوالے دیئے۔ مگر وائٹ ہاؤس کے اندر ایک اضطراب برپا ہو گیا۔ کسنجر نے میری کہانیوں کو سیاق وسباق سے باہر کہہ کر ان کی کی اہمیت کم کرنے کی کوشش کی تو میں نے ان کا متن چھاپ دیا۔ تاہم میرے پاس ان سے زیادہ نازک دستاویزیں ابھی موجود تھیں اور میں نے قومی سلامتی کے پیش نظر انہیں پریس میں شائع نہ کیا۔ اب مناسب وقت آ گیا ہے کہ میں ان کی مدد سے نکسن کی انتظامیہ کی خارجہ پالیسی پر کھل کر لکھ سکوں اور بتا سکوں کہ عوام کو حقائق سے کس طرح نابلد رکھا گیا۔

مختصر طور پر پس منظر یہ ہے کہ نکسن دراصل اپنی ایک پرانی غلطی کی تلافی کرنا چاہتا تھا۔ شروع شروع میں وہ کمیونسٹوں کا کٹر دشمن اور چیانگ کائی شیک کا گہرا دوست تھا۔ کوئی ربع صدی بعد اپنی غلطی کا احساس ہوا تو اس نے پیکنگ سے مصالحت کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس تمنا کی تکمیل میں اس کی دوستی پاکستان کے فوجی آمر جنرل یحییٰ خان کے ساتھ ہوئی جس نے اسکے لئے پیکنگ کے دروازے کھولے۔

دونوں راہنماؤں کے درمیان گہرے روابط پیدا ہو گئے۔ نکسن نے برصغیر میں چینی حلیف کا ساتھ دینے میں کچھ زیادہ ہی گرمجوشی کا مظاہرہ کیا جنگ چھڑنے سے چار ماہ پیشتر اگست 1971ء میں وہ خارجہ پالیسی بنانے والوں کو آگاہ کر چکا تھا کہ وہ پاک بھارت جنگ میں جنرل یحییٰ خان کا ساتھ دے گا۔

www.bhutto.org

''امریکہ نے (مشرقی پاکستان میں یحییٰ کے) فوجی ایکشن کی کبھی حمایت نہیں کی'' یہ بات صدر نکسن نے 9 فروری 1972ء کو کانگریس کی ایک رپورٹ میں لکھی۔ یہ بیان صرف جزوی طور پر درست ہے حقیقت یہ ہے کہ امریکہ نے اس خانہ جنگی کو روکنے کے لئے بھی کوئی قدم نہ اٹھایا' بلکہ وزارت خارجہ کے ان افسران کے خلاف سخت کاروائی کی گئی جنہوں نے بنگالیوں کی حالت زار کی طرف توجہ دلائی تھی۔ ڈھاکہ سے امریکی قونصلر جنرل آرچر کے بلڈ نے اسلام آباد میں امریکی سفیر جوزف فارلینڈ اور واشنگٹن میں وزارت خارجہ کو تفصیلی اطلاعات مہیا کیں۔ اس نے اپنے ما تحت عملے کے دستخطوں سے امریکہ کی کھلم کھلا بے اعتنائی پر احتجاجی بیان بھی جاری کیا۔ اس بیان پر دستخط کرنے والے بعض افسروں کو واپس بلا لیا گیا' خود قونصلر کو جون 1971ء میں واشنگٹن میں طلب کر کے یہ کہا گیا کہ وہ فرضی خطرے کی گھنٹی بجانے میں مصروف ہے۔ اور پھر اسے کسی کونے کھدرے میں ڈیسک پر مامور کر دیا گیا۔

جنرل آغا محمد یحییٰ خان' ایڈیارڈ کپلنگ کے کسی کردار کے مشابہ ہے جو میدان جنگ میں شراب پی کر کودتا ہے اور جو سیاست کی ابجد سیکھے بغیر سازش اور عیاری فن کا ماہر ہو جاتا ہے۔ وہ ایک پیدائشی فوجی تھا۔ اس نے مارشل ریس میں جنم لیا۔ اس کے آباؤ اجداد نے اٹھارویں صدی میں دہلی کو فتح کیا۔ وہ شکل وصورت سے بھی فوجی لگتا تھا۔ اس کا ذہن اور عادت واطوار فوجیوں جیسے تھے۔ وہ جہاں کہیں جاتا چاہے اس نے کوئی لباس پہن رکھا ہو' اپنی بغل میں چھڑی ضرور دابے رکھتا۔ وہ تعلیم کے لحاظ سے بھی فوجی تھا اس نے انڈیا میں برطانوی استعمار کے زیر اہتمام چلنے والے کالج میں تعلیم حاصل کی وہ سب سے صحت مند کیڈٹ تھا اور ہر مرحلے میں اپنی کلاس میں نمایاں رہتا۔ اس نے دوسری جنگ عظیم میں ایک برطانوی افسر کی وردی پہنی۔

1947ء میں نیا ملک بننے کے بعد وہ پاکستان آرمی کے سٹاف کالج کی سربراہی کے لئے منتخب کیا گیا اس نے اپنے طالب علموں کو فوج میں ترقی کرنے کا مکمل طریقہ سکھایا۔ وہ چونتیس برس کی عمر میں بریگیڈیئر بن گیا' چالیس سال کی عمر میں جنرل اور انچاس برس کی عمر میں کمانڈر انچیف۔

ترقی کے راستے پر جنرل یحییٰ نے جنرل ایوب سے دوستی گانٹھی 1958ء میں ایوب کے برسر اقتدار لانے والوں میں وہ بھی شامل تھا 1965ء میں کشمیر کے مسئلے پر پاک ہند جنگ چھڑی تو

www.bhutto.org

یحییٰ خان کو ملک کا دوسرا بڑا فوجی اعزاز ذاتی قابلیت کے بجائے ایوب کی دوستی کی بنا پر ملا۔ اسلام آباد کے قصر صدارت میں وہ...... فاصلے اور تنہائی کے باعث...... ملکی مسائل سے دور ہوتا چلا گیا۔ اس کا دعویٰ تھا کہ وہ ہر صبح اسکاچ کی بوتل غٹا غٹ چڑھاتا ہے تاہم اس سے انتظامی امور یا جنسی معاملات میں خلل واقع نہیں ہوتا' اسکے عوام تباہی کے دہانے پر تھے اور وہ دو مختلف الخیال ملکوں...... امریکہ اور چین...... کی دوستی پر مطمئن تھا۔

دونوں بڑی طاقتیں پاکستان کو مفید دوست تصور کرتی تھیں' خصوصاً چین کو بھارت دشمنی کے پیش نظر جنوبی ایشیا میں کسی حلیف کی اشد ضرورت تھی۔ 1947ء میں پاکستان نے کشمیر کے ایک تہائی علاقے کو آزاد کرایا تو اس میں وہ علاقہ بھی شامل تھا جو چین کے سنکیانگ صوبے سے جاملتا ہے۔ یہاں ایک قدیم تجارتی شاہراہ موجود تھی جسے آہستہ آہستہ ہر موسم کے لئے موزوں راستے میں تبدیل کر دیا گیا۔

امریکی محکمہ سراغ رسانی نے اپنی رپورٹوں میں انکشاف کیا کہ ٹرکوں کے قافلے پاکستان میں جنگی ہتھیار پہنچا رہے ہیں۔ ان ہتھیاروں کے صلے میں چین کو پاکستانی حکومت تک رسائی حاصل ہوگئی۔ جب جنرل یحییٰ خان نے عارضی سول حکومت میں بھٹو کو ڈپٹی پرائم منسٹر اور وزیر خارجہ نامزد کیا۔ تو وہ ایسا کرتے ہوئے دیدہ دانستہ ایک پیکنگ کی حامی جماعت کی ناز برداری کر رہا تھا۔

مشرق و مغرب کے سیاسی مد و جزر کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ جنرل یحییٰ کو اپنی سازشوں کا جال بچھانے کے لئے سنہری موقع ہاتھ آ گیا۔ اس نے ''بادشاہ گر'' کا کردار ادا کرتے چینیوں اور امریکیوں کو ایک کر دیا۔ اس کی مدد سے ڈاکٹر کسنجر کا مشن راز داری میں رکھا گیا چین جانے سے پیشتر یحییٰ خان نے کسنجر کو ایک چھوٹی سی ضیافت بھی دی۔ یحییٰ نے کسنجر کو جو سہولتیں فراہم کیں' ان کے عوض اس کے نکسن کے ساتھ گہرے روابط نکسن نے دوستی کا حق ادا کرنے کے لئے بھارت سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ نکسن نے یہ فیصلہ بڑی آسانی سے کر لیا تھا۔

دوسرے امریکی لیڈروں کی طرح نکسن بھی بھارت کی امریکی پالیسیوں پر نکتہ چینی سے تنگ تھا۔ مزید برآں وہ بھارتی وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی سے بھی ذاتی طور پر نفرت کرتا تھا کیونکہ نئی دہلی اور واشنگٹن میں نجی ملاقاتوں کے دوران اندرا نے نکسن کو نیچا دکھایا تھا۔ نکسن تو عورتوں کو مدبر سیاست ہی تصور نہیں کرتا مگر اندرا گاندھی نے ایک عورت لیڈر کی حیثیت سے نکسن کو بوکھلا

کرر کھدیا۔ اس سے بھی بڑھ کر نکسن کے مدنظر طاقت کے توازن کا مسئلہ تھا۔ اگر مشرقی پاکستان پر بھارت کا قبضہ ہو جاتا تو اسکے نزدیک امریکی مفادات کو اس خطے میں نقصان پہنچ سکتا تھا۔

یہ تو شروع سے ہی ظاہر تھا کہ امریکی عوام یحییٰ خان کو ہتھیاروں کی فراہمی کسی طرح برداشت نہیں کر سکتے۔ چنانچہ کانگریس نے وائٹ ہاؤس کو مجبور کر دیا پاکستان کی فوجی امداد روک دی جائے۔ عام امریکی شہری بنگالیوں کی طرف داری کر رہا تھا۔ مگر جب پاک بھارت جنگ چھڑی تو سبھی غیر جانبداری کی پالیسیاں اپنانے کے خواہاں تھے۔ نکسن نے اپنے ایک بیان میں کہا تھا۔

''اوائل اپریل ہی میں ہم نے فوراً پاکستان کو اسلحہ کی ترسیل نو کا معاہدہ منسوخ کر دیا ایک سال قبل جن ہتھیاوں کا وعدہ کیا گیا تھا ان سے بھی ہاتھ روک لیا گیا۔ معاشی امداد کے نئے معاہدے سے بھی ہم نے انکار کر دیا۔ اس طرح تین ملین ڈالر کا اسلحہ روک لیا گیا۔ پانچ بلین ڈالر کے فالتو پرزے نومبر سے پہلے پہلے دیئے جا چکے تھے'' لیکن اکتوبر 1971ء میں سینیٹر کینیڈی کی تفتیش نے ثابت کر دیا کہ پاکستان کو جون کے آواخر تک امریکی اسلحہ ملتا رہا۔ دسمبر کی جنگ میں مزید امریکی اسلحہ بھی پاکستان کو فراہم کیا گیا۔ جنگ کی پہلی گولیاں میدان کارزار کے بھورے گرد و غبار اور جنگلیوں کی ہریالی میں گم ہیں مگر یہ بات یقین سے نہیں کہی جا سکتی کہ اس کا آغاز اسی وقت ہو گیا تھا جب یحییٰ خان نے 25 مارچ 1971ء کو فوجی ایکشن کا حکم دیا۔

سی۔ آئی۔ اے کی رپورٹ سے انکشاف ہوتا ہے کہ جب یحییٰ خان صورت حال پر مکمل کنٹرول کا دعویٰ کر رہا تھا اور وائٹ ہاؤس کا دعویٰ تھا کہ کوئی سیاسی حل نکل آئے گا عین اس وقت انقلاب کے جراثیم نشو ونما پا رہے تھے 1971ء کے بعد مشرقی پاکستان میں تمام گوریلا کاروائیاں مکتی باہنی نے تن تنہا انجام دیں۔ نزدیکی سرحد سے بھارتی توپ خانہ ضرور انہیں فائر کور مہیا کرتا رہتا تھا۔ نومبر کے آخر میں پاک بھارت فوجوں کے درمیان سرحدی جھڑپیں شروع ہو گئیں اور بھارتی فوج سرحد پار کر کے پاکستانی مورچوں پر حملے کرنے لگی۔ اس کے باوجود ظاہری طور پر دونوں ملکوں کے درمیان زمانہ امن کی حالت برقرار تھی۔

22 دسمبر کی سہ پہر کو تین امریکی طیاروں نے جن پر پاک فضائیہ کے نشان بنے ہوئے تھے اگرتلہ کے بھارتی قصبے پر بمباری کی' شہری ہدف کے خلاف طرفین میں سے کسی ایک کی طرف

سے یہ پہلی کاروائی تھی۔ پاکستان اور بھارت کم ازکم اب بھی پر امن تھے۔ اگلی سہ پہر کو ساڑھے پانچ بجے پاک فضائیہ کی کاروائی کی۔ اب آٹھ بھارتی اڈے اس کا نشانہ بنے۔ اس فضائی حملے میں تحیر کا عنصر پوری طرح کارفرما تھا۔ بھارت میں سائرن بجنے لگے تو لوگوں نے اسے صرف مشق قرار دیا حملے کے وقت مسز گاندھی کلکتہ میں پانچ لاکھ کے ایک اجتماع سے خطاب کر رہی تھی۔ اور اسے جنگ کا علم روسٹرم سے ہٹنے کے بعد ہو سکا۔

واشنگٹن سپیشل ایکشن گروپ **WSAG** آئندہ اختصار کے پیش نظر ہم اسے ''وساگ'' لکھیں گے' کا پہلا اجلاس حملے کے چار گھنٹے بعد منعقد ہوا۔ سی آئی اے کے ڈائریکٹر رچرڈ ہومز نے اقرار کیا کہ صورت حال غتر بودسی ہے۔ ''فریقین متضاد دعوے کر رہے ہیں متفقہ رپورٹ یہی ہے کہ پاکستان' امرتسر' پٹھان کوٹ اور سری نگر کے اڈوں پر حملے کر رہا ہے''۔ اس نے کہا یحییٰ خان نے یہ فضائی حملہ' اسرائیلی انداز میں کیا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ بھارتی فضائی قوت کو پاش پاش کر دے گا' مگر فوجی امور کے ماہرین اس حملے کی حماقت کو محسوس کر چکے تھے۔ پنٹاگان کو بھی علم تھا کہ ان اڈوں پر بھارت کے صرف محدود طیارے ہیں۔

جائنٹ چیفس آف سٹاف کے چیئرمین ایڈمرل تھامس مورد کو اس حملے میں کوئی منطق نظر نہ آئی ''حملے کا انداز ایک معمہ ہے' پاکستان نے صرف تین چھوٹے اڈں کے خلاف کاروائی کی ہے جہاں دشمن کے لڑاکا طیارے بہت کم ہیں''۔ اس نے کہا ''پاکستانی حملے پر یقین کرنے کو جی نہیں چاہتا۔ یہ اواخر سہ پہر کو کیا گیا ہے جس کی کوئی تک نہیں۔ ابھی تو ہمیں کافی شواہد دستیاب نہیں ہیں۔''

چھوٹے سے پر ہجوم کمرے میں مور اور دیگر سب افراد جانتے تھے کہ حقائق کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔ انہیں حقیقت کا سراغ لگانے کا فریضہ سونپا ہی نہ گیا تھا۔ بلکہ چار ماہ پیشتر نکسن نے وساگ کو جو لیکچر دیا تھا' اسکے پیش نظر پاکستان کی حمایت میں پالیسی تشکیل دینا تھی۔

صدر نکسن اور ہنری کسنجر نے پاک بھارت جنگ کو گھناؤنے مقاصد کے لئے استعمال کیا وہ ظاہری طور پر امن کے پرچارک بنے ہوئے تھے مگر اندر ہی اندر جنگ کو ایٹمی تصادم کے خطرے تک پھیلا رہے تھے۔ صدر نے کانگریس کے سامنے بیان دیتے ہوئے کہا ''اگر ہم جنگ کے خلاف اقدام نہ کرتے تو اس کے پھیل جانے کا خطرہ تھا اور مغربی محاذ پر بھارتی حملہ ناگزیر ہو جاتا''

www.bhutto.org

یہ درست ہے کہ وائٹ ہاؤس نے عوام کے سامنے جنگ کے خلاف سٹینڈ لیا' مگر خفیہ طور پر......
صدر کے دفتر میں سچویشن روم میں یحییٰ کے محل میں...... باتیں مختلف تھیں' تفصیلات کا مطالعہ انتہائی تکلیف دہ ہے۔

دس دسمبر کی سہ پہر کو جنرل فرمان علی نے اقوام متحدہ کے اسسٹنٹ سیکرٹری جنرل پال مارک ہنری کے نام ایک خط ارسال کیا۔ اس میں فوری طور پر جنگ بندی او اقتدار منتخب نمائندوں کو منتقل کرنے کی درخواست کی گئی تھی جنرل فرمان کا کہنا تھا کہ اسے یہ خط تحریر کرنے کا اختیار یحییٰ خان نے دیا ہے۔ اس تجویز کو باوقار ''انخلاء'' کا نام دیا گیا۔ ''مسلح افواج کے ہتھیار ڈالنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اگر اس تجویز کو قبول نہ کیا گیا تو فوج آخری آدمی تک جنگ جاری رکھے گی۔''

اس روز پال مارک ہنری اور جنرل فرمان نے طویل ملاقات کی تھی۔ جنرل اپنے پیغام کا متن تیار کرتا رہا۔'' پہلے ہم نے تنہائی میں ملاقات کی'' ہنری نے مجھے بتایا۔ ''آدھا متن انتقال اقتدار سے متعلق تھا۔ بعض دوسرے امور بھی زیر بحث آئے مگر اصل موضوع یہی رہا۔ میں نے فرمان سے پوچھا آیا اس سے اس بات کا اختیار دیا گیا ہے۔ اس نے اثبات میں جواب دیا۔ اس دن ہنری اپنے دو معاونوں کے ہمراہ گورنر مالک سے ملنے گیا وہاں اسے فرمان کا خط سرکاری طور پر دیا جانے والا تھا۔ اس ملاقات میں جنرل نیازی موجود نہ تھا۔ میں نے فرمان سے پوچھا ''کیا جنرل یحییٰ نے تمہیں اس بات کا اختیار دیا ہے''!......

فرمان نے جواب دیا۔ ''مجھے ابھی ابھی اسلام آباد سے پیغام موصول ہوا ہے۔ یحییٰ خان نے اس کی منظوری دے دی ہے۔ میرے فوجی ہونے کی حیثیت سے تم میری زبان پر اعتبار کرو۔''

ہنری نے فوراً امریکی' روسی برطانوی اور فرانسیسی قونصل خانوں سے رابطہ قائم کر کے سب کو جنرل فرمان کی تجویز کے بارے میں آگاہ کر دیا۔ پھر اقوام متحدہ کے ہیڈ کوارٹر نیویارک میں سے ارسال کیا۔ جب فرمان کی تجویز واشنگٹن پہنچی تو وزارت خارجہ نے پاکستان میں امریکی سفیر فارلینڈ کو ہدایت کی کہ وہ یحییٰ سے پوچھے کیا وہ مغربی محاذ پر بھی جنگ بندی چاہتا ہے؟'' اس صورت میں پاکستان کی علاقائی سلامتی اور مسلح افواج کو بچانے کے لئے ہم بھرپور کوشش کریں گے۔''

اقوام متحدہ کو پیغام ارسال کرنے کے بعد ہنری نے پھر گورنر مالک سے ملاقات کی۔ گورنر عمارت کے ایک کونے میں اس کا منتظر تھا۔'' اس نے دوبارہ یہ ضمانت دی کہ فرمان کی تجویز

www.bhutto.org

پاکستانی حکومت کی منظور شدہ ہے۔ تھوڑی دیر بعد دو کرنل میرے پاس پہنچے۔ انہوں نے کہا کہ جنگ بندی کی پیش کش واپس لے لی گئی ہے۔ یحییٰ کا ارادہ بدل گیا ہے......

''اسلام آباد میں دوسرے سفارتی نمائندوں کو یحییٰ کی اس تبدیلی کی وضاحت مل گئی' ان کا کہنا تھا کہ جب یحییٰ نے جنگ بندی کی منظوری دی تو پھر اس نکسن کے اس فیصلے کی اطلاع دی گئی کہ ساتویں بحری بیڑے کا ایک حصہ پاکستان کی امداد کے لئے خلیج بنگال کی طرف روانہ کر دیا گیا ہے۔ سفارتی نمائندوں کا کہنا ہے کہ اس موقع پر یحییٰ خان نے جنگ بندی کی تجویز واپس لی تھی۔

پوری جنگ کے دوران صدر نکسن نے امن کا نقاب اوڑھے رکھا' مگر درحقیقت وہ جنگ کے شعلوں کو ہوا دے رہا تھا۔ وہ عام طور پر پریس کانفرنسوں اور دیگر کھلی بحثوں سے کتراتا ہے' مگر دسمبر 1971ء کو این بی سی کے عملے کو ایک خصوصی ٹی وی پروگرام کے لئے سارا دن اپنے دفتر میں فلم بنانے کی اجازت دی۔

وائٹ ہاؤس نے اس خفیہ سازش کو عوام سے مخفی رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ یہاں تک کہ این بی سی کے کیمروں کے لئے وساگ کا ایک مصنوعی اجلاس نکسن کے پرائیویٹ کمرے میں منعقد کیا گیا۔ اس اجلاس میں سیکرٹری داخلہ ولیم راجرز' سیکرٹری خزانہ جان کانیلی' سی آئی اے کا ڈائریکٹر رچرڈ ہومز اور جنرل ولیم ویسٹ مور لینڈ موجود تھے۔ صدر نکسن نے یحییٰ خان اور مسز اندرا گاندھی کے ساتھ اپنی ملاقاتوں کا حال کھل کر سنایا۔

راجرز نے کہا ''ہمیں اس جنگ کے لئے کوئی مورد الزام نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔ دنیا میں بہت سے بے شمار ایسے خطے ہیں جہاں ہماری کوئی ذمہ داری نہیں'' اور وساگ کے اصل اجلاس وائٹ ہاؤس کے تہہ خانے میں سچویشن روم تک کے اندر منعقد ہوتے رہے' ہنری کسنجر ان کی صدارت کیا کرتا اور صدر کی خواہشات سب تک پہنچا دیتا'' مجھے ہر نصف گھنٹے بعد نکسن کا فون موصول ہو رہا ہے کہ ہم بھارت کے خلاف سخت اقدام نہیں کر تے۔''

کسنجر نے 3 دسمبر کو شکایت کی'' مجھے پھر صدر نے فون کیا ہے اسے مجھ پر اعتماد نہیں کہ میں اس کی خواہش یہاں تک پہنچا دیتا ہوں۔''

6 دسمبر کو جب نکسن ٹی وی کیمروں کے سامنے بڑی چرب زبانی سے کام لے رہا تھا کسنجر نے بھارت پر دباؤ بڑھا دینے کا حکم دیا۔ خفیہ اجلاس کی کاروائی میں ریکارڈ ہے''۔

ڈاکٹر کسنجر نے یہ ہدایت کی کہ بھارتیوں سے سرد مہری کا سلوک کیا جائے اور بھارتی سفیر کو

www.bhutto.org

اونچا مرتبہ نہ دیا جائے'' کسنجر نے ایک اجلاس میں یہ شکایت کی کہ کیا ہم پاکستان کی بحری ناکہ بندی برداشت کر سکتے ہیں؟ کیا ہم اپنے ایک حلیف کے گھٹنے ٹیکنے میں حصہ دار بننا چاہتے ہیں''؟ پھر اس نے کہا'' کیا ہم بھارت پر یہ واضح نہ کر دیں کہ اسے ضروری فالتو پرزے نہیں ملیں گے''؟

انڈر سیکرٹری جانسن نے جواب دیا''ہمیں قانوناً بحری ناکہ بندی پر احتجاج کا کوئی حق حاصل نہیں کیونکہ متحارب فریق ایک دوسرے کے خلاف یہ حربہ آزماتے رہتے ہیں۔

کسنجر نے اس کی بات کاٹتے ہوئے جواب دیا''ہم لولے لنگڑے نہیں بننا چاہتے۔ صدر کی خواہشات کے بارے میں کسی شبے کی گنجائش نہیں صدر ہمیں لولا لنگڑا نہیں دیکھنا چاہتا۔ اسے یقین ہے کہ بھارت حملہ آور ہے ہم تو اس بات پر غور کر رہے ہیں کہ بھارت نے امریکہ کے ساتھ تعلقات کو خراب کر دیا ہے۔ ہم بھارت کی ذہنی کیفیت کو پرسکون نہ رہنے دیں گے۔''

نکسن نے نئے پاکستانی سفیر نوابزادہ آغا محمد رضا کا استقبال گرم جوشی سے کیا۔ وائٹ ہاؤس میں چھ دسمبر کو ایک خصوصی تقریب منعقد ہوئی۔ پاکستانی سفیر کا بیان بڑا طویل تھا پیشہ ور سفارتی نمائندے مختصر باتیں سننے کے عادی ہوتے ہیں مگر اس بیان میں بڑی واضح باتیں کی گئی تھیں۔''جناب صدر آپ کی بے پناہ امداد اور ہمارے مسائل کے شعور نے پاکستانی عوام اور حکومت کو بے بہا طاقت بخشی ہے۔ پاکستان اپنی آزمائش کے اس نازک دور میں اس امداد کے بل پر ایک آزاد اور خود مختار ملک کی حیثیت سے قائم و دائم ہے۔

نکسن نے اس کے جواب میں کہا۔''گزشتہ چند ماہ کے دوران آپ کے ملک پر بعض قدرتی اور دیگر آفتیں نازل ہوئی ہیں۔ ہمیں خوشی ہے کہ امریکہ نے ان بحرانوں پر قابو پانے اور تعمیر نو کے لئے مقدور بھر امداد دی۔ ہم حکومت پاکستان اور اس کے عوام کی ان کوششوں کو جو مشرقی پاکستان کے پرامن سیاسی حل سے متعلق ہیں' بڑی ہمدردانہ دلچسپی سے دیکھتے رہے ہیں۔ ہم نے برصغیر میں تناؤ کم کرنے کے صدر یحییٰ کی کوششوں کو بھی سراہا ہے۔''

نکسن اور کسنجر کے سر پر بھارت دشمنی کا بھوت سوار تھا۔ دنیا کے دوسرے بڑے ممالک اور پھر بھارت اور پھر بنگلہ دیش کے قیام کی صورت میں دونوں ملکوں کے ساتھ دوستانہ رابطہ استوار کرنے پر غور کر رہے تھے مگر امریکہ کی قوت فیصلہ دو شخصیتوں کی دانش پر مرکز ہوگئی تھی اور یہ دانش کسی بھی پیش بینی کی صلاحیت سے بے بہرہ تھی۔ چھ دسمبر کو نکسن نے این بی سی کے کیمروں کے سامنے ان باتوں کا اعادہ کیا جنہیں وہ بند دروازوں کے پیچھے زیر بحث لا چکا تھا۔ اس نے کہا کہ وہ

www.bhutto.org

کانگرس کے رہنماؤں کو بتا چکا ہے۔ ''ہمیں اس سے زیادہ کچھ علم نہیں' جتنا اخبارات سے انہیں پتہ چل چکا ہے۔ کیونکہ میں کہہ چکا ہوں یہ ایک ایسا خطہ ہے جہاں ہمارے فوجی مشیر موجود نہیں ہیں ...... میں نے آج صبح ان رہنماؤں کو بتایا ہے کہ فوجوں کے ساتھ ہمارے کوئی لوگ نہیں میرا مطلب ہے ہمارے فوجی اتاشی تو سفارت خانوں کے اندر بیٹھے ہیں' چنانچہ بھارت میں متعین اتاشی اس ملک کی رپورٹیں بھیجے گا'''' ''لیکن ہمارے بے شمار آزاد ذرائع بھی تو ہیں'' کسنجر نے مداخلت کی۔ ''ہاں میں جانتا ہوں۔ میں جانتا ہوں''۔ صدر نے ٹیلی ویژن کیمروں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ''لیکن ان میں سے کوئی بھی قابل اعتبار نہیں''؟ کسنجر نے پھر مداخلت کی اور ''پوری طرح'' پر زور ڈالا۔

حقیقت یہ ہے کہ سی آئی اے نے بھارتی حکومت کے اندر ہر سطح پر نفوذ حاصل کر لیا تھا اور یہ ''آزاد ذرائع'' بھارتی فوج کی نقل و حرکت' اس کی قوت' جنگی' سٹریٹجی اور مسز گاندھی کی خفیہ نجی گفتگوئیں تک ریکارڈ کر کے واشنگٹن پہنچا رہے تھے دوسری طرف منصوبہ بندی کے ڈائریکٹوریٹ نے پاکستان اور بھارت میں ہر جگہ اپنے ایجنٹ متعین کر رکھے تھے۔ کوئی اہم مقام خالی نہ چھوڑا گیا۔

اس کے باوجود سی آئی اے کے سربراہ رچرڈ ہومز کو کئی بار ''وساگ کے اجلاس میں کہنا پڑا کہ ''اسے صورت حال کا کچھ علم نہیں۔ متضاد خبریں موصول ہو رہی ہیں''۔ حقیقت یہ ہے کہ دونوں ملکوں میں سی آئی اے کے ایجنٹ سرگرم تھے۔ وہ خبر حاصل کرنے کا ہر ذریعہ آزما رہے تھے۔ اس کے باوجود ان کی بیشتر رپورٹیں اخباری نمائندوں کی رپورٹوں سے مختلف نہ ہوتیں۔ بہر حال کچھ رپورٹیں ایسی ضرور تھیں' جنہیں خصوصی کہا جا سکتا ہے۔ ان رپورٹوں کی توضیح و تشریح واشنگٹن میں کی جاتی۔

8 دسمبر کو اندرا گاندھی کے قریبی حلقے سے سی آئی اے کو خبر ملی کی بھارت مغربی محاذ پر بڑا حملہ کرنے والا ہے۔ واشنگٹن میں اس خبر کو اہمیت نہ دی گئی اور وساگ کے اجلاس میں ایجنڈے پر اسے پانچویں نمبر پر رکھا گیا۔ اس طرح وزارت خارجہ نے ایک اور رپورٹ کو ٹھکرا دیا۔

اس میں کہا گیا تھا ''ایسے شواہد موجود ہیں کہ مشرقی بنگال کی آزادی کے بعد مسز گاندھی جنگ بندی اور بین الاقوامی مصالحت کی کوششوں کو قبول کر سکتی ہے۔ دیگر شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ

www.bhutto.org

بھارت مشرقی پاکستان کا قضیہ نمٹا کر کشمیر میں اپنی سرحدیں سیدھی کرنا چاہتا ہے۔ وہ مغربی پاکستان کی ہوائی اور بری فوج کو تباہ کر دینے پر تلا بیٹھا تھا۔ اس مقصد کیلئے مشرقی محاذ سے چار پانچ ڈویژن مغربی محاذ پر منتقل کر دیئے جائیں گے۔ ایسی خبریں بھی ملی ہیں کہ یہ منتقلی شروع بھی ہو چکی ہے۔''

انہی رپورٹوں کے پیش نظر وائٹ ہاؤس نے مغربی پاکستان کے خلاف بھارتی حملے کا خطرہ محسوس کیا' حالانکہ فوجی مبصرین اس بڑے پیمانے پر فوج کی نقل و حرکت کو بھارت کیلئے ناممکن قرار دیتے تھے۔ وساگ کی چھ دسمبر کی کارروائی یہ ہے ''جنرل ویسٹ مورلینڈ نے بیان کیا کہ بھارت مشرق سے مغرب میں فوج منتقل کرنے کا اہل نہیں۔ ایک ڈویژن لانے کیلئے کم از کم ایک ہفتہ درکار ہوگا۔ مشرقی محاذ پر پوری بھارتی قوت کو مغربی پوزیشنوں تک لانے کیلئے ایک ماہ چاہئے''۔

13 / دسمبر کو سی آئی اے کی ایک اور رپورٹ میں کہا گیا کہ بھارت میں روسی سفیر نکولائی پیگوف نے بھارت پر زور دیا ہے کہ وہ کم از کم وقت میں بنگلہ دیش پر قبضہ کر کے پھر جنگ بندی قبول کرے...... اس طرح بھارت کو حیرت ناک فوجی کامیابی حاصل ہو جائے گی' پاکستان ایک فوجی قوت نہیں رہے گا اور مغربی پاکستان پر بھارت کا جارحانہ حملہ غیر ضروری ہوگا' کیونکہ جب کسی ملک کی جنگی مشین سرے سے موجود ہی نہ ہو' تو پھر تباہی کس کی مقصود ہوگی''؟

اس کے باوجود صدر نکسن نے کانگریس کو بتایا ''دسمبر کے پہلے ہفتے کے دوران میں ہمیں ایسے شواہد ملے ہیں کہ بھارت پاکستانی مقبوضہ کشمیر کو ہتھیانے اور پاکستان کی فوجی قوت کو تباہ و برباد کرنے پر تلا بیٹھا ہے۔ ہم ان شواہد سے صرف نظر نہیں کر سکتے''۔

عظیم تر تصادم کے امکانات کا جائزہ پینٹاگان میں بھی لیا جا رہا تھا۔ اعلیٰ افسر بڑی احتیاط سے ان رپورٹوں کا مطالعہ کر رہے تھے جن میں روس اور چین کے تنازعے میں شدت آ جانے کا ذکر تھا۔ روس بھارت کا ساتھ دے رہا تھا اور چین پاکستان کی حمایت کر رہا تھا' یہی اختلاف بڑھتا چلا گیا اور کسی موہوم خطرے کی گھنٹی بجنے لگی۔ پینٹاگان کا اندازہ یہ تھا کہ تصادم کی صورت میں روس کو اپنے لاتعداد ہتھیاروں خطرناک میزائلوں اور بہتر ٹرانسپورٹ کے نظام کے پیش نظر برتری حاصل ہوگی' چینی بھی اپنی ایٹمی کمی کو پورا کرنے کی سرتوڑ کوشش کر رہے تھے' وہ ایسے مقامات پر ایٹمی میزائل نصب کر رہے تھے جہاں سے روس پر مار کی جا سکتی تھی پاک بھارت جنگ چھڑتے ہی پہلے میزائل ان مقامات پر پہنچا دیئے گئے تھے۔

www.bhutto.org

چین کے ہائیڈروجن بیلسٹک میزائل زیادہ تر سنکیانگ کے صوبہ میں بنائے جاتے ہیں۔ یہ ایک کھردرا چٹانی علاقہ ہے۔ ملک کی مغربی سرحد پر واقع اس علاقے میں بہت کم لوگ آباد ہیں چینی حکومت 1960ء کے بعد سے یہاں باہر کے لوگوں کی آبادی کی حوصلہ افزائی کرتی ہے اس کے باوجود مقامی ترکوں کی تعداد اکسٹھ فیصد ہے۔ وہ ان ترک خانہ بدوشوں کی اولاد ہیں جو کبھی ایشیا میں گھومتے پھرتے رہتے تھے۔

ان کی زبان ترکی سے مشابہ ہے۔ روسی سرحد میں جو ترک آباد ہیں ان کے ساتھ بھی سنکیانگ کے ترکوں کے خونی رشتے قائم ہیں۔ سنکیانگ کے ترک باشندوں اور بنگالیوں میں کئی چیزیں مشترک ہیں۔ بنگالیوں کو سرحد پار بھارت نے فوجی اور سیاسی امداد مہیا کی اور چین کی نظریاتی یلغار سے تنگ آ کر بھاگنے والے ترکوں کو روس نے اپنی آغوش میں پناہ دی ہے۔ بنگالیوں نے بھی بھارت میں اپنے گوریلا کیمپ قائم کئے۔ سنکیانگ کے ترکوں کو بھی محاذ آرائی کی تشکیل دینے کیلئے روس نے سہولتیں فراہم کیں۔

پینٹاگان کے ماہرین ایک اور دستاویز پر غور کر رہے تھے۔ امریکی شعبہ سراغرسانی نے ایک ایسے منصوبے کا سراغ لگایا تھا جس میں چین پر روس کے ممکنہ حملے کی تفصیلات درج تھیں۔ امریکہ نے اس سے اپنی نتائج تو اخذ کر لئے' مگر سب لوگ یہ بھول گئے کہ ہر ملک اپنے حریف ملک پر کسی بھی وقت حملہ کرنے کیلئے جنگی منصوبہ تیار رکھتا ہے اس کی بنیاد پر مشقیں ہوتی ہیں' منصوبہ بدلتا رہتا ہے اور اسے عملی تجربے کے بعد بہتر بنایا جاتا ہے۔ روس کا یہ منصوبہ بھی درحقیقت اسی نوعیت کا تھا۔

امریکہ کبھی اپنے سونے کی طرح خالص کردار کا مالک تھا مگر کئی موقعوں پر امریکی ترجمانوں نے اپنے عوام یا بیرون دنیا کے سامنے دروغ گوئی کا مظاہرہ کر کے اس کردار پر سیاہی پھیر دی۔ آج امریکہ پر کسی کو بھروسہ نہیں۔ پاک بھارت جنگ کے دوران بھی امریکہ نے یہی پالیسی اختیار کی

7/ دسمبر کو پرل ہاربر کی انیسویں سالگرہ پر ہنری کسنجر نے واشنگٹن میں صحافیوں سے ''پس منظر کی ہدایات'' کیلئے ملاقات کی۔ یہ واشنگٹن کی ایک باقاعدہ رسم ہے کیونکہ ان میں بولنے والے کو کوئی ٹوکتا نہیں اور اخبار نویس صرف خاموشی سے کان لگائے رکھتے ہیں۔ اس پریس کانفرنس کی

www.bhutto.org

مکمل کہانی انٹرنیشنل پریس سروس کیلئے الیگزنڈر سیلوان نے لکھی اور اسے ساری دنیا میں سرکاری خرچ پر نشر کر دیا گیا سیلوان نے لکھا تھا کہ امریکہ بڑے کرب کے ساتھ یہ حقیقت تسلیم کرتا ہے کہ برصغیر میں بھارت جارحیت کا مرتکب ہوا ہے۔ اس نے بھارت دشمنی کے الزام کی تردید کی اور بھارت کیلئے امریکی امداد کی ایک لمبی چوڑی فہرست گنوائی۔ نئی دہلی کے امریکی سفارتخانے میں ٹیلی پرنٹر پر جوں جوں یہ کہانی ٹائپ ہوتی رہی امریکی سفیر کینتھ کیٹنگ اسے پڑھ پڑھ کر دنگ ہوتا گیا۔ اس کہانی کے نمایاں نکات یہ تھے۔

O واشنگٹن جنگ چھڑنے پر حیرت زدہ رہ گیا۔

O بھارت کی درخواست پر امریکہ نے 155 ملین ڈالر مشرقی پاکستان میں قحط روکنے کیلئے دیئے۔

O پاکستان اس بات پر رضامند ہو گیا کہ امدادی رقوم بین الاقوامی اداروں کے ہاتھوں تقسیم کی جائیں تاکہ اسلام آباد کی مرکزی حکومت کوئی کریڈٹ نہ لے سکے۔

O پاکستان شرنارتھیوں کی عام معافی پر رضامند ہو گیا۔

O پاکستان نے امریکہ کو اختیار دے دیا کہ وہ مجیب کے ساتھ اس کے وکیل کے ذریعے رابطہ قائم کر کے کوئی سمجھوتہ طے کر لے (اس وکیل کو پاکستانی حکومت نے مقرر کیا تھا مگر مجیب نے اسے منظور نہ کیا)

O کسنجر نے سات ملاقاتوں میں اور سیکرٹری راجرز نے دیگر اٹھارہ ملاقاتوں میں بھارتی سفیر پر واضح کیا کہ امریکہ کے خیال میں پاکستان اور مجیب کے ساتھیوں کے درمیان مذاکرات کے نتیجے میں مشرقی پاکستان کو خودمختاری حاصل ہو جائے گی۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ واشنگٹن بھی خودمختاری کے حق میں ہے۔

واشنگٹن اور اسلام آباد مشرقی پاکستان کی خودمختاری کیلئے وقت کا تعین کرنے کیلئے مذاکرات پر تیار تھے۔ کیٹنگ نے یہ کہانی پڑھتے ہی وائرلیس پر واشنگٹن سے رابطہ قائم کیا اور اس کا جھوٹ کھول کر رکھ دیا۔ اس کے جواب کا متن یہ تھا۔

''میں نے آج صبح انٹرنیشنل پریس سروس کیلئے سیلوان کی کہانی پڑھی' اس میں موجودہ بحران کے ارتقا اور اسے روکنے کیلئے امریکہ کی کوششوں کا ذکر ہے۔ عوام کے سامنے اپنی پوزیشن صاف

www.bhutto.org

رکھنے کی اہمیت الگ، مگر میں یہ کہنے کی جسارت کرتا ہوں کہ اس کہانی کے مندرجات میرے گزشتہ آٹھ ماہ کے تجربات سے لگا نہیں کھاتے سلیوان کی کہانی میں کہا گیا ہے کہ امریکہ نے بھارت کی خصوصی درخواست پر 155 ملین ڈالر کی امداد مشرقی پاکستان میں امدادی کاموں کیلئے مختص کی۔

اس کے برعکس میرا تجربہ یہ ہے کہ بھارت کے وزیر خارجہ سورن سنگھ نے اس امداد پر احتجاج کیا تھا اس نے ایک ملاقات میں مجھ سے کہا تھا کہ کوئی سیاسی حل تلاش کرنے سے پہلے امدادی رقم دینا یحییٰ کو بچانے کے مترادف ہے تمام شرنا تھیوں کو معافی کے اعلان کے متعلق صرف اتنا عرض ہے کہ خود یحییٰ خان نے جو اعلان کیا تھا اس کے مطابق عام معافی کا اطلاق صرف ان افراد پر ہوتا تھا جن پر پہلے کوئی مجرمانہ الزام نہ لگا ہو مشرقی پاکستان کی مخصوص صورتحال کے پیش نظر ہر شخص پر کوئی نہ کوئی الزام دھر دیا گیا ہے۔

کسنجر اور بھارتی سفیر کی ملاقاتوں میں مشرقی پاکستان کی خودمختاری کا اشارہ امریکی حکومت نے کیا ہو تو یہ میرے لئے ایک نئی خبر ہے مجھے تو صرف اتنا علم ہے کہ ہمارے پاس کوئی خاص سیاسی حل نہ تھا اور یہی کہا کرتے تھے کہ اگر صوبے کو مثالی آزادی نہ ملی تو خودمختاری ہی سہی بہرحال کوئی مخصوص پالیسی میرے علم میں نہیں۔ کہانی کے مطابق 19 رنومبر کو وزارت خارجہ نے بھارتی سفیر کو آگاہ کیا تھا کہ پاکستان اور امریکہ مشرقی پاکستان کو خودمختاری دینے کے سلسلے میں ٹائم ٹیبل طے کریں گے۔ میرے پاس اس ملاقات کی جو روداد موجود ہے اس میں ایسا کوئی اشارہ نہیں۔

سراغرسانی کے بے شمار ذرائع اور اسلام آباد نئی دہلی کی سفارتخانوں کی رپورٹوں کے باوجود یہ کہنا کہ واشنگٹن کو یہ علم نہ تھا کہ جنگ ناگزیر ہے، میری سمجھ سے باہر ہے۔ مجیب کے ساتھ اس کے وکیل کے ذریعے رابطہ قائم کرنے کے بارے میں کہانی بیان کی گئی ہے، جبکہ اسلام آباد سفارتخانے کے بیان نمبر 11760 کے مطابق 29 رنومبر کو یحییٰ نے اس میں فارلینڈ کو صرف اتنا بتایا تھا کہ سفیر اور مجیب کے وکیل کی ملاقات ایک اچھا خیال ہے اس میں فارلینڈ کم از کم وکیل سے مقدمے کی نوعیت اور رفتار کے بارے میں معلومات حاصل کرسکتا ہے۔

میرے علم میں یہ بات قطعاً نہیں کہ یحییٰ نے فارلینڈ کو مجیب سے اس کے وکیل کے ذریعے رابطہ قائم کرنے کا اختیار دیا ہو یحییٰ نے فارلینڈ کو 2 ردسمبر کو بتایا تھا کہ مجیب کا وکیل مبینہ طور پر اس سے ملاقات کرنے میں دلچسپی نہیں رکھتا۔ پاکستانی حکومت کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اس نے

www.bhutto.org

امدادی رقم بیرونی اداروں کے ذریعے تقسیم کرنے کی اجازت دے دی تھی یہ سراسر حقائق پر پردہ ڈالنے کی کوشش ہے۔

مشرقی پاکستان میں اقوام متحدہ کا عملہ اس قدر محو تھا کہ وہ اتنی وسیع امداد کو تقسیم ہی نہ کر سکتا تھا اور نہ ہی اس کا خود تقسیم کرنے کا ارادہ تھا۔ اس طرح سب کچھ پاکستانیوں کے ہاتھ میں رہا۔ میں نے متذکرہ بالا تبصرہ صرف اس لئے کیا ہے کہ اس المیے کے اصل حقائق کو توڑنے مروڑنے میں شریک نہیں ہونا چاہتا ہوں اس بنیاد پر مجھے یہ یقین نہیں کہ سیلوان کی کہانی ہماری پوزیشن بہتر بنائے گی یا اس سے ہمارے وقار کو کوئی فائدہ پہنچ سکتا ہے"۔

کیٹنگ کا یہ بیان صرف واشنگٹن کیلئے تھا وہ بچپن سے سیاست میں حصہ لے رہا تھا اور نمایاں طور پر کامیابی حاصل کرتا رہا تھا کسنجر کے جھوٹ کے پلندے کی مخالفت کرتے ہوئے اسے یہ ذرا بھر احساس نہ تھا کہ کوئی وقت ایسا آئے گا کہ اسے عوام کے سامنے اپنا کیس پیش کرنا پڑے گا' مگر اس کے بیان کی نقل مجھے ملی تو میں نے اسے عوام کیلئے تشہیر کر دیا۔

ایک اور فریب ان امریکیوں کے نام پر دیا گیا جو مشرقی پاکستان کی جنگ کی زد میں آ گئے تھے۔ ہوائی جہازوں کی آمد و رفت بند ہو چکی تھی۔ بھارتی فوج ڈھاکہ کی جانب تیزی سے بڑھ رہی تھی اور پاک فوج گلی کوچوں میں دست بدست جنگ کی تیاری کر رہی تھی۔ اس صورتحال میں 5/دسمبر کو امریکی قونصل جنرل ہربرٹ سپائیوک نے انخلا کیلئے واشنگٹن سے رابطہ قائم کیا اس نے یہ پیغام ارسال کیا تھا۔

"موجودہ حالات میں امریکہ نے پاکستان کی حمایت کا جو رویہ اختیار کیا ہے اس سے بنگلہ دیش اور مکتی باہنی کے فوجیوں کے دلوں میں ہمارے خلاف نفرت بڑھ گئی ہے اگر بھارت بنگلہ دیش کو آزاد کرانے میں کامیاب ہو جاتا ہے تو اس قونصل خانے کو جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا ان کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ ڈھاکہ چونکہ بنگلہ دیش میں شامل ہوگا اس لئے اس قونصل خانے کو کام جاری رکھنے کا کوئی قانونی جواز موجود نہیں اس کے عملے کو حکومت اور یہاں کے عوام نفرت کی نگاہ سے دیکھیں گے۔

قونصلر نے تجویز پیش کی تھی کہ یہاں چند افراد نگرانی کیلئے باقی رکھے جائیں اور پاکستان اور بھارت سے اجازت لے کر خصوصی طیارہ کے ذریعے باقی عملے کو نکال لیا جائے۔

www.bhutto.org

9/ر دسمبر کو اس نے تجویز پیش کی کہ وقت آ گیا ہے جب بنگلہ دیش کے کارپردازوں سے تعلقات پیدا کر لینے چاہئیں اس سے نئی حکومت کو تسلیم کرتے وقت آسانی رہے گی۔ وہ اور اس کا ''سخت جاں'' اسٹاف ڈھاکہ میں ٹھہرنے پر رضامند تھا تاکہ جونہی بنگلہ دیش کی نئی حکومت مشرقی پاکستان کا کنٹرول سنبھال لے، تو وہ عارضی طور پر کام شروع کر دیں۔

ڈھاکہ میں تقریباً پچھتر امریکی مقیم تھے، بیشتر کا تعلق قونصل خانے سے تھا۔ ان کے بیوی بچوں کو مارچ کے فسادات شروع ہوتے ہی یہاں سے نکال لیا گیا تھا اقوام متحدہ اور دوسرے سفارتی عملے کو شامل کر کے ڈھاکہ کی کل غیر ملکی آبادی 500 نفوس پر مشتمل تھی۔ اس کے علاوہ اخباری نمائندے اور امدادی کاموں کا عملہ تھا جسے انخلا سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ ڈھاکہ کی جنگ کا جوں جوں خطرہ بڑھتا چلا گیا بین الاقوامی سطح پر انخلا کے منصوبے بننے لگے۔ اس کام کیلئے برطانیہ کے تین طیارے اور کینیڈا نے ایک طیارے کی پیش کش کی۔

انتظامات کو آخری شکل دیتے وقت کچھ مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ بھارت نے وعدہ کیا کہ وہ انخلا کے وقت بمباری روک دے گا، بشرطیکہ تمام طیاروں کو کلکتہ ائر پورٹ پر اتر کر چیک کروایا جائے۔ پاکستان اس شرط پر بھنا اٹھا مگر بالآخر وہ بھی مان گیا۔ برطانیہ نے ایک اور مشکل کھڑی کر دی، اسے شک تھا کہ ڈھاکہ کا رن وے بھارتی بمباری سے شکستہ ہو چکا ہے اور اس کی تعمیر لازمی ہے۔ اس مقصد کیلئے انہوں نے امریکی ہیلی کاپٹر مانگے مگر اس وقت کوئی ہیلی کاپٹر دسترس میں نہ تھا اس مطالبے سے امریکہ کو بحری مداخلت کیلئے آڑ میسر آ گئی۔

بعد میں اعلان کیا گیا کہ ایک امریکی ٹاسک فورس انخلا کا کام مکمل کرنے کیلئے خلیج بنگال کی طرف روانہ کر دی گئی۔ بیڑے کا یہ مقصد محض ایک فریب کے سوا کچھ نہ تھا۔ بحری جہاز پہلے ہی برصغیر کی طرف بڑھ رہے تھے۔ ان کا مقصد صرف اور صرف فوجی تھا۔ بعد میں ان کے ساتھ خفیہ پیغامات میں انخلا کا تذکرہ بھی ہونے لگا شاید یہ ایک اتفاق ہی تھا کہ بحرالکاہل کے بیڑے کے کمانڈر ایڈمرل جان میکین نے خلیج بنگال میں پیش قدمی کا منصوبہ بنایا۔ اپریل 1965ء میں ڈومینکن جمہوریہ کے ساحل پر امریکی فوجوں کے کامیاب آپریشن کا ''سہرا'' بھی اسی شخص کے سر ہے۔

یہ بھی شاید اتفاق ہو کہ 11/ر دسمبر کو ٹاسک فورس کی روانگی کے بعد پاک فوج نے غیر ملکیوں کی تمام پروازیں روک دیں جنرل فرمان نے کہا تھا کہ یحییٰ کو خطرہ ہے، بھارت ان پروازوں کے

www.bhutto.org

پردے میں چھاتہ بردار اتار دے گا مجھے یہ بات پال مارک ہنری نے بتائی تھی۔ یہ امر قرین قیاس ہے کہ فرمان غیر ملکیوں کو ڈھا کہ میں روک کر امریکی بحریہ کو موقع دے رہا تھا کہ وہ انہیں اور پاک فوج کو آ کر بچائے۔ انخلا کا کام 12 ردسمبر کو مکمل ہو گیا۔ صرف رپورٹر اور ''سخت جاں'' افسر باقی رہ گئے تے۔ بحری بیڑہ ان کے ''انخلا'' کیلئے اب بھی برابر پیش قدمی کر رہا تھا۔ میں نے اپنے کام میں اس جھوٹ کا پول کھولتے ہوئے کہا کہ امریکی بیڑہ لازماً روس سے تصادم کا خطرہ مول لے گا۔

مشرقی پاکستان جل رہا تھا اور یحییٰ خان نشے میں دھت تھا ''اسے شراب بے حد پسند تھی''۔ اس کے دوست جوزف فارلینڈ کا کہنا ہے ''مجھے بتایا گیا ہے کہ اس کے ساتھ کئی رومان بھی منسوب ہیں'' یو این او کے پال مارک ہنری نے ذرا کھل کر کہا ''یحییٰ ایک دن میں سات گھنٹے نیم مردہ پڑا رہتا'' ہنری نے مجھے بتایا تھا ''جنگ کے آخری دنوں میں وہ نوجوان لڑکیوں کا متلاشی رہا''۔

جام ہونٹوں سے لگاتے ہوئے بھی یحییٰ خاں کو ایک سپاہی کی طرح یہ اچھی طرح علم تھا کہ مشرقی محاذ پر اس کی فوج سپلائی نہ ملنے کے باعث تباہ ہو جائے گی۔ اس نے کوئی معجزہ دکھانے کا فیصلہ کیا۔ اسے یہ یقین تھا کہ عددی کمی اور حالات کی برتری کے باوجود اس کی فوج میں لڑنے کا جذبہ زندہ رہے گا۔ اضطراب میں مبتلا یحییٰ خاں کیلئے کشمیر کے کسی ٹکڑے پر قبضہ بھی بہت بڑا سہارا ثابت ہو گا۔

دوسرے مبصروں سے ہٹ کر بھارتی جنرل اسٹاف نے پاکستان کے 3 ردسمبر کے فضائی حملے سے ایک چال کا سراغ لگا لیا جن اڈوں پر حملہ کیا گیا تھا' وہ کشمیر کی جنگ میں اہم کردار ادا کرتے تھے' صرف رن وے ہی کو نقصان پہنچا کہ متنازعہ علاقے میں دشمن کی فوجی قوت کی کمر توڑ دی گئی تھی' وساگ کے اجلاس میں پاکستان کے عزائم کے بارے میں کوئی شبہ نہ تھا۔ جنرل ویسٹ مورلینڈ نے 7 ردسمبر کو اس امید کا اظہار کیا تھا کہ ''پاکستان کا سب سے بڑا حملہ کشمیر اور پنجاب پر ہو گا''۔ اس کی پیش گوئی کو کسی نے چیلنج نہ کیا۔

امریکی ایڈ کے ڈپٹی ڈائریکٹر مورائس ولیمز نے 8 ردسمبر کے اجلاس میں تجویز پیش کی کہ امریکہ کو اپنی کوششیں مغربی پاکستان میں جنگ بندی پر مرکوز کرنی چاہئیں۔ انڈر سیکرٹری جانسن نے احتجاج کیا ''اس طرح پاکستان کی کشمیر میں پیش قدمی کا امکان ختم ہو جائے گا''۔ اس وقت پاکستانی کامیابی کی توقعات قائم تھیں کارروائی میں تحریر ہے۔

www.bhutto.org

ڈاکٹر کسنجر نے کہا کہ کشمیر میں پاکستان کی کامیابی کا جائزہ لیا جائے'' اس کے باوجود نکسن نے بعد میں کانگریس کو بتایا ''اگر ہم نے جنگ کے خلاف قدم نہ اٹھایا ہوتا تو یہ طویل تر ہو جاتی اور مغربی محاذ پر حملے کا خدشہ بڑھ جاتا''۔

یحییٰ خان صرف امریکہ پر انحصار نہ کرتا تھا چین بھی اس کا گہرا دوست تھا۔ دونوں میں کئی باتیں مشترک تھیں جن میں کسنجر کی دوستی سرفہرست تھی۔ سی آئی اے نے بھارت پر چینی حملے کا پہلا سراغ پیکنگ کے اخبار پیپلز ڈیلی سے لگایا۔ اس میں تحریر تھا کہ اگر مشرقی پاکستان میں بھارت کی مثال پر عمل کیا جائے تو بھارت کا کوئی ہمسایہ ملک اپنی فوج بھیج کر ''مغربی بنگال یا سکھستان'' آزاد کرا سکتا ہے۔

یحییٰ خاں نے 11/دسمبر کو اپنے نئے وزیر اعظم نور الامین کو راز داری سے بتایا کہ ''امداد آ رہی ہے''۔ سی آئی اے نے ان کی گفتگو ریکارڈ کر لی۔ یحییٰ نے کہا تھا کہ چینی سفیر نے اسے یقین دلایا ہے کہ ''بہتر گھنٹوں کے اندر چینی فوج نیفا کی سرحد کی طرف حرکت کرے گی''۔ یحییٰ خاں کی گفتگو پر مبنی سی آئے اے کی اس رپورٹ نے واشنگٹن کے اعلیٰ فوجی اور سیاسی حلقوں میں کھلبلی مچا دی اور چینی مداخلت کا نیا موضوع ہر ایک کی دلچسپی کا مرکز بن گیا' محکمہ سراغرسانی کی نئی رپورٹیں آتی رہیں اور بالآخر یہ طے پایا کہ ''یحییٰ خاں کے دعوے کی تصدیق نہیں ہو سکی'' لیکن دبے الفاظ میں اس خدشے کا اظہار ضرور کیا گیا کہ چین پاک بھارت جنگ کے پیش نظر بعض اقدامات کی بارے میں ضرور سوچ سکتا ہے۔

دسمبر 71ء جنگ سے یہ سبق ملا کہ امریکہ کسی ناپسندیدہ ملک کی امداد بند کرنے میں بڑی پھرتی دکھاتا ہے' مگر دوسری پسندیدہ قوموں کیلئے ختم شدہ امداد بھی بحال رکھتا ہے۔ کانگریس کے روز افزوں دباؤ کے تحت اپریل 71ء میں نکسن انتظامیہ نے پاکستان کو اسلحے کی فراہمی کا نیا لائسنس دینے سے انکار کر دیا لیکن ایک سوراخ رکھ لیا گیا جن چیزوں کا لائسنس پہلے دیا جا چکا تھا وہ پاکستان کی فراہم کی جائیں گی۔

امریکی ائر فورس نے احکام کو پس پشت ڈالتے ہوئے نئے آرڈر کے تحت پاکستان کو 10.6 ملین ڈالر کے سامان کی فراہمی کا معاہدہ کر لیا' مگر اس کی ترسیل سینیٹر کینیڈی کے شور و غوغا پر

www.bhutto.org

روک دی گئی۔ اس کے باوجود 5 لاکھ 63 ہزار ڈالر کے فالتو پرزے پاکستان پہنچ چکے تھے۔ 30 ر جون 71ء کو ختم ہونے والے مالی سال کے اندر پاکستان کو 28.5 ملین ڈالر کی کل امریکی فوجی امداد مل چکی تھی۔

جنگ کا بازار گرم ہوا اور بھارت کی برتر فضائیہ نے پاکستان کے دونوں خطوں میں کنٹرول حاصل کر لیا تو یحییٰ نے مزید طیاروں کی درخواست کی' اس کی درخواست پر اردن' کے شاہ حسین نے امریکہ سے پوچھا آیا وہ اپنے 8 امریکی جیٹ پاکستان کو دے سکتا ہے۔

ڈاکٹر ہنری کسنجر پاکستان کی مدد کیلئے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرنا چاہتا تھا چاہے اس سے کانگرس کے فیصلے کی خلاف ورزی ہی ہوتی ہو۔ 6 ر دسمبر کو واساگ کے اجلاس میں یہ معاملہ سامنے آیا تو اس نے پوچھا آیا قانونی کوئی ایسی گنجائش ہے جس کے تحت اردن یا سعودی عرب امریکی اسلحہ پاکستان کو منتقل کر دیں؟ سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے کرسٹوفر فان ہیلن نے کسنجر کی حوصلہ شکنی کی'' امریکہ کسی تیسرے ملک کے ذریعے پاکستان کو اسلحہ منتقل کرنے کی اجازت کیسے دے سکتا ہے جب کہ خود ہم نے پاکستان کی امداد بند کر دی ہے۔

فان ہیلن کے باس اسسٹنٹ سیکرٹری جوزف سسکو نے مدبرانہ منطق سے کسنجر کو اس خیال سے ہٹانے کی کوشش کی۔ اس نے کہا کہ اگر اردن کے جہاز پاکستان کو دے دیئے گئے تو اسرائیل کے مقابلے میں خود اس کی پوزیشن کمزور پڑ جائے گی۔'' صدر ان درخواستوں پر عمل کرنے کا حکم دے سکتا ہے۔''

کسنجر نے کہا'' اگرچہ معاملہ ابھی اس کے سامنے نہیں رکھا گیا لیکن یہ ظاہر ہے کہ وہ نہیں چاہتا کہ پاکستان شکست کھا جائے'' نائب وزیر دفاع ڈیوڈ پیکارڈ نے کہا کہ واساگ کو سوچنا چاہیے کہ کیا کیا جا سکتا ہے' سسکو رضامند ہو گیا'' لیکن یہ کام خاموشی سے کرنا ہو گا'' اس نے خبردار کیا۔

اس تجویز سے امریکہ ایک غیر قانونی اسلحے کی سمگلنگ میں ملوث ہوا اعلیٰ حلقوں میں اضطراب کی لہر دوڑ گئی بعض نے اپنے اضطراب کا اظہار کر دیا' بعض کاریڈور میں ٹہلتے رہے اور پیچ و تاب کھاتے رہے۔ کسنجر نے اس خیال کو ذہن سے نہ جھٹکا۔ 8 ر دسمبر کو واساگ اجلاس میں اس نے پھر یہ مسئلہ اٹھا دیا'' ہم صدر کو سوچنے کی مہلت دینے کیلئے اردن کو کس طرح لٹکا کر رکھ سکتے ہیں ؟'' اس نے پوچھا۔

www.bhutto.org

پیکارڈ نے کہا ''اس سوال کا کوئی جواب نہیں دیا جا سکتا'' ہم اردن کی حکومت کو ایسا کام کرنے کا حکم نہیں دے سکتے جو خود امریکی حکومت نہیں کر سکتی'' اس نے کہا ''اگر امریکہ پاکستان کو اسٹار فائر 104 نہیں دے سکتا تو ہم اردن کو بھی ایسا کرنے کیلئے نہیں کہہ سکتے''۔

کسنجر نے پیشہ ورانہ عیاری سے کہا ''اگر ہم نے پاکستان کی امداد نہ روکی ہوتی تو موجودہ مسئلہ پیدا نہ ہوتا۔ شاید ہم امداد روکتے وقت ممکنہ خطرات کی صحیح پیش بینی نہ کر سکے''۔ ''اگر اردن ایف 104 پاکستان کو دے دے پیکارڈ نے کہا'' تو امریکہ اردن کو یہ طیارے دوبارہ مہیا کرے گا؟

انڈر سیکرٹری جانسن نے ایک نیا راستہ دکھایا ''اگر مغربی محاذ پر بھرپور لڑائی چھڑ گئی تو ایف 104 سے کوئی فرق نہیں پڑے گا ان کی حیثیت محض علامتی ہوگی۔ اگر ہمیں مغربی پاکستان میں مداخلت کرنی ہے تو پھر کھیل کے قواعد مختلف ہوں گے''۔

پیکارڈ نے کاروباری لہجے میں کہا مسئلہ یہ ہے کہ آیا ہم موثر طور پر کچھ کرنا چاہتے ہیں یا نہیں اگر جیتنے کی توقع نہیں تو ٹانگ مت پھنساؤ میرے خیال میں ہمیں باہر نکلنے کا راستہ اختیار کرنا چاہئے''

کسنجر نے دوبارہ کہا کہ اردن کے شاہ حسین کو ابھی اپنے وعدے پر قائم رکھنے کی ضرورت ہے تاکہ وہ اس خیال سے منحرف نہ ہو جائے۔

اس ہدایت پر عمل کیا گیا اور اگلے روز انڈر سیکرٹری جان اردن کے دستخطوں سے ایک تار عمان میں امریکی سفیر لیوس براؤن کو بھیجا گیا ''شاہ حسین کو بتاؤ کہ ہمیں اس دباؤ کا پورا پورا احساس ہے جو پاکستان کی طرف سے اس پر پڑ رہا ہے ہم ابھی اس پوزیشن میں نہیں ہیں کہ اسے کوئی حتمی جواب دے سکیں۔ امریکی حکومت اعلیٰ سطح پر اس مسئلے پر غور کر رہی ہے ہم شاہ کی درخواست کا فوری جواب نہ دے کر نازک صورتحال سے آگاہ ہیں بہرحال اسے قدرے توقف کرنے پر آمادہ کرو''

ایک بار پھر اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کسنجر کے ایلچی کے طور پر کام کر رہا تھا اور ہم براؤن کی طرح آج تک یہ معلوم نہیں کر پائے کہ ''اعلیٰ سطح'' سے کیا مراد ہے؟ امریکی حکومت میں فیصلے کی قوت فرد واحد نے چھین لی تھی اور وہ تھا صدر نکسن۔ بہرحال کسنجر کے مشورے پر اس نے شاہ حسین کو دس ایف 104 طیارے پاکستان منتقل کرنے کی اجازت دے دی۔ یوں سسکو کی تجویز کے مطابق یہ کام ''خاموشی'' سے پایہ تکمیل کو پہنچ گیا۔

www.bhutto.org

18 /اپریل 1972ء سے پہلے حکومت نے اعتراف نہ کیا کہ حسین نے مطلوبہ طیارے پاکستان پہنچا دیئے ہیں۔ اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ نے نیکوکاروں کی طرح سرے سے انکار کر دیا کہ یہ کام امریکی حکومت کی منظوری کے بغیر ہوا ہے اور اس سے امریکہ کی غیر ملکی امداد کے ایکٹ کی خلاف ورزی کی گئی ہے۔ یہ اعتراف اس وقت ہوا جب شاہ حسین تین ہفتوں کے دورے پر امریکہ آیا۔ اس نے صدر نکسن سے ملاقات کی اور اپنی فضائیہ کی کمی پوری کرنے کی درخواست کی پیکارڈ کی پیش گوئی کے مطابق اسے نئے امریکی جیٹ طیارے دینے کا وعدہ کر لیا گیا۔

اس کا سرکاری عہدہ قومی سلامتی کے امور میں صدر کے معاون کا ہے' لیکن اگر اس کے دروازے پر تختی نصب ہو' تو زیادہ بہتر ہو گا۔

کسنجر وائٹ ہاؤس کے تہہ خانے کا حکمران ہے اور اس کی سرگرمی کا اصل مرکز سچوایشن روم ہے جہاں جدید ترین الیکٹرونک آلات نصب ہیں اور ان کے ذریعے دنیا کے کسی بھی مقام پر کسی بھی شخصیت سے رابطہ قائم کیا جا سکتا ہے یہ چھوٹا سا کانفرنس روم ہے۔ صرف دس افراد ایک میز کے گرد کھل کر بیٹھ سکتے ہیں۔ زیادہ شرکاء ہوں تو مزید کرسیاں لگانی پڑتی ہیں اور معاونین تو دیواروں کے ساتھ ٹھسا ٹھس کھڑے ہوتے ہیں

بعض مواقع پر نچلے افسران نے کسنجر کی اس خواہش کو سبوتاژ کیا کہ پاکستان کی مدد ہر ممکن طریقے سے کی جائے اسے اس صورت حال کا علم بھی تھا اس لئے اس نے دسمبر میں وساگ کے اختتامی اجلاس کے سامنے سیٹو کے حوالے سے بات کی تھی اس کا مدعا یہ تھا کہ امریکہ بیرونی جارحیت کے پیش نظر پاکستان کی مدد کرنے کا پابند ہے۔

لیکن اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کے افسر اس معاہدے کی یہ توضیح کرتے ہیں کہ پاکستان کی مدد صرف اسی وقت ضروری ہے' جب اسے کمیونسٹ یلغار کا سامنا ہو۔ ان کا کہنا تھا کہ معاہدے کی زبان بڑی نرم ہے اور اس کا کچھ بھی مطلب لیا جا سکتا ہے اور زیادہ بہتر یہی ہے کہ پاک بھارت تنازعے میں امریکہ غیر جانبدار رہے۔ مگر صدر غیر جانبدار نہیں رہنا چاہتا تھا امریکی پالیسی اور یحیٰی کی خواہشات کا قریبی تعلق اقوام متحدہ کی سرگرمیوں سے بھی عیاں ہو جاتا ہے۔ کسنجر نے سلامتی کونسل کا اجلاس بلانے پاکستانی سفیر کو ہدایات دینے اور قرارداد کا مسودہ تیار کرنے کی تمام تر ہدایات دی تھیں۔ ''اگر اقوام متحدہ اس معاملے میں کچھ کرنے سے عاجز رہی تو اس کا وجود بے کار

www.bhutto.org

ہے‘‘۔اس نے ایک بار کہا تھا۔

وساگ کے کئی اجلاسوں میں کسنجر اعلیٰ سفارتی نمائندوں اور فوجی افسروں سے یوں مخاطب ہوتا جیسے وہ کلاس روم میں لیکچر دے رہا ہو۔ وہ سسکو سے بھی درشتی سے پیش آیا' کیونکہ اس نے اصرار کیا تھا کہ امریکہ کو کچھ سیاسی توازن برقرار رکھنا چاہئے۔

ایک اجلاس کے آغاز میں ہومز نے جنگی صورت حال کا خلاصہ بیان کیا۔ اس نے کہا بھارت ہر طرف سے دباؤ ڈال رہا ہے۔اس نے آٹھ پاکستانی اڈوں پر فضائی حملے کئے ہیں اندرا گاندھی اور جنرل یحییٰ خان دونوں سخت زبان استعمال کر رہے ہیں۔ کسنجر نے بے صبری سے کہا۔

’’صدر کا کہنا ہے کہ یا تو بیوروکریسی بیانات جاری کرے یا پھر وائٹ ہاؤس یہ فریضہ ادا کرے گا‘‘۔

اس نے طوفانی لہجے میں کہا’’ کیا اقوام متحدہ یحییٰ خان کے اس بیان پر اعتراض کرسکتی ہے کہ وہ اپنے ملک کا دفاع کرے گا‘‘ اسسٹنٹ سیکرٹری ڈی پالما نے کہا’’ ہمیں اس طرح یو این او میں مشکلات پیش آسکتی ہیں ممکن ہے بعض ممالک پاکستان کا اس حد تک ساتھ دینے پر رضامند نہ ہوں جس حد تک ہم اس کی حمایت کر رہے ہیں‘‘۔

کسنجر ڈی پالما اور پورے اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ پر برس پڑا۔ وہ ڈپٹی اسسٹنٹ سیکرٹری کرسٹو فر فان ہیلن سے بھی نالاں تھا جو پریس کو غلط طریقے سے بریفنگ کرتا ’’جو شخص بھی پریس کانفرنسوں سے خطاب کر رہا ہے' وہ صدر کے غضب کو دعوت دے رہا ہے۔ مہربانی کر کے صدر کی خواہشات پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرو۔ صدر کا تاثر یہ ہے کہ بریفنگ کرنے والا شخص اسے صورت حال سے مطلع رکھنے کے بجائے ہدایت دینے لگتا ہے‘‘۔

ایک موقع پر کسنجر نے خود نکسن کو پریشان کر دیا۔ نکسن اور اس کی پارٹی از وار میں فرانسیسی صدر جارج پامیدو سے ملاقات کر کے واپس آ رہی تھی۔ کسنجر نے طیارے پر موجود پانچ اخباری نمائندوں کو آف دی ریکارڈ بریفنگ کی عام ضوابط کے تحت کوئی خبر اس کے حوالے سے شائع نہ ہونی چاہئے تھی' بلکہ صرف ’’اعلیٰ انتظامی ذریعے‘‘ کا حوالہ دینا چاہئے۔ مگر جونہی طیارہ زمین پر اترا' واشنگٹن پوسٹ نے گمنام ذریعے کا حوالہ دینے کا ضابطہ توڑنے کی جرات کی اور کسنجر کے نام سے یہ خبر چھاپی کہ اگر روس نے اپنا اثر ورسوخ استعمال کر کے بھارتی فوج کو جارحیت سے باز نہ رکھا تو صدر مئی 72ء میں طے شدہ ماسکو کے سفر پر نظر ثانی کرے گا۔ یہ نظر ثانی کسنجر کے خیال میں امریکہ

www.bhutto.org

اور روس کے تمام تر تعلقات پر اثر انداز ہو سکتی تھی۔

ہنری کسنجر تمام حدیں پھلانگ چکا تھا......!!

پاکستان کی امداد کیلئے وائٹ ہاؤس میں شد و مد سے بحث ہو رہی تھی، مگر صدر نکسن نے وہی کچھ کیا جو پہلے نازک بحرانوں میں کرتا آیا تھا، وہ ایک طویل عرصے تک غیر فیصلہ کن کیفیت میں لٹکا رہا اور جب اس نے آخر کوئی فیصلہ کیا بھی تو وہ حد سے بڑھ کر تھا۔ اس کے اقدام نے عالمی جنگ کا خطرہ پیدا کر دیا جس میں روس اور چین کی شرکت لازمی تھی۔ عوام کے اندازوں اور پریس کی سوچ سے بڑھ کر جنگ کا دائرہ وسیع ہو جاتا۔ اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کا تجزیہ یہ تھا کہ روس اور چین پاک بھارت تنازعہ میں ملوث نہ ہوں گے، مگر دونوں ملک جنگ کیلئے بالکل تیار تھے۔

اس تصادم کی فوجی تیاری بڑی خاموشی سے جاری تھی جب سچویشن روم میں کسنجر بیورو کریسی پر تند و تیز حملے کر رہا تھا عین اس وقت روس اپنے طاقتور بحر ہند کے بیڑے کو حرکت میں لانے کی تیاری میں مصروف تھا 3 ر دسمبر کو تین روسی جنگی جہاز، زمین سے ہوا میں مار کرنے والے میزائلوں سے مسلح ایک تباہ کن جہاز، ایک مائن سو یپر اور ایک نیول آئلر ...... آبنائے ملاکا سے بحر ہند میں داخل ہو گئے ان کی نقل و حرکت نوٹ کر لی گئی، امریکی شعبہ سراغرسانی نے کوئی خاص اہمیت نہ دی۔

8 ر دسمبر تک روسی بیڑے کی نقل و حرمت واشنگٹن میں کسی تشویش کی لہر نہ دوڑا سکی۔ اس وقت شعبہ سراغرسانی کو احساس ہوا کہ نئے جہاز کسی کی جگہ لینے کیلئے نہیں بلکہ قوت میں اضافہ کرنے کیلئے بھیجے گئے ہیں۔ ان کے جو پیغامات پکڑے گئے، ان سے ظاہر ہوتا تھا کہ تینوں نئے جہاز برما کے مشرق میں پانچ سو میل دور تک اور شمال میں خلیج بنگال کی طرف بڑھ رہے تھے اس طرح متنازعہ علاقے میں روسی جہازوں کی تعداد سولہ تک پہنچ گئی۔ ایک مائن سو یپر اور ایک تیل بردار جہاز خلیج بنگال کی مخالف سمت شمال کو بڑھ رہے تھے۔ گائڈڈ میزائلوں سے لیس ایک تباہ کن جہاز ایک تیل بردار جہاز اور ایک معاون جہاز بھارت کے جنوبی حصے کے نزدیک تھے اور مغرب کی طرف بحیرہ عرب کا رخ کئے ہوئے تھے۔

ایک اور معاون جہاز بحر ہند میں کراچی کے جنوب میں پہلے سے موجود تھا اور ایک تیسرا جہاز

www.bhutto.org

مزید جنوب میں حرکت کر رہا تھا روس سمندر کے اندر کوئی درجن بھر خلائی معاون جہاز بھی رکھتا تھا۔ اگر چہ ان کا مقصد خلائی گاڑیوں کی نقل و حرکت کا جائزہ لینا ہے' مگر ان کے جدید ترین الیکٹرانک نظام کی مدد سے دشمن کے پیغامات بھی پکڑے جاسکتے ہیں۔

خلیج عدن کے شمال مشرق میں روس کے تین بحری جہاز اور ایک آبدوز بھی موجود تھی ان کے ساتھ ایک تباہ کن جہاز اور ایک تجارتی جہاز بھی سفر کر رہا تھا ایک اور ٹینکر خلیج عدن کے دہانے کی جانب بڑھ رہا تھا ایک مائن سویپر بھارت کے جنوبی حصے میں اور ایک مرمت کرنے والا جہاز خلیج فارس کے علاقے میں تھا۔

اتنی بڑی قوت پر روس مطمئن نہ ہوا اور اس نے تین اور جہاز اس خطے کی طرف بھیج دیئے۔ ان میں ایک تباہ کن جہاز ایک تیل بردار جہاز اور ایک آبدوز شامل تھی۔ یہ آبدوز جہاز سے جہاز پر مار کرنے والے چار میزائلوں سے لیس تھی۔ اس بیڑے کا رخ آبنائے ملاکا کی جانب تھا۔ جب 8/دسمبر کو انہیں دیکھا گیا تو وہ بحیرہ جاپان کے جنوب سے مشرقی چینی سمندر میں داخل ہو رہے تھے ان کے پیچھے ایک اور آبدوز بھی چلی آ رہی تھی۔

چینیوں کی فوجی نقل و حرکت کے پہلے آثار ہمالیہ میں دیکھے گئے۔ 10/دسمبر کی رات کو نیپال میں امریکی اتاشی کرنل ہولسٹ کو نئی دہلی کی فوجی اتاشی سے اپنے پاس بلا کر پوچھا' آیا اس نے تبت کے علاقے میں چینیوں کی کوئی نقل و حرکت محسوس کی ہے۔ کرنل ہولسٹ نے بعد میں انکشاف کیا کہ نئی دہلی کے فوجی اتاشی سے بھارتی حکومت نے اس امر کا سراغ لگانے کو کہا تھا۔ ہولسٹ نے واشنگٹن کو بذریعہ تار مطلع کیا ''بھارتی ہائی کمان کا تاثر یہ ہے کہ تبت میں چینیوں کی سرگرمی بڑھ رہی ہے

اسی شام ایک ڈنر پارٹی میں روسی فوجی اتاشی نے کرنل ہولسٹ کو بتایا ''میں نے نیپال میں چینی فوجی اتاشی کو خبردار کیا ہے کہ چین کو اس تنازعے میں ٹانگ نہ اڑانی چاہئے۔ روس کی فوجی قوت اس سے بہتر ہے''

روس میں ایک ایسا جنگی منصوبہ زیر بحث تھا جو لوپ نور پر حملے سے متعلق تھا۔

لوپنور' چین کے صوبہ سنکیانگ کی دور افتادہ تعجب خیز جھیل ہے۔ جھیل کا ایک سرا تازہ پانی پر مشتمل ہے' دوسری جانب نمکین پانی ہے۔ اس جھیل پر صرف لوپ نک قبائلی ہی کبھی آئے ہوں تو

www.bhutto.org

آ ئے ہوں' مہذب دنیا کے کسی فرد نے اسے اپنی آنکھ سے نہیں دیکھا۔ اس علاقے کے تازہ ترین نقشوں میں ایک سڑک نظر آتی ہے جو جھیل سے بیس میل دور ختم وہ جاتی ہے لیکن خفیہ فضائی نقشوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہاں اور بھی سڑکیں موجود ہیں جو نقشوں میں نہیں دکھائی گئیں۔ چینی سائنس دان لوپ نور کے علاقے میں اکثر آتے رہتے ہیں۔ پاک بھارت جنگ چھڑنے سے پیشتر 18/ اکتوبر کو انہوں نے وہاں ایک ایٹمی دھماکہ کیا اور تیرھواں دھماکہ 7/ جنوری کو متوقع تھا۔

ممکن ہے ان سرگرمیوں کو روسی سیاروں کی مدد سے نوٹ کر لیا گیا ہو۔ چین کی ایٹمی قوت صرف چھ سو میزائلوں تک محدود ہے' جو ایک ہزار میل تک مار کر سکتے ہیں' مگر نئی تکنیکی ترقی کی مدد سے ایک ایسا راکٹ ایجاد کر لیا گیا تھا جو اڑھائی ہزار میل تک مار کر سکتا تھا۔ اس طرح ماسک چینی میزائلوں کی زد میں آ گیا تھا۔

روسی لیڈرں نے اپنی زمینی اور فضائی افواج سنکیانگ کی سرحد پر پھیلا دیا۔ روسی میزائلوں کے عملے کو چینی شہروں کے نشانے لینے کا حکم مل گیا۔ اس دوران میں چینیوں نے ہمالیہ میں اپنی فوجی تیاریاں جاری رکھیں۔ امریکی جاسوس طیاروں نے ریڈیائی سگنل پکڑے جن سے اس نقل و حرکت کا ثبوت ملتا تھا۔ اس علاقے میں متعین چینی یونٹ فضائی کیفیت کے اعداد و شمار پیچھے بھیج رہے تھے۔ سی آئی اے نے اس پر تبصرہ کیا۔ ''موسمیاتی کیفیت کی سگنل بھیجنے کا یہ مطلب تھا کہ چینی فوج کو الرٹ کر دیا گیا'' ان دنوں آسمان صاف تھا۔

21/ اکتوبر کے بعد کوئی برف باری نہ ہوئی تھی۔ چین بھارت سرحد پر دس ہزار سے بارہ ہزار فٹ کی بلندی پر درجہ حرارت نقطہ انجماد سے نیچے تھا۔ تبت سے بھارت داخل ہونے کیلئے تمام درے کھلے ہوئے تھے۔ نئی دہلی میں روسی سفیر نکولائی پیگوف نے بھارتی لیڈروں کو یقین دلایا کہ انہیں چینی حملے سے کسی تشویش میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں۔ روس سنکیانگ پر حملہ کر دے گا۔ یہ تمام معلومات صدر نکسن کو مل رہی تھیں اور وہ سوچ رہا تھا کہ یحییٰ خاں کی مدد کس طرح کی جا سکتی ہے۔ اس نے اپنے تمام اقدامات عوام سے مخفی رکھے۔ بحر ہند میں امریکی بحریہ کا ایک طیارہ بردار جہاز اور قدیم تباہ کن جہاز متعین تھے۔ برطانوی بیڑہ رخصت ہو جانے کے بعد اس خطے میں جو خلاء واقع ہو گیا تھا اس پر امریکی ایڈمرل پیچ و تاب کھا رہے تھے وہ بحر ہند کو ''روسی جھیل'' کہا کرتے تھے۔

www.bhutto.org

پاک بھارت جنگ چھڑنے سے ان ایڈمرلوں کو سنہری موقع مل گیا بڑی بحث وتمحیص کے بعد انہوں نے کسنجر کو ایک منصوبہ پیش کر دیا ''قومی سلامتی کے امور میں صدر کے معاون کیلئے میمورنڈم'' اور اس کا عنوان یہ تھا ''پاک بھارت...... علاقے میں قوت کے مظاہرے کا خاکہ''......

9/دسمبر کو نکسن نے اپنے دفتر میں چند ایک کام انجام دیئے اور پھر وہ ایگزیکٹو آفس کی بلڈنگ میں اپنے دفتر میں جا چھپا۔ وہاں وہ ان مشیروں کی رسائی سے بھی باہر تھا جن سے عام ملاقات رہتی۔ نکسن کو اس منصوبے پر غور کرنا تھا جو کسنجر نے اس کی منظوری کیلئے پیش کیا تھا۔ اس منصوبے میں کوئی غیر معمولی بات نہ تھی۔ ایک ٹاسک فورس خلیج بنگال میں بھیج دی جائے تاکہ بھارتی فضائیہ کی توجہ پاکستانی علاقے سے ہٹ جائے اور مشرقی پاکستان کی ناکہ بندی کرنے والا جہاز ''وکرنٹ'' بھی اپنی توجہ امریکی بیڑے کی طرف مبذول کر دے۔

منصوبے میں یہ بات شامل تھی کہ ٹاسک فورس صرف آبنائے ملاکا میں جا کر روس اور بھارت کو نظر آسکے تاکہ وہ بھی اپنی فوجوں کو خبردار کرسکیں۔ پوزیشن سنبھالنے کے بعد ٹاسک فورس یوٹو جاسوسی طیارے خلا میں بھیجے گی۔ ان کی امداد کیلئے دو ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے پرواز کرنے والے ایس آر ٹو بھی شامل ہو جائیں گے اس طرح امریکہ کے بہترین جاسوسی طیارے روسی بحیرہ کی نقل وحرکت پر نظر رکھیں گے۔

اس منصوبے کے مطابق نمبر 82 چھاتہ ڈویژن کو حرکت میں لانا اور شمالی کیرولینا کے پاپ ائرفورس بیس پر ٹرانسپورٹ طیارے جمع کرنا بھی تھا۔ دھوکہ دینے کیلئے امریکہ افریقی ممالک سے پرواز کی اجازت مانگے گا اور اس کا مقصد یہ ظاہر کیا جائے گا کہ ان جہازوں سے مشرقی پاکستان میں گھرے ہوئے لوگوں کو نکالا جائے گا۔ صدر نے تھوڑی دیر تک منصوبے پر غور کیا' پھر چند ترمیموں کے بعد اس کی منظوری دے دی۔ فوراً بعد ٹاسک فورس نمبر 74 تشکیل دی گئی۔ دنیا کے سب سے طاقتور ایٹمی قوت سے چلنے والے جہاز انٹرپرائز کو اس کا کمانڈر مقرر کیا گیا تھا اس پر پانچ ہزار سے زیادہ عملہ' چھتر سے زیادہ لڑاکا طیارے اور پانچ ہیلی کاپٹر تھے۔ ٹاسک میں گائیڈڈ میزائلوں سے لیس تین تباہ کن جہاز کنگ ڈیکٹر' ور پارسنز بھی شامل تھے۔ ہیلی کاپٹر بردار جہاز ٹریپولی بھی اس بیڑے میں شامل تھا جس پر ہیلی کاپٹروں کے پچیس لڑاکا گروپ اور بحری افواج کی دو کمپنیاں موجود تھیں۔

www.bhutto.org

ان جہازوں کو آبنائے ملاکا میں جمع ہونے کا حکم ملا۔ پہلے جہاز 12 /دسمبر کو واشنگٹن کے وقت کے مطابق سات بجکر پینتالیس منٹ شام کو وہاں پہنچتے تھے۔ تین دن بعد 45-8 کو انہیں خلیج بنگال میں داخل ہونا تھا۔

جائنٹ چیفس آف سٹاف کے انتہائی خفیہ پیغامات میں ٹاسک فورس کے کمانڈروں کو خبردار کیا گیا تھا 10 امریکی جہازوں کو ابتدائی حملے کا خطرہ بھارتی فضائیہ سے ہے' بھارتی فضائیہ کے پاس صرف روایتی بم' راکٹ' مشین گنیں اور توپیں ہیں ۔ان کے پاس پچیس بحری جہازوں کے خلاف فضا سے مار کرنے والے میزائل نہیں''۔

ٹاسک فورس 74/ کا پہلا گروپ - انٹر پرائز اور تین تباہ کن جہاز...... ویت نام کے یانکی اسٹیشن سے روانہ ہوا۔ دوسرا گروپ ٹریپولی اور تین تباہ کن جہاز فلپائن کی سیوبک جھیل سے چل پڑے۔ ان جہازوں کے مابین ریڈیائی پیغامات کا تانتا بندھا ہوا تھا...... بحرالکاہل کی کمان اور واشنگٹن کی ہائی کمان سے بھی رابطہ وائرلیس کے ذریعے قائم تھا۔

بعض پیغامات سے مشن کی رازداری اور صورت حال کی سنجیدگی اور نزاکت کا احساس ہوتا تھا۔ ٹاسک فورس کو ہدایت کی گئی تھی کہ وہ اپنے بعض سگنل 'سپیکٹ ایکسکلوزڈ'' کے عنوان سے بھیجے۔ فوجی اعتبار سے یہ سگنل سب سے زیادہ خفیہ خیال کئے جاتے ہیں اور پرل ہاربر میں بحرالکاہل کے بیڑے کا کمانڈر انچیف آف نیول آپریشنز اور جائنٹ چیف آٹ سٹاف ہی ان پیغامات کو دیکھنے کے مجاز تھے بحرالکاہل کے کمانڈر ایڈمرل میکلین نے ایک پیغام میں جائنٹ چیفس کو اطلاع دی کہ ابنائے ملاکا میں 13 /دسمبر کو گرین وچ وقت کے مطابق 8 بجے صبح ٹاسک فوج کے جہاز جمع ہو سکتے ہیں اور خلیج بنگال میں 16 /دسمبر کو صبح 9 بجے داخل ہو جائیں گے۔

اس بیڑے کے لئے ڈھاکہ سے امریکیوں کے انخلاء کی آڑ تراشی گئی تھی مگر ٹاسک فورس 74 کے کمانڈر ایر ایڈمرل کوپر نے بیڑے کو جنگی تیاری کا حکم دے دیا ساتھ ہی اس نے روسیوں کی فضائی حدود کی خلاف ورزی کئے بغیر پہنچنے والے جہاز نزدیک ترین تین ہزار میل کے فاصلے پر قاہرہ میں روسی 'ہیمرز' طیارے تھے......

امریکی بحریہ کے منصوبہ سازوں کی توقعات کے مطابق ٹاسک فوج کی خبر دنیا بھر میں پھیل گئی۔ اس خبر نے مختلف اثرات مرتب کئے۔ یحیٰی خان نے اسی بنا پر جنگ طویل کر دی بھارت میں

www.bhutto.org

یہ افواہ اڑی کہ ٹاکس فورس نے ایک بھارتی تباہ کن جہاز کو غرق کر دیا ہے۔ اور بھارتی عوام کے اندر غم و غصے کی لہر دوڑ گئی۔ بمبئی کے امریکہ قونصل جنرل نے نفرت کا یہ نقشہ کھینچا۔

ہمیں پاک فضائیہ کی بمباری سے اس قدر خطرہ نہیں جتنا مشتعل ہجوم سے ہم ہراساں ہوئے بیٹھے ہیں۔

13 /دسمبر کو بھارت کے اعلیٰ افسران روسی سفیر پیگوف کے پاس آئے۔ سفیر نے انہیں تسلی دی کہ گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ سی آئی اے کو روسی سفیر اور بھارتی افسروں کی خفیہ گفتگو کو تمام ریکارڈ موصول ہو گیا۔ ''ساتویں بحری بیڑے کی نقل و حرکت کا مقصد یہ ہے کہ بھارتی فضائیہ کو پاکستان پر حملے کرنے سے باز رکھا جائے اور پاک فوج کے حوصلے بڑھائے جائیں' روسی سفیر نے بھارتیوں کو کہا تھا'' روسی بیڑہ بھی بحر ہند میں پہنچ چکا ہے اور وہ ساتویں امریکی بیڑے کو مداخلت کی اجازت نہ دے گا''

اکثر کہا جاتا ہے کہ روسی صرف خالی خولی وعدے کرتے ہیں' مگر پیگوف کو یہ فوقیت حاصل تھی کہ اس کے الفاظ میں ''فولاد'' پنہاں تھا۔ بحر ہند میں پہلے سے موجود روسی بیڑے کے علاوہ ایک اور روسی بیڑہ کرسٹا قسم کے گائڈڈ میزائلوں سے لیس کروزر امریکی ٹاسک فورس کے پیچھے لگا ہوا تھا۔ ایک اور روسی آب دوز بحیرہ جاپان میں داخل ہو رہی تھی اور ولاری واسٹک کی بندرگاہ میں ایک اور گائڈڈ میزائیل کروزر خلیج بنگال میں کارروائی کرنے کی تیاری کر رہا تھا۔

12 /دسمبر کو انخلاء کا کام مکمل ہونے کے بعد ڈھاکہ سے کون نکلنا چاہتا تھا؟ ٹاسک فورس کا آخری عذر بھی ختم ہو چکا تھا' مگر امریکی جہاز برابر آگے بڑھ رہے تھے۔ وائٹ ہاؤس اور پینٹاگان دونوں کو علم تھا کہ خلیج بنگال میں عالمی امن کے لئے کتنا بڑا خطرہ منتظر ہے۔ وہ بحران جو بڑی دیر سے اندر ہی اندر جنم لے رہا تھا' 15 /دسمبر کو حقیقت بن کر سامنے آ گیا۔

پیکنگ میں بھارتی سفیر کے ہاتھ میں یہ نوٹ تھما دیا گیا کہ 10 /دسمبر کو بھارتی فوج کا ایک گروپ چین' سکم سرحد پار کر کے چینی علاقے میں داخل ہو گیا۔ چین نے ایسی حرکتوں کو فوری طور پر ختم کرنے پر زور دیا۔ چین نے 1962ء میں بھی اسی طرح کے الزام تراشے تھے دسمبر 71ء میں بھی اس نے یہی عمل دہرایا اور ہم اس کے ارادوں کا اندازہ لگا سکتے ہیں' تاہم مشرقی پاکستان میں حالات چین کے اندازوں سے زیادہ تیزی سے بدلنے لگے پیکنگ ابھی تک سفارتی سطح پر حملے

www.bhutto.org

کے بہانے ڈھونڈ رہا تھا اور ڈھاکہ میں پاک فوج بھارت کے سامنے ہتھیار ڈالنے کی تیاری کر رہی تھی۔

14 / دسمبر کو ساڑھے چھ بجے شام جنرل نیازی ڈھاکہ کے امریکی قونصل خانے میں مدد مطلب کرنے آیا تھا وہ بھارت سے جنگ بندی کی درخواست کرنا چاہتا تھا اس کا اپنا ٹرانس میٹر بھارتی بمباری سے ٹوٹ گیا تھا۔ امریکی قونصلر سپائیوک کرنے پروٹوکول کے آداب ملحوظ رکھتے ہوئے نیازی کی درخواست واشنگٹن بھیج دی تا کہ اسے وہاں سے نشر کیا جا سکے اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ میں یہ پیغام ڈھاکہ کے وقت کے مطابق 15--7 بجے شام موصول ہوا۔

اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ نے یہ پیغام اسلام آباد میں اپنے سفیر فارلینڈ کو بھیج دیا تا کہ وہ یحییٰ سے اس کی تصدیق کرے۔ فارلینڈ کا پہلا ردعمل یہ تھا کہ پیغام ''مبہم'' ہے ڈھاکہ میں اس وقت صبح کے ساڑھے تین بج رہے تھے کہ واشنگٹن نے اسلام آباد سے پوری طرح تصدیق کر لی۔

اگر چہ امریکہ کے ریڈیو ٹرانس میٹر دنیا کے کسی بھی حصے سے فوری رابطہ قائم کر سکتے ہیں' مگر زندگی اور موت کے اس سوال کے ساتھ یوں سلوک کیا گیا جیسے عام سفارتی دعوت کہیں سے بھیجی یا موصول کی جا رہی ہو' اقوام متحدہ میں امریکی نمائندوں کو پاکستانی سفیر رضا اور بھارتی وزیر خارجہ سورن سنگھ کی تلاش کے لئے کہا گیا۔ مگر دونوں میں سے کوئی بھی نہ مل سکا۔ بالآخر جنرل نیازی کا پیغام نئی دہلی میں امریکی سفیر کیٹنگ کو ارسال کر دیا گیا۔ اس وقت 12 بجکر 56 منٹ ہو رہے تھے۔

ڈیڑھ گھنٹہ پیغام کو ''ڈی کوڈ'' کرنے بھارتی افسروں کی تلاش اور ان تک پیغام پہنچانے میں صرف کر دیا گیا۔ جنرل اروڑہ کو بھی پیغام بھیجنے میں مزید وقت ضائع کرنا پڑا۔ جنرل نیازی کے قونصل خانے میں داخل ہونے اور توپوں کی خاموشی میں اکیس قیمتی اور نازک گھنٹے لگ گئے تھے اور بنگال کی سرزمین پر مزید خون بہتا رہا اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کا کہنا ہے کہ یہ دیر ناگزیر تھی اور جنگ پھیلانے یا نیازی کے فیصلے کو سبوتاژ کرنے کی درون پردہ سازش نہ کی گئی تھی۔

اس دوران میں امریکہ کو اکیس گھنٹے اپنی خفیہ چالوں کو آگے بڑھانے کے لئے مل گئے چین کے لئے یہ ناکافی وقت تھا اور وہ بھارت پر حملہ نہ کر سکا۔ روس کو چین پر حملہ کا بہانہ ہاتھ نہ آسکا اور ٹاسک فورس 74 ابھی دور بہت دور تھی کہ جنگ ختم ہو گئی دنیا نے تو سکون کا سانس لیا' مگر بڑی طاقتوں کو اس کا اعزاز لینے کا کوئی حق نہیں۔ جنگ روس' چین یا امریکہ کی خفیہ چالوں یا کوششوں کی

www.bhutto.org

بناپر ختم نہیں ہوئی بلکہ یہ خود ہی انجام کو پہنچ گئی۔

اقوام متحدہ کے اسسٹنٹ سیکرٹری جنرل پال مارک ہنری نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا تھا: ''یہ انوکھی جنگ ہے۔ یوں لگتا ہے سب کچھ سوچے سمجھے منصوبے کے مطابق ہوا اور جنرل نیازی اس سارے ڈرامے کی کلید ہے۔ میرا ذاتی احساس یہ ہے کہ انہیں ہتھیار ڈالنے کے لئے رشوت دی گئی تھی'' مشرقی پاکستان موت کے کرب میں مبتلا رہا بڑی طاقتیں انسانی جانوں کی قدر و قیمت سے بے نیاز اپنی ریشہ دوانیوں میں مصروف رہیں' مگر امریکہ جس کا دو سو سالہ ماضی باوقار روایات سے مزین ہے۔

صدر نکسن نے اس کے دامن پاک پر ایک نہ مٹنے والا سیاہ دھبہ لگا دیا......

---

www.bhutto.org

بحری بیڑے کا راز کیا تھا؟

1971ء میں جب بھارتی جارحیت اپنے نقطۂ عروج کو چھو رہی تھی اور تمام بین الاقوامی اصول وضوابط اور اخلاقیات کو پائے حقارت سے ٹھکرا کر بھارتی سامراج اپنی اصلیت ظاہر کر چکا تھا۔ مکتی باہنی کے روپ میں بھارتی فوج کے کمانڈوز مقامی غداروں کے ساتھ مل کر پاکستانی فوج کو عملاً مفلوج کر چکے تھے اور بین الاقوامی سرحدوں سے بھارت کے آہن پوش لشکری آتش و آہن کی بارش برسانے پاکستانی سرحدوں کا تقدس پامال کرتے مشرقی پاکستان میں گھس آئے تھے تو پاکستانی اخبارات میں یکا یک امریکہ کے چھٹے بحری بیڑے کا غلغلہ بلند ہوا۔

یہ سمجھا جانے لگا کہ امریکی بحری بیڑے کا یہ طاقتور کلیائی طیارہ بردار جہاز پاکستان کی مدد کیلئے خلیج میں داخل ہوا ہی چاہتا ہے۔ یہ افواہ تھی یا سچ؟

پاکستانی فوج اور عوام کے مورال کو بلند کرنے کی بھونڈی کوشش تھی یا مذاق؟ اس سوال کا جواب ممکن ہے آپ کو فرینک وان ڈرلنڈن کی کتاب ''نکسن امن کی تلاش میں'' سے مل جائے۔ فاضل مصنف نے بحری بیڑے کے معمے کو حل کرنے کی کوشش کی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ پس منظر اور پیش منظر جس میں بھارت مغربی محاذ پر جنگ بندی کرنے پر مجبور ہو گیا بھی بیان کیا ہے۔

دسمبر 1971ء کے آغاز میں بھارت اور پاکستان کے مابین جنگ چھڑنے سے صدر نکسن کو دھچکا لگا۔ علاوہ ازیں تلاش امن کے لیے ان کی مہتمم بالشان حکمت عملی ایک نئے خطرے سے دو چار ہو گئی۔ نکسن خاموش سفارتی اثر و رسوخ بروئے کار لاتے ہوئے اس تنازعے کی شدت کو کم کرنے کی کوشش کر رہے تھے جو بھارت اور اس کے پڑوسی مسلمان ملک پاکستان کے مابین جس سے بھارت کو سخت نفرت تھی پیدا ہو گیا تھا۔ انہیں معلوم تھا کہ بھارت جسے روس نے مسلح کیا تھا اور چین کے موکل پاکستان کے مابین جنگ سے ماسکو اور پیکنگ سے ان کی اعلیٰ ترین سطح کی ملاقاتوں کا منصوبہ کھٹائی میں پڑ جائے گا۔

گو صدر نکسن نے چوٹی کی ملاقاتوں ویت نام کی جنگ کے سلسلے میں خفیہ مذاکرات مشرق

www.bhutto.org

وسطیٰ کی کشیدگی میں کمی امریکی ڈالر کے استحکام اور اسلحہ کے کنٹرول کے معاہدے پر موسم گرما اور خزاں میں زیادہ توجہ مرکوز رکھے رکھی' مگر انہوں نے پاک بھارت کے تصادم کے خطرے کو کمتر اہمیت دی۔

شروع میں تو برصغیر کی کشیدگی سے واشنگٹن کو فی الحقیقت کوئی واسطہ نہ تھا۔ یہ مسلمان پاکستان کے دونوں بازوؤں کا آپس کا جھگڑا تھا ان میں ہزاروں میل کا جغرافیائی بعد تھا اور انکے درمیان دیو قامت بھارت حائل تھا۔ حکومت پر مغربی پاکستان کے پنجابیوں کا غلبہ تھا جو مشرق میں چھوٹے چھوٹے کچے گھروں میں رہائش پذیر غریب بنگالیوں کو حقارت سے دیکھتے تھے۔ دسمبر ۱۹۷۰ء کے انتخابات کے نتیجے میں عوامی لیگ کو جو بنگالیوں کے لئے زیادہ خود مختاری کا مطالبہ کر رہی تھی قومی اسمبلی میں اکثریت حاصل ہو گئی۔ مارچ ۱۹۷۱ء کے آخر میں جب عوامی لیگ اور حکومت کے درمیان مذاکرات ناکام ہوئے تو پاکستان کے فوجی آمر جنرل یحییٰ خان نے مخالفت کو کچل ڈالنے کے لئے فوجی کارروائی کی۔ عوامی لیگ پر پابندی عائد کر دی گئی اور اس کے قائد شیخ مجیب الرحمٰن پر غداری کا الزام لگا کر اسے حوالہ زنداں کر دیا گیا۔

نکسن کے مخالفین نے الزام لگایا کہ انہوں نے نہ صرف فوج کے ظلم وستم کے خلاف جسے امریکہ اسلحہ مہیا گیا تھا' لب وا کئے بلکہ ساڑھے تین کروڑ پاؤنڈ کی مالیت کی فوجی امداد کا سلسلہ بند کرنے میں بھی تاخیر سے کام لیا۔ اس الزام کا نکسن نے یوں جواب دیا۔ امریکہ نے فوجی کارروائی کی حمایت کی اور نہ اس سے اغماض برتا۔ فوری کارروائی کرتے ہوئے ہم نے اپریل میں پاکستان کے لئے فوجی ساز و سامان کے لائسنسوں کا اجرا اور تجدید بند کر دی گزشتہ سال جن ہتھیاروں کی ترسیل کا وعدہ کیا تھا۔ اس پر عملدرآمد روک دیا اور اقتصادی ترقی کے لئے قرضوں کا کوئی نیا وعدہ نہ کیا۔ اس کارروائی کے باعث ساڑھے تین کروڑ پاؤنڈ مالیت کے اسلحہ کی ترسیل رک گئی۔ پچاس لاکھ پاؤنڈ کی مالیت سے کم کے فاضل پرزے پہلے سے جاری شدہ لائسنسوں پر سپلائی کئے گئے اور نومبر کے آغاز سے سپلائی کا سلسلہ کاملاً منقطع کر دیا گیا!

نکسن نے یہ بھی کہا کہ ہم نے بھارت میں پناہ گیروں اور پاکستان میں قحط سے دوچار ہونے والے لاکھوں افراد کے انسانی مسئلے کے حل کے سلسلے میں اقوام متحدہ کے توسط سے بھاری امدادی پروگرام پر اصرار کیا۔ انہوں نے کہا'' ہم پچاس کروڑ امریکی ڈالر نقد یا اشیاء کی صورت میں

www.bhutto.org

دینے کو تیار تھے۔ یہ رقم باقی تمام ممالک کی فراہم کردہ رقم سے قریب قریب رہ گئی ہے۔ مشرقی پاکستان کے اندرونی علاقوں میں گندم پہنچانے کے لئے ہم نے مال بردار جہازوں کے کرائے کی رقم بھی ادا کی... نومبر تک اس قحط کا خطرہ ٹل گیا جو مشرقی پاکستان کے سارے علاقے کو اپنی لپیٹ میں لینے کو تھا۔ بھارت میں پناہ گیروں کو بھوکوں مرنے نہیں دیا گیا؟

صدر نے سیاسی تصفیے کے لئے پاکستان اور بھارت پر دباؤ بھی ڈالا تاکہ پناہ گیر اپنے گھروں کو لوٹ سکیں۔ 28 مئی کو نکسن نے دونوں ممالک کے حکمرانوں کے نام تاکیدی مکتوب لکھے۔ صدر یحییٰ خان کو انہوں نے لکھا:

''برصغیر میں قیام امن کے سلسلے میں یہ ناگزیر ہے کہ مشرقی پاکستان میں ایسے حالات پیدا کئے جائیں جن کے باعث بھارت میں مقیم پناہ گیر جلد از جلد واپس آ جائیں۔ مجھے آپ سے پرزور طور پر یہ کہنا ہے کہ آپ بھارت سے ملحقہ اپنی سرحدوں پر اور بھارت کے ساتھ اپنے عام تعلقات میں اعتدال روا رکھیں۔'' وزیراعظم اندرا گاندھی کے نام نکسن نے اپنے خط میں انکشاف کیا کہ وہ خاموش سفارت کاری کے ذریعے پاکستان کو راہ راست پر لانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ انہوں نے بھارت سے جنگ نہ کرنے کی درخواست کی۔ انہوں نے لکھا: ''ایشیا کی ایک بڑی طاقت ہونے کے ناطے بھارت پر اس خطے میں استحکام اور امن قائم رکھنے کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔''

1971ء کے موسم گرما کے وسط میں جب ہنری کسنجر صدر نکسن کے دورۂ چین کی تیاری کے سلسلے میں مغربی پاکستان کے ہوائی اڈے سے اڑ کر پیکنگ پہنچا تو یحییٰ خان نے پیکنگ سے اپنی دوستی کی بنا پر اس پراسرار ڈرامے میں بلاشبہ بڑا کردار ادا کیا تھا۔ چین کے ساتھ بہتر تعلقات کے ساتھ بھارت کے دوستانہ تعلقات کے باوجود امریکہ بھارت کو چین کا مدمقابل سمجھتا رہا۔ چونکہ پاکستان کو امریکہ کی جانب سے مطلوبہ حمایت نہ مل رہی تھی۔ پاکستان نے اپنی خارجہ پالیسی کی تشکیل نو کا آغاز کر دیا۔ ایک طرف تو اس نے چین کے ساتھ تعلقات استوار کئے اور دوسری طرف روس کی طرف سے بھارت کی کھلی حمایت غیر جانبدارانہ تعلقات کی پوزیشن پر لانے کی کوشش کی۔

1965ء کی جنگ کے دوران اور اس کے بعد پاک چین تعلقات مستحکم بنیادوں پر استوار

www.bhutto.org

ہوئے۔ پاک بھارت جنگ کے دنوں میں چین نے ۱۶ر ستمبر ۱۹۶۵ء کو بھارت کو الٹی میٹم دیا۔ اگر چہ چین نے اپنی دھمکی کو عملی جامہ تو نہ پہنایا' لیکن ظاہر ہے بھارت میں خوف کی لہر دوڑ گئی۔ جنگ کے بعد چین نے پاکستان کو قرضے کے علاوہ فوجی ساز و سامان بھی دیا۔

پاکستان کی داخلی صورت حال یہ تھی کہ ایوب خان نے نوکر شاہی کو زیادہ سے زیادہ اختیارات دیئے اور فی الحقیقت نوکر شاہی کو اپنی سیاسی جماعت بنالیا اور اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے مخالف سیاسی جماعتوں کو بے وقعت بنا کر رکھ دیا۔ ان اقدامات کے نتیجے میں پاکستان میں وحدت اور یکجہتی پیدا نہ ہو سکی۔ آخر کار 25/ مارچ 1965ء کو یحیٰی خان نے پاکستان کی صدارت سنبھالی۔

درست کہ یحیٰی خان نے انتخابات کرانے کا وعدہ کیا تھا' لیکن اب جو ہم ماضی پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں انتخابات کے انعقادت کی وجوہات یا جواز نظر نہیں آتا' کیونکہ عوامی لیگ کی کامیابی یقینی تھی۔ بدیہی اور قابل قبول وجہ تو یہی ہو سکتی ہے کہ انہوں نے نتائج کے بارے میں غلط اندازہ لگایا ہو۔ وہ یہ سمجھے ہوں کہ عوامی لیگ کو اتنی نشستیں نہ ملیں گی جن کے بل بوتے پر وہ حکومت بنا سکے۔ انتخابی مہم کے دوران پاکستان کے سیاسی نظام میں قدرت کی طرف سے مداخلت ہوئی۔

1970ء کے موسم گرما میں سیلاب آئے جن کے باعث انتخابات ۵/ اکتوبر کے بجائے ۷/ دسمبر 1970ء تک ملتوی کر دیئے گئے۔ پھر 12/ نومبر 1970ء کو مشرقی پاکستان میں سمندری طوفان نے قیامت برپا کردی۔ بنگالیوں کی مناسب دستگیری نہ ہوئی اور وہ سوچنے لگے کہ پاکستان کے سیاسی نظام میں ہی کچھ خرابی ہے جس کے باعث انہیں کمتر پوزیشن دی جاتی ہے۔

مجیب الرحمٰن کی کامیابی کے بعد یحیٰی خان نے اس سے ملاقات کی اور چھ نکات کے مسئلے پر اسے اپنی پوزیشن نرم کرنے کے لئے کہا۔ ملاقات کے بعد یحیٰی خان نے مجیب کو ملک کا آئندہ وزیر اعظم قرار دینے کے علاوہ یہ بھی کہا کہ وہ قومی اسمبلی کا اجلاس جلد طلب کریں گے۔ تاہم 12/ جنوری 1971ء تک یحیٰی خان نے پوزیشن بدل لی اور ملک کی دو بڑی جماعتوں یعنی عوامی لیگ اور پی پی پی کے مابین مذاکرات کی حمایت کی۔ عوامی لیگ نے اتنی نشستیں حاصل کر لی تھیں کہ وہ کولیشن وزارت بنانے کی محتاج نہ تھی۔ بھٹو نے عوامی لیگ کے خلاف مغربی پاکستان کی مختلف سیاسی جماعتوں کو اپنے ساتھ ملانے کی کوشش میں ناکامی کے بعد فوجی حکومت کے حمایت حاصل کرنی

www.bhutto.org

چاہی' سیاسی وحدت اور اقتدار کی منتقلی میں نازک مرحلہ اس وقت آیا جب یکم مارچ کو یحیٰی خان نے قومی اسمبلی کا اجلاس ملتوی کرنے کا فیصلہ کیا۔

ظاہر ہے بھٹو بحرانی کیفیت پیدا کرنے اور بھارتی حملے کا ہوا کھڑا کرنے میں کامیاب ہوگیا تھا۔ اسے فوجی جنتا کے ان شکوک وشبہات کو تقویت پہنچانے میں بھی کامیابی نصیب ہوئی تھی کہ اقتدار حاصل کرنے کے بعد عوامی لیگ فوج کی طاقت کمزور کردے گی۔ حکومت میں شامل ان لوگوں کی بات نہ سنی گئی جو مشرقی پاکستان میں اس فیصلے کے مضر اثرات کی دہائی دیتے تھے۔ اجلاس کے التوا سے بنگالیوں پر یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ مرکزی حکومت عوامی لیگ کے برعکس جس نے 167 نشستیں حاصل کیں۔ اس سیاسی جماعت کے حق میں مداخلت کررہی ہے جسے فقط 81 نشستیں ملیں۔ مشرقی پاکستان کے لئے خوداختیاری کی تحریک اب علیحدگی کے مطالبے کی صورت اختیار کرنے لگی۔ طرفین جب آخری نبرد آزمائی کے لئے تیاری کررہے تھے' تو بظاہر یحیٰی اور مجیب نے سیاسی تصفیے کی آخری کوشش کی۔ یحیٰی پاکستان کو متحدہ رکھنا چاہتے تھے' لیکن جو راہ انہوں نے اختیار کی' اس کے باعث ملک کو دولخت ہونا یقینی تھا۔ 25/ مارچ 1971ء کو فوجی کارروائی کا آغاز ہوا اور جب خانہ جنگی بین الاقوامی مسئلہ بنی تو جنوبی ایشیا بحران کی لپیٹ میں آ گیا۔

بھارت نے 25/ مارچ کی فوجی کارروائی سے بھی پہلے شیخ مجیب کے حق میں اپنی اخلاقی اور ڈپلومیٹک حمایت کے ذریعے مشرقی پاکستان کے داخلی بحران میں ٹانگ اڑانی شروع کردی تھی' اس نے فروری 1971ء کو مشرقی اور مغربی پاکستان کے درمیان اپنی فضائی حدود پر سے ہوائی جہازوں کی پرواز بند کردی۔ فوجی کارروائی کے بعد بھارت مکتی باہنی اور بنگلہ دیش کی جلاوطن حکومت کی پناہ گاہ بن گیا۔ بھارت نے مکتی باہنی کی تربیت اسلحہ کی سپلائی اور اپنی سرزمین کو مشرقی پاکستان پر حملہ کے لئے چھاؤنی بنانے کی اجازت دے کر بحران میں مداخلت کا آغاز کردیا۔

1960ء کے دہاکے کے وسط میں ایسی اطلاعات ملیں کہ سی آئی اے مبینہ طور پر مشرقی پاکستان کے علیحدگی پسند عناصر کی حوصلہ افزائی کررہی ہے۔ 26/ اگست 1966ء کو سی آئی اے کے ڈائریکٹر رچرڈ ہومز نے پاکستانی سفیر غلام احمد کو یقین دہانی کرائی کہ سی آئی اے مشرقی پاکستان میں یا ایوب خان اور ان کی حکومت کے خلاف تخریب کارانہ سرگرمیوں میں ملوث نہیں۔ پاکستان جانے والے امریکیوں کو سی آئی اے کے ایجنٹ اور پاکستان کے منصوبہ بندی کمیشن سے متعلق

www.bhutto.org

امریکہ ماہرین اقتصادیات کو بنگالیوں کے خیالات کا حامی تصور کیا جاتا تھا۔امریکی سفیر فارلینڈ کو بھارت کا حامی ایسا سی آئی اے ایجنٹ گردانا گیا جو پاکستان کے مفادات کو نقصان پہنچانے پر تلا بیٹھا تھا۔

آرک بلڈ امریکی قونصل جنرل متعینہ ڈھاکہ شیخ مجیب اور اس کے مقاصد کی کھلم کھلا حمایت کرر ہا تھا۔ان دونوں میں چوری چھپے ملاقاتیں ہوتی تھیں اور پاکستان کے حکام ان ملاقاتوں سے باخبر تھے۔بلڈ کی سرگرمیوں کو پاکستان کے مفادات کے منافی سمجھا گیا کیونکہ پاکستانی حکام کے نزدیک ان سرگرمیوں کا مقصد علیحدگی کی حوصلہ افزائی تھا۔امریکی سفیر جوزف فارلینڈ نے بلڈ کی سرگرمیوں کا توڑ کرنے کی پوری کوشش کی اور اس نے مجیب سے کہہ دیا کہ امریکہ مشرقی پاکستان کی علیحدگی نہیں چاہتا اور اس سلسلے میں اس کی کوششوں کی حمایت نہ کرے گا۔ہوسکتا ہے بلڈ کے مشورے سے متاثر ہو کر شیخ مجیب نے علیحدگی کے لئے سخت موقف اختیار کیا ہو'لیکن ساتھ ساتھ یہ بات بھی واضح ہے کہ اگر بلڈ اسے یہ مشورہ نہ دیتا تو بھی وہ اسی طرح کا موقف اختیار کرتا۔امریکہ کی سرکاری پوزیشن غیر جانبداری کی تھی لیکن بلڈ کی سرگرمیوں سے صاف ظاہر تھا کہ نکسن انتظامیہ کی پالیسی پر عملدرآمد نہیں ہو رہا چنانچہ 25/مارچ کو فوجی کارروائی کے چند ہفتے بعد بلڈ اور اس کے عملے کے بہت سے افراد کو واپس بلا لیا گیا۔

جولائی 1971ء میں امریکی انٹیلی جنس نے رپورٹ بھیجی کہ روس برصغیر میں جنگ نہیں چاہتا اور پاکستان اور بھارت کے مابین تصادم کو روکنے کی غرض سے قیام امن کی کوششوں میں یقیناً ہاتھ بٹائے گا۔جولائی ہی میں کسنجر نے چین کا دورہ کیا اور 15/جولائی کو اعلان ہوا کہ صدر نکسن فروری 1972ء میں چین کا دورہ کریں گے۔ایک بیان کے مطابق کسنجر نے بھارتی سفیر جھا کو بالواسطہ دھمکی دی تھی کہ اگر بھارت نے پاکستان پر حملہ کیا تو چین مداخلت کرے گا اور امریکہ 1962ء کے برعکس بھارت کی امداد کو نہ آئے گا۔کہا جاتا ہے یہ وہ دھمکی تھی جس کے باعث بھارت نے روس کے ساتھ معاہدہ کیا۔

یہ معاہدہ چین اور امریکہ کی قوت کا توڑ کرنے کے لئے بھارت نے اگست 1971ء میں کیا تھا۔عین ممکن ہے کہ 9/اگست 1971ء کے معاہدے کی وجہ سے جنوبی ایشیا کے حالات وواقعات کے بارے میں روسی رویئے میں تبدیلی پیدا ہوئی ہو۔

www.bhutto.org

مشرقی پاکستان میں داخلی طور پر جب بحران نمودار ہو رہا تھا تو چین نے یحییٰ خان کو صاف صاف بتا دیا کہ وہ صورتحال سے ٹھیک طرح عہدہ برآ نہیں ہو رہا۔ چینی قائدین کو بالخصوص اس بات پر تشویش تھی کہ مشرقی پاکستان کے بحران کو اگر بڑھنے دیا گیا تو بھارت کو ایک اور موقع مل جائے گا اور اس موقع سے فائدہ اٹھا کر کہیں وہ جنوبی ایشیا میں اپنی بالا دستی قائم نہ کر لے اس لئے وہ یحییٰ خان سے باصرار کہتے تھے کہ پاکستان کے داخلی مسائل کا مناسب حل تلاش کیجئے۔ وہ اس سے زیادہ آگے جانے کے لئے پاکستان کے حق میں مداخلت پر تیار نہ تھے۔ جی ڈبلیو چودھری کا بیان ہے کہ یحییٰ خان نے اسے نکسن اور چینی قائدین کے ساتھ اپنی خط وکتابت دکھائی تھی۔ انہوں نے مشورہ دیا تھا کہ اگر بنگالی کسی ایسے تصفیے پر تیار نہ ہوں جس سے پاکستان کی وحدت قائم رہے تو آپ ان کے ساتھ سیاسی سمجھوتہ کر کے ''بھائیوں کی مانند الگ ہو جائیں''، لیکن غلط مشوروں اور یحییٰ خان کی کثرت شراب نوشی کے باعث حالات سنگین سے سنگین تر ہوتے چلے گئے۔

1971ء کے موسم گرما میں امریکی کانگریس بھی بے تعلق نہ رہی، نکسن انتظامیہ کی جنوبی ایشیا کی پالیسی پر سینیٹر کینیڈی نے شدید تنقید کی۔ اگست ۱۹۷۱ء میں امریکہ ایوان نمائندگان نے ایک قرارداد کے ذریعے پاکستان کو امریکی امداد بند کرنے کی سفارش کی۔ انتظامیہ کے برعکس دعوے کے باوجود پاکستان کو امریکی اسلحے کی ترسیل جاری رہی۔ ۱۹۷۱ء میں ایسوسی ایٹڈ پریس کے نمائندے آرنلڈ ذیٹلن سے کسی بنگالی ڈاکٹر نے یوں شکایت کی

''امریکی حکومت ہمیں زندہ رکھنے کے لئے خوراک اور ہمیں مارنے کے لئے بندوق کی گولیاں بھیجتی ہے۔''

یہ بات تو بہت سے لوگوں نے کہی ہے کہ شیخ مجیب کی جاں بخشی کے لئے نکسن نے مداخلت کی تھی۔ نکسن نے یحییٰ سے کہا تھا کہ صبر سے کام لو اور بنگالیوں کے ساتھ سیاسی تصفیہ کرو۔ ۱۹۷۱ء کے موسم بہار میں پاکستان میں قائم امریکی سفارت خانے نے مشرقی پاکستان پر بھارتی حملے کی پیشینگوئی کی تھی۔

نکسن انتظامیہ نے جنوبی ایشیا کی 1971ء کی صورتحال کو 1971ء کے موسم خزاں تک زیادہ اہمیت دی تھی اور نہ اسے فوری حل طلب سمجھا تھا۔ امریکہ نے جب مصالحانہ کوشش کا آغاز کیا تو وقت ہاتھ سے نکل چکا تھا اور جیسا کہ کسنجر نے اپنی 7/دسمبر 1971ء کی پریس کانفرنس میں تسلیم کیا

تھا' اگر ان کوششوں کے نتیجے میں کچھ پیش رفت ہو جاتی تو جنگ روکنا ممکن نہ تھا۔ اندرا گاندھی نے جب واشنگٹن کا دورہ کیا تو نکسن انتظامیہ نے اندرا یحییٰ مذاکرات کا اہتمام کرنے کی غرض سے مزید وقت یا مہلت حاصل کرنے کی کوشش کی۔

نکسن کو یوں لگا جیسے وہ اپنی کوشش میں کامیاب ہو گیا ہو اور یہی وجہ تھی کہ جب بھارت نے حملہ کیا' تو امریکی انتظامیہ کا ردعمل بہت شدید تھا آخری چارہ کار کے طور پر یحییٰ نے نومبر کے وسط میں جنگ روکنے کی کوشش کی۔ اس نے بھارت کے سفیر اٹل کو امن کا خفیہ منصوبہ پیش کیا' مگر مسز گاندھی نے اس منصوبے کو ناقابل عمل پا کر مسترد کر دیا۔ اندرا گاندھی کی واشنگٹن سے واپسی کے ایک ہفتے بعد بھارت نے مشرقی پاکستان پر حملہ کر دیا۔

اندرا گاندھی جب نومبر 1971ء میں امریکی دورے پر واشنگٹن پہنچیں' تو وائٹ ہاؤس پر یہ حقیقت منکشف ہو چکی تھی کہ جنوبی ایشیا بحران کی لپیٹ میں ہے۔ امریکی حکومت نے شرنارتھیوں کے لئے امداد مہیا کر کے بحران دور کرنے کی کوشش کی اور اپنے طور پر یہ سمجھ لیا کہ اسے اب مزید وقت مل گیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ امریکہ نے یہ بھی تجویز پیش کی کہ بھارت اور پاکستان سرحدوں سے اپنی اپنی افواج واپس بلوائیں اور اندرا گاندھی اور یحییٰ خان کے مابین مذاکرات ہوں۔ امریکہ کے سرکاری افسروں کا کہنا ہے کہ جنگ سے بچنے کے لئے پاکستان تو تعاون پر آمادہ تھا' مگر بھارت اس کے حق میں نہ تھا۔

علاوہ ازیں بھارت میں بعض لوگ اسے نادر موقع تصور کرتے تھے جیسا کہ انڈین انسٹیٹیوٹ آف ڈیفنس سٹڈیز کے ڈائریکٹر سبرامنیم نے کھلم کھلا کہا: ''بھارت کو اس امر کا احساس ہونا چاہئے کہ پاکستان کا دولخت ہونا ہمارے مفاد میں ہے اور اس طرح کا موقع ہمیں دوبارہ نہ ملے گا۔'' اگرچہ امریکی سرکاری افسروں نے ٹی این کول کی سربراہی میں بھارتی وفد کے ساتھ مذاکرات کئے لیکن یہ افسر اس نتیجے پر پہنچے کہ یہ مذاکرات بیکار ہیں' کیونکہ بھارت نے حملہ آور ہونے کا پہلے ہی فیصلہ کر رکھا ہے۔ امریکی افسروں کو انٹیلی جنس کے ذرائع سے یہ اطلاعات مل چکی تھیں کہ مشرقی پاکستان کے خلاف فوجی کارروائی کا فیصلہ تو مسز گاندھی کی دورۂ امریکہ پر روانگی سے پہلے ہو چکا ہے۔

یہ باتیں مجھے امریکی افسروں نے اپنے انٹرویوز کے دوران مارچ 1957ء میں بتائی تھیں۔

www.bhutto.org

نکسن اور مسز گاندھی کے مابین مذاکرات کے ساتھ ساتھ جوزف سسکو اور ٹی این کول کی سربراہی میں امریکی اور بھارتی وفدوں کے مابین مذاکرات کرنے والی امریکی جماعت میں شامل تھا' مجھے بتایا کہ ان مذاکرات کا کوئی نتیجہ نہ نکلا۔

مذکورہ بالا مذاکراتی اجلاسوں کے بعد جب بھارت نے مشرقی پاکستان کی سرحد پر اپنی کاروائیاں تیز تر کر دیں اور آخر کار حملہ بھی کر دیا' تو امریکہ کو مسز گاندھی کے دورہ امریکہ کے اصل مقصد کے بارے میں شک گزرا۔ اس شک نے بھارت کے بارے میں امریکہ کے پالیسی سازوں کے منفی رویئے کو تقویت پہنچائی۔ انہیں جنگ ناگزیر نظر آئی اور انہوں نے یحیٰی اور مسز گاندھی کے مابین مذاکرات کے آغاز کے لئے کوششیں تیز تر کر دیں۔ اگرچہ امریکہ نے بھارت اور پاکستان کے مابین مذاکرات کی تجویز پیش کی' لیکن امریکی وزارت خارجہ کے بہت سے افسروں کا خیال تھا کہ نکسن اور کسنجر کی کوششیں بھرپور نہ ہونے کے علاوہ بروقت نہیں اس لئے لاحاصل ہیں۔ بعض امریکی افسروں کا کہنا ہے کہ بھارتی حملے پر وائٹ ہاؤس میں شدید غم و غصے کی جولہر پھیلی' اسکی وجہ یہ تھی کہ صدر نکسن کو محسوس ہوا کہ اندرا گاندھی نے انہیں گمراہ کیا تھا۔ بھارت کے منفی رویئے نے امریکی انتظامیہ کے اس خیال کو بالکل واضح کر دیا کہ بھارت جارحیت کا مرتکب ہوا ہے اس کے مقابلے پر بھارت کی پوزیشن یہ تھی کہ ہمارے پاس اس کارروائی کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہ رہا تھا۔ دورہ امریکہ کے دوران مسز گاندھی نے کہا تھا: ''بنگال میں شرنارتھیوں کا مسئلہ اب پھٹ پڑنے کو ہے...... ہمارے لئے مزید انتظار ممکن نہیں رہا۔'' مشرقی پاکستان پر حملہ کے بعد بھارت کے متعلق امریکی انتظامیہ کی رائے نہ صرف صحیح ثابت ہوئی' بلکہ امریکہ حکومت کے کئی اعلیٰ سرکاری افسر جو بھارت کا دم بھرتے تھے بھارت کو جارح قرار دے رہے تھے۔

اندرا گاندھی کے دورے کے بعد واشنگٹن سپیشل ایکشن گروپ کے اجلاس زیادہ تواتر سے ہونے لگے۔ مسز گاندھی کے دورے کی تاریخ سے لے کر جنگ کے اختتام تک اس گروپ کے کوئی بیس پچیس اجلاس ہوئے ان اجلاسوں کے کئی شرکا کا خیال ہے کہ ان کا مقصد تو ان فیصلوں پر مہر تصدیق ثبت کرانا ہوتا تھا جو نکسن اور کسنجر پہلے ہی کر چکے ہوتے تھے۔ یہ عین ممکن ہے ان اجلاسوں میں کسنجر نکسن کے قاصد کا کردار ادا کر رہا ہو کہ 3 دسمبر 1971ء کے اجلاس میں اس نے کہا تھا:

''ہر آدھ گھنٹے بعد صدر مجھ پر برس پڑتے ہیں کہ ہم بھارت کے ساتھ سخت رویہ اختیار نہیں

www.bhutto.org

کر رہے۔ انہوں نے مجھے ابھی ابھی طلب کیا تھا وہ یہ ماننے کو تیار نہیں کہ ہم ان کی خواہشات کے مطابق کارروائی کر رہے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ ہمارا جھکاؤ پاکستان کی طرف ہونا چاہیے۔ انہیں کچھ اس طرح کا احساس ہے کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں اس کا الٹ نتیجہ نکلتا ہے۔''

نکسن رپورٹ 72ء کے مطابق بھارت اور پاکستان میں جنگ چھڑنے کے بعد امریکی پالیسی کا مقصد یہ تھا کہ جنگ بندی کروائی جائی۔ اس مقصد کو بروئے کار لانے کے لئے امریکہ نے روس کا تعاون حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن روس نے سلامتی کونسل کی ان قراردادوں پر جن میں جنگ بندی اور فوجوں کی واپسی کا مطالبہ کیا گیا تھا حق استرداد استعمال کیا۔ روس نے بین الاقوامی کارروائی میں روڑے اٹکائے تاآنکہ مشرقی پاکستان پر قطعی قبضہ ہو گیا۔

امریکہ کے سامنے ایک اور چیز تھی۔ دوسرے علاقوں کے لئے یہ واقع کیسی نظیر قائم کرے گا۔ علاوہ ازیں یہ بھی پیش نظر تھا کہ امریکہ کے حلیف پر حملے کے دوران عدم کارروائی کو روس یا چین امریکہ کی کمزوری نہ سمجھ لیں۔ یہ خیال اس وقت خصوصی اہمیت اختیار کر گیا جب کسنجر نے محسوس کیا کہ بھارت تو مغربی پاکستان کو بھی ٹکڑے ٹکڑے کرنا چاہتا ہے۔ نکسن رپورٹ کے مطابق ''(6 دسمبر کو) ہمیں اس امر کا باوثوق ثبوت ملا کہ بھارت اس بات پر سنجیدگی کے ساتھ غور کر رہا ہے کہ وہ پاکستان کی جانب کشمیر کے علاقے پر قابض ہو جائے اور مغرب میں پاکستان کی فوجی طاقت کو تباہ کر دے۔ ہم اس ثبوت سے غفلت نہ برت سکتے تھے علاوہ ازیں ہم اس امر سے بھی غافل نہ ہو سکتے تھے کہ جب ہم نے بھارت اور اس کے حامیوں سے اس کے برعکس صاف صاف یقین دہانی کے لئے بار بار کہا تو ہمیں یہ یقین دہانی نہ کرائی چنانچہ بڑی جنگ کی پیش بندی کے لئے ہمیں کارروائی کرنا پڑی۔'' یہ باوثوق ثبوت دراصل سی آئی اے کی رپورٹ تھی اس رپورٹ سے کسنجر کے ان شکوک وشبہات کو تقویت ملی جن کا اظہار وہ واشنگٹن سپیشل ایکشن گروپ کے اجلاسوں میں بار بار کر چکا تھا۔

یہ وہ صورتحال تھی جب جوابی کارروائی کے طور پر امریکہ نے خلیج بنگال میں نیوکلیائی طیارہ بردار بحری جہاز انٹرپرائز بھیجنے کا فیصلہ کیا پاکستان کے قیام کے سلسلے میں نکسن کی مہم کے اس نازک مرحلے پر صدر کے مشیر برائے قومی سلامتی نے پاکستان کی ناراضگی مول لینا موزوں نہ سمجھا۔ جولائی میں جب کسنجر کی بھارت کی تحکم پسند وزیراعظم سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے خاموش دباؤ

www.bhutto.org

کی پالیسی کی وضاحت کی۔

نکسن نے یحیٰی سے یہ یقین دہانی بھی حاصل کر لی کہ شیخ مجیب الرحمٰن کو ٹھکانے نہ لگایا جائے گا۔ یحیٰی خان، مجیب الرحمٰن سے تو نہیں البتہ کلکتہ سے آنے والے بنگالیوں کے ترجمان سے گفت و شنید کریں گے اور امریکیوں کو مجیب کے وکیل کے توسط سے مجیب کے ساتھ نامہ و پیام کی اجازت ہوگی۔ یحیٰی اس بات پر بھی رضامند ہو گئے تھے کہ دفاع کرنسی اور امور خارجہ کے علاوہ مشرقی صوبے کو خودمختاری مل جائے گی اور دسمبر میں مشرقی پاکستان میں محدود سول حکومت بحال کر دی جائے گی۔

نکسن نے بعد میں بتایا بھارت کو ہر مرحلے پر ان واقعات سے باخبر رکھا گیا مگر اس نے کسی دلچسپی کا اظہار نہ کیا۔ اس کے برعکس بھارت نے مشرقی پاکستان میں گوریلا کارروائی کی حمایت زیادہ زور شور سے کی دونوں ممالک نے اپنی افواج کو سرحدوں پر لا ڈالا اور کشیدگی میں خطرناک حد تک اضافہ ہو گیا۔ امریکہ نے تجویز پیش کی کہ افواج سرحدوں سے واپس بلا لی جائیں۔

یہ تجویز پاکستان نے قبول کر لی' مگر بھارت نے نہ مانی۔ اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل اوتھانٹ نے مصالحت کیلئے اپنی خدمات پیش کیں۔ پاکستان نے ہمدردانہ جواب دیا اور یہ تجویز پیش کی کہ سرحد کے دونوں جانب اقوام متحدہ کے مبصرین تعینات کر دیئے جائیں۔ بھارت نے مبصرین کی تعیناتی کو قبول نہ کیا۔ تب نکسن نے پاکستان کو تجویز پیش کی کہ فوجوں کی واپسی کی طرف پیش قدمی کرتے ہوئے پاکستان اپنی فوجیں یک طرفہ طور پر واپس بلا لے پاکستان نے مشروط طور پر اسے قبول کر لیا کہ بھارت ایسے ہی اقدام کی یقین دہانی کرائے بھارت نے یہ یقین دہانی نہ کرائی۔

نومبر کے آغاز میں جب وزیر اعظم گاندھی وائٹ ہاؤس پہنچیں تو صدر نے انہیں مطلع کیا کہ پاکستان نے ان سرحدی مقامات سے فوجیں واپس بلا لینے کی حامی بھر لی ہے جہاں دونوں ممالک کے توپخانے ایک دوسرے سے برسرپیکار ہیں۔ اس ملاقات کے دوران مسز گاندھی سے اس امر کا ہلکا سا بھی اشارہ نہ ملا کہ بھارتی افواج بھرپور حملہ کرنے کو ہیں۔ اپنے سحر طراز مہمان کے اعزاز میں ضیافت کے دوران نکسن نے کہا آپ کے پتا ہی نے تو نسل بھر امن کا خیال پیش کیا تھا نکسن نے بطور نائب صدر اپنے دورہ بھارت کو یاد کرتے ہوئے کہا۔

www.bhutto.org

جب میں نے نہرو سے پوچھا کہ آپ کے ملک کو سب سے زیادہ کس چیز کی ضرورت ہے تو انہوں نے جواب دیا تھا: ''بھارت کو جو شے درکار ہے اور دنیا کو جو شے درکار ہے وہ ہے نسل بھر امن و عافیت۔''

حتیٰ کہ جب نومبر کے آخر میں بھارتی افواج نے بنگالی گوریلوں کی امداد اور پاکستان کی توپوں کو خاموش کرنے کیلئے سرحد عبور کی تو بھی صدر اور ان کے مشیروں کو یقین نہ تھا کہ مسز گاندھی ہنری کسنجر کے الفاظ میں ''ننگی جارحیت'' سے کام لیں گی اور ان لوگوں نے ذاتی سفارت کاری کے ذریعے اس آگ کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی۔ بھارت پاکستان اور روس سے دوبارہ اپیلیں کی گئیں۔

نکسن نے بعد میں انکشاف کیا: ''یہ امر تو بالکل واضح تھا کہ اگر جنگ چھڑی تو بھارت جیت جائے گا مگر ہمارے خیال میں جنگ ناگزیر تھی اور نہ قابل قبول۔''

وزیر خارجہ راجرز کو امید تھی کہ روس' پاک بھارت کی جوش کھاتی ہنڈیا پر ڈھکنا برقرار رکھنے میں مدد کرے گا تاکہ امریکی روسی تعلقات میں رخنہ نہ پڑے جو برلن کے معاہدہ راہداری سالٹ LIMITATION TREATY SALTSTRATEGIC ARMAMENT مذاکرات اور نکسن کے مجوزہ دورہ ماسکو کے باعث نمایاں طور پر بہتر ہو گئے تھے۔ برصغیر میں قیام امن کی ذمہ داری کیلئے دونوں نیوکلیائی عظیم طاقتوں کے مشترکہ اقدام کے امکان کے بارے میں امریکہ نے روس سے سلسلہ جنبانی بھی کی۔

مگر روس' امریکہ کا ہاتھ جھٹک کر الگ جا کھڑا ہوا۔ روسی اسلحہ اور مگ لڑاکا طیاروں کے بل بوتے پر جو پاکستان کے ناکارہ فوجی ساز و سامان سے کہیں بہتر تھے بھارت کو بھرپور حملے کی شہ ملی یہ ناممکن ہے کہ چین کے جوابی حملے کے خلاف روسی حفاظت کی یقین دہانی حاصل کئے بغیر مسز گاندھی پاکستان کے خلاف بھرپور فوجی قوت کو حرکت میں لے آئیں۔

روس نے نکسن کو یقین دلایا کہ اگست 1971ء میں بھارت سے کئے گئے دوستی کے معاہدے کا مقصد قیام امن کے سلسلے میں روسی اثر و رسوخ میں اضافہ ہے مگر صدر بڑے دکھ کے ساتھ اس نتیجے پر پہنچے کہ اس معاہدے اور سامان جنگ کی کھیپوں سے موجودہ بحران میں بھارت کو روس کی سیاسی حمایت کی مزید یقین دہانی حاصل ہو گئی ہے۔

3 دسمبر بروز جمعہ اس کشمکش نے بھرپور جنگ کی صورت اختیار کر لی۔ ایک سال پیشتر شرق

www.bhutto.org

اردن کے ایام ہنگامی حالات کی مانند قومی سلامتی کونسل کے واشنگٹن سپیشل ایکشن گروپ (جماعت برائے خصوصی اقدام) کے وائٹ ہاؤس کے مغربی بازو والے کمرہ حالات (سچوایشن روم) میں روزانہ گرما گرم اجلاس ہونے لگے جن کی صدارت بالعموم کسنجر کیا کرتا تھا۔ سنٹرل انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر رچرڈ ہومز نے اس بات کی تصدیق کی کہ بھارت نے مشرقی پاکستان پر بھرپور حملہ کر دیا ہے اور ہوائی اڈوں اور دیگر اہم مقامات پر بمباری کے علاوہ ہر چہار اطراف سے سرحدیں عبور کر لی ہیں۔

اگلے روز (4 دسمبر) کسنجر نے یہ بات تسلیم کر لی کہ حملہ آور آخرکار سارے مشرقی پاکستان پر قابض ہو جائے گا۔ اسے کون روک سکتا ہے؟ فضا اور سمندر پر اس کی حکمرانی ہے اور پاک فوج جو تعداد میں نسبتاً بہت کم ہے زمینی لڑائیوں میں بیک وقت بھارتیوں اور بنگالی گوریلوں کے خلاف کامیابی حاصل نہیں کر سکتی۔ مشرقی پاکستان کے دارالحکومت ڈھاکہ کے دن گنے جا چکے ہیں۔

جب جنگ چھڑی تو نکسن کا خیال تھا کہ ان کے سامنے دو راستے ہیں۔ وہ جنگ کے خلاف ڈٹ جائیں اور اسے روکنے کی کوشش کریں یا پھر غیر جانبدارانہ رویہ اختیار کر کے جنگ کو چپ چاپ تسلیم کر لیں۔ انہیں خدشہ تھا "جنگ کو چپ چاپ مان لینے میں پاکستان کی بقا' دنیا کے کئی اور ممالک کے استحکام' قیام امن کے سلسلے میں بین الاقوامی کوششوں اور عظیم طاقتوں کے مابین تعلقات کیلئے بھیانک خطرات پنہاں تھے۔ یہ خطرات قابل قبول نہ تھے' چنانچہ انہوں نے جنگ روکنے کی بساط بھر کوشش کی۔

انہوں نے سرکاری ترجمانوں کے توسط سے بھارت کی بھرپور فوجی کارروائی پر تنقید کرتے ہوئے اسے عالمی امن وامان کو تہہ و بالا کرنے والا جارحانہ اقدام قرار دیا۔ انہوں نے اقوام متحدہ سے فوری جنگ بندی کرانے اور فوجوں کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ امریکی نمائندے جارج بش نے سلامتی کونسل سے قرارداد منظور کرانے کی تین بار کوشش کی مگر ہر بار روس نے حق استرداد استعمال کر کے ان کوششوں پر پانی پھیر دیا۔ وائٹ ہاؤس کی رائے تھی کہ روس واضح طور پر اس لئے مزاحم ہو رہا ہے کہ اس کا حاشیہ نشین بھارت اپنی اس آرزو کی تکمیل کر لے جسے وہ ایک عرصے سے سینے سے لگائے تھا یعنی مشرقی پاکستان میں اپنے مسلمان دشمن کی حکومت کو ختم کر دے اور اس خطے میں اپنی حلقہ بگوش بنگلہ دیش کی الگ مملکت قائم کر دے۔

علاوہ ازیں بھارت کی فتح یابی سے یہ بات بھی ظاہر ہو جائے گی کہ پاکستان کی سب سے

www.bhutto.org

زیادہ جنگی ساز وسامان سپلائی کرنے والا روس کا حریف چین بھی پاکستانیوں کو شکست سے بچانے کے معاملے میں بے بس ہے......

7 ردسمبر کو اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے ایک سو چار موافق گیارہ مخالف اور دس غیر جانبدار ووٹوں سے جنگ بندی کی قرارداد منظور کر لی۔ اس سلسلے میں نکسن نے بعد میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا ''اقوام متحدہ کی بھاری اکثریت نے ہماری پوزیشن کی حمایت کی مگر روس بین الاقوامی کارروائیوں میں مزاحم ہوا تا آنکہ مشرقی پاکستان پر بھارتی قبضہ ایک حقیقت بن گیا۔''

دسمبر کے اس منحوس ہفتے کے دوران میں نکسن کو اس امر کے شواہد ملے کہ مشرق میں اپنی آسان فتح کے غرور میں بدمست ہو کر بھارت نے فیصلہ کیا ہے کہ وہ اپنی مسلح افواج کا رخ مغربی پاکستان کی طرف موڑ دے گا تا کہ پاکستان کی فوجی قوت کو ختم کر دے اور یہی نہیں بلکہ پاکستانی قوم کو نیست و نابود کر ڈالے۔ نکسن نے بعد میں بتایا ''ہم اس ثبوت کو نظر انداز نہ کر سکتے تھے۔ ہم اس حقیقت سے بھی غافل نہ تھے کہ ہم نے جب بھارت اور اس کے مددگاروں سے اس امر کی واضح ضمانت طلب کی کہ ایسا نہ ہوگا تو ہمیں یہ ضمانت نہ ملی' چنانچہ ہمیں وسیع تر جنگ کی روک تھام کیلئے کارروائی کرنا پڑی۔''

نکسن نے حکم دیا کہ بحریہ کے جنگی جہازوں کا بیڑہ بشمول طیارہ بردار نیوکلیائی طاقت کا حامل انٹر پرائز بحر اوقیانوس سے بحر ہند کی جانب کوچ کر جائے۔ سرکاری طور پر تو اسے مشرقی پاکستان کے میدان جنگ سے امریکیوں کے اخراج میں مدد کرنا تھی' مگر غیر سرکاری طور پر اس کا مقصد قوت کی نمائش کے بل بوتے پر بھارت کو مغربی پاکستان پر حملہ آور ہونے سے باز رکھنا تھا۔ مخالفین نے اسے غنڈہ گردی پر مشتمل پرانی سفارت کاری کی تجدید قرار دیا جس کا مقصد ان کے بقول عظیم جمہوریت بھارت کے خلاف پاکستان کی فوجی آمریت کی امداد تھی۔

12 ردسمبر کو نکسن نے اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کے ہنگامی اجلاس کا مطالبہ کرتے ہوئے اعلان کیا ''اب جب کہ بھارتی فوجی مشرقی پاکستان پر قریب قریب قابض ہو چکے ہیں' جنگ جاری رکھنے کا مطلب اقوام متحدہ کے رکن ملک کی بقا کے خلاف مسلح جارحیت ہوگا۔ سلامتی کونسل کے مستقل ارکان پر یہ فرض عاید ہوتا ہے کہ وہ عالمی امن کے خلاف اس خطرے کے خاتمے کیلئے فوری کارروائی کریں۔''

روس کی امداد اور شاہانہ لطف و عنایت سے اگر بھارت اپنی مرضی کے مطابق اقوام متحدہ کے ایک رکن ملک کے ٹکڑے کر سکتا ہے۔

www.bhutto.org

امریکی ہاتھ کا کردار؟

جنگ دسمبر میں امریکہ کے کردار کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ زندہ قومیں اپنے ماضی سے ہی سبق سیکھ کر مستقبل کی پیش قدمی کرتی ہیں۔ مصنف جنگی اور سیاسی مبصر ین ڈین ہینڈل کی کتاب ''یو ایس فارن پالیسی ان دی انڈو پاکستان وار'' میں امریکہ کا کردار ہی زیر بحث لایا گیا ہے۔

رابرٹ سٹراز ہیوپے کا کہنا ہے۔ کہ بین الاقوامی سیاست کا دارومدار تعاقب اقتدار پر ہے۔ ''اور یہ کہ اگر تاریخ کے کسی بھی دور میں مختلف ممالک آپس میں مصروف پیکار رہے ہوں۔ تو ان کا مقصد اپنے اقتدار کی توسیع یا حفاظت کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوگا'' ہنس مورگنتھو کا خیال ہے کہ بین الاقوامی سیاست اقتدار کی جدوجہد کا دوسرا نام ہے۔ جس میں انسان اپنے جیسے دوسرے انسانوں کے ذہن اور عمل پر کنٹرول حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ یوں بھی کہا جا سکتا ہے۔ کہ بین الاقوامی سیاست کا دارومدار کسی ملک کی اپنی بقاء پر ہوتا ہے۔ مختصراً یہ کہ بقا کے بغیر چونکہ دیگر مقاصد کا حصول ناممکنات میں سے ہے۔ لہٰذا کسی ملک کی خارجہ پالیسی کا اصل مقصد تو اپنی بقا ہی ہوتا ہے اور وہ اسی کو پیش نظر رکھتے ہوئے دیگر اقدامات کرتا ہے۔

1947ء سے 1965ء تک کی پاکستان کی خارجہ پالیسی کا تجزیہ کرنے پر پتا چلے گا کہ اس پالیسی کا مقصد قومی بقا تھا پاکستان اور بھارت کے مابین معاندانہ اور عدم اعتماد کی فضا کی اصل اساس ہندوؤں اور مسلمانوں کی آپس میں کشمکش ہے جو پاکستان کے قیام پر منتج ہوئی۔ پاکستان میں عدم تحفظ کے احساس نے اس ملک کے قیام کی جدوجہد اور تقسیم ملک کے مسئلے پر ہندوؤں کی مخالفت سے جنم لیا ہے۔ قیام پاکستان سے پہلے برصغیر کے مسلمانوں کو ہندوؤں کے غلبے سے صحیح خطرہ لاحق تھا اسی وجہ سے مسٹر جناح کی قیادت میں 1940ء میں مسلمانوں کے لئے الگ مملکت کا مطالبہ کیا گیا الگ مملکت کے حامی مسلمانوں نے ''دو قومی'' نظریئے کو پیش کیا جس کے مطابق ہندوؤں اور مسلمانوں کو دو الگ الگ اور ہم پایہ قومیں گردانا گیا یہ پوزیشن کانگرس کی قیادت کے لئے ناقابل قبول تھی جس کا دعویٰ تھا۔ کہ ہندوستان کو سیکولر ریاست بنایا جائے گا' چنانچہ پاکستان

www.bhutto.org

روز اول ہی سے عدم تحفظ کے احساس میں مبتلا ہے۔ بھارت کے لیڈروں کے بیانات نے پاکستان کے اس خیال کو تقویت پہنچائی کہ بھارت پاکستان کی مسلم ریاست کو ہڑپ کرنا چاہتا ہے......

صاف ظاہر ہے۔ قیام پاکستان کے بعد حکومت کا اولین فرض یہی تھا کہ وہ خود کو منظم کر کے اپنے تحفظ کا بندوبست کرے خان لیاقت علی خان کے پروگرام کا اصل مقصد بھی اپنے تحفظ کی تلاش تھا۔ پاکستان کو امید تھی بھارتی عزائم کا مقابلہ کرنے کے لئے اسے دولت مشترکہ کی حمایت حاصل ہوگی لیکن یہ امید بھی اقلیدس کے خیالی نکتے کی مانند موہوم ثابت ہوئی۔ پاکستان نے اپنی خارجہ پالیسی کا مقصد و منتہا مسلم بلاک کی تعمیر اور تشکیل بنایا' لیکن عربوں کی دوسرے معاملات میں مصروفیت کے باعث پاکستان کو ناکامی ہوئی۔ اس کے مقابلے پر بھارت نام نہاد غیر جانبدار تیسری دنیا کی قیادت کے حصول میں کامیاب ہو گیا اور بہت سے مسلم ممالک کو یہ پوزیشن بہت اچھی لگی۔

دوسری عالمگیر جنگ کے بعد امریکہ کی نگاہوں میں جنوبی ایشیاء اہمیت اختیار کر گیا۔ اب امریکی پالیسی کا مقصد کمیونزم کے پھیلاؤ کو روکنا تھا۔ جب برصغیر کی تقسیم عمل میں آئی۔ تو انہیں دنوں امریکہ اور روس کے مابین سرد جنگ کا آغاز ہوا۔ امریکی پالیسی سازوں کے نزدیک پاکستان کو اپنی جغرافیائی سیاسی اور سٹرٹیجک پوزیشن کی وجہ سے عالمی دفاعی انتظامات میں بڑی اہمیت حاصل تھی۔ نہ صرف یہ کہ روس کے عین قریب امریکہ کو فضائی اڈوں کی سہولت حاصل ہونا تھی بلکہ مشرق وسطیٰ اور تیل کے ذخائر کے نزدیک واقع ہونے کے باعث پاکستان سٹرٹیجک اہمیت کا حامل تھا۔ چنانچہ امریکہ کے عالمی دفاعی نظام میں پاکستان کو حد درجہ اہم کڑی گردانا گیا۔

چنانچہ ادھر پاکستان کو اپنے تحفظ کی تلاش تھی اور ادھر کمیونزم کے خلاف امریکہ کو حلیف درکار تھے یوں دونوں کے مفادات کا ملاپ ہوا۔ 1952ء میں امریکہ نے پاکستان سے رابطہ پیدا کر لیا تھا کہ وہ مشرق وسطیٰ کے دفاعی نظام میں شامل ہو جائے لیکن عرب ممالک کی مخالفت کے باعث امریکہ نے مزید پیش قدمی نہ کی۔ پاکستان کو تو معلوم ہی تھا کہ امریکہ اس علاقے میں دفاعی انتظام کی تلاش میں ہے چنانچہ اس نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے فروری 1954ء میں امریکہ سے فوجی امداد طلب کی اور کہا کہ یوں وہ اپنے تمام وسائل مادی ترقی میں کھپا سکے گا۔ اب صورت یہ تھی

www.bhutto.org

کہ مفادات کا ملاپ تو ہو گیا۔ لیکن دونوں ممالک کے مقاصد یکساں نہ تھے۔

امریکہ کو پاکستان میں دلچسپی اس لئے تھی کہ وہ کمیونزم کے فروغ کے مقابلے میں اپنی پوزیشن مستحکم کرنے کا خواہاں تھا۔ البتہ اس کا ایک نتیجہ ضرور نکلا مغربی کیمپ میں جانے کے باعث پاکستان نے روس کی دشمنی مول لے لی۔

جان فاسٹر ڈلس کا دور جب اختتام کو پہنچا تو امریکہ نے اس بات پر اصرار کرنا چھوڑ دیا کہ دنیا کے مختلف ممالک کو مغربی یا کمیونسٹ کمیپ میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا ہو گا۔ اصل حقیقت تو یہ ہے کہ کینیڈی انتظامیہ نے غیر جانبدار ممالک کی حوصلہ افزائی کی علاوہ ازیں' کینیڈی انتظامیہ کو بھارت سے خاص ہمدردی تھی پھر یہ بھی ہے کہ کیوبا کے بحران کے بعد امریکہ اور روس کے مابین مصالحتی دور کا آغاز ہو گیا۔

کسنجر نے تو یہاں تک کہا ہے کہ کینیڈی کے دور میں جنوبی ایشیاء میں امریکی پالیسی بھارت کے ساتھ معاشقے کی شکل اختیار کر گئی تھی۔ اگرچہ کینیڈی نے ایوب خان کو یقین دہانی کرائی تھی کہ جنوبی ایشیاء کے خطرے میں پڑنے کی صورت ہی میں امریکہ بھارت کو فوجی امداد دے گا۔ اور اس سلسلے میں پاکستان کے ساتھ پیشگی مشورہ کیا جائے گا لیکن 1962ء میں بھارت چین جنگ چھڑ نے پر امریکہ نے ہنگامی حالات کے تحت بھارت کو فوجی امداد دے دی۔ اس سلسلے میں کینیڈی نے اپنی یقین دہانی کو پس پشت ڈالتے ہوئے پاکستان کے ساتھ پیشگی مشورہ بھی نہ کیا۔ علاوہ ازیں پاکستان کے نزدیک بھارت کو دی گئی فوجی امداد ضرورت سے زیادہ تھی۔

یہ وہ حالت تھے جب پاکستان نے امریکہ کے ساتھ اپنے تعلقات بہتر رکھتے ہوئے۔ چین اور روس کے ساتھ تعلقات استوار کرنے کی کوشش کی چین کے ساتھ پاکستان کے قریبی تعلقات کی امریکہ نے مخالفت کی جبکہ روس مغربی ایشیاء کے ممالک نے یک جان ہو کر بھٹو کا ساتھ دیا۔ عرب اقوام نے بھارت سے صاف صاف کہہ دیا کہ ''جب تک پاکستان بنگلہ دیش کو تسلیم نہیں کرتا......ہم بھی اسے تسلیم نہ کریں گے۔'' مجیب نے عرب سربراہوں کے نام ذاتی چھٹیاں لکھیں 'مگر کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا حتیٰ کہ جب مسٹر گاندھی نے انہیں خطوط لکھے' تو انہوں نے خاموشی اختیار کر لی۔ لیبیا کے معمر قذافی نے بھارت کو موردالزام ٹھہراتے ہوئے جواب میں لکھا: ''بھارت ہی وہ ملک ہے جس نے جنگ چھیڑنے کا فیصلہ کیا۔''

www.bhutto.org

مشرقی پاکستان کے بحران کے دوران عرب ممالک نے پاکستان کا ساتھ دیا تھا۔ بعض عرب ممالک کے کاروباری اداروں نے بھارتی فرموں کو دیئے ہوئے آرڈر منسوخ کر دیئے کویت کے ایک کاروباری ادارے نے بھارتی فرم کو ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں چھٹی لکھی: یہ جنگ پاکستانی مسلمانوں کے بچوں، عورتوں اور مردوں کو قتل کر رہی ہے۔ تمام مسلمان ہمارے بھائی ہیں۔ ہمارے ساتھ کاروبار کر کے جو منافع حاصل کیا جاتا ہے۔ اس سے جنگی ہتھیار اور گولہ بارود خرید کر ہمارے مسلمان بھائیوں کو قتل کیا جارہا ہے۔ ہم نے فیصلہ کیا ہے۔ آپ کے ساتھ تجارتی روابط اس وقت تک منقطع رکھے جائیں۔ جب تک یہ قتل و غارت گری ختم نہیں ہوتی۔"

وقت کے ساتھ ساتھ بھٹو کے رویئے میں تبدیلی پیدا ہوئی۔ انہوں نے تسلیم نہ کرنے" کے بجائے تسلیم کرنے کے لئے مجیب سے ملاقات" کی شرط عائد کر دی راولپنڈی نے اس کے مطابق ڈھاکہ کو فیلرز چھوڑے۔ اول اول انڈونیشیا نے مصالحت کرانے کی کوشش کی۔ انڈونیشیا نے بنگلہ دیش کو ترغیب دے دلا کر اسے اپنا نمائندہ بھیجنے پر آمادہ کر لیا تاکہ جکارتہ میں اس کی پاکستان کے نمائندے کے ساتھ ملاقات ہو سکے بھٹو نے پیغام بھیجا کہ مجیب ان سے ملاقات کے لئے خود جکارتہ پہنچیں۔

مجیب کو جب معلوم ہوا تو انہوں نے اپنے نمائندے کو واپس بلا لیا جو اس وقت تک جکارتہ پہنچ چکا تھا۔ راولپنڈی کے رویئے سے انڈونیشیا کو اتنا دکھ ہوا کہ اس نے بنگلہ دیش کو فی الفور تسلیم کر لیا۔ برطانوی حکومت نے بھی مصالحت کی کوشش کی بھٹو نے پھر وہی مطالبہ دہرایا مجیب نے کہا جب تک پاکستان بنگلہ دیش کو تسلیم نہیں کرتا میں بھٹو سے ملاقات نہ کروں گا۔

بعد میں بھٹو نے ماسکو کے ذریعے پیغام بھیجا کہ بھارت اس ملاقات کے لئے اپنا اثر و رسوخ استعمال کرے یہ پیغام انہوں نے اس وقت بھیجا جب تمام جنگی قیدی بھارت منتقل ہو چکے تھے اور بھارت کی فوجیں بنگلہ دیش خالی کر چکی تھیں اس سے پہلے وہ یہ کہا کرتے تھے جب تک بھارتی فوجیں وہاں قابض ہیں ڈھاکہ کے ساتھ کیسے سلسلہ جنبانی ہو سکتی ہے۔

جب میں نے بتایا کہ نئی دلی کو اس حد تک اثر و رسوخ حاصل نہیں، تو بھٹو نے کہا: "اب یہ کہنا کہ بھارت کو اس سے کوئی واسطہ نہیں۔" میرے نزدیک اصل صورت حال سے مطابقت نہیں رکھتا، کیونکہ ہمیں یقین ہے اگر بھارتی حکومت یا وزیر اعظم مسٹر مجیب الرحمٰن سے کہے" پہلے مذاکرات تو

www.bhutto.org

کرلو پھر دیکھو کوئی نتیجہ نکلتا ہے یا نہیں' تو مجیب اسے نہ ٹھکرائیں گے''

بھٹو سے میری یہ ملاقات مارچ 1972ء میں ہوئی تھی۔ اس ملاقات میں انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ میں مجیب سے اس لئے ملاقات کرنا چاہتا ہوں تاکہ میں اپنے عوام کو بتا سکوں کہ ہماری ملاقات ہوئی ہے اور میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ وہ ہمارے ساتھ کوئی واسطہ نہیں رکھنا چاہے'' پاکستان سے واپسی پر میں نے مسز گاندھی کو بھٹو کی سوچ سے آگاہ کیا' تو وہ کہنے لگیں: ''تب وہ شیخ صاحب سے واقف نہیں'' مجیب سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کے دوران بھٹو نے تقدیم و تاخیر کو نظر انداز نہ کیا تھا وہ سب سے پہلے مسز گاندھی سے ملاقات کرنا چاہتے تھے۔

فی الحقیقت بھارت کے ساتھ مذاکرات کے آغاز کے لئے انہوں نے ولی خان کو استعمال کرنا چاہا۔ بھارت نے یہ تجویز مسترد کر دی ولی خان نے مجھے بتایا: بھٹو کی خواہش تھی کہ میں دلی جا کر جنگی قیدیوں کی واپسی کے بارے میں مذاکرات کا آغاز کروں کامیابی کی صورت میں مجھے بھارتی ایجنٹ گردانا جاتا ناکامی کی صورت میں یہ کہا جاتا ''دیکھا' ولی خاں ناکام رہا'' بھٹو جانتے تھے کہ ان کا حریف ولی خان نہیں جو بھارت کے ساتھ اپنے رویئے کے باعث پنجاب کو قابل قبول نہیں'' بلکہ فوج ہے۔ بلاشبہ شکست نے فوج کے دوبارہ برسر اقتدار آنے کے امکانات کم کر دیئے تھے' مگر بھٹو خطرہ مول لینے کو تیار نہ تھے۔

انہوں نے اپنے دوست گل حسن کو جسے خود انہوں نے کمانڈر انچیف مقرر کیا تھا' اور فضائیہ کے سربراہ رحیم کو نکال باہر کیا۔ اس کی وجہ؟ بھٹو نے سنا کہ وہ راولپنڈی کلب میں بیٹھے شیخی مارتے کہ ہم نے بھٹو کو تخت پر بٹھایا۔ انہوں نے مجھ سے کہا: اگر میں ناکام ہو گیا' تو فوج دوبارہ برسر اقتدار آ جائے گی'' کیا تم لوگ پاکستان میں ایک اور ایوب خاں اور یحییٰ خان کو دیکھنا چاہتے ہو؟ اگر نہیں تو پھر میری مدد کیوں نہیں کرتے؟''

اپنی ملاقات کے دوران میں نے بھٹو سے کہا تھا: آیا آپ کشمیر کے سلسلے میں ٹریسٹے کی مانند کوئی حل قبول کر لیں گے؟ 20 / اکتوبر 1945ء کو اٹلی اور یوگوسلاویہ کے مابین اس وقت موجود حد بندی کی بنیاد پر ٹریسٹے کی تقسیم کا معدہدہ ہوا تھا بھٹو کا جواب تھا ''میں جزوی طور پر ٹریسٹے کے متعلق سوچ رہا تھا'' انہوں نے اس کی مزید وضاحت سے یہ کہتے ہوئے انکار کر دیا تھا: تو تم جانتے ہو یہاں بھی جن سنگھی موجود ہیں جو بیوفائی بیوفائی کی رٹ لگا دیں گے تاہم بعد میں وہ اس

www.bhutto.org

سے منحرف ہو گئے۔

فروری 1972ء میں جنگی قیدیوں کے مسئلے پر روس کے نائب وزیر خارجہ فریوبن نے ماسکو میں بھارتی سفیر ڈاکٹر شلونکر سے تبادلہ خیال کرتے ہوئے کہا: اسلام آباد کے روسی سفارت خانے کے ذریعے بھٹو نے کہلوایا ہے کہ جنگی قیدیوں کی رہائی کے بارے میں ''دائیں بازو کی قوتیں'' ان پر شدید دباؤ ڈال رہی ہیں یہ بات بھارت کے مفاد میں ہے کہ پاکستان کو کمزور نہ ہونے دے مصالحت کے لئے اظہار دلجوئی سودمند ہوگا۔ روس کو پاکستان میں قدرے اثر ورسوخ حاصل ہے جسے ہم قائم رکھنا چاہتے ہیں کشیدگی نہ صرف بھارت بلکہ روس کی مفاد میں بھی نہیں ہے۔ آخر میں اس نے خبردار کرتے ہوئے کہا: ''اگر برصغیر میں حالات جوں کے توں رہے تو چین کی حوصلہ افزائی ہوگی ہوسکتا ہے وہ پاکستان کو ایک اور محاذ آرائی پر اکسائے۔''

مجیب ''جنگی قیدیوں'' پر مقدمہ چلانے پر اصرار کرتا رہا ان کا کہنا تھا آنے والی نسلیں ہمیں کیا کہیں گی؟ ہم کم از کم ان پر مقدمہ چلائیں جن کے خلاف ہمارے پاس ناقابل تردید ثبوت موجود ہے مجھے بتایا گیا ڈھاکہ کو ایک ایسی دستاویز ملی ہے جس میں فرمان علی کے اپنے قلم سے تحریر ہے کہ صوبے کے سبز نقشے کو لہو کے رنگ میں تبدیل کر دیا جائے گا۔

پاکستان کا استدلال تھا اس مقدمے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا' کیونکہ فوجی تو علیحدگی پسندوں کے خلاف ادائیگی فرض میں مصروف تھے قید کے دوران نیازی نے بھارتی افسروں کو بتایا کہ میں بھارت میں مقیم رہوں تو بہتر ہے' کیونکہ بنگلہ دیش اور پاکستان دونوں مجھ پر مقدمے چلانا چاہتے ہیں۔

14/مارچ کو جب بھٹو نے روس کا دورہ کیا تو روس نے اعلیٰ ترین سطح پر ملاقات کے لئے زمین ہموار کرنے کی غرض سے حکومتی نمائندوں کا اجلاس بلانے کی تجویز پیش کی انہوں نے کوسیجن سے کہا: اگر بھارت نے ارادہ بدل دیا ہے اور اعلیٰ ترین سطح کے اجلاس سے پیشتر وہ سرکاری اجلاس کا خواہاں ہے تو میں دستور العمل پر جھگڑنا نہیں چاہتا۔ مجھے سرکاری اجلاس کی تجویز قبول ہے۔

26/اپریل کو مری میں عزیز احمد اور ڈی پی دھر کی ملاقات ہوئی دھر نے یہ بات واشگاف الفاظ میں کہی جنگی قیدیوں کی رہائی اور (مغربی محاذ پر) مقبوضہ علاقوں سے فوجوں کی واپسی کا

www.bhutto.org

دارومدار برصغیر میں پائیدار امن کے قیام پر منحصر ہے اب جھگڑا یہ پڑ گیا کہ اندرا۔ بھٹو ملاقات کے ایجنڈے میں کس موضوع کو اولیت حاصل ہونی چاہئے دھر پائیدار امن کو فوقیت دیتا تھا' بھٹو نے مداخلت کرتے ہوئے دھر کی مان لی۔ جب مسئلہ کشمیر کا ذکر آیا' تو کسی خاص فارمولے پر بات نہ ہوئی' تاہم معاہدہ ٹریسٹے کا تذکرہ ضرور ہوا۔ بھٹو نے فقط یہ کہا کہ حل کوئی ایسا ہونا چاہئے جو کشمیری عوام کے لئے قابل قبول ہو۔ انہوں نے وعدہ کیا کہ وہ مسز گاندھی سے مسئلہ کشمیر پر تفصیلی بات چیت کریں گے۔ بھٹو نے دھر سے لندن کی اس ملاقات کا تذکرہ کیا جو نومبر 1961ء میں نہرو سے ہوئی تھی۔

نہرو نے بھٹو سے کہا تھا: "زلفی! میں جانتا ہوں ہمیں کشمیر کا حل تلاش کرنا ہوگا مگر ہم ایسی مشکل میں پھنس چکے ہیں کہ اپنے اپنے معاشرے کے نظام اور ڈھانچے کو ضعف پہنچائے بغیر اس میں سے نکل نہیں سکتے۔"

اپریل 1972ء میں جب میں بنگلہ دیش پہنچا' تو مجھے بنگلہ دیش کے رہنما ایک مشکل میں گرفتار نظر آئے...... اور وہ تھی بھارت کے خلاف نفرت کی ابتدا —— تاج الدین نے مجھ سے کہا: "میری خواہش ہے مجھے موت آج ہی آن لے۔ آج کل بھارت کے اور بنگلہ دیش کے تعلقات اتنے اچھے ہیں کہ مجھ میں انہیں خراب ہوتا دیکھنے کا یارا نہیں۔" البتہ مجیب متردد نہ تھا' تاہم ڈھاکہ سے بہت سے اعلیٰ سرکاری ملازمین دفعتہً یہ محسوس کر کے کہ وہ اب چھوٹے سے اور غریب ملک کے ملازم ہیں۔ بھارت کے خلاف دل کی بھڑاس نکالتے تھے۔

وہ اکثر کہتے: "تمہارا ملک بہت بڑا ہے۔ تمہارے پڑوسی چاہیں یا نہ چاہیں۔ انہیں تمہارا تابع مہمل بننا ہوگا۔" افسروں سے میری ملاقات ہوئی' ان میں سے اکثر نے گویا فرقت وطن کے جذبے سے مجبور ہو کر ان دنوں کو یاد کر کے جب وہ پاکستان سول سروس کے رکن تھے' مجھ سے پوچھا کیا پاکستان میں تمہاری فلاں فلاں سے ملاقات ہوئی' وہ میرے رفیق کار تھے۔

ڈھاکہ کا دفتر خارجہ اس بات پر جھلایا بیٹھا تھا کہ جس ملک میں بھی اس کا دفتر قائم ہوا' وہاں یہی سننے میں آیا' تمہاری خارجہ پالیسی تو نئی دہلی کی کاربن کاپی ہے ڈھاکہ کے دفتر خارجہ کے اعلیٰ افسر نے مجھے بتایا: کاش! کسی مسئلے پر ہم تمہاری مخالفت کر سکیں تاکہ ہمیں اپنی آزادی کا عکس ڈالنے کا موقع تو ملے' یوں لگتا تھا اپنے ملک کے الگ تشخص کا ثبوت فراہم کرنے کے لئے یہ افسر

www.bhutto.org

جلد یا دیر بھارت مخالف طریق کار کو اپنانے کی طرف راغب ہو جائیں گے۔

عام آدمی اشیائے ضروریہ کی قلت اور گرانی کے ہاتھوں پریشان تھا۔ وہ اس پراپیگنڈے پر کان دھرنے لگا تھا کہ اس کے مصائب کی وجہ یہ ہے کہ "ہر شے بھارت جا رہی ہے" مجھ سے بار بار کہا گیا کہ بنگلہ دیش میں چاول اس وجہ سے گراں ہے کہ مغربی بنگال سے سامان تعیش کے عوض چاول اسمگل ہو رہا ہے مولانا بھاشانی جیسے لیڈروں نے بھی ان شعلوں کو خوب ہوا دی بھارت مخالف گروہ نے 19/ مارچ 1972ء کو طے پانے والے بھارت بنگلہ دیش معاہدہ دوستی کو بھی خوب استعمال کیا۔

یہ معاہدہ بھارت روس معاہدے کی طرز پر تھا تاہم اس میں یہ بھی کہا گیا: ہر ایک ملک یہ اعلان کرتا ہے کہ وہ خفیہ یا کھلے طور پر کسی ایک یا زیادہ ممالک سے مل کر ایسی ذمے داری نہ اٹھائے گا جو اس معاہدے سے مطابقت نہ رکھتی ہو" غالباً یہ الفاظ بھارتی رائے عامہ کے اس حصے کی دلجوئی کے لئے تحریر ہوئے تھے جسے مجیب کی قید کے دوران بھٹو اور مجیب کے مابین کسی خفیہ مفاہمت کا شبہ تھا۔ ضمناً یہ الفاظ ماسکو کو بھی پسند نہ تھے ہندو پناہ گیروں کی واپسی نے بھی بھارت کے خلاف جذبات کو جنم دیا۔

25/ مارچ کو فوجی کارروائی کے بعد بھارت میں پناہ لینے والے ہندوؤں کی املاک مسلمانوں میں تقسیم کر دی گئی تھیں بنگلہ دیش کے قیام کے بعد یہ املاک ہندوؤں کو بحال ہو گئیں پاکستان اور دوست عناصر نے جو خاصے سرگرم دکھائی دیتے تھے' پراپیگنڈا کیا کہ ۱۹۴۷ء کے ہندو پناہ گیر بھی واپس آ رہے ہیں چین نواز عناصر نے بھی بھارت کے خلاف جذبات برانگیختہ کئے۔

مجیب کو یقین تھا کہ بھارت بنگلہ دیش تعلقات کو گزند پہنچانے کی کوئی کوشش کامیاب نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ جغرافیائی اقتصادی اور ثقافتی لحاظ سے ان دو ممالک میں حد درجہ ارتباط ہے مجیب نے کشمیر جانے کی بھی پیش کش کی تا کہ وہ کشمیریوں کو مشرقی بنگال میں پاکستان کے اقدامات سے سبق حاصل کرنے کا مشورہ دیں لیکن 1974ء میں مجیب سے جب میری پھر ملاقات ہوئی تو انہوں نے ارادہ بدل لیا تھا۔ وہ کشمیر پر کوئی گفتگو کرنا نہ چاہتے تھے اور جب میں نے ان کی پہلی پیش کش یاد دلائی تو انہوں نے جواب دیا: "مجھ سے ایسے سوالات مت کرو۔"

بھارتی امور خارجہ کی وزارت نے چوٹی کی ملاقات کے لئے چند نقشے تیار کر رکھے تھے۔

www.bhutto.org

ایک میں کشمیر کی پرانی جنگ بندی لائن کو بین الاقوامی سرحد میں تبدیل کیا گیا تھا دوسرے میں وہ سرحدیں تھیں، جن کی پیش کش 1962ء کی چین۔ بھارت جنگ کے بعد مذاکرات کے دوران سورن سنگھ نے بھٹو کو کی تھی اور جس کے تحت پاکستان کو تین ہزار مربع میل پر مشتمل مزید علاقہ ملنا تھا ایک اور نقشہ بھارت کے فوجی تقاضوں کو پیش نظر رکھ کر بنایا گیا تھا۔ اگر پاکستان کو مسئلہ کشمیر حل کرنا مطلوب تھا تو اسے موجودہ خط متارکہ جنگ کو قبول کرنا پڑتا تا ہم شملہ ملاقات سے پہلے طرفین مسئلہ کشمیر کو ایک طرف رکھنے پر تیار تھے۔

29/ 1972ء کو شملہ مذاکرات کا آغاز ہوا مسز گاندھی نے رسمی طور پر مذاکرات کا آغاز کرتے ہوئے کہا: مشکلات کی پرواہ نہ کرتے ہوئے دونوں ممالک کو کسی تیسری پارٹی کی مداخلت کے بغیر سمجھوتہ کرنا چاہئے۔ بھٹو نے اعلان تاشقند پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا: ابتداہی سے طرفین نے غیر لچک دار رویہ اپنا رکھا تھا اور نتیجہ یہ ہے کہ ''مردبچہ'' پیدا ہوا انہوں نے پاک بھارت تعلقات کے ضمن میں فراخدلی سے کام لینے کی اپیل کی طرفین دوبارہ اس قضیئے میں الجھ کر رہ گئے جس کے باعث مری کے مذاکرات قریب قریب ناکام ہو چلے تھے۔ پائدار امن یا جنگی قیدیوں کا مسئلہ...... پہلے کس پر گفتگو ہو؟۔

بعد ازاں کشمیر کا دوامی مسئلہ آیا۔ بھٹو نے کہا: میں کشمیر پر مذاکرات کرنے کی پوزیشن میں نہیں پاکستانیوں کی نگاہ میں یہ سارا معاہدہ امن مشکوک ہو جائے گا' کیونکہ وہ کشمیر کے بارے میں خفیہ شق فرض کر لیں گے ''میری پشت دیوار سے لگی ہے میں مزید رعایت نہیں دے سکتا'' اس مسئلے پر بحث کسی اور وقت کے لئے اٹھا رکھی جائے۔'' ایسے معاملات پر جلد بازی سے کیا حاصل؟ میرا خیال ہے بعض اوقات جلد بازی سے ایسے معاملات لاینحل حد تک الجھ جاتے ہیں۔ یہ ہمارے لئے لازمی کیوں ہو کہ ہم تمام مسائل حل کر ڈالیں؟'' بھارت نے معاہدہ ٹریسٹے کا حوالہ دیتے ہوئے دریافت کیا آیا اس قسم کا کوئی معاہدہ تصفیئے کی بنیاد بن سکتا ہے؟ بھٹو نے جواب دیا اس معاہدے میں دونوں ممالک کے نقطہ ہائے نظر اصولی طور پر تسلیم کر لئے گئے تھے' تا ہم بھٹو کی بڑی دلیل یہ تھی ''کشمیر کے معاملے پر پاکستان کو اپنی رائے عامہ کا خیال رکھنا ہوگا کشمیر پر ابھی اور اسی وقت مذاکرات کے لئے نہ کہا جائے میں ابھی کسی فارمولے کو اگر دریافت بھی ہو جائے لوگوں سے منوا نہ سکوں گا۔''

www.bhutto.org

بھٹو نے مسز گاندھی سے کہا: آپ کم از کم جنگی قیدیوں کو تو رہا کردیں۔ بھارت کا یہ خدشہ دور کرنے کے لئے کہ جنگی قیدیوں کو دوبارہ مسلح نہ کردیا جائے بھٹو نے کہا: میں انہیں فوجی خدمات سے سبکدوش کردوں گا۔ بنگلہ دیش کے سلسلے میں انہوں یہ تاثر دیا کہ اگست 1972ء کے وسط تک اسے تسلیم کرلیا جائے گا اور ساتھ ہی انہوں نے یہ بھی کہا: ماہ رواں کے آخر تک مجیب سے میری ملاقات ہوگی

بھٹو کے افسروں نے بھارتی افسروں سے کہا: اگر بھٹو کو خالی ہاتھ جانا پڑا تو ان کی پوزیشن کمزور ہوجائے گی تاہم عین آخری لمحے میں بھارت نے مقبوضہ علاقے خالی کرنے پر رضامندی کا اظہار کر کے پاکستانی وفد کو ممنون کردیا۔ بھارتی فوج کو غیر آباد علاقوں میں قیام پر دقت پیش آ رہی تھی اسے معلوم تھا کہ یہ علاقے آخرکار خالی کرنا ہی ہوں گے۔

کچھ عرصے سے بھارت کی خواہش تھی کہ اقوام متحدہ کے مبصرین جنگ بندی لائن سے واپس چلے جائیں ۔ بھارت کے نزدیک بھارت اور پاکستان کے مابین جنگ بندی لائن پر سمجھوتے کے باعث ان مبصرین کی ضرورت نہ تھی۔ راولپنڈی کے ساتھ معاہدہ کرنے کے بعد بھارت نے اس نوعیت کا اعلان کردیا۔ بھٹو ''17/دسمبر 1971ء کی جنگ بندی کے نتیجے میں کنٹرول لائن'' کا احترام کرنے پر رضامند ہوگئے مگر اس عبارت کے نیچے انہوں نے اپنے قلم سے ''طرفین کے تسلیم شدہ نقطہ نظر کو نقصان پہنچائے بغیر'' کا اضافہ کردیا جو بھارت کے لئے قابل قبول تھا۔

شملہ معاہدے پر 3/جولائی کو اس وقت دستخط ہوئے جب قریب قریب ہر شخص کو چوٹی کانفرنس کی ناکامی کا یقین ہو چکا تھا...... سمجھوتا اتنی تاخیر سے اور اتنا اچانک ہوا کہ معاہدے کی تصحیح شدہ نقل تیار کرنے کے لئے کوئی ٹائپ رائٹر موجود نہ تھا حکومت پاکستان کی مہر بھی موجود نہ تھی کیونکہ اسے ایسے تمام سامان کے ساتھ چندی گڑھ بھیجا جاچکا تھا جسے شملے سے ہیلی کاپٹر پر ساتھ لے جانا مطلوب نہ تھا چونکہ اس معاہدے پر حکومت پاکستان کی مہر نہ لگائی جاسکی' اس لئے بھارت نے بھی اپنی مہر نہ لگائی۔

پاکستان خوش تھا کہ اسے اپنے دونوں مقاصد میں سے کم از کم ایک کے حصول میں تو کامیابی ہوئی اسے امید تھی کہ کچھ عرصے بعد عالمی رائے عامہ کا دباؤ اس حد تک بڑھے گا کہ بھارت کو جنگی

www.bhutto.org

قیدی چھوڑنا پڑ جائیں گے...... نئی دلی کو اس معاہدے میں یہ فائدہ نظر آیا کہ پاکستان نے پہلی بار واشگاف الفاظ میں تسلیم کیا کہ بھارت کے ساتھ تنازعات کے حل کے سلسلے میں وہ قوت استعمال نہ کرے گا اعلان تاشقند میں قوت کے استعمال سے دستبرداری کا ذکر کنایتہً تھا' اتنی صراحت سے نہ تھا جتنا معاہدہ شملہ میں بھارت نے پاکستان سے یہ بھی تسلیم کرالیا کہ باہمی تنازعات کسی اور پارٹی کی مداخلت کے بغیر دوطرفہ طور پر طے کیا جائیں گے یہ بھی معاہدہ تاشقند سے بہتر صورت تھی' کیونکہ معاہدہ تاشقند تو روسی قائدین کی عدم موجودگی میں عالم وجود ہی میں نہ آتا۔

19 ستمبر 1973ء کو سہ طرفہ مراجعت وطن کا آغاز ہوا پاکستان سے بنگالی' بنگلہ دیش سے پاکستان اور بھارت سے جنگی قیدی جانے شروع ہوئے سات ماہ بعد 9 اپریل 1974ء کو ایک سو پچانوے جنگی قیدیوں کی رہائی کے معاہدے پر بھی دستخط ہو گئے اس مراجعت وطن کے آغاز پر بنگلہ دیش سوچنے لگا کہ پاکستان اسے اب چند دنوں میں تسلیم کرلے گا۔ جب خاصے عرصے تک کچھ نہ ہوا' تو بنگلہ دیش کو بے قراری ہوئی اور اس نے اپیل کی۔

سب سے پہلے سابق وزیر میزان الرحمٰن چوہدری کو بغداد بھیجا گیا بعد ازاں لندن میں بنگلہ دیشی سفیر (جو پاکستان کے پیکنگ میں سابق سفیر بھی تھے) کے۔ایم قیصر اور انڈونیشیا میں بنگلہ دیشی سفیر کے کے نبی کی خدمات سے استفادہ کیا گیا۔ پاکستانی صنعت کار اور مجیب کے دوست یوسف ہارون کی خدمات سے لندن میں فائدہ اٹھایا گیا۔ ہر بار بھٹو نے یہی کہا: میں بنگلہ دیش تسلیم کرلوں گا' بشرطیکہ شیخ مجیب مجھ سے کسی اور ملک میں ملاقات کریں۔ یہ بنگلہ دیش کو منظور نہ تھا' چنانچہ بات آگے نہ بڑھی۔

اس کے بعد ڈھاکہ نے راولپنڈی پر دباؤ ڈالنے کے لئے بھارت سے جنگی قیدیوں کی مراجعت وطن روکنے کو کہا۔ دلی کا جواب تھا: مسلسل معاشی بوجھ کے باعث اپنے ہی ملک میں مخالفانہ ردعمل پیدا کرنے کے علاوہ بین الاقوامی سطح پر بھی اس کے اچھے اثرات نہ ہوں گے ڈھاکہ نے دریافت کیا: آیا ایک سو پچانوے جنگی قیدیوں پر مقدمہ چلانے کی تیاری شروع کردی جائے؟ اس پر بھارت نے کوئی اعتراض نہ کیا' مگر اس وقت تک یہ بات ''کھلا راز'' بن چکی تھی کہ بنگلہ دیش مقدمہ چلانے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا۔

اس کا مقصد تو محض دھمکا کر پاکستان سے خود کو تسلیم کرانا ہے۔ اسی اثنا میں پاکستان کے

www.bhutto.org

رویئے میں تبدیلی پیدا ہوئی۔ اس نے مجیب بھٹو ملاقات پر اصرار نہ کیا۔ البتہ اس خواہش کا اظہار ضرور کیا کہ یہ مقدمہ ختم کر دیا جائے۔ اس مرتبہ پاکستان نے پیش قدمی کی۔ اس نے پہلے تو جنیواء میں' پھر ہانگ کانگ اور اس کے بعد نیویارک میں بنگلہ دیش کے ساتھ رابطہ قائم کیا' مگر اس بار پھر راولپنڈی نے اصرار کیا کہ پہلے بنگلہ دیش مقدمہ ختم کرنے کا اعلان کرے' اس کے بعد اسے تسلیم کر لیا جائے گا۔

اس وقت تک اسلامی سربراہ اجلاس میں شمولیت اور امیر عرب ممالک سے ملنے کا شدید خواہش مند تھا۔ بنگلہ دیش کے بعض لوگوں کا خیال تھا کہ ان کا سیکولرازم انہیں اس امر کی اجازت دیتا ہے کہ وہ مذہبی اجلاس دسمبر 1971ء کے آغاز میں بھارت اور پاکستان کے مابین جنگ چھڑنے سے صدر نکسن کو دھچکا لگا۔ علاوہ ازیں تلاش امن کے لئے ان کی مہتمم بالشان حکمت عملی ایک نئے خطرے سے دوچار ہوگئی۔

نکسن خاموش سفارتی اثر ورسوخ بروئے کار لاتے ہوئے اس تنازعے کی شدت کو کم کرنے کی کوشش کر رہے تھے جو بھارت اور اس کے پڑوسی مسلمان ملک پاکستان کے مابین جس سے بھارت کو سخت نفرت تھی' پیدا ہو گیا تھا۔ انہیں معلوم تھا کہ بھارت جسے روس نے مسلح کیا تھا اور چین کے موکل پاکستان کے مابین جنگ سے ماسکو اور پیکنگ سے ان کی اعلیٰ ترین سطح کے ملاقاتوں کا منصوبہ کھٹائی میں پڑ جائے گا۔

گو صدر نکسن نے چوٹی کی ملاقاتوں' ویت نام کی جنگ کے سلسلے میں خفیہ مذاکرات مشرق وسطیٰ کی کشیدگی میں کمی' امریکی ڈالر کے استحکام اور اسلحہ کے کنٹرول کے معاہدے پر موسم گرما اور خزاں میں زیادہ توجہ مرکوز کئے رکھی' مگر انہوں نے پاک بھارت کے تصادم کے خطرے کو کم تر اہمیت دی۔ شروع میں تو برصغیر کی کشیدگی سے واشنگٹن کو فی الحقیقت کوئی واسطہ نہ تھا۔ یہ مسلمان پاکستان کے دونوں کے بازوؤں کا آپس میں جھگڑا۔ تھا کہ ان میں ہزاروں میل کا جغرافیائی بعد تھا اور ان کے درمیان دیوقامت بھارت حائل تھا۔ حکومت پر مغربی پاکستان کے پنجابیوں کا غلبہ تھا جو مشرق میں چھوٹے چھوٹے کچے گھروں میں رہائش پذیر غریب بنگالیوں کو حقارت سے دیکھتے تھے۔ دسمبر 1970ء کے انتخابات کے نتیجے میں عوامی لیگ کو بنگالیوں کے لئے زیادہ خودمختاری کا مطالبہ کر رہی تھی' قومی اسمبلی اکثریت حاصل ہوگئی۔ مارچ 1971ء کے آخر میں جب عوامی لیگ

www.bhutto.org

اور حکومت کے درمیان مذاکرات ناکام ہوئے' تو پاکستان کے فوجی آمر جنرل یحییٰ خان نے مخالفت کو کچل ڈالنے کے لئے فوجی کارروائی کی۔ عوامی لیگ پر پابندی عائد کردی گئی اور اس کے قائد شیخ مجیب الرحمٰن پر غداری کا الزام لگا کر اسے حوالہ زنداں کر دیا گیا۔

نکسن کے مخالفین نے الزام لگایا کہ انہوں نے نہ صرف فوج کے ظلم وستم کے خلاف جسے امریکی اسلحہ مہیا کیا گیا تھا لب دانہ کیے' بلکہ ساڑھے تین کروڑ پاؤنڈ کی مالیت کی فوجی امداد کا سلسلہ بند کرنے میں بھی تاخیر سے کام لیا۔ اس الزام کا نکسن نے یوں جواب دیا۔ ''امریکہ کے فوجی نے نہ کارروائی کی حمایت کی اور نہ ہی اس سے اغماض برتا۔ فوری کارروائی کرتے ہوئے ہم نے اپریل میں پاکستان کے لیے فوجی ساز وسامان کے لائسنسوں کا اجراء اور تجدید بند کردی'' گذشتہ سال جن ہتھیاروں کی ترسیل کا وعدہ کیا تھا ''اس پر عمل درآمد روک دیا اور اقتصادی ترقی کے لئے قرضوں کے کوئی نیا وعدہ نہ کیا۔ اس کارروائی کے باعث ساڑھے بائیس کروڑ پاؤنڈ مالیت کے اسلحہ کی ترسیل رک گئی۔ پچاس لاکھ پاؤنڈ کی مالیت سے کم کے فاضل پرزے پہلے سے جاری شدہ لائسنسوں پر سپلائی کیے گئے اور نومبر کے آغاز سے سپلائی کا سلسلہ کاملاً منقطع کر دیا گیا۔''

www.bhutto.org

کرسی صدارت پر میرا حق ہے

شیخ مجیب الرحمٰن نے بنگلہ دیش کے صدر کا عہدہ سنبھالے کے بعد جو پہلا اور اہم ترین انٹرویو دیا وہ ان سے بی بی سی کے عالمی شہرت یافتہ ڈیوڈ فراسٹ نے لیا تھا۔ اس بات کا خیال رہے کہ تب شیخ مجیب الرحمٰن کے پاس سوائے بھارتی حکمرانوں کی ہاں میں ہاں ملانے اور پاکستانی سیاستدانوں کو برا بھلا کہنے کے اور کچھ نہیں تھا۔ اس جذباتی فضا میں انہوں نے جو بھی انٹرویو دیا اس میں شک نہیں کہ اس میں مبالغہ زیادہ اور حقیقت کم ہوگی لیکن تاریخ کے کسی بھی طالب علم کے لئے اور خصوصی طور پر ان لوگوں کے لئے جو سقوط مشرقی پاکستان کے حقائق کی تلاش میں رہتے ہیں یہ انٹرویو خصوصی اہمیت کا حامل ہے۔ یہ انٹرویو انگریزی متن کی ساتھ سب سے پہلے کراچی کے ایک ہفتہ روزہ ''آؤٹ لک'' نے شائع کیا تھا۔ اس انٹرویو کو بی بی سی اور دیگر اسلام اور پاکستان دشمن اداروں نے خوب خوب اچھالا۔ بھارتی اخبارات نے ہندی' اردو' گجراتی' مراٹھی' پنجابی' تامل اور بنگالی زبان میں اس کے تراجم شائع کئے اور آر ایس ایس' ہندو وشو پریشد' شوبنا جیسی پاکستان دشمن تنظیموں نے لاکھوں کی تعداد میں مختلف زبانوں میں پمفلٹ کی صورت شائع کر کے تقسیم کیا۔

فراسٹ — اس رات سے قبل جب مغربی پاکستان کی فوجوں نے آپ پر چڑھائی کی وہ لوگ آپ کے ساتھ مذاکرات کر رہے تھے۔ اس رات آپ گھر پر تھے جس رات آپ کو گرفتار کیا گیا۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کو ٹیلیفون پر اس امر کی اطلاع مل گئی ہوگی کہ فوج راستے میں ہے۔ پھر بھی آپ نے گھر پر رہنے اور گرفتار ہونے کا فیصلہ کیوں کیا؟

مجیب — یہ بھی ایک دلچسپ کہانی ہے۔ سرشام ہی ان کے کمانڈوز نے میرے گھر کا محاصرہ کر لیا تھا تاکہ میں گھر سے نکلوں تو مجھے قتل کر دیا جائے اور الزام بھی خود میرے ہی عوام پر لگ جائے۔ اس کے بعد وہ کچھ اس طرح کا اعلان کرتے کہ شیخ مجیب الرحمٰن کو بنگلہ دیش کے انتہاپسندوں نے قتل کر دیا۔

www.bhutto.org

فراسٹ　آپ نے فرار کیوں اختیار نہ کیا؟ میرا مطلب ہے کہ آپ چاہتے تو کلکتہ جاسکتے تھے۔

مجیب　اگر میں نے روپیہ استعمال کیا ہوتا اور میں واقعتاً فرار ہونا چاہتا تو کہیں بھی جا سکتا تھا' لیکن میں اپنے لوگوں کو کیونکر چھوڑ سکتا تھا۔ میں قوم کا رہنما ہوں۔ میں لڑ سکتا ہوں اور مر سکتا ہوں' میں نے اپنے لوگوں سے یہی کہا کہ وہ ان حالات کا مقابلہ کریں۔

فراسٹ　بہت خوب! یہی وجہ ہے کہ اس قوم کے سب لوگ آپ پر اعتماد کرتے ہیں بلکہ اب تو وہ آپ کو تقریباً خدا سمجھنے لگے ہیں۔ کیا ایسا نہیں؟

مجیب　میں یہ نہیں کہتا' بہر کیف میں محب وطن لوگوں کی زندگیاں بچانا چاہتا تھا لیکن ان حیوانوں نے مجھے گرفتار کرتے وقت میرا گھر تباہ کر دیا۔ آبادی کے وسط میں واقع اس گھر میں میری اسی سالہ ماں اور نوے سالہ باپ بھی رہائش پذیر تھے۔ فوج نے میرے باپ کو گھسیٹ کر گھر سے نکالا اور ان کی نظروں کے سامنے میرے گھر کو آگ لگا دی' میرے والدین کے پاس سر چھپانے کے لئے جگہ نہ رہی۔

اسی طریقے سے انہوں نے ہر شے کو نذر آتش کر دیا۔ میں نے سوچا کہ اگر وہ مجھے گرفتار کر لیں' تو کم از کم میرے عوام کو قتل نہیں کریں گے۔ میں جانتا تھا کہ میری جماعت بہت مضبوط ہے۔ اس لئے میں نے اپنے ساتھیوں کو خوب اچھی طرح منظم کیا ہوا تھا میں نے انہیں بتا دیا تھا کہ تمہیں ایک ایک انچ زمین کے لئے لڑنا پڑے گا اور ہوسکتا ہے یہ میرا آخری حکم ہو۔

فراسٹ　مغربی پاکستانیوں نے آپ کو گرفتار کیسے کیا۔ غالباً واقعہ رات کے ڈیڑھ بجے پیش آیا۔ ہوا کیا تھا؟

مجیب　میں اپنے اہل خانہ کے ساتھ خوابگاہ میں تھا۔ جب انہوں نے کھڑکی کے ذریعے گولیاں چلانا شروع کیں' جیسا کہ آپ محسوس کر سکتے ہیں' یہ کھڑکی ٹوٹ گئی اور گولیاں کمرے میں آنے لگیں۔ میرا چھ سالہ بچہ بستر پر سو رہا تھا۔ میں آپ کو دکھاتا ہوں۔

فراسٹ　آپ اس وقت تھے کہاں؟

مجیب　میں اس جگہ تھا' یہ میرا بستر ہے۔

فراسٹ　اور مشین گن کی گولیاں کہاں سے اندر آئیں؟

مجیب　ان کھڑکیوں میں سے۔

www.bhutto.org

فراست — آپ کی بیوی بھی یہیں تھی؟

مجیب — جی ہاں' اس کے ساتھ دو بچے بھی تھے۔

فارسٹ — پاکستانی دستے کس سمت سے آئے؟

مجیب — تمام اطراف سے۔ وہ اس طرف سے گولیاں چلا رہے تھے۔ میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ دونوں بچوں کو لے کر اسی جگہ بیٹھ جائے اور میں باہر نکلا۔

فراست — آپ اس راستے سے باہر گئے۔

مجیب — جی ہاں' میں اس راستے سے نکلا' اس سے پہلے میں نے اپنی بیوی کو الوداع کہا۔

فراست — انہیں یہیں چھوڑ دیا؟

مجیب — جی!

فراست — آپ کی بیوی کچھ بولی نہیں؟

مجیب — وہ چپ رہی اور ایک لفظ تک منہ سے ادا نہ کیا۔ میں نے اسے بوسہ دیا۔ ایک الوداعی بوسہ! پھر میں باہر نکل آیا۔ وہ کھڑکی سے گولیاں چلا رہے تھے۔ میں نے دروازہ کھولا اور باہر آ گیا میں نے بلند آواز سے کہا ''تم گولیاں چلانا بند کر سکتے ہو' میں یہاں موجود ہوں' میری آواز سن کر وہ سب اطراف سے میری طرف آنے لگے۔ وہ میرا نشانہ لینا چاہتے تھے۔ اچانک ایک افسر آگے بڑھا' اس نے میرا کالر اس طرح پکڑا اور اپنے ساتھیوں سے کہا اسے گولی مت مارو۔''

فراست — کیا صرف ایک افسر نے انہیں روکا۔

مجیب — جی ہاں! اس وقت صرف ایک افسر نے ہی انہیں روکا تھا۔ پھر وہ مجھے اپنے ساتھ لے گئے۔ یہاں وہاں گھسیٹتے ہوئے اور گردن پر سے دھکیلتے اور پشت پر بندوقوں سے دھکے دیتے ہوئے۔ انہوں نے مجھے اپنے قبضہ میں کر لیا تھا۔ پھر بھی وہ مجھے دھکیلتے رہے۔ میں نے کہا ٹھہرو۔ مجھے اپنا پائپ اور تمبا کو لے آنے دو اور بیوی سے بھی رخصت ہونے دو۔ انہوں نے مجھے جانے دیا۔ میں نے اپنا تمبا کو اور پائپ لیا اور بیوی کو خدا حافظ کہا۔ میں وہاں سے چلنے لگا تو اردگرد کے مکانوں سے اٹھتے ہوئے شعلوں کو بخوبی دیکھ سکتا تھا اور سارے ڈھاکہ پر مارٹروں سے حملوں کی آوازیں سن سکتا تھا۔

www.bhutto.org

فراست — اور جب آپ نے دھان منڈی میں اپنے 23 نمبر کے مکان کو چھوڑا تو کیا آپ یہ سوچ سکتے تھے کہ آپ دوبارہ اس مکان کو دیکھیں گے؟

مجیب — میرا خیال تھا کہ اب دوبارہ اسے نہیں دیکھ سکوں گا۔ البتہ اس امر کا اطمینان تھا کہ اگر میں نے ایک لیڈر کی حیثیت سے موت کو قبول کر لیا تو میری قوم کے لوگ مجھ پر شرمندہ نہیں ہوں گے اور اگر میں نے دشمن کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے تو میری قوم' میرے لوگ دنیا کے سامنے سر اٹھانے کے قابل نہ ہو سکیں گے۔

فراست — آپ نے ایک بار کہا تھا کہ تم کسی ایسے شخص کو موت کے سپرد نہیں کر سکتے جو خود مرنے کے لئے تیار ہو۔

مجیب — ہاں میں نے یہی کہا تھا۔ آپ ایک شخص کو جسمانی طور پر موت سے ہمکنار کر سکتے ہیں لیکن اس کی روح کو ختم نہیں کر سکتے۔ ہرگز نہیں کر سکتے۔ یہ میرا ایمان ہے' میں ایک مسلمان ہوں اور مسلمان صرف ایک بار مرتا ہے' میں اس قوم کا رہنما ہوں اور کوئی ایسی شے نہیں جو اس قوم کی طرف سے مجھے نہ مل سکی ہو۔ وہ میرے لئے سب کچھ لٹانے کو تیار ہے۔ صرف اس لئے کہ میں بھی اس کے بدلے میں اپنی ہر شے قوم پر قربان کرنے کو تیار ہوں اور میں انہیں آزاد رکھنا چاہتا ہوں۔ میں اپنے بچوں کو خوش دیکھنا چاہتا ہوں۔ ان کی آزادی ہی میری آخری خواہش تھی جو آپ جانتے ہیں پوری ہو چکی۔ سپاہیوں نے میرے گھر کا فرنیچر' میری کرسیاں' میرے آئینے' میرے کپڑے اور میرے بچوں کے کپڑے تک نہیں چھوڑے لیکن جس چیز کا مجھے سب سے زیادہ افسوس ہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے میری زندگی بھر کا سرمایہ لوٹ لیا۔ میرے پاس اپنی پینتیس سالہ سیاسی زندگی کی ڈائریاں تھیں' میرے پاس نہایت قیمتی اور اعلیٰ درجہ کی لائبریری تھی۔ انہوں نے میری ایک کتاب تک نہیں چھوڑی اور میری دستاویزات سب کی سب لے گئے۔ ہر چیز پاکستانی فوج نے اپنے قبضے میں کر لی۔

فراست — میں بار بار پھر یہ سوال کرنا چاہوں گا کہ انہوں نے ایسا کیوں کیا۔ انہوں نے سب چیزیں کیوں چھین لیں؟

مجیب — میں کچھ نہیں جانتا۔ شاید وہ انسان نہیں ہیں' وہ...... وہ جنونی ہیں۔ میری چیزیں تو بالکل

www.bhutto.org

معمولی ہیں اور میں ان کی پروانہیں کرتا۔ آپ اس بات پر غور کریں کہ انہوں نے دو سال کے بچے کو بھی زندہ نہیں چھوڑا۔ ایک سال کے بچے کو بھی قتل کرنے سے دریغ نہیں کیا۔ پانچ سال کے بچوں کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا۔ عورتوں کی بھی جان لے لی۔ میں تو سمجھتا ہوں ان کے سینے میں دل ہی نہیں۔ میں نے آپ کو دکھایا ہے کہ انہوں نے غریب لوگوں کی جھونپڑیاں کیسے جلائیں۔ آگ جب ان جھونپڑیوں میں لگی تو ان غریبوں کو اپنے اپنے گھروں سے نکلنا پڑا۔ مجبوراً......اور ہزاروں کی تعداد میں یہ لوگ باہر کھڑے ہوگئے۔

فراست اور جب یہ لوگ اپنے اپنے گھروں سے جو جل رہے تھے' باہر نکلے تو ان پر گولیاں چلائیں گئیں؟

مجیب یہ ٹھیک ہے۔

فراست انہوں نے ہر شخص کے ساتھ یہی سلوک کیا؟

مجیب جی ہر شخص کے ساتھ۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ ہر شخص مجیب الرحمٰن کا پیروکار ہے اور ہر شخص کو ختم کر دینا چاہئے۔

پھر انہوں نے کورٹ مارشل کیا اور پانچ فوجی اور ایک سول آفیسر کے سامنے مجھ پر مقدمہ گھڑا اور مقدمے کی کارروائی کو خفیہ رکھا گیا۔ یہ سب لائل پور جیل میں ہوا۔

فراست انہوں نے آپ پر الزام کیا لگائے تھے؟

مجیب ایک الزام حکومت کے خلاف بغاوت کا تھا۔ ایک الزام مسلح افواج کے خلاف بغاوت کا تھا۔ ایک الزام بنگال کو آزاد کرانے کا تھا۔ کل بارہ الزامات تھے اور ان میں سے چھ الزامات ایسے تھے جن کی سزا پھانسی ہے۔

فراست کیا آپ کی طرف سے صفائی کا بندوبست تھا؟

مجیب حکومت نے پہلے وکیل صفائی کا بندوبست کیا تھا۔ یہ مسٹر بروہی تھے۔ لیکن جب میں نے صورت حال دیکھی تو سوچا اس کا کوئی فائدہ نہیں۔

فراست میں سمجھا نہیں

مجیب میری صفائی پیش کرنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ کیونکہ یہ ایک مقدمہ نہ تھا ڈرامہ تھا۔ میں

اس عدالت کے سامنے کھڑا ہوا اور میں نے کہا ''مسٹر جسٹس' براہ کرم صفائی کے وکلاء سے کہئے کہ وہ چلے جائیں۔ کیونکہ آپ جانتے ہیں یہ مقدمہ محض ایک مذاق ہے۔ میں ایک شہری ہوں' میں کوئی فوجی نہیں اور میرا کورٹ مارشل کرر ہے ہیں اور مسٹر یحییٰ خاں صرف صدر نہیں وہ چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر بھی ہیں جو اس مقدمے میں بھی ایڈمنسٹریٹری کرر ہے ہیں۔ وہی آخری اتھارٹی ہیں اور وہ اس کورٹ کے فائنل اتھارٹی بھی ہیں۔

فراسٹ کیا آپ مقدمے کی کارروائی میں حصہ لیتے رہے' یا آپ نے اس سے علیحدگی اختیار کرلی؟

مجیب مجھے بہر حال کارروائی کا حصہ بننا پڑا کیونکہ میں ان کا قیدی تھا۔

فراسٹ ظاہر ہے' کیا ان لوگوں کو میرا مطلب ہے' اس گروپ کو جس نے مقدمے کی کارروائی میں حصہ لیا سرکاری طور پر کوئی ہدایات دی گئی تھیں؟

مجیب ۴؍دسمبر کو جب کورٹ نے سماعت مکمل کرلی تو یحییٰ خاں نے ان تمام ججوں کو راولپنڈی بلایا تاکہ اپنا فیصلہ منوا سکے۔ وہاں ان لوگوں نے مجھے پھانسی دینے کا فیصلہ کیا۔

فراسٹ اور مجھے یقین ہے کہ آپ کو معلوم ہوگیا کہ آپ کی ساتھ والی کوٹھڑی میں آپ کے لئے ایک قبر کھودی جارہی ہے۔

مجیب جی ہاں۔ انہوں نے مجھے لائل پور جیل سے میاں والی جیل منتقل کر دیا تھا اور میری کوٹھڑی کے نزدیک ہی وہ میری قبر کھودر ہے تھے۔

فراسٹ کیا آپ کو معلوم تھا کہ وہ ایسا کرر ہے ہیں؟

مجیب ہاں۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ اور میں نے کہا ٹھیک ہے' میں جانتا ہوں' یہ میری قبر ہے' اور میں اس کے لئے تیار ہوں۔

فراسٹ کیا انہوں نے تسلیم کیا تھا کہ یہ قبر آپ کے لئے ہے؟

مجیب انہوں نے کہا نہیں' ہم تو اس گڑھے کو آپ کے لئے شیلٹر بنا رہے ہیں تاکہ بمباری کے دوران آپ اس کے اندر پناہ لے سکیں۔ میں نے کہا اس کی دیوار چاروں طرف سے بہت چھوٹی ہے' مجھے بیوقوف بنانے کی کوشش مت کرو' میں سب جانتا ہوں۔

www.bhutto.org

فراست — اور اس لمحے آپ کے خیالات کیا تھے؟

مجیب — میں پورے نو ماہ تک یہ سوچتا رہا تھا کہ کسی بھی وقت یہ لوگ مجھے قتل کر سکتے ہیں۔

فراست — اور آپ نے اس صورتحال کا مقابلہ کیسے کیا؟ کیا آپ دعا کرتے ہیں۔!

مجیب — ہاں میں نے دعا مانگی اور مجھے یقین ہے کہ میں ایسے حالات کا مقابلہ کر سکتا ہوں۔ کیونکہ مجھے اپنی سچائی پر یقین ہے اور میں نے ایسے حالات کا مقابلہ کیا کیونکہ میں عوام کے لئے کچھ کرنے کا عزم رکھتا تھا۔

فراست — مثال کے طور پر کیا آپ کو اپنی بیوی بچوں کا خیال پہلے آتا تھا یا ملک کا۔

مجیب — میں ہمیشہ اپنے ملک اور اس کے عوام کے بارے میں سوچتا تھا۔

فراست — کیا اس لئے کہ انہیں آپ کی یہ سوچ درکار تھی!

مجیب — ہاں! اور اس لئے بھی کہ آپ جانتے ہیں کہ ہر شخص کو ایک نہ ایک دن مرنا ہوتا ہے آج' کل یا پرسوں یا اس کے بعد۔ میں دعا کرتا تھا کہ میرے عوام میں سے ہر شخص میرے بعد مرے۔

فراست — پھر آپ اس مشکل سے کیسے بچے' کیونکر بچے' کس نے آپ کو اس قبر سے بچایا؟

مجیب — میں سمجھتا ہوں۔ خدا نے' خدائے برتر نے اس مشکل سے مجھے بچایا۔ اور اس کے بعد میرے عوام کے اس جذبے نے جو باقاعدہ جنگ کی صورت اختیار کر گیا تھا۔

فراست — کیا ایک موقع پر جیلر نے آپ کی جان بچائی۔ کیا ایک ایسے وقت پر وہ آپ کو نکال لے گیا جب یحیٰی خاں آپ کو منگوانا چاہتا تھا تاکہ قتل کروا سکے۔ میں نے اس جگہ ایسا ہی پڑھا تھا۔

مجیب — انہوں نے جیل کے اندر ہی ایک سچوایشن پیدا کر دی تھی۔ انہوں نے کچھ قاتلوں کو جیل میں بھیجا جنہوں نے قیدیوں سے مل کر ہنگامہ کرنے کا منصوبہ بنایا۔ محافظ اس ہنگامے کی آڑ میں مجھے قتل کر دیتے لیکن ایک افسر نے جو میرا انچارج تھا' مجھے وہاں سے نکالا۔ کچھ ایسا ہی ہوا تھا۔ جہاں تک اس افسر کا تعلق ہے' وہ جانتا تھا کہ یحیٰی خان کے دن پورے ہو چکے ہیں۔ ایک رات تین بجے کے قریب وہ مجھے جیل سے باہر لے گیا اور دو دن تک اپنے بنگلے میں کسی گارڈ یا سپاہی کے بغیر رکھا۔ اس کے بعد وہ مجھے ایک

www.bhutto.org

دور افتادہ علاقہ چشمہ بیراج لے گیا۔ چشمہ بیراج کالونی میں اس نے مجھے پانچ روز تک رکھا۔ چند افسروں کے سوا اور کسی کو معلوم نہ تھا میں کہاں ہوں۔

فراست مجھے تعجب ہے' نہ جانے ان افسروں کے ساتھ بعد میں کیا سلوک ہوا ہوگا؟

مجیب میں نہیں جانتا۔ میں نہیں سمجھتا کہ اب وہ ان کے ساتھ کوئی سختی کریں گے۔ بہر کیف میں ان کے لئے دعا گو ہوں۔

فراست یحییٰ خان اقتدار مسٹر بھٹو کے حوالے کر رہا تھا تو بھی آپ بچ رہے۔ مجھے معلوم ہوا تھا کہ یحییٰ خاں نے ایک بار پھر مسٹر بھٹو کو مشورہ دیا تھا کہ آپ کو پھانسی پر لٹکا دینا چاہئے۔ کیا یہ سچ ہے؟

مجیب مسٹر بھٹو نے مجھے یہی بتایا تھا کہ جب یحییٰ خان انہیں اقتدار منتقل کرنا چاہتا تھا تو اس نے کہا ''مسٹر بھٹو میں نے شیخ مجیب الرحمان کو اس سے پہلے قتل نہ کرکے بہت غلطی کی ہے۔

فراست اس نے واقعی یہ کہا؟

مجیب ہاں' اور اس نے یہ بھی کہا کہ براہ مہربانی اقتدار منتقل کرنے سے قبل شیخ مجیب الرحمان کو قتل کرنے کا آرڈر پچھلی تاریخ میں رہنے دو' پہلے اسے پھانسی دی جائے' پھر میں اقتدار تمہارے سپرد کروں گا لیکن مسٹر بھٹو نے انکار کر دیا۔

فراست کیا مسٹر بھٹو نے آپ کو بتایا تھا کہ اس نے یحییٰ خان کو کیا جواب دیا؟

مجیب مسٹر بھٹو نے کہا تھا کہ میں اس کی اجازت نہیں دے سکتا۔ کیونکہ اس کا ردعمل بہت ہی خوفناک ہوگا۔

مسٹر بھٹو نے کہا کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار فوجی اور شہری بھارت اور بنگلہ دیش کی اتحادی فوجوں کے پاس گرفتار ہیں۔ اگر تم مجیب الرحمان کو قتل کر دو اور میں اقتدار سنبھال لوں تو مغربی پاکستان میں ان میں سے ایک فرد بھی بچ کر نہ آسکے گا اور مغربی پاکستان میں اس کا ردعمل اور میری پوزیشن خراب ہو جائے گی۔ یہ ساری بات مسٹر بھٹو نے مجھے اس طرح بتائی تھی اور میرے پاس یقین کرنے کے سوا چارہ ہی کیا تھا۔ بہر کیف میں پھر بھی مسٹر بھٹو کا شکر گزار ہوں۔

www.bhutto.org

فراست آج وہاں یحییٰ خان موجود ہے۔ اگر آپ کا اس شخص کے ساتھ آمنا سامنا ہو جائے تو آپ اسے کیا کہیں گے؟

مجیب وہ ایک مجرم ہے میں اس کی تصویر تک دیکھنا پسند نہیں کرتا۔

فراست وہ کیوں؟

مجیب اس نے اپنے سپاہیوں اپنی فوج کے ساتھ بنگلہ دیش کے تیس لاکھ عوام کو قتل کیا ہے۔

فراست مسٹر بھٹو نے یحییٰ خان کو ایک گھر میں نظر بند کر رکھا ہے آپ کے خیال میں مسٹر بھٹو کو اس کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہئے

مجیب میں اس سلسلے میں کیا کہہ سکتا ہوں' یہ معاملہ ان دونوں کا ہے آپ بنگال کی بات کریں آپ جانتے ہیں بنگال میں اس دوران کیا ہوا؟ تیس لاکھ افراد جن میں بچے عورتیں دانشور کسان مزدور اور طالب علم شامل تھے قتل کر دیئے گئے اس کے علاوہ خوراک کے تمام گودام ضائع کر دیئے گئے

فراست آپ کو مقتولین کی صحیح تعداد کا علم کیسے ہوا؟

مجیب میرے پاس بہر حال ایک مشینری ہے اور آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ میری واپسی سے پہلے ہی انہوں نے اعداد و شمار مرتب کرنا شروع کر دیئے تھے اس کے علاوہ میرے پاس ملیشیا فوج ہے اپنی عوامی لیگ ہے جس کی ہر شاخ ہر گاؤں میں ہے ملک کے ہر ایک حصے سے پیغامات آتے ہیں ہم نے آخری گنتی ابھی نہیں کی مقتولین کی تعداد اس سے زیادہ بھی ہو سکتی ہے۔

فراست اور یہ سب لوگ بے گناہ مارے گئے؟

مجیب یہ لوگ مکمل طور پر صلح پسند تھے اور اپنے گھروں میں رہتے تھے جو دیہات میں تھے انہیں جنگ کے بارے میں کچھ علم نہ تھا۔

فراست یہ سب قتل مسلمانوں نے کئے مسلمانوں ہی کو قتل کیا؟

مجیب ہاں کم از کم وہ لوگ (قاتل) مسلمان ہونے کا دعویٰ ضرور کرتے ہیں حالانکہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان بالخصوص مسلمان عورت کو کیونکر قتل کر سکتا ہے؟

فراست انہوں نے یہ سب کیسے کیا؟

www.bhutto.org

مجیب ہاں انہوں نے یہ سب کچھ کیا ہم نے ہزاروں افراد کو ان مظالم سے نجات دلائی ہم ابھی تک انہیں کیمپوں سے لا رہے ہیں ان عورتوں کے خاوند مارے گئے ہیں ان کے والدین مارے گئے ہیں

ہاں ان لوگوں نے بنگالی لڑکیوں کی ان کے باپوں کے سامنے عصمت دری کی انہوں نے ماؤں کی انکے بیٹوں کے سامنے عزت لوٹی آپ اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے میں اپنے آنسوؤں کو روک نہیں سکتا ان لوگوں نے یہ سب کیا اور اب یہ مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں

کیا آپ کو قتل عام کی داستانیں معلوم ہیں میرے ایک دوست تھے میری پارٹی کے معتمد ترین لیڈر' مشیر رحمان ان کا نام تھا وہ بنگلہ دیش کی حکومت میں وزیر رہے ہیں انہوں نے مشیر رحمان کو چار دن تک سخت عذاب دیا پہلے انہوں نے اس کا ایک ہاتھ کاٹا پھر دوسرا' پھر اس کے کان کاٹے پھر اس کی ٹانگیں 24 دن تک اس غریب کو سخت جسمانی اذیتیں دیتے رہے۔

اور پھر یہ سب اسی کے ساتھ نہیں ہوا بیشمار لوگ تھے بے شمار ورکرز تھے بے شمار سرکاری افسر تھے جنہیں گرفتار کرلیا گیا اور سات سے دس دن تک سخت قسم کی پوچھ گچھ کے بعد موت کے گھاٹ اتار دیا گیا ایک چیتا بھی اگر انسان کو قتل کرتا ہے تو اس طرح سے نہیں کرتا

فراست اور وہ اس قتل عام سے چاہتے کیا تھے؟

مجیب وہ انتظامیہ پر قابو پانا چاہتے تھے وہ اس زمین کو ایک کالونی بنا کر رکھنا چاہتے تھے

فراست اور انہوں نے 150 دانشوروں کو گرفتار کیا اور قتل کر دیا حالانکہ جنگ ختم ہو رہی تھی

مجیب جی ہاں ڈھاکہ میں ہتھیار ڈالنے سے صرف ایک دن پہلے یہ دانشور قتل کیے گئے اور ان کی تعداد 150 نہیں' 300 تھی ان لوگوں کا تعلق زیادہ تر یونیورسٹی سے اور میڈیکل کالج سے تھا۔

فراست کیا آپ سمجھتے ہیں کہ یحییٰ خان ایک کمزور آدمی تھا اور دوسروں کے اشاروں پر چل رہا تھا یا آپ سمجھتے ہیں کہ وہ خود سے ایک شیطان تھا؟

www.bhutto.org

مجیب — وہ یقیناً خود سے شیطان تھا اور اس کے دوست بھی شیطان تھے یحیٰی خان ان سب کاموں کی ذمہ داری دوسروں پر ڈال کر بری الذمہ نہیں ہو سکتا وہ مکمل طور پر ایک مکروہ انسان تھا ایک خطرناک انسان میں نے یہ اندازہ اسی وقت کر لیا تھا جب وہ اس ملک کا صدر تھا اور میں اکثریتی پارٹی کا لیڈر اور ہمارے مذاکرات ہوئے تھے۔

فراست — اس نے آپ کو تاریکی میں رکھا...... کیا نہیں؟

مجیب — وہ مجھے تاریکی میں نہیں رکھ سکتا تھا میں خوب سمجھتا تھا وہ کیا کرنا چاہتا ہے لیکن میں اس پر ضرب لگانے کی تیاری کر رہا تھا اور بالآخر اس نے ضرب کھائی
میرے لوگ یہاں سے ہجرت کر گئے

فراست — آپ کے خیال میں مسٹر بھٹو کے لئے کیا مناسب ہے وہ اس کے ساتھ کیا سلوک کریں؟

مجیب — میرے خیال میں اس پر مکمل مقدمہ چلانا چاہئے کھلی عدالت میں مقدمہ

فراست — کیا آپ سمجھتے ہیں مسٹر بھٹو ایسا کریں گے؟

مجیب — انہیں ایسا کرنا چاہئے

فراست — اب آپ کا مسٹر بھٹو کے بارے میں کیا خیال ہے؟ کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ اب یا کسی نہ کسی دن مسٹر بھٹو وزیراعظم یا صدر پاکستان کی حیثیت سے ڈھاکہ میں آئیں گے کیا وہ کبھی آپ سے مذاکرات کے لئے یہاں آئیں گے؟

مجیب — میں کچھ نہیں جانتا' کچھ بھی نہیں جانتا لیکن اب انہیں اس حقیقت کا احساس ہونا چاہئے کہ بنگلہ دیش ایک آزاد ملک ہے اور اب یہ شور مچانے سے کوئی فائدہ نہیں کہ بنگال انکا علاقہ ہے یہ انکا علاقہ نہیں ہے اگر وہ ابھی تک ایک پاکستان کے نعرے پر مضبوطی سے جمے ہوئے ہیں تو انہیں بخوبی علم ہونا چاہئے کہ میں اکثریتی پارٹی کا لیڈر رہوں اور میں یہ دعویٰ کر سکتا تھا کہ میں پاکستان کا صدر رہوں اور ایڈمنسٹریٹر ہوں اور یہ کہ سارا پاکستان میری ملکیت ہے میں نیشنل اسمبلی کی ایک میٹنگ بلا سکتا ہوں اور سارے ملک کا نام بنگلہ دیش رکھنے کا اعلان کر سکتا ہوں کیونکہ آپ جانتے ہیں کہ 1970ء کے انتخابات کے نتیجے میں جو اسمبلی وجود میں آئی اس میں اکثریت عوامی لیگ کو حاصل تھی جو میرے

www.bhutto.org

پاس ہے یہاں بنگلہ دیش میں ہے میں انہیں بتا سکتا ہوں کہ مغربی پاکستان بھی میری حدود میں ہے میں بھٹو صاحب سے کہہ سکتا ہوں کہ تشریف لے جائے اور انہیں بتا سکتا ہوں کہ میں پنجاب سندھ اور بلوچستان کے گورنر مقرر کر رہا ہوں' میں انہیں بتا سکتا ہوں کہ یہ میرے علاقے ہیں آپ کو یہاں سے رخصت ہو جانا چاہئے ورنہ میں اپنی فوجیں اتحادی فوجوں کے ساتھ وہاں بھیج دوں گا اور مغربی پاکستان پر بھی قبضہ کر لوں گا۔

لیکن میں مسئلے کو الجھانا نہیں چاہتا مجھے علاقے کی کوئی خواہش نہیں مسٹر بھٹو مغربی پاکستان کے علاقے سے خوش رہیں جو ان کی خواہش ہے اگر وہ مغربی پاکستان ہی کا نام استعمال کر کے خوش ہو سکتے ہیں تو انہیں ایسا کرنے دیجئے مجھے کوئی اعتراض نہیں میں بنگلہ دیش میں اپنے لوگوں کے ساتھ خوش ہوں اور بنگلہ دیش اب ایک آزاد اور خودمختار ریاست ہے۔

www.bhutto.org

امریکہ کے سابق وزیر خارجہ

ہنری کسنجر کی یادداشتیں

71ء میں جب المیہ مشرقی پاکستان رونما ہوا تو ڈاکٹری ہنری کسنجر نکسن حکومت کے وزیر خارجہ تھے اور پاکستان کی معاونت سے اس سے چند ماہ پہلے انہوں نے ایک محیر العقول کارنامہ انجام دیا کہ وہ پاکستان کے دورے پر آئے اور مری میں سیر کرنے کے بہانے پیکنگ جا پہنچے اس طرح امریکہ اور چین کے درمیان پہلا تاریخی نوعیت کا سفارتی رابطہ ہوا جس میں مرکزی کردار پاکستانی حکومت نے ادا کیا تھا خود ڈاکٹر ہنری کسنجر کے کہنے کے مطابق امریکہ اور چین کے درمیان پاکستان نے پل کا کردار ادا کیا اور وہ اس سلسلے میں پاکستانی حکومت کے احسان مند بھی رہے لیکن مقام حیرت ہے کہ پاکستان پر چند ماہ بعد ہی جب برا وقت آیا تو امریکہ خواہش کے باوجود پاکستان کی مدد نہ کر سکا نکسن انتظامیہ جسے پاکستان حمایتی ہونے کا طعنہ دیا جاتا تھا سوائے زبانی جمع خرچ کے اور کچھ نہ کر سکا اس کے اسباب کیا تھے آیئے تب امریکہ کے وزیر خارجہ ڈاکٹر ہنری کسنجر کی زبانی سن لیجئے۔

ہر ملک میں کوئی نہ کوئی ایسا واقعہ رونما ہو جاتا ہے جو چیخ چیخ کر عقل انسانی کی نارسائی کا اعلان کرنے لگتا ہے۔ جس سال ویت نام کا مسئلہ غیر یقینی صورت حال سے دوچار تھا جس سال چین سے تعلقات کا آغاز ہوا اور جس سال روس کے ساتھ تعلقات میں بہتری کی صورت پیدا ہوئی اس سال جنوبی ایشیا میں بحران کا ظہور پذیر ہونا امریکی انتظامیہ کے سان گمان میں بھی نہ تھا مگر ستم ظریفی ملاحظہ ہو مشرقی پاکستان کا سمندری طوفان اس بحران کا پیش خیمہ ثابت ہوا اور یوں لگا جیسے یہ طوفان ہماری منصوبہ بندی کی کوتاہی اور ہنگامی نوعیت کو فقط اظہر من الشمس کرنے کے لئے آیا ہو۔

جنوب میں بحر ہند شمال میں ہمالیہ مغرب میں لاکھوں انسانوں کو آسمان سے الگ تھلگ کرنے والے ہندوکش کے فلک پیما پہاڑ اور مشرق میں بنگال کے دریائی اور دلدل علاقے کے درمیان برصغیر ہزارہا سال سے اپنی دنیا آپ بنائے قائم ہے موسم گرما میں اس کے شمالی میدان شدت کی تپش اور موسم سرما میں سخت سردی کی لپیٹ میں آجاتے ہیں اس کا سرسبز و شاداب جنوبی

www.bhutto.org

علاقہ سکون اور راحت کا منظر پیش کرتا ہے یہاں کے عوام کی مختلف زبانیں پہاڑی دروں قریبی صحراؤں اور کبھی کبھار بحری راستے کے ذریعے قافلہ در قافلہ آنے والے فاتحین کی تصدیق کرتی ہیں ہن منگول یونانی اہل فارس مغل افغان پرتگال اور آخر میں انگریز فاتحین نے اپنی سلطنتیں قائم کیں اور پھر مٹ گئے برصغیر کے کروڑوں باشندے انکی آمد اور رخصت سے لاپروار ہے

چین کے عوام نے اپنے مضبوط اور کامیاب قانونی ڈھانچے اور ثقافت کے بل بوتے پر بیرونی حملہ آوروں کو خود میں کاملاً مدغم کر لیا مگر ہندوستان کے باشندوں نے تعاون کے بجائے تفریق اور علیحدگی پسندی کے ہتھیار سے اجنبی فاتحین کا مقابلہ کیا فاتحین نے بے تعلقی کی فضا میں اپنی عظمت کے اعتراف اور اہمیت کے اظہار کے طور پر بڑی بڑی اور ناقابل یقین یادگاریں قائم کیں مگر ہندوستان کی مختلف اقوام نے یہ سب کچھ برداشت کیا مگر انہوں نے فاتحین سے ایسے تعلقات رکھے کہ بیرونی اثرات کو خود میں سرایت نہ ہونے دیا مشرق وسطٰی کی مانند برصغیر میں عظیم ادیان نے جنم لیا تاہم مشرق وسطٰی کے مقابلے پر یہاں کے ادیان عروج وحصول عظمت کے نہیں بلکہ انکساری اور صبر وقناعت کے ادیان ہیں برصغیر کے ادیان نے مسیحائی تکمیل اور عظمت انسانی کی پیمبرانہ مناظر پیش کرنے کی بجائے انسانی زندگی کی بے بضاعتی بے یقینی اور کمزوری کے درس سے لوگوں کو متاثر کیا انہیں ذاتی رست گاری کے بجائے ناقابل تغیر قسمت پر صابر وشاکر رہنے کا سبق سکھایا۔

جہاں جنم ذات پات کا تعین کرتا ہے وہاں ناکامی ذات کا احساس مقصود ہوتا ہے اور انسانی صلاحیت کی پرکھ کا دارومدار آپ اپنی قسمت کے بدلنے کے خیال کے بجائے قسمت پر صابر وشاکر رہنے اور اسے برداشت کرنے کی قوت پر ہوتا ہے ذات پات اور چھوت چھات کا نظام ان تہذیبوں کے لئے کوئی کشش نہیں رکھتا جو اپنی زندگی میں ہی خود اپنی قسمت بنانے کا عزم رکھتی ہوں اگر وسیع تناظر میں دیکھا جائے تو ہندوؤں کا مذہب غیر معمولی تسکین خاطر اور غم خواری پر قائم ہے ہندومت خود پسندانہ اور قائم بالذات SELF CONTAINED ہے اور کسی نو مذہب شخص کو قبول نہیں کرتا اگر کوئی شخص پیدائشی طور پر ہندو نہ ہو تو اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس کی برکتوں اور سماجی پوزیشن سے محروم رہنا پڑتا ہے چنانچہ اس عدم ادغام کے نظام میں بیرونی تسخیر قطعاً بے معنی ہے۔

www.bhutto.org

ہندو سماج غیر ہندو کو کوئی اہمیت و حیثیت دینے کو تیار نہیں اور یوں غیر ملکیوں کی صد ہا سال کی حکمرانی کے ایام میں ہندو تہذیب زندہ اور پائندہ اور بعض اوقات فروغ پذیر رہی بلاشبہ بے شمار حملہ آوروں نے فقط فن تعمیر کا اور انسانی ورثہ چھوڑا مسلمان فاتحین کے دور میں نچلی ذات کے انبوہ کثیر کو تبدیلی مذہب کے ذریعے اپنی قسمت بدلنے کا موقع ملا کہ اسلام میں نومسلموں کا مکمل ادغام ہو جاتا ہے تاہم انہیں جزوی کامیابی نصیب ہوئی کیونکہ نومسلم تبدیلی مذہب کے بعد ہندو سماج میں اس قدر و قیمت سے محروم کر دیئے گئے جو نچلی ذات سے تعلق رکھنے کے باوجود انہیں حاصل تھی یوں اس مذہبی نفرت کا آغاز ہوا جس نے کئی نسلوں سے برصغیر میں پھوٹ ڈال رکھی ہے۔

برصغیر کے آخری فاتحین انگریز تھے جنہوں نے مغلوں سے حکمرانی چھینی شمال میں چند ہندو حکمرانوں کو اقتدار سے محروم کیا اور جنوب کے دیسی ہندو حکمرانوں کی پشت پناہی کی اور یوں عرصہ دراز کی روایت کو دہرایا تاہم ایک لحاظ سے یہ بات اہم ہے انگریزوں کی فتح برصغیر مختلف تھی یہ تسلیم کہ تسخیر برصغیر اس لحاظ سے ممکن ہوئی کہ سالہا سال کی روایت کے عین مطابق تبدیلی حکمرانوں کے معاملے میں طریقہ قدیم کو اپنایا گیا اور اس کی نفسیاتی بنیاد یہ تھی کہ ابھی قومیت کا تصور ظہور پذیر نہ ہوا تھا لیکن یہ انگریز حکمران ہی تھے جنہوں نے برصغیر کو سیاسی تشخص بخشا کہ برصغیر میں اس سے پہلے فقط مذہب ثقافتی اور جغرافیائی بنیادیں موجود تھیں۔

انگریزوں نے برصغیر کی تاریخ میں پہلی بار قانون انتظامیہ اور حکومت کی یکساں اور ہم رنگ عمارت تعمیر کی پھر انہوں نے برصغیر کو آزاد خیالی اور قومیت کی مغربی اقدار سے روشناس کرایا یہ عجیب بات ہے کہ انگریزوں کی بخشی ہوئی جمہوریت اور قومیت کی ان اقدار نے اظہار ثقافت کو سیاسی تحریک میں تبدیل کر کے انگریزوں کو غیر ملکی حکمران بنا دیا انگریزی درس گاہوں کے تعلیم یافتہ ہندوستانی لیڈروں نے اپنی اپنی اقوام کے لئے اپنے حکمرانوں کی اقدار کے حصول کا مطالبہ کیا انگریزوں کی نیم دلانہ مزاحمت سے یہ امر مترشح ہوا کہ آزادی کی عملی جدوجہد سے پہلے ہی انگریز اخلاقی جنگ میں شکست کھا چکے تھے۔

قومیت کا تصور جب ابھر کر سامنے آیا تو متعدد حملہ آوروں کے سیلاب سے جنم لینے والی مختلف زبانیں بولنے والی قومیتیں جو ناقابل بیان افلاس زدہ اور بڑی تعداد میں تھیں متحد ہونے کے بجائے الگ الگ ہو گئیں کل آبادی کا تقریباً ایک تہائی حصہ مسلمانوں پر مشتمل تھا ان کی کثیر

www.bhutto.org

تعداد مغربی پنجاب اور مشرقی بنگال میں مرتکز تھی علاوہ ازیں مسلمان ہندوستان بھر کے اہم علاقوں میں بھی پھیلے ہوئے تھے ان کی اکثریت کو ہندو معاشرے نے اچھوت سمجھ رکھا تھا اور انہیں ایسی لادینی ریاست میں رہنا قابل قبول نہ تھا جس پر ان لوگوں کا غلبہ ہو جنہوں نے ان مسلمانوں کے ساتھ صدیوں سے حقارت آمیز سلوک کیا ہو چنانچہ 1947ء میں مذہبی بنیادوں پر ملک کی تقسیم کا حل پیش کر دیا گیا۔

یہ وہ حالات تھے جب نا قابل بیان نفرت اور فرقہ وارانہ فسادات کے درمیان پاکستان اور بھارت کی مملکتیں وجود میں آئیں پاکستان کے دو یونٹ تھے مغربی یونٹ جس میں پنجابیوں کو غلبہ حاصل تھا اور مشرقی بنگال.

ان دونوں کے مابین ہزاروں میل پر پھیلا بھارتی علاقہ تھا ان کی زبان ایک نہ تھی ان کی وحدت کی بنیادی تاریخ تھی اور نہ معیشت بلکہ اسلام تھا اور ہندو غلبے کا مشترکہ خوف پاکستان کی بقا ہندوستانی نیشنلسٹوں کو ایک آنکھ نہ بھائی کہ یہ لوگ آزادی کی تحریکوں کے دوسرے قائدین کی مانند سابق نوآبادیاتی حکمرانوں کے تسلط علاقے پر اپنی حکمرانی کا خواب دیکھتے تھے علاوہ ازیں بھارت کو اپنی ہمسایہ مسلم مملکت کی موجودگی خود اپنی قومی وحدت کے لئے خطرہ نظر آئی وہ سوچتے تھے کہ پانچ کروڑ سے زائد مسلمان جو بھارت میں مقیم ہیں جلد یا بدیر اپنے الگ قومی تشخص کا دعویٰ کریں گے یا پھر یہ کہ پاکستان کے قیام کا حل دراصل غیر ضروری طور پر نافذ کیا گیا ہے اور بعض بھارتی نیشنلسٹ اس امر کا اعلان کرتے نہ تھکتے تھے۔ جہاں تک پاکستان کا تعلق ہے اسے احساس تھا کہ ادنیٰ ترین ذات سے تعلق رکھنے والے ہندو تک خود کو مسلمانوں سے کہیں بالاتر نظام کا جزو سمجھتے ہیں اور پاکستان نے اپنے بڑے ہمسایہ ملک کو خوف' آزردگی اور بعض اوقات نفرت کی نگاہ سے دیکھا''

پیچیدہ اور اوق ہندوؤں اور سیدھے سادھے اور بے تکلف مسلمانوں میں صدہا سال تک ساتھ رہنے کے باوجود جتنا بعد ہے اتنا ہمیں کسی اور جگہ پرانے ہمسایوں میں بمشکل ہی نظر آئے گا۔ اس عدم اشتراک کا انعکاس فن تعمیر کے اختلاف میں بھی ہوتا ہے عمدہ تعمیر کے حامل ہندو مندروں کے کئی کونے کھدرے ہوتے ہیں اور ان میں بظاہر لامحدود جزئیات ہوتی ہیں مگر انسے مفہوم یا منظر کا کوئی واحد تاثر نہیں ہوتا مغلوں نے برصغیر کے ایک تہائی حصے یعنی شمال میں قلعوں اور

www.bhutto.org

مساجد کا جال بچھایا یہ قلعے اور یہ مساجد وسیع و عریض ہیں نفاست کے آئینہ دار ہیں رومانوی انداز لئے ہیں اور انکی لشکارے مارتی فراواں شان گرم میدانی علاقے میں آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچاتی ہے اور ان میں لگے ان گنت چشمے اردگرد کے ناگوار ماحول سے چھٹکارا دلاتے اور قدرے کم پیچیدہ علاقوں تک جو حملہ آور کی دسترس سے باہر رہے رسائی کے ہڑکے کا اظہار کرتے ہیں

1950ء اور 1960ء کے دہاکوں میں ان دونوں ممالک کی باہمی چپقلش سے لاعلم امریکہ نے ان دونوں کو اپنے خیال اپنے منصوبے میں فٹ کرنے کی کوشش کی بھارتی وزیر اعظم جواہر لال نہرو کے اس دعوے کے صحیح مفہوم کو ہم سمجھ نہ پائے کہ وہ عالمی معاملات کا غیر جانبدار اور اخلاقی منصف ہے ہم اس حقیقت کا بھی ادراک نہ کر پائے کہ یہ عین وہی پالیسی ہے جس پر گامزن ہو کر کوئی کمزور قوم اپنی اصل قوت سے کہیں زیادہ اثر و رسوخ حاصل کرنے کی خواہش مند ہوتی ہے علاوہ ازیں ہم اس امر کا بھی اندازہ نہ لگا پائے کہ بھارت اپنے عالمی درس پر عملدرآمد کے لئے خطرات مول لینے کی پوزیشن میں نہیں سوائے برصغیر پاک و ہند کے جہاں اس نے اپنی بالادستی کا خواب دیکھ رکھا ہے اور ہم نے پاکستان کو کیمونسٹ جارحیت کے خلاف اپنا ممکنہ فوجی حلیف شمار کیا

ہم نے یہ امر مطلقاً تسلیم نہ کیا کہ اکثر پاکستانیوں کو بھارت کی جانب سے اپنی سلامتی کا اصل خطرہ لاحق ہے وہی بھارت جسے ہم نے مجرد اخلاقیات کے مندر میں بت بنا کر سجایا تھا اور جو پاکستان کو مسلح کرنے کی ہماری خواہش کو اپنے لئے ایک چیلنج سمجھتے ہوئے (بھارت کے خوشنودی حاصل کرنے کی) ہماری کوششوں پر پانی پھیر رہا تھا

ہم نے بیک وقت بھارت کی سیاسی حمایت کے حصول کا مبالغہ آمیز اندازلگایا اور پاکستان کی جانب سے فوجی طاقت کے حصول کی کوشش کے اصل ہدف کو نہ سمجھا ہم عالمی رائے عامہ کے معاملے میں جس کی نمائندگی کا بھارت دعویدار تھا ضرورت سے زیادہ حساس نکلے ساتھ ہی ہم نے کموزنم کو محدود رکھنے کے منصوبے میں پاکستان کو بھی شامل سمجھا حالانکہ اسے اس منصوبے سے اتفاق نہ تھا ہم نے مشترکہ دفاع کے قانونی فریضے کو کمونسٹ جارحیت کا زبردست توڑ سمجھا باوجودیکہ مذکورہ فوجی اشتراک کے ارکان ایک دوسرے کی کمک کو پہنچنے کی پوزیشن میں نہ تھے اور نہ انہیں ایک دوسرے کے نقطہ نظر سے اتفاق تھا سینٹو اور سیٹو میں پاکستان ہمارا اتحادی بن گیا اور یوں وہ امریکی فوجی امداد کا مستحق ٹھہرا جو درحقیقت کیمونسٹ جارحیت کا مقابلہ کرنے کے لئے مقصود تھی،

www.bhutto.org

لیکن اس امداد میں بھارت کو شکوک وشبہات کی بنا پر مختلف مقاصد نظر آئے۔

ڈیموکریٹک پارٹی نے جب آئزن ہاور انتظامیہ کے ان فوجی معاہدوں پر تنقید کرتے ہوئے انہیں مبالغہ آمیز فوجی سوچ کا مظہر قرار دیا تو امریکہ میں ان معاہدوں پر بحث چھڑ گئی بھارت امریکی لبرلز کا حد درجہ منظور نظر بن گیا کہ انہیں بھارت کی جمہوریت پسندی میں قومی اشتراک عمل کی بنیادیں نظر آئیں اور معاشی میدان میں اس کی متوقع کامیابی میں کمونسٹوں کے اس دعوے کا کہ مستقبل انہی کا ہوگا بہترین بطلان دکھائی دیا۔ چنانچہ یہ امر تعجب خیز نہیں کہ 1961ء میں انتظامیہ کی تبدیلی کے بعد پاکستان میں واشنگٹن کی دلچسپی میں نمایاں کمی پیدا ہوئی اور فوجی ساز وسامان کی ترسیل کی جگہ امریکی تحفظ کی بڑھی ہوئی یقین دہانیوں نے لے لی ان یقین دہانیوں میں ان گنت اضافے نے 1971ء میں ہمیں چکرا کے رکھ دیا تھا اور اس سارے عرصے میں بھارتی بڑی ثابت قدمی اور ہوشیاری سے پاکستان اور امریکہ کے مابین فوجی تعلقات کو ضعف پہنچانے کی جدوجہد میں مصروف رہا باوجود یہ کہ اس وقت تک بھارت اپنی اسلحہ سازی کی صنعت میں نمایاں اضافہ کر چکا تھا اور اس نے روس سے بڑی مقدار میں فوجی ساز وسامان کی سپلائی وصول کرنا شروع کردی تھی

1965ء کی پاک بھارت جنگ نے ہمیں کسی حد تک اس بکھیڑے سے نجات حاصل کرنے کا موقع فراہم کر دیا امریکہ نے طرفین کو ہر قسم کے فوجی ساز وسامان کی ترسیل بند کر دی۔ (67-1966ء میں اس پالیسی میں معمولی سی ترمیم کی گئی جس کے باعث فاضل پرزوں اور غیر مہلک سامان کی ترسیل ممکن ہوئی) بادی النظر میں یہ مساوی سلوک دراصل ایک فریب تھا جس کے عملی نتیجے میں پاکستان کو نقصان پہنچا کیونکہ بھارت نے اپنا زیادہ تر اسلحہ اپنے کارخانوں میں تیار کیا یا کمونسٹ اقوام سے حاصل کیا صدر جانسن نے اس اقدام میں مضمر ناانصافی کا احساس کرتے ہوئے تیسرے فریق (تھرڈ پارٹی) مثلاً ترکی کے ذریعے پاکستان کو چند قبروک شدہ ٹینک منتقل کرنے کا وعدہ کر لیا تاہم وہ اس وعدے کو نبھانے میں ناکام رہا کیونکہ ایک طرف اسے خدشہ تھا کہ اس جزوی طور پر اہم فیصلے کے باعث کہیں کانگریس میں اس کی زوال پذیر حمایت میں مزید کمی پیدا نہ ہو جائے اور دوسری طرف تیسرے فریقین (تھرڈ پارٹنر) نے اپنے فیصلے پر نظر ثانی کی

برصغیر کے متعلق مجھے اپنے تجربے کی بنا پر اس امر سے خبردار ہونا چاہئے تھا کہ یہاں جذبات

www.bhutto.org

میں اشتعال پھیلا ہے 1962ء میں جب تکنیکی طور پر میں صدر کینیڈی کا مشیر تھا تو امریکہ کی انفارمیشن ایجنسی (یوسیا) نے برصغیر میں میری تصاویر کے سلسلے کا اہتمام کیا بھارت میں ہمارے سفیر جان کینتھ گلبرائتھ کو جو میرا اچھا دوست ہے اپنے حساس اور عدم تشدد کے قائل مؤکلوں پر ہارورڈ یونیورسٹی کے اس پروفیسر کے بارے میں خاصی تشویش تھی جس کی شہرت کا ان دنوں دارومدار ''جوہری ہتھیار اور خارجہ پالیسی'' نامی تصنیف پر تھا' میں نے اس کی تشویش نئی دلی کے ہوائی اڈے پر پہنچتے ہی پاکستان سے الجھ جانے پر دور کردی پریس کانفرنس میں کہ ناگزیر تھی۔

میں نے کشمیر کے متعلق ایک سوال کا جواب دیا جو میرے خیال میں ڈپلومیٹک تھا اور جواب یہ تھا کہ میں اس مسئلے سے زیادہ واقفیت نہ رکھنے کے باعث اپنی رائے کا اظہار کرنے سے معذور ہوں' مجھ سے جب چین کے ساتھ پاکستان کی بڑھتی ہوئی پینگوں پر تبصرہ کرنے کے لئے سوال ہوا تو میرا خیال تھا کہ چین کے طبعی جارحانہ پن کی موجودگی میں ایسی صورت حال نامعقول نظر آتی ہے' چنانچہ میں نے جواباً اس رائے کا اظہار کیا کہ میں یہ تصور بھی نہیں کرسکتا کہ پاکستان ایسی حماقت کا مرتکب ہو رہا ہوگا۔

پاکستان کے لیڈر پہلے ہی اس احساس میں مبتلا تھے کہ ان کے ساتھ امتیازی سلوک روا رکھا جارہا ہے' کیونکہ ہاورڈ کے فاضل پروفیسر کو تو نئی دلی میں سفیر بنادیا گیا جب کہ پاکستان میں پیشہ ور سفیر کی تقرری ہوئی لیکن پاکستان کینیڈی کے ذاتی دوست کو ہدف تنقید بنانے سے کتراتا تھا' دلی کے ہوائی اڈے پر میرا انٹرویو پاکستان کے لئے نعمت غیر مترقبہ ثابت ہوا اس سے پاکستان کے پریس کو ہارورڈ کے ایک اور پروفیسر اور کینیڈی کے نسبتاً کمتر معاون کے خلاف اظہار خفگی کا موقع مل گیا' کشمیر کے مسئلے سے میری لاعلمی کو پاکستان کے ساتھ امریکہ کی عدم توجہی کا مظہر قرار دیا گیا۔

اسی جملے میں ''حماقت'' کے استعمال کو جس میں لفظ ''پاکستان'' شامل تھا......اگرچہ اس سے مراد تھی کہ پاکستان احمق نہیں......قومی توہین تصور کیا گیا مگر اس کا ایک فائدہ ضرور ہوا پاک پریس کی مہم نے مجھے چشم زدن میں بھارت کی نگاہوں میں اہمیت عطا کردی۔ چنانچہ کم از کم 1962ء میں مجھ پر بھارت کی طرف جھکاؤ رکھنے کا الزام عائد ہوا۔

تاہم کسی نہ کسی طور حالات میں بہتری کی ایسی صورت پیدا ہوگئی کہ میں برصغیر کے مذکورہ دورے کے دوران پاکستان میں اپنی شکل دکھاسکوں۔ میں نے فوراً ثابت کردیا کہ صورت حالات

www.bhutto.org

سے اتنا بے خبر نہیں۔ میں درہ خیبر کا نظارہ کرنے کے بعد پشاور لوٹا تو مجھے ایک پاکستانی اخبار نویس نے گھیر لیا اس نے پوچھا

کیا آپ کو پشتون ایجی ٹیشن کے کہیں اثرات نظر آئے

یہ سوچ کر کہ برصغیر ایک عرصے سے میری چٹکلے بازی سے محروم ہے میں نے جواب دیا ''خواہ مجھے ذاتی طور پر کتنا ہی گزند کیوں نہ پہنچے میں تو پشتون ایجی ٹیشن تسلیم کرنے کو تیار نہیں۔''

نتیجتاً اخبارات نے شہ سرخیاں جمائیں کسنجر پشتونستان کو تسلیم نہیں کرتا

اس پر افغانستان نے واشنگٹن سے احتجاج کیا لیکن میرے مذکورہ جواب کا کم از کم اتنا فائدہ ضرور ہوا کہ پاکستان میں میں وقتی طور پر ہیرو بن گیا اگر آوارہ گردی کے شوق بے پایاں میں افغانستان کا دورہ کرتا تو معلوم نہیں میں مزید کیا کچھ گل کھلاتا

یوسیا USIA نے فیصلہ کیا کہ ثقافتی تبادلے پر اٹھنے والے خرچ کی نسبت اسے بہت کچھ مل گیا ہے اور لہٰذا میری ذہانت کے لئے گھر سے محفوظ تر اور کوئی مقام نہیں (اور نتیجتاً مجھے واپس بلالیا) چنانچہ اسی بات سے سبق سیکھ لینا چاہئے تھا کہ 1971ء میں جو اشتعال انگیز فضا پیدا ہوئی جو جنوبی کیفیت برپا ہوئی اس سے کنارہ کش رہنا ہی میرے لئے بہتر تھا

نکسن انتظامیہ نے جب ملک کا نظم و نسق سنبھالا تو برصغیر کے بارے میں ہماری پالیسی کا مطمع نظر صاف ظاہر ہے یہ تھا کہ ہم اپنے ایجنڈے میں ایک اور پیچیدگی کی شمولیت سے دامن بچائیں اپنی بائیس سالہ بقائے باہمی CO-EXISTENCE کے نازک دور میں پاکستان اور بھارت کے مابین دو جنگیں ہو چکی تھیں۔ نرم سے نرم الفاظ میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ اپنے بعض پیشروؤں کی نسبت نکسن بھارت کی اخلاقی قیادت کے دعوے تسلیم کرنے کو تیار نہ تھے۔ بلکہ اصل حقیقت تو یہ ہے کہ وہ اپنے پیش روؤں کو بھارت کے ساتھ مبینہ چاپلوسی کو بے پایاں حماقت کی اعلیٰ مثال تصور کرتے تھے لیکن اس کے باوجود عالمی دورے کے دوران 1969ء میں ان کا دورہ بھارت اتنا برا نہ رہا۔

1956ء میں آئزن ہاور کے بھارت کے دورے کے دوران لوگوں کے ہجوم در ہجوم اجتماعات کے مقابلے پر نکسن نے اپنے دورے میں ویسے ہی استقبال کیا اس کا دامن جلدی ہی چھوڑ دیا۔ ان کا استقبال دبا دبا، ہجوم مناسب اور تبادلہ خیال مشترکہ اعلامیئے کی زبان میں ''تعمیری''

www.bhutto.org

اور ''معمول'' (BUSINESSLIKE) کا تھا۔ نکسن نے بڑی فصیح و بلیغ تقریر کی۔ مہاتما گاندھی کی فہم و فراست کو خراج تحسین پیش کیا اور دور جدید میں ماہیت ''امن'' پر فکر انگیز خیالات کا اظہار کیا۔

مگر قسمت کو یہ منظور نہ تھا کہ نہرو کی بیٹی اور بھارت کی وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی اور نکسن کے مابین ذاتی طور پر خوش گوار فضا پیدا ہو۔ اندرا کی قریب قریب موروثی اخلاقی برتری کے گمان اور فلسفیانہ خاموشیوں نے نکسن کے دل میں پرورش پانے والی تشویش کو تقویت پہنچائی۔ نکسن کے ساتھ اس کے رویے میں سرمایہ داروں کی علامت (سمبل) کی تحقیر بھی شامل تھی، جس نے ترقی پذیر ممالک میں فیشن کی صورت اختیار کر لی ہے، اور پھر ساتھ ساتھ اشاروں کنایوں میں اندرا نے یہ بھی کہا میں نے اپنے دانشور احباب سے آپ کے بارے میں جو بیہودہ باتیں سنی ہیں۔ وہ سب کی سب غلط تو نہیں ہو سکتیں۔ اندرا سے ملاقاتوں کے بعد نکسن جو تبصرے کرتے تھے وہ ہمیشہ ایسے نہ ہوتے تھے کہ پرنٹ (شائع) کیے جا سکیں۔

اس کے برعکس نکسن ایسے لیڈروں کی قدر کرتے تھے جو قومی مفادات کے ادراک میں غیر جذباتی سوچ کا مظاہرہ کرتے ہوں۔ اندرا کے بلند آہنگ اور خطیبانہ دعوتی انقا میں جھانک کر دیکھنے والوں کو صاف نظر آ جاتا تھا کہ عناصر قوت (ELEMENTS OF POWER) کی بے درد قیاس آرائی۔ (COLD BLOODED CALCULATION) میں اندرا کا کوئی ثانی نہیں۔ ماحصل یہ کہ سیاسی تعلقات ذاتی تعلقات سے کہیں بہتر تھے۔

بھارت کے وزیر اعظم کے بارے میں نکسن کے ذاتی اضطراب کے باوجود نکسن کے دور صدارت کی پہلی معیاد میں بھارت کو امریکی حکومت اور کانگریس میں خاصی اہمیت حاصل رہی۔ مسز گاندھی نے ابھی ایٹمی دھماکہ کیا تھا اور نہ آمرانہ اختیارات حاصل کئے تھے اور اسی وجہ سے امریکی ابھی اندرا سے مایوس نہ ہوئے تھے۔ جمہوری نظام کے حامل دنیا کے سب سے زیادہ آبادی والے ملک کے ساتھ ابھی جذباتی لگاؤ میں کوئی فرق نہ آیا تھا انتظامیہ اور کانگریس نے بھارت کے لئے بھاری سالانہ رقوم مختص کیں اور کسی نے انگلی تک نہ اٹھائی۔ 1965ء سے 1971ء تک بھارت کو کل 33.6 ملین روپے (الفاظ میں تین پدم چھتیس کھرب اور ہندسوں میں .... 3,36,00,00,00,00,000/0 روپے۔ مترجم) کی اقتصادی امداد دی گئی جس میں سے بارہ

www.bhutto.org

ملین روپے (الفاظ میں ایک پدم بیس کھرب اور ہندسوں میں 1,20,00,00,00,00,0000 روپے ...... مترجم) نکسن کے عہد صدارت کے دوران عطا ہوئے تھے

بھارت کے ساتھ کانگریس گرمجوشی اور صدر بے اعتنائی برتتے تھے مگر پاکستان کے ساتھ معاملہ اس کے بالکل برعکس تھا نکسن جب امریکہ میں شریک اقتدار نہ تھے تو پاکستان ان ممالک میں شامل تھا جہاں نکسن کا پرجوش استقبال کیا گیا یہ بات انہوں نے کبھی فراموش نہ کی۔ نکسن کو بھارت کے واضح طور پر مغرور اور ژولیدہ سر complex and apparently haughty لیڈروں کی نسبت پاکستان کے بے تکلف اور صاف گو فوجی سالار direct military chiefs زیادہ پسند تھے۔

اس کے باوجود رائے عامہ کی تشکیل کرنے والی جماعتوں کے ذہن میں پاکستان کے لئے ہمدردانہ جذبات پیدا نہ ہوئے' جو ان کے دل میں بھارت کے لئے تھے دنیا کی عظیم ترین جمہوریت کے پروگریسو نعروں اور عدم تشدد کی اخلاقیات سے امریکی جلد مسحور و مانوس ہو جاتے تھے' جب کہ پاکستان جن اصولوں کی نمائندگی کرتا تھا ان سے امریکیوں کا اتفاق کرنا مشکل تھا۔ علاوہ ازیں بھارت نسبتاً بہت بڑا ملک تھا اور اس کی آبادی بھی پاکستان سے چار پانچ گناہ زیادہ تھی۔ چنانچہ ان ٹھوس وجوہات کی بنا پر بھارت کے ساتھ تعلقات کو زیادہ اہمیت حاصل تھی۔ برصغیر کے بارے میں نکسن نے جو پالیسی ورثے میں پائی تھی' اس میں انہوں نے کوئی تبدیلی نہ کی سوائے' اس کے کہ انہوں نے پاکستان کے ساتھ نسبتاً ہمدردانہ لہجہ اختیار کیا۔ وہ اور میں ...... کہ ہم دو ہی امریکی حکومت کے وہ اہم اشخاص ہیں جو اصل حقائق سے باخبر ہیں ...... چین کے ساتھ رابطے کے قیام کے سلسلے میں پاکستان کے کردار کے لئے اس کے ممنون احسان تھے

یہ امر لائق تحسین ہے کہ پاکستان کے لیڈروں نے اپنی خدمات کے سلسلے میں نہ ستائش کی تمنا نہ صلے کی پروا کی اظہار ممنونیت کے طور پر نکسن نے فقط ایک اہتمام کیا ...... اور وہ بھی اپنے پیش رو کے ایفائے عہد کی غرض سے ...... کہ 1970ء کے موسم گرما میں پاکستان کو تھوڑے سے فوجی ساز و سامان کی ترسیل کی منظوری دے دی۔ پاکستان کو اسلحہ کی ترسیل کی پابندی سے یہ پہلی اور آخری استثنائی صورت ثابت ہوئی۔ یہ سپلائی بیس طیاروں اور تین سو آرمرڈ پرسانل کیریر پر مشتمل

تھی اور اس میں کوئی ٹینک یا توپ خانے کا سامان شامل نہ تھا اس کی لاگت چالیس تا پچاس ملین ڈالر...... تیس تا چالیس کروڑ روپے یا اس سے قدرے زائد تھی اور اس اضافے کی وجہ ترسیل میں شامل طیاروں کی قسم قرار دی جا سکتی ہے۔ بھارت نے اس اقدام کے خلاف شور قیامت برپا کر دیا۔ باوجود یہ کہ وہ فوجی اسلحہ کے حصول میں اوسطاً 35 کروڑ ڈالر 2,00,00,00,00,000 روپے کا اضافہ کر رہا تھا' اس کے ساتھ ساتھ بھارت نے ہم پر یہ الزام عائد کیا کہ ہم اس کے داخلی معاملات میں مداخلت کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ کیونکہ ہمارے سفارت خانے...... اور غالباً ہمارے اس سفارتخانے میں سفارتی عملے کی تعداد ضرورت سے بہت زیادہ تھی...... کے بعض افراد حزب اختلاف کے لیڈروں سے کبھی کبھار ملاقاتیں کیا کرتے تھے۔ یہ ملاقاتیں واشنگٹن کی کسی تشکیل کردہ حکمت عملی پر عمل درآمد کے سلسلے میں نہ ہوتی تھیں بلکہ ایک ایسے ملک میں جہاں آزاد ادارے ہوں' اس طرح کی سرگرمی قدرتی بات ہے۔ جمہوری ملک کے لیڈروں کی طرف سے اس الزام کا عائد کیا جانا بڑی بے تکی بات تھی تاہم یہ طوفان جلد تھم گیا

1971ء تک بھارت کے ساتھ ہمارے تعلقات میں اشتعال انگیز خرابی پیدا ہو چکی تھی...... اس جوڑے کی مانند جو نہ مل کر رہ سکتا ہو اور نہ جدائی اختیار کر سکتا ہوں۔ پاکستان کے ساتھ ہمارے تعلقات میں سطحی سا دوستانہ پن در آیا تھا مگر اس کے اجزاء کسی ٹھوس شے پر مشتمل نہ تھے کم از کم برصغیر کی حد تک امریکہ کے ساتھ الائنس (یگانگت) نے غیر جانب داری کے مقابلے پر قابل ذکر فوائد حاصل نہ کیے۔

1971ء کے آغاز میں یہ بات ہمارے کسی سینئر پالیسی ساز شخص کے خواب و خیال میں بھی نہ تھی کہ برصغیر میں حالات ایسا پلٹا کھائیں گے کہ برصغیر ہمارے ایجنڈے میں سرفہرست شامل ہوگا۔ سالانہ اقتصادی امداد اور 1970ء کے آخر میں المناک قدرتی آفات میں دستگیری کے علاوہ برصغیر کے معاملے میں کسی فوری فیصلے کی ضرورت محسوس نہ کی گئی۔ تاہم برصغیر طویل المیعاد مطالعاتی جائزوں کا موزوں ترین موضوع لگتا تھا

1970ء کے اواخر میں میں نے ایسے تین جائزوں کے احکامات جاری کیے دو کا تعلق بحر ہند میں روسی بحری بیڑے کی موجودگی اور اس کے نتائج سے تھا' جب کہ تیسرے میں بھارت اور پاکستان کے بارے میں ہماری طویل المیعاد پالیسی کے علاوہ روس اور کمیونسٹ چین کے مقاصد

www.bhutto.org

اوران کے باہمی ردعمل کی جانچ پڑتال شامل تھی۔ ان مطالعاتی جائزوں کی تکمیل کے لئے لمبی تاریخیں مقرر ہوئی تھیں کیونکہ ہمیں کسی بحران کی توقع نہ تھی

جب سے پاکستان وجود میں آیا وہ اپنے قیام کا جواز صحیح ثابت کرنے کی مسلسل کوشش کرتا رہا۔ قیام پاکستان کے بعد کوئی حکومت اپنی معیاد پوری نہ کر سکی ہر تبدیلی کسی نہ کسی سازشی انقلاب (coup) کے باعث ہوئی کبھی سول حکومت قائم ہوئی اور کبھی فوجی اور فوج کو تفوق حاصل رہا۔ خیال تھا کہ 1970ء میں آئینی حکومت قائم ہو جائے گی

دسمبر میں انتخابات کا انعقاد قرار پا چکا تھا۔ اقوام متحدہ کی پچیسویں سالگرہ میں شرکت کی غرض سے دورے کے دوران یحیٰی نے اکتوبر میں نکسن سے ملاقات کی اسی ملاقات میں نکسن نے چواین لائی کے لئے وہ پیغام دیا جس کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے (نکسن نے یحیٰی کے توسط سے چواین لائی کے لئے یہ پیغام دیا تھا کہ میں چین اور امریکہ کے مابین مفاہمت کو ناگزیر سمجھتا ہوں اور پیکنگ میں اعلیٰ عہدے کے حامل پیامبر بھیجنا چاہتا ہوں) میں نے اس موقع پر یحیٰی سے دریافت کیا انتخابات کے بعد آپ کے اختیارات کا کیا بنے گا؟ یحیٰی نہایت پر اعتماد تھا وہ یہ آس لگائے بیٹھا تھا کہ انتخابات کے نتیجے میں مغربی اور مشرقی پاکستان میں متعدد پارٹیاں ابھریں گی اور ایک طرف دونوں بازوؤں کے مابین مسلسل رسہ کشی ہوا کرے گی اور دوسری طرف ہر بازو کے اندر الگ الگ طور پر یہ پارٹیاں باہمی کشمکش میں مبتلا رہیں گی اور اس صورت حال کی بدولت صدر پاکستان ملک کے سیاسی امور پر سیاہ وسفید کا مالک رہے گا۔

سقوطِ ڈھاکہ پر

امریکی وزیر خارجہ ہنری کسنجر کی پریس کانفرنس

''بعض حلقوں نے امریکی پالیسی پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ انتظامیہ کے اقدامات بھارت دشمنی پر مبنی ہیں۔ اس بات میں حقیقت کا شائبہ تک نہیں۔ بھارت ایک عظیم ملک ہے' اس کی آبادی بہت زیادہ ہے آزاد ملک ہے اور یہاں صحیح معنوں میں جمہوریت رائج ہے۔ جنگ عظیم کے بعد ہر امریکی عوام آج تک؟ بھارت کو دس ملین ڈالر کی امداد دے چکے ہیں۔ گزشتہ چند ہفتوں میں ہم نے بھارت سے بعض معاملات پر اختلاف کیا۔ ہم نے یہ کچھ انتہائی مجبوری اور بوجھل دل سے کیا۔

اب میں حالات کا نقشہ پیش کرتا ہوں۔ واقعات کی کڑیاں 25 مارچ تک پھیلی ہیں۔ 25 مارچ کو پاکستان کی مرکزی حکومت نے مشرقی بنگال میں فوجی راج قائم کرنے کا فیصلہ کیا اور اس عمل کا آغاز کیا جس کا انجام اب دیکھنے میں آ رہا ہے۔ امریکی حکومت نے اس فوجی کارروائی کی بھی حمایت نہ کی جس کے المناک نتائج اب سامنے ہیں۔ امریکی حکومت کا شروع ہی سے یہ موقف رہا کہ اس کارروائی سے بھارت لاتعلق نہ رہ سکے گا اور امریکی پالیسی پر اس پر دور رس اثرات مرتب ہوں گے۔ ہم اس حقیقت کو کبھی نہ بھولے کہ ایک ایسے ملک میں غیر ملکی پناہ گزینوں کی آمد بہت بڑے خطرے کا باعث ہوگی جہاں فرقہ وارانہ فسادات کی ننگی تلوار ہر دم سروں پر لٹکی رہتی ہے۔ یہ بات بھی ہمارے ذہن میں رہی اور ہے کہ مشرقی بنگال سے لوگوں کے جوق در جوق بھارت چلے آنے سے بھارت کا کمزور معاشی ڈھانچہ درہم برہم ہو جائے گا۔ ایک ملک کے وسائل محدود ہوں اور ترقی کے مراحل سے گزر رہا ہو تو دوسروں کا بوجھ' اتنا بڑا بوجھ کیسے برداشت کر سکتا ہے۔

''امریکہ بیک وقت دو طرح کی کوششیں کرتا رہا ہے پہلی یہ کہ انسانی مشکلات و مصائب کا خاتمہ کیا جائے' مہاجرین کو وطن واپس لایا جائے اور دوسری یہ کہ اس معاملے کا سیاسی تصفیہ کرایا جائے جس نے مہاجرین کو وطن چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔ امریکہ نے مارچ 1971ء کے افسوسناک واقعات کو نظر انداز نہیں کیا۔ اس کے نتیجے میں ہم نے اس وقت سے اب تک پاکستان کو کوئی

www.bhutto.org

ترقیاتی قرضہ نہیں دیا۔

''پاکستان کو فوجی امداد دیئے جانے کے بارے میں بھی طرح طرح کی باتیں سننے میں آرہی ہیں۔ اصل صورتحال یہ ہے کہ مشرقی پاکستان میں فوجی کارروائی کے آغاز کے ساتھ ہی امریکہ نے تمام نئے لائسنس منسوخ کردیئے۔ اس سے پاکستان کو ہر قسم کے امریکی اسلحے کی ترسیل رک گئی۔ پاکستان کو وہی ہتھیار ملتے رہے جو تجارتی بنیادوں پر جاری ہونے والے پرانے لائسنسوں کے تحت آتے تھے اور یہ سب سپیئر پارٹس تھے' کوئی مہلک یا بھاری ہتھیار پاکستان کو نہیں دیا گیا۔

''واقعات کی سچی تصویر دکھانے کے لئے کچھ اعداد وشمار بھی پیش ہیں۔ آواخر مارچ مشرقی پاکستان میں فوجی کارروائی کے آغاز کے بعد امریکہ نے پاکستان کو 35 ملین ڈالر کے اسلحہ کی ترسیل روک دی۔ صرف 5 ملین ڈالر کے ہتھیار دیئے گئے اور یہ بھی سپیئر پارٹس تھے جو پابندی سے قبل جہازوں میں لاد کر پاکستان روانہ کیئے جاچکے ہیں۔

یہ ٹھیک ہے کہ امریکہ نے برصغیر کے حالات اور اپنی پالیسی سے متعلق کوئی بیان جاری نہ کیا مگر اس کی بھی ایک وجہ تھی۔ امریکی حکومت چاہتی تھی کہ دہلی اور اسلام آباد پر اثر ورسوخ استعمال کر کے مسئلے کا سیاسی حل تلاش کیا جائے اور مہاجرین کو وطن واپس بھیجا جائے۔

''ہم نے سیاسی حل کی راہ تلاش کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ اس کوشش میں ہی بھارت سے قدرے اختلاف ہوا۔ اختلاف کا جائزہ پیش ہے۔

- ہم نے حکومت بھارت سے بار بار رابطہ قائم کیا۔ وزیر خارجہ نے اٹھارہ بار بھارتی سفیر سے ملاقات کی امریکی صدر کے نمائندے کی حیثیت سے میں نے آواخر اگست تک بھارتی سفیر سے سات ملاقاتیں کیں۔ ہم نے ہر بار کہا کہ برصغیر کے حالات جس موڑ پر آن پہنچے ہیں' وہاں اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ مشرقی بنگال کو سیاسی خودمختاری دے دی جائے اور سیاسی افق پر لکھے اس ناگزیر فیصلے کی ہم پوری حمایت کرتے ہیں۔
- بھارتی وزیراعظم یہاں آئیں تو ہم نے انہیں بتایا کہ پاکستان اس شرط پر سرحدوں سے فوجیں ہٹانے پر تیار ہے کہ بھارت بھی اپنی فوجیں سرحدوں سے پیچھے ہٹالے' اس کا کوئی جواب نہ دیا گیا' پرواہ تک نہ کی گئی۔

www.bhutto.org

- بھارتی وزیراعظم کے دورہ امریکہ کے دوران ہم نے انہیں یہ بھی کہا کہ ہم پاکستان اور ان عوامی لیگی رہنماؤں کے مابین مذاکرات کا اہتمام کرانے پر تیار ہیں جنہیں شیخ مجیب نامزد کریں۔
- بھارتی سفیر وطن جانے لگے تو ہم نے انہیں بتایا کہ ہم بھارت کے ساتھ ایک ایسے ٹائم ٹیبل کی ترتیب پر بات چیت کے لئے بھی تیار ہیں جس کے تحت مشرقی بنگال کو مقررہ وقت کے اندر اندر سیاسی خودمختاری مل جائے۔

- بھارتی سفیر وطن جانے لگے تو ہم نے انہیں بتایا کہ ہم بھارت کے ساتھ ایک ایسے ٹائم ٹیبل کی ترتیب پر بات چیت کے لئے بھی تیار ہیں جس کے تحت مشرقی بنگال کو مقررہ وقت کے اندر اندر سیاسی خودمختاری مل جائے۔

- جب ہم کہتے ہیں کہ فوجی کارروائی کی ضرورت نہیں تو ساتھ یہ بھی واضح کرتے ہیں اس سے بھارت کا متاثر ہونا امر لازم ہے۔ ہم نے کبھی نہیں کہا کہ بھارت کے ساتھ ہمارا یہ رویہ غیر دوستانہ ہے۔ ہم نے بھارت کے وقار اور مقام کو کم کرنے کا کبھی سوچا تک نہیں۔
- کئی میدانوں میں بھارت کے ساتھ امریکہ کے انتہائی دوستانہ اور خلوص اور محبت سے لبریز تعلقات تھے مگر ہم بڑے دکھ کے ساتھ اس حقیقت کا اظہار بھی کرتے ہیں کہ ہمارے نقطہ نظر کے مطابق بھارت کی فوجی مداخلت کا کوئی جواز نہ تھا۔ جب یہی بات ہم اقوام متحدہ میں کہتے ہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ ہم کسی ایک فریق کے موقف کی حمایت کر رہے ہیں یا ہم دنیا کے عظیم ممالک میں سے کسی ایک کے ساتھ اپنے دوستانہ تعلقات ختم کرنا چاہتے ہیں۔ ہمارا مقصد یہ ہوتا ہے کہ فوجی تشدد کا راستہ روکیں۔ اگر فوجی قوت کے بل پر ایک ملک دوسرے پر چڑھ دوڑے اور سیاسی بصیرت کو بالائے طاق رکھتے ہوئے امریکہ جیسا کوئی بھی ملک طاقتور فریق کی پیٹھ ٹھونکنا شروع کر دے تو مستقبل قریب میں دنیا کی افسوسناک حالت کا اندازہ کرنا مشکل نہیں۔ دنیا بھر میں لاقانونیت کی ایسی لہر چلے گی جو امن و سکون کو بہا کر کہیں سے کہیں لے جائے گی۔ صدر امریکہ، امریکیوں اور دنیا بھر کے انسانوں کے لئے جس امن و مفاہمت کے خواہاں ہیں، ان حالات میں بھلا اس کا تصور بھی کیا جا سکے گا؟"

نیویارک، ہیرالڈ ٹریبیون۔ 6 جنوری 1972ء

قربتیں اور فاصلے

ڈاکٹر قدیر خان کے پہلے بین الاقوامی نوعیت کے انٹرویو کا شہرت یافتہ کلدیپ نیر ماضی کا معروف جرنلسٹ اور بھارتی سابقہ ہائی کمشنر برطانیہ بڑی پراسرار شخصیت ہے۔ کہا جاتا ہے کہ کلدیپ نیر روز اول ہی سے بھارتی انٹیلی جنس کا ''دوست'' رہا ہے اور ''صحافت'' کی آڑ میں اس نے ''سفارت'' کے تیر بھی چلائے ہیں ڈاکٹر قدیر خان والا انٹرویو اس کی بہترین مثال ہے۔ اپنی سابقہ ''قومی خدمات'' کے صلے میں ہی کلدیپ نیر برطانیہ جیسے اہم uرین اہمیت کے حامل ملک میں بھارتی ہائی کمشنر کی حیثیت سے خدمات انجام دے چکا ہے۔ لندن میں خالصتان نواز سکھوں کا زور توڑنے اور انہیں ہندو نواز بنانے کیلئے کلدیپ نیر نے ناقابل فراموش خدمات انجام دی ہیں۔ خصوصاً لندن میں خالصتان نواز سکھوں کے سب سے مضبوط مرکز ''ساؤتھ ہال کے گوردوارہ سنگھ سبھا'' پر بھارت نواز سکھوں کو کنٹرول دلانے میں اس نے اہم ترین رول ادا کیا ہے۔ امن پسندی، دوستی اور بھائی چارے کی آڑ میں ''بھارت ماتا'' کا یہ سپوت اپنے مشن پر ڈٹا ہوا ہے اور بڑی تیزی سے براہمنی سامراجی عزائم کو بڑھاوا دے رہا ہے ''ٹریک ٹو پالیسی'' کا سرخیل ہے اور پاکستانی انگریزی اخبارات کے بیشتر مالکان کا ذاتی دوست ہونے کے علاوہ پاکستان میں بڑے اثر رسوخ کا مالک بھی ہے۔ کلدیپ نیر نے ''DISTANTNEIGHBOUR'' میں اپنے نقطہ نظر سے سانحہ 71ء سے بحث کی ہے۔ اختلاف کے باوجود اس کتاب کا مطالعہ دلچسپی سے خالی نہیں۔

''مشرقی پاکستان اب بھی پاکستان کے اندر رہتے ہوئے خودمختاری کا خواہاں تھا۔ مجیب کی عوامی لیگ نے جو انتخابی منشور منظور کیا، اس میں کشمیر کے مسئلے پر پاکستان کے حق میں اعلان کیا گیا تھا، ہمارے نزدیک اقوام متحدہ کی قرار دادوں کے مطابق مسئلہ کشمیر کے تصفیے کو اہم ترین حیثیت حاصل ہے۔ ہم رائے شماری کے بنیادی حق کے حصول کے سلسلے میں جموں و کشمیر کے عوام کی جائز جدوجہد کی حمایت کرتے رہیں گے۔

www.bhutto.org

اپریل 1972ء میں مجیب سے جب میری ملاقات ہوئی' تو انہوں نے کہا' سارا کشمیر بھارت کا ہے اور جھگڑا تو فقط ریاست کے اس حصے کا ہے جواب بھی پاکستان کے پاس ہے۔ وہ یہ بات ابھی سر عام نہ کہنا چاہتے تھے' کیونکہ ان کا خیال تھا شاید میں بھارتی حکومت اور شیخ عبداللہ کے مابین حائل خلیج پر رابطے کا کام دے سکوں۔ دو سال بعد میری ان سے دوبارہ ملاقات ہوئی اور انہیں پہلا انٹرویو یاد کرانے پر بھی انہوں نے کشمیر کے مسئلے پر تبصرہ کرنے سے انکار کر دیا۔

17 / دسمبر 1970ء کو قومی اسمبلی کے انتخابات میں عوامی لیگ نے مشرقی پاکستان کی ایک سو انہتر نشستوں میں سے ایک سو سترسٹھ نشستیں جیت کر تین سو تیرہ ارکان کے ایوان میں کامل اکثریت حاصل کر لی تھی۔ مسٹر بھٹو کی پیپلز پارٹی نے مغربی پاکستان کی ایک سو چوالیس نشستوں میں سے اٹھاسی نشستیں جیتیں۔ مغربی پاکستان میں عوامی لیگ اور مشرقی پاکستان میں پیپلز پارٹی نے ایک بھی نشست حاصل نہ کی۔ پاکستان قومی قائد سے محروم رہا۔ مجیب نے کہ چھ نکات کی بنیاد پر انتخاب بھاری اکثریت سے جیت لئے تھے' اب صوبائی خودمختاری کیلئے دباؤ ڈالا۔ بھٹو کا کہنا تھا۔ اس امید پر کہ چھ نکات کے باعث بنگال کی الگ ریاست قائم ہو جائے گی' تمام ہندوؤں نے عوامی لیگ کو ووٹ دیئے۔ بھٹو نے پہلا پتھر پھینکتے ہوئے اعلان کیا۔ میری جماعت 3 / مارچ 1971ء کے قومی اسمبلی کے اجلاس میں شرکت نہ کرے گی۔

انہوں نے وضاحت کرتے ہوئے مجھے بتایا یہ نہ بائیکاٹ تھا اور نہ دھمکی۔ اس کا مقصد تو محض یہ تھا کہ اسمبلی کے اجلاس سے پہلے مجیب کے ساتھ اہم نکات پر کوئی سمجھوتہ ہو جائے (مجھے لاہور میں معلوم ہوا یحییٰ کی یہ بات ریکارڈ پر آ چکی ہے کہ اجلاس کے التوا کے سلسلے میں انہیں بھٹو نے مجبور کیا تھا)۔

یوں لگتا ہے' بھٹو اور یحییٰ کا گٹھ جوڑ ہو گیا تھا' کیونکہ موخرالذکر نے اجلاس ملتوی کر دیا۔ اس التوا سے واقعات کا وہ سلسلہ شروع ہوا جس پر بعد میں قابو نہ پایا جا سکا۔ مشرقی پاکستان بالخصوص ڈھاکہ میں ہنگامے ہوئے۔ مجیب نے 7 / مارچ کو جلسہ عام میں کہا'' اگر ہم پر امن اور دوستانہ طور پر اپنے مسائل حل کر لیں' تو ہم بھائیوں کی طرح رہ سکتے ہیں۔'' لیکن 26 / مارچ کے قومی اسمبلی کے اجلاس میں شرکت کیلئے انہوں نے شرائط عائد کر دیں۔ تمام فوجیوں کو بیرکوں میں واپس بھیج دیا جائے' مارشل لا اٹھا لیا جائے اور اقتدار عوامی نمائندوں کے فی الفور حوالے کیا جائے۔

www.bhutto.org

اب باہمی گفت وشنید کے ذریعے تصفیے کی سرتوڑ کوششوں کا آغاز ہوا۔ مجیب چھ نکات کی بنیاد پر خودمختاری کے منصوبے پر اڑا رہا جو بھٹو کے نزدیک علیحدگی کی جانب ایک قدم تھا۔ بیرونی تجارت اور بیرونی امداد کو صوبائی تحویل میں دے کر پاکستان کیونکر متحدہ رہ سکتا ہے؟ انہیں خدشہ تھا مجیب' بھارت کے ساتھ تجارت شروع کر کے پاکستان کی یہ پوزیشن مجروح کر دے گا کہ کشمیر کا مسئلہ حل ہونے تک بھارت سے کوئی لین دین نہ رکھا جائے۔

بھٹو نے خطرے کی گھنٹی بجانے کی کوشش کی اور الزام لگایا کہ سرحدوں پر بھارتی فوجوں کی بھاری نقل وحرکت ہو رہی ہے۔ مشرقی پاکستانیوں نے اس دام میں آنے سے انکار کر دیا' حتیٰ کہ مغربی پاکستان کے ایک لیڈر ائر مارشل اصغر خاں نے بھٹو کی رائے کو افسوسناک قرار دیا۔

جب بھٹو نے دیکھا کہ مجیب یا مشرقی پاکستانیوں کی حمایت حاصل کرنا ممکن نہیں تو انہوں نے خودمختاری کی تحریک کو کچلنے کیلئے یحییٰ خاں سے گٹھ جوڑ کر لیا۔ بھٹو کے کہنے ہی پر فوجی کارروائی کی گئی۔ یہ بات مجھے صوبہ سرحد سے تعلق رکھنے والے پاکستان کے حزب اختلاف کے رہنما ولی خان نے اسلام آباد میں بتائی۔ بحریہ کے چوٹی کے افسر اور لبرل مغربی پاکستانی احسن ان دنوں مشرقی پاکستان کے فوجی گورنر تھے۔ انہوں نے مجوزہ فوجی اقدام کی سخت مخالفت کی اور انتباہ کیا اس اقدام سے مشرقی پاکستان کے لوگ ہمارے دشمن بن جائیں گے۔ ان کی بات کتنی صحیح تھی! انہیں ہٹا کر لیفٹیننٹ ٹکا خان کا تقرر عمل میں آیا جو پہلے بلوچستان میں ایک شورش کچل چکے تھے۔

مجیب نے حکم عدولی کی تحریک چلا دی۔ عدالت عالیہ کے ججوں نے ٹکا خان کو حلف دلانے سے انکار کر دیا۔ ڈھاکہ ریڈیو نے مارشل لا حکام کے احکامات کو نظر انداز کر دیا۔ صوبہ بھر میں مجیب کا سکہ چلتا تھا۔ راولپنڈی کے خیال میں اس کا واحد علاج بندوق تھی لیکن بحری اور طویل فضائی راستے کے ذریعے مغرب سے مشرق میں افراد اور سازوسامان لانے کیلئے وقت درکار تھا۔ 30/ جنوری 1971ء کو بھارت کا ایک طیارہ جموں سے اغوا کر کے لاہور لے جایا گیا۔ اس کی تباہی کے بعد بھارت نے اپنے ملک پر سے پاکستان کی پروازیں بند کر دیں۔

بھٹو نے اپنی تصنیف ''عظیم المیہ'' میں الزام لگایا ہے کہ طیارے کا اغوا دونوں بازوؤں کے مابین پروازوں کی منسوخی کے عذر کے طور پر سوچی سمجھی سازش تھی مگر اس تصنیف میں وہ یہ لکھنا بھول گئے کہ لاہور اترنے کے بعد اغوا کنندگان سے انہوں نے ملاقات کر کے ان کی تعریف کی تھی۔ 1972ء میں جب میں لاہور گیا تو اس طیارے کا ملبہ دیکھا جسے ہجوم نے بھٹو کی ہدایت پر جلا ڈالا تھا۔

www.bhutto.org

یحیٰی نے وقت گزارنے کیلئے مجیب سے مذاکرات کا سلسلہ شروع کیا۔ بھٹو کے پریس سیکرٹری خالد حسن نے راولپنڈی میں مجھے بتایا ہمارے پاس واضح ثبوت موجود ہے کہ یحیٰی اقتدار چھوڑنے کے معاملے میں کبھی سنجیدہ نہ تھے۔ بلاشبہ اس نے اس کی تردید کی کہ یحیٰی کی حرکتوں میں بھٹو بھی شریک تھے۔ اپریل 1972ء میں ڈھاکہ میں مجیب نے مجھے بتایا یحیٰی کے ساتھ پہلی ملاقات کے بعد میں نے اپنے رفقا سے کہہ دیا تھا کہ وہ محض وقت گزار رہے ہیں اور مشرقی پاکستان کو خودمختاری دینے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے۔ یحیٰی کے رفقا نے مشرقی پاکستان کے رہنماؤں کو دو صفحات پر مشتمل ایک مسودہ دیا جس پر وہ کام کرتے رہے وہ کہنے لگے۔

اس کے علاوہ ہم کر بھی کیا سکتے تھے؟ (مذاکرات کے دوران) کوئی بڑا اختلاف ابھر کر سامنے نہیں آیا۔ ہم نے جو تجویز بھی پیش کی تسلیم کر لی گئی۔ اس سے ہمارے شبہات کو مزید تقویت ملی اور میں نے اپنے رفقائے کار کو خبردار کر دیا۔

واقعات کا تسلسل بیان کرتے ہوئے انہوں نے مجھے بتایا کہ انہیں کس طرح ایک ایسے مقام پر دھکیل دیا گیا جہاں ان کے پاس آزاد ملک بنگلہ دیش کے اعلان کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہ رہا۔ تاج الدین کہ جس نے اپریل 1971ء کو بنگلہ دیش کی جلاوطن حکومت قائم کی تھی اور کمال حسین دونوں نے تصفیے کے سلسلے میں یحیٰی کے پرنسپل سٹاف افسر لیفٹیننٹ جنرل پیرزادہ کے ساتھ مذاکرات کئے تھے۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ فوجی اقتدار چھوڑنے کے بارے میں مخلص نہ تھے۔ تاج الدین نے کہا۔

یحیٰی کی مذاکراتی جماعت کے ساتھ (مذاکرات کے دوران) ہمارا کسی نکتے پر اختلاف نہ ہوا۔ فوجی کارروائی کے آغاز سے دو دن پہلے 24/دسمبر کو نئے آئین کے بارے میں ہم میں اتفاق رائے ہو گیا۔ فقط ایک یا دو معمولی نکات رہ گئے تھے جب ہم نے ان کے فیصلے پر بھی زور دیا' تو یحیٰی کے رفقا نے لیت و لعل سے کام لیا۔ وہ کہنے لگے ہم آپ کو کل آخری اجلاس میں طلب کریں گے۔ جب ہمیں کوئی بلاوا نہ آیا اور ان سے رابطہ قائم کرنے کے سلسلے میں ہماری کوششوں کا کوئی نتیجہ نہ نکلا' تو ہمیں یقین ہو گیا کہ مجیب ٹھیک ہی کہتے تھے۔ فی الحقیقت یحیٰی کا مشرقی بنگال کو منتقلی اقتدار کا کوئی ارادہ نہ تھا۔

مجیب نے یہ بھی بتایا کہ یحیٰی تو مشرقی اور مغربی بازوؤں کی اکائیوں پر مشتمل دولت مشترکہ

www.bhutto.org

پاکستان کے قیام کی حد تک بھی جانے کو تیار تھے۔بھٹو کی روایت ہے۔

اس مسودے کے مطابق جس پر یحییٰ اور مجیب کے رفقا کام کر رہے تھے مارشل لا کا خاتمہ اور مرکز میں انتقال اقتدار کے بغیر صوبوں کو منتقلی اقتدار مطلوب تھی۔قومی اسمبلی کو آغاز کار ہی سے دو کمیٹیوں میں منقسم ہونا تھا ایک مغربی پاکستان اور دوسری بنگلہ دیش کیلئے ان دونوں کمیٹیوں کو معینہ عرصے میں الگ الگ رپورٹیں تیار کر کے قومی اسمبلی کو پیش کرنا تھیں۔دو کمیٹیوں کی تجویز دو پاکستان کے جراثیم لئے تھی اسی لئے یہ پیپلز پارٹی کو نا قابل قبول تھی۔

''عظیم المیے'' میں بھٹو نے مجیب کی تجویز یوں نقل کی ہے''میں (بھٹو) مغربی پاکستان کا وزیر اعظم اور وہ (مجیب) مشرقی پاکستان کا کرتا دھرتا بن جائے...... میں نے جواب دیا میں اس بات کو ترجیح دوں گا کہ تاریخ کے بجائے فوج مجھے تباہ کرے۔''یوں لگتا ہے مجیب ایسے سمجھوتے کیلئے کام کر رہا تھا جو الحاقی وحدت پر مشتمل ہو اور جس میں مشرقی بنگال کو دفاع پر معینہ رقم کے عوض محاصل پر مرکز کے بجائے (دیگر صوبوں کی مانند) صوبائی اختیار مل جائے۔جیسا کہ مجیب نے ٹائمز لندن کو بتایا''اقتصادی استحصال کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ختم کرنے کے سلسلے میں مجھے آئینی ضمانت درکار ہے۔آبادی کے لحاظ سے ہم اکثریت میں ہیں' چنانچہ اکثریت اقلیت سے کیونکر الگ ہو سکتی ہے؟''معترضین کے سوال پر کہ آیا یوں بھارت کیلئے بنگلہ دیش کو ہڑپ کرنا آسان نہ ہو جائے گا مجیب نے جواب دیا''آج کل کوئی کسی کو ہڑپ نہیں کر سکتا۔

بھارت بڑی مشکل سے اپنے بنگال کو کنٹرول کر رہا ہے۔ہمارے عوام گو غریب سہی' لیکن وہ اپنی آزادی کا تحفظ کر سکتے ہیں۔ویتنام ہی کی مثال لیجئے۔اگر امریکہ اسے ہڑپ نہیں کر سکتا' تو بھارت بنگلہ دیش کو کیسے ہڑپ کر پائے گا''۔

شاید نئی دلی نے بھی دولت مشترکہ پاکستان جیسی تجویز کو ترجیح دی ہو۔کیونکہ بھارت میں بہت سے لوگوں کو یہ بے بنیاد یا حقیقی خدشہ تھا کہ کہیں کسی روز متحدہ اور آزاد بنگال کی تحریک نہ چل پڑے یا پھر یہ کہ بنگلہ دیش کو اقتصادی مصائب نے گھیر لیا تو بھارت کے خلاف جذبات دوبارہ ابھر آئیں گے۔

خیر مجیب کی تجویز پاک فوج کو منظور تھی اور نہ بھٹو کو کہ موخر الذکر اس صورت میں خود کو ایک ایسی پارلیمان کا اپوزیشن لیڈر پاتے جس پر دور سے ڈھاکہ اور اتنے ہی دور سے فوج کے جنرل

www.bhutto.org

ہیڈ کوارٹرز کا تسلط ہوتا۔ بھٹو کے نزدیک یہ صورت سخت ناپسندیدہ تھی۔ چنانچہ انہوں نے تصفیے کی کوشش کو فوج کی مدد سے ناکام بنانے کا فیصلہ کرلیا اور اپنے عذر کے حق میں یہ دلیل پیش کی کہ مشرقی پاکستان نے آزادی نہیں' بلکہ خودمختاری کی بنیاد پر مجیب کو ووٹ دیا ہے۔

صوبہ سرحد سے تعلق رکھنے والے حزب اختلاف کے رہنما ولی خاں نے مجھے بتایا کہ بھٹو نے مذاکرات کامیابی سے ہمکنار نہ ہونے دیئے۔ بھٹو خود پاکستان پر حکومت کرنا چاہتے تھے اور یہ اسی صورت ممکن تھا کہ مشرقی پاکستان ہم سے الگ ہو جاتا جو آبادی کے لحاظ سے بڑا تھا اور جسے قومی اسمبلی میں اکثریت حاصل تھی۔

میں نے ولی خاں کے استدلال کے بارے میں جب بھٹو سے بات کی تو انہوں نے انکار کیا۔ انہوں نے ''عظیم المیے'' میں لکھا ہے...... ''یہ میرا نہیں یحییٰ خاں کا کیا دھرا تھا۔ وہ منتقلی اقتدار کے بارے میں مخلص نہ تھے۔ میں نے تو مجیب کو وزارت عظمیٰ کی پیشکش کر دی تھی...... میری تو دعا تھی مجیب الرحمٰن چھ نکات سے دستبردار ہو کر متحدہ پاکستان کا وزیراعظم بن جائے' مگر قسمت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔'' جیسا کہ پاکستان پہنچنے پر مجھے معلوم ہوا یحییٰ نے تمام تر ذمہ داری بھٹو پر ڈال دی۔

ولی خان کے مطابق یحییٰ کا یہ دعویٰ ریکارڈ پر آچکا ہے کہ جو کچھ میں (یحییٰ) نے کیا وہ بھٹو کے مشورے پر کیا تھا۔ اس میں کتنی صداقت ہے اس بارے میں کچھ کہنا مشکل ہے مگر بھٹو یحییٰ سے روزانہ ملاقات کیا کرتے تھے۔ بعض اوقات دن میں دو دو تین تین باریوں لگتا ہے وہ دونوں دن بھر کے مذاکرات پر آپس میں گفتگو کیا کرتے تھے۔ یہ بعید از امکان نہیں کہ بھٹو کو ان تمام تیاریوں کا علم ہو جو مشرقی پاکستان کی خودمختاری کی تحریک کو کچلنے کیلئے یحییٰ کر رہے تھے' کم از کم ولی خاں کا الزام تو یہی ہے۔

اگر بنگلہ دیش کے قائدین کی بات سچ مان لی جائے تو ڈھاکہ کے ان اجلاسوں میں بھٹو موجود ہوا کرتے تھے جن میں یحییٰ اور ان کے رفقا نے فوجی اقدام کی منصوبہ بندی کی ایک واقعہ بھٹو کے ملوث ہونے کی نشاندہی کرتا ہے۔ 27 / مارچ کو جب رات کے ڈیڑھ بجے مجیب کو گرفتار کیا گیا تو بھٹو ان معدودے چند افراد میں شامل تھے۔ جنہیں اس گرفتاری کی اطلاع دی گئی۔ ''عظیم المیے'' میں ان کا اپنا بیان ہے کہ میں (بھٹو) نے فوجیوں سے کہا تھا ان (مجیب) سے اچھا سلوک کرنا''۔

www.bhutto.org

پاک فوج نے علاقہ وار کارروائی کے ذریعے مزاحمت کو کچل دیا۔ سرحدوں کی طرف دھکیلے جانے سے پہلے صرف ایسٹ بنگال رجمنٹ نے موثر مزاحمت کی۔ بھارت میں لوگ بڑی خوش فہمی میں مبتلا تھے۔ اخبارات میں ایسی لڑائیوں کی گرما گرم خبریں چھپ رہی تھیں جو سرے سے ظہور پذیر ہی نہ ہوئیں۔ کہا گیا ٹکا خان کو قتل کر دیا گیا۔ مجیب' ڈھاکہ میں کسی جگہ روپوش ہو کر جنگ آزادی کی قیادت کر رہے ہیں۔ حقیقت پسندانہ رپورٹنگ مشکل تھی' کیونکہ ان خبروں کے دو ہی تو ذریعے تھے بنگالی گوریلے یا پناہ گیر۔

ٹکا خان کا ذکر آیا ہے' تو یہ بھی سن لیجئے کہ بھٹو سے ملاقات کے دوران جب میں نے بھارت دشمن ٹکا خاں کے کمانڈر انچیف بنانے پر اعتراض کیا' تو ان کا جواب تھا پہلی بات تو یہ ہے اور شائد تمہیں معلوم نہ ہو کہ ٹکا خاں' یحیٰی خاں کو اس کی پالیسی پر ٹوکتا رہا یحیٰی خاں نے اسے ہٹایا نہ تھا بلکہ اس نے خود یحیٰی خاں سے کہا تھا۔

بہتر ہو گا آپ میری جگہ کسی اور کا تقرر کر دیں۔

علاوہ ازیں بدقسمتی سے ٹکا خاں ایسا نام ہے جس سے تکہ کباب یا اسی طرح کی بو آتی ہے یہ نام سنتے ہی لوگ سوچنے لگتے ہیں وہ کس قسم کا...... (بھٹو نے جملہ پورا نہ کیا) تیسری بات یہ کہ وہ پیشہ ور سپاہی ہے اسے بونا پارٹ ازم چھو تک نہیں گیا۔ چوتھے یہ کہ وہ فوج کا سینئر ترین افسر ہے۔ پاکستان کی مسلح افواج میں اس کی بڑی عزت ہے۔ پھر تم جانتے ہو اگر مسلح افواج جیسے ادارے میں تطہیر درکار ہو تو یہ دو وجوہات کی بنا پر ممکن ہے۔ ایک قابلیت اور دوسری سیاست بازی۔ اگر کسی سپاہی کو سیاست کے جرثومے نے نہ کاٹا ہو اور وہ ہو بھی بہترین پیشہ ور سپاہی تو وہ مسلح افواج میں گندگی نہیں پھیلا سکتا۔ یہ بہت ہی اہم ادارہ ہے اور اس سے وابستہ لوگوں کو میری کارروائی کی صحت پر یقین ہونا چاہیئے۔ میں نے جب دو کمانڈروں کو ملازمت سے الگ کیا' تو مجھے عوام کو بتانا پڑا تھا کہ یہ لوگ سیاست میں ٹانگ اڑانے کی کوشش کر رہے تھے' یہ پرانے ٹولے کے لوگ ہیں۔

ناکامی کے باوجود ان کی ذہنیت نہیں بدلی' لیکن ان کے جانشینوں کی تقرری کے وقت میں بلاوجہ کسی کو نیچے سے اٹھا کر اوپر نہ لا سکتا تھا۔ ٹکا خاں کو نظر انداز کرنے کیلئے میرے پاس کوئی وجہ نہ تھی۔ جہاں تک بیرونی دنیا کا تعلق ہے تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ اس کا سایہ کسی شے پر پڑنے نہ پائے گا۔

www.bhutto.org

ٹکا خاں کی تقرری پر مجیب نے تبصرہ کرتے ہوئے کہا تھا ''ہم کیونکر پاکستان کا اعتبار کر سکتے ہیں جس کے کمانڈر انچیف کے ہاتھ ہمارے خون سے رنگے ہوں؟'' انہیں ماسکو میں جب ٹکا خاں کی تعیناتی کا علم ہوا تو انہوں نے کوسیجن سے کہا ''اب سب کچھ ختم ہو گیا ہے''۔

اپریل 1972ء میں میں نے ڈھاکہ میں سنا تھا کہ جونہی مجیب اور یحییٰ خان کے مابین مذاکرات ٹوٹے' انہوں نے بھارت سے رابطہ قائم کیا تھا۔ اس سلسلے میں جب میں نے مجیب سے دریافت کیا تو ان کا جواب تھا ''براہ کرم مجھ سے یہ سوال نہ کریں۔''

ابتدا میں محدود کارروائی کا منصوبہ بنایا گیا باغیوں کی امداد کیلئے بھارت کی بارڈر سیکورٹی فورس کو افراد اور ساز و سامان بھیجنے کی اجازت دے دی گئی' جبکہ فون کو ہر صورت حال کیلئے تیاری کا حکم ملا۔ بھارت کی مرکزی کابینہ کے ارکان میں سے ایک گروہ مشرقی بنگال کی سرحدوں کی ناکہ بندی کے حق میں تھا جبکہ دوسرا گروہ بنگلہ دیش کی ''آزادی'' کیلئے فوری کارروائی کا خواہاں تھا۔ چیفس آف سٹاف سے آرا طلب کی گئیں۔ انہوں نے عاجلانہ کارروائی کی مخالفت کی۔ ان کا کہنا تھا مون سون کے باعث مشرقی بنگال کے دریا بھر گئے ہیں اور علاقہ کسی بڑے پیمانے پر کارروائی کیلئے ناموزوں ہے۔ یونٹوں کی قوت کی تکمیل کیلئے وقت درکار ہے اور ساز و سامان میں موجود ''شگافوں'' کو پر کرنا مطلوب ہے۔

کارروائی کیلئے موسم سرما موزوں ترین ہوگا کہ برف باری کے باعث ہمالیہ کے درے اٹ جانے پر چینی مداخلت کا خطرہ کم ہو جائے گا۔ بحریہ کو احکامات جاری ہو گئے کہ مغربی پاکستان سے مشرقی پاکستان' فوجی اور اسلحہ لے جانیوالے جہازوں کی ناکہ بندی کی جائے' مگر فقط ایک بحری جہاز کی ناکہ بندی پر نئی دلی کو احساس ہوا کہ اس کے سنگین نتائج نکلیں گے۔ جنگ چھڑنے کا احتمال ہو سکتا ہے اور اس صورت میں بھارت کو جارح قرار دیا جائے گا۔

یہ وہ حالات تھے جب بھارت نے بنگلہ دیش کے حق میں عالمی رائے عامہ استوار کرنے پر تمام کوششیں مرکوز کر دیں۔ نئی دلی کا استدلال تھا۔

(1) فوجی کارروائی مسئلے کا کوئی حل نہیں اسے فی الفور رکنا چاہیئے۔

(2) بھارت میں پناہ گیروں کی آمد کا سلسلہ ختم ہونا چاہیے۔

(3) ایسے حالات پیدا کئے جائیں کہ پناہ گیر اپنے گھروں کو امن اور سلامتی کے ساتھ لوٹ سکیں۔

www.bhutto.org

(4) حالات کو معمول پر لانے کا فقط ایک ہی طریقہ ہے کہ عوام کیلئے قابل قبول سیاسی حل تلاش کیا جائے

(5) علاقے کے امن اور سلامتی کو سنگین خطرات درپیش ہیں۔

شروع میں پاکستان نے لوگوں کے سرحد پار چلے جانے کی تردید کی' مگر بعد میں جب غیر ملکی اخبار نویسوں وغیرہ نے پناہ گیروں کی آمد اور ان کی حالت زار کی تصدیق کی' تو پاکستان نے اقرار کیا کہ '' کچھ لوگ '' بھارت چلے گئے ہیں۔ بھارت کیلئے یہ بوجھ نا قابل برداشت ہوتا جا رہا تھا۔ اسے تقریباً پونے تین کروڑ روپے روزانہ صرف کرنے پڑ رہے تھے۔ نئی دلی نے پہلے تو چھوٹے پیمانے پر بنگلہ دیش کی حمایت کی پھر اس نے مکتی باہنی اور گوریلوں کی بڑھ چڑھ کر امداد کرنا شروع کر دی۔ مکتی باہنی کے اکثر افراد کو بھارت نے فوجی تربیت دی اور بعض کو ڈیرہ دون کے اعلیٰ فوجی تربیتی مرکز میں تربیت دی۔

مسز گاندھی نے مختلف ممالک کے سربراہوں کے نام خطوط روانہ کئے کہ بھارت میں لاکھوں پناہ گیر بھیج کر پاکستان نے اپنے مسئلے کو بھارت کا مسئلہ بنا ڈالا ہے۔ بعد ازاں بھارتی وزیر اعظم نے جے پرکاش نرائن کی قیادت میں عالمی قائدین کے پاس غیر سرکاری وفد روانہ کیا۔

جون 1971ء میں سورن سنگھ اسی قسم کے مشن پر روانہ ہوئے اور سب سے پہلے ماسکو پہنچے۔ ماسکو نے ہمدردی اور امداد کا وعدہ کیا' مگر بھارت کو عاجلانہ اقدام سے باز رہنے کا مشورہ دیا۔ روس' بھارت کی کھلم کھلا طرفداری پر آمادہ نہ تھا۔ اس نے ایک ہی جیسی یادداشت دونوں ملکوں کو روانہ کی جس میں صورت حال کو مزید خراب ہونے سے بچانے کا مشورہ دیا تھا۔ روس کا خیال تھا بھارت نے اگر کوئی انتہائی اقدام کیا تو یہ مسئلہ بین الاقوامی حیثیت اختیار کر لے گا۔ غالباً روس کا خیال تھا کہ اسے برصغیر میں ویسا ہی کردار ادا کرنا ہے جیسا 1965ء کی پاک بھارت جنگ کے بعد اس نے تاشقند میں ادا کیا تھا۔ پناہ گیروں کے باعث بھارت کو جو مسائل درپیش تھے انکا روس کو احساس تو تھا' لیکن اس نے بھارت کو فوری قدم اٹھانے کے بجائے احتیاط برتنے کا مشورہ دیا۔

یہ امر عجیب وغریب ہے کہ انہی ایام میں واشنگٹن نے بھی اسی نوعیت کی وارننگ دی تھی۔ یہ سوچ کر کہ کہیں پاکستان کو یہ احساس نہ ہو کہ چین کے علاوہ اور کوئی اس کا ساتھ نہیں دیتا' روس نے کراچی کے اسٹیل پلانٹ کی تعمیر کے سلسلے میں ٹیکنیکی عملہ بھیج دیا۔

www.bhutto.org

سورن سنگھ کا دورہ لندن کامیاب رہا۔ اس وقت تک مشرقی پاکستان میں اپنے سفارتی ذرائع کے توسط سے وائٹ ہال اس نتیجے پر پہنچ چکا تھا کہ وقت کے ساتھ ساتھ بنگلہ دیش آزاد ملک بن جائے گا۔ اکتوبر 1971ء میں جب لندن میں برطانوی دفتر خارجہ کے لوگوں سے میری ملاقات ہوئی' تو میں نے انہیں نئی دلی کا طرفدار پایا۔ بعد میں واشنگٹن کے کہنے پر لندن نے اقوام متحدہ کی نگرانی میں پناہ گیروں کی واپسی اور بحالی کے سلسلے میں نئی دلی کو تجویز پیش کی جسے بھارت نے اس بنا پر مسترد کر دیا کہ اقوام متحدہ کے نگران عملے کا بنیادی مسئلے یعنی مشرقی پاکستان کے حالات سے کوئی تعلق نہ ہوگا۔ بھارت کا کہنا تھا' بنیادی مسئلہ حل ہونے بغیر پناہ گزین واپس نہ جائیں گے' مگر امریکہ نے اس تجویز کے حق میں خاصی حمایت حاصل کر لی۔ یہ تجویز فقط اس وقت چھوڑ دی گئی جب روس نے واضح کیا کہ وہ حق استرداد استعمال کرے گا۔

نکسن' راولپنڈی کی طرفداری کرتے رہے۔ بھارت اور بھارتیوں سے ان کی نفرت کی کچھ ذاتی وجہ تھی۔ بعض امریکی افسروں نے بھارتی افسروں کو بتایا۔ نکسن کو جو بات بری لگی وہ یہ تھی کہ امریکہ کے سابق نائب صدر کی حیثیت سے انہوں نے جب بھارت کا دورہ کیا تو نئی دلی نے بے التفاتی سے کام لیا تھا۔ انہی دنوں پاکستان میں ان کی خوب آؤ بھگت ہوئی۔ ان دنوں ایوب خاں حکمران تھے۔ مہمان کے اعزاز میں نہ صرف ضیافت دی گئی۔ بلکہ پولیس کا خصوصی ٹیٹو شو بھی ہوا۔ نکسن نے اس استقبال کو بھلایا نہ تھا۔

امریکی رائے عامہ کے دباؤ کے تحت واشنگٹن کو یہ کہنا پڑا کہ مسئلے کے جلد حل کیلئے سیاسی تصفیہ ضروری ہے' مگر امریکہ نے پاکستان کو قصوروار نہ ٹھہرایا۔ اس سلسلے میں اس نے توجیہہ یہ پیش کی کہ مجیب سے تصفیہ کرنے کیلئے یحیٰی پر در پردہ دباؤ ڈالا جا رہا ہے۔ امریکہ نے بھارت کو فقط ایک بات کی یقین دہانی کرائی۔ اگر مجیب زندہ ہو تو اسے کوئی گزند نہ پہنچے گا امریکہ نے بھارت کو وثوق کے ساتھ یہ کبھی نہ بتایا کہ مجیب مر چکا ہے یا بقید حیات ہے۔ امریکہ کو کلیدی حیثیت حاصل تھی' کیونکہ اسلحہ اور دوسری امداد کیلئے یحیٰی کا اس پر مکمل انحصار تھا۔

جب کبھی بھارت نے امریکہ کی توجہ اس جانب مبذول کرائی' تو اسے یہی جواب ملا ہم پوری پوری کوشش کر رہے ہیں اور علی الاعلان کچھ نہیں کہہ سکتے مبادا ہمارے اثر و رسوخ میں کمی پڑ جائے۔

غالباً کیٹنگ کے مستعفی ہونے کی دھمکی کے باعث نکسن نے اپنے مشیر امور خارجہ ہنری کسنجر سے کہا تھا کہ وہ اپنے ایشیائی دوسرے کے پروگرام میں بھارت کو بھی شامل کرلے لیکن اس دورے سے کوئی فائدہ نہ ہوا۔ مسز گاندھی نے کھری کھری باتیں کیں۔ اس وقت تک بھارت کو امریکہ پر اعتبار نہ رہا تھا۔ جب کسنجر اسلام آباد سے چین کے خفیہ دوسرے پر گیا' تو بھارت کو یقین ہوگیا کہ امریکہ اسے سبز باغ دکھاتا رہا ہے۔ بھارت کو یوں نظر آیا جیسے امریکہ' چین اور پاکستان کا گٹھ جوڑ ہوگیا ہو۔

1969ء کے آغاز میں مشرقی سرحد پر چین کے ساتھ جھڑپ کے بعد روس نے بھارت کے ساتھ سکیورٹی پیکٹ (معاہدہ سلامتی) کے لئے بے قراری کا اظہار کیا تھا۔ اس سے روس کے پیش نظر نہ صرف پیکنگ کے مقابلے پر عددی برابری (چین کی پینسٹھ کروڑ آبادی کے مقابلے پر بھارت کی پچپن کروڑ آبادی) کا حصول بلکہ بحر ہند کے گرم پانیوں تک رسائی اور نئی دلی کے ذریعے جنوب مشرقی ایشیاء میں چین کے اثر و رسوخ کو گزند پہنچانا تھا۔ اس وقت مسز گاندھی یہ معاہدہ کرنے پر اس لئے رضامند نہ تھیں کہ۔

(1) انہیں رائے عامہ کے ردعمل کا اندازہ نہ تھا۔

(2) وہ امریکہ کو خفا کرنا نہ چاہتی تھیں۔

(3) کانگریس پارٹی کے دولخت ہونے پر لوک سبھا میں ان کی جماعت کو بھاری اکثریت حاصل نہ رہی تھی۔

یہ تجویز معرض التوا میں پڑی رہی۔ روس میں بھارت کے سابق سفیر ڈی پی دھر کو اس تجویز کی تجدید کے سلسلے میں ماسکو بھیجا گیا۔ معاہدے کے سلسلے میں اس کی بات چیت اور ہر شے کو صیغہ راز میں رکھا گیا۔ معاہدے کی شرائط طے کرنے کیلئے خفیہ کوڈ پر مشتمل برقیوں کے تبادلے کے بجائے نئی دلی اور ماسکو کے مابین پیغامبروں کی آمدورفت ہوئی۔ مسز گاندھی نے اپنے سینئر رفقا مثلاً جگ جیون رام اور چون تک کو ماسکو میں معاہدے کی شرائط طے ہو جانے کے بعد اعتماد میں لیا۔ معاہدے کے متعلق کابینہ کو بھی اگست 1971ء کو مطلع کیا گیا اس وقت تک خبر رساں ایجنسیوں نے خبر نشر کردی تھی۔

www.bhutto.org

اس معاہدے کا فوری نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ روس نے جو اب تک اسلحہ کی ترسیل کے سلسلے میں پس و پیش کر رہا تھا' اسلحہ خانے کے دروازے کھول دیئے اور بھارت بھاری ساز وسامان حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا بلکہ روس نے غیر جانبداری کا رویہ ترک کر کے بھارت کی کھلی حمایت شروع کر دی۔

مسز گاندھی کی جب نکسن سے ملاقات ہوئی' تو انہوں نے امریکہ کو پاکستان کی سلامتی کے بارے میں زیادہ فکر مند پایا۔ انہی ایام میں بھٹو پیکنگ گئے تھے۔ کہتے ہیں چین کے دورے سے واپسی پر انہوں نے راولپنڈی کو یقین دہانی کرائی۔ اگر بھارت سے جنگ چھڑی تو مشرقی پاکستان میں چین براہ راست مداخلت کرے گا۔

اس کے پندرہ دن بعد چو این لائی نے پریس کانفرنس میں کہا ''اگر بھارت نے جنگ چھیڑی تو کیا اس سے اسے کوئی فائدہ پہنچے گا اور کیا مسئلہ حل ہو جائے گا؟ بھارت کی تخریب کاری اور جارحانہ سرگرمیوں کے خلاف ہم ثابت قدمی کے ساتھ پاکستان کی حمایت کرتے ہیں۔ آخر کار بھارت کو اپنے کئے کا خمیازہ بھگتنا ہو گا اور اس کے بعد برصغیر میں امن و امان نہ رہے گا''۔

سرحد خلاف ورزیوں میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ پاک فوج کے خلاف مکتی باہنی کی سرگرمیاں بڑھ گئیں۔ کشیدگی شدت اختیار کر گئی۔ نومبر کے تیسرے ہفتے میں امریکہ نے بھارت کو اطلاع دی کہ مشرقی بنگال کے اعلیٰ قائدین سے اس یقین دہانی پر یحییٰ کو مذاکرات کا آغاز کرنے کیلئے کہہ دیا گیا ہے (یحییٰ نے مجیب کے ساتھ بات چیت کرنے سے انکار کر دیا تھا) اگر سیاسی تصفیہ ممکن نظر آیا تو مجیب کا نقطہ نظر بھی معلوم کر لیا جائے گا۔ سمجھوتے کے بعد مجیب کی رہائی عمل میں آ جائے گی' مگر بنگالی لیڈروں سے بات چیت یا سیاسی حل تلاش کرنے کے بجائے یحییٰ نے اس وقت تک عوامی لیگ کے زیر زمین چلے جانے والے نمائندوں کی خالی نشستیں پر کرنے کیلئے قومی اسمبلی کے ضمنی انتخابات کرا لئے تھے۔ اس سے نئی دلی اور واشنگٹن کے درمیان بے اعتباری کی خلیج مزید وسیع ہو گئی۔

یکم نومبر کو یحییٰ نے ایک امریکی جریدے کو بتایا کہ جنگ چھڑنے والی ہے۔ ۲۴ر نومبر کو پاکستان میں ہنگامی صورت حال کا اعلان کیا گیا اور 25 ر نومبر کو چینی وفد کی ضیافت کی تقریب میں فی البدیہہ تقریر کرتے ہوئے یحییٰ نے کہا ہو سکتا ہے آئندہ دس دن میں میں جنگ لڑ رہا ہوں۔ اگر

www.bhutto.org

اس عورت کا خیال ہے کہ وہ مجھے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کردے گی' تو ''ایں خیال است ومحال است و جنون'' ۔غالباً بھارت یحییٰ کیلئے جال بچھا رہا تھا۔وہ اس میں پھنستا چلا گیا۔اگر یحییٰ (مغربی محاذ) جنگ نہ چھیڑتا' تو بھارت مشرقی بنگال میں چند میل تک گھسنے کے علاوہ اور کچھ نہ سوچ سکتا۔ ڈھاکے تک پہنچنے کا تو سوال ہی پیدا نہ ہوتا۔

بھارت نے پندرہ یوم میں مشرقی پاکستان پر قبضے کے منصوبے پر عملدرآمد شروع کر دیا۔ بائیس سال پیشتر لیاقت نہرو معاہدے سے پہلے یہ منصوبہ تیار کیا گیا تھا جس میں بعد کے حالات کے مطابق ردوبدل ہوتا رہا۔جہاں تک مغربی پاکستان کا تعلق ہے اگر بھارت کے اختیار میں ہوتا تو یہاں کوئی کارروائی نہ کی جاتی۔جیسا کہ 1965ء کی جنگ میں مشرقی محاذ پر کوئی کارروائی نہ ہوئی تھی۔

بھارت نے اپنا آرمر (بکتر بند فوج) ریزرو میں رکھا ہوا تھا اسی لئے پاکستان کو اپنا آرمر' جنگ میں جھونکنے میں پس وپیش تھا۔حملہ آور فوج کیلئے یہ حکمت عملی موزوں نہ تھی۔یہی وجہ ہے کہ 1971ء کی جنگ میں 1965ء کی سیالکوٹ اور کھیم کرن کی سی ٹینکوں کی لڑائی نہ ہوئی۔

جنگ سے پہلے' ابتدا میں پاکستان کا خیال تھا پناہ گیروں کی بحالی کو عذر بنا کر بھارت سرحدی علاقے پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔نئی دلی نے ایک بار ایسی منصوبہ سازی کی بھی تھی۔سورن سنگھ نے غیر ممالک کے دوسرے کے دوران مستقل حل کی دریافت تک اقوام متحدہ کی نگرانی میں پناہ گیروں کی بحالی کیلئے سرحد کے ساتھ ساتھ پچاس میل کی پٹی بنانے کی طرف اشارہ کیا تھا' مگر یہ تجویز برطانیہ اور امریکہ کو منظور نہ تھی۔ظاہر ہے پاکستان اس غلط فہمی میں مبتلا ہو گیا کہ بھارت محدود کارروائی کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔مشرقی پاکستان میں پاک فوج کے کمانڈر جنرل نیازی نے بعد میں انٹیروگیشن (تفتیش) کے دوران بتایا میرا خیال تھا' بھارت بھرپور حملہ نہ کرے گا' بلکہ بنگلہ دیش حکومت کے قیام کیلئے بڑے ٹکڑے پر قابض ہو جائے گا۔ابتدا میں صف بندی اسی مفروضے کو پیش نظر رکھتے ہوئے کی گئی تھی کہ لڑائی' سرحد کے قریب لڑی جائے گی' مگر جب بھارتی فوج قلعہ بند جیسور شہر کو ایک طرف چھوڑ کر ڈھاکے کی طرف دوڑنے لگی' تب پاکستان کو احساس ہوا کہ بھارت نے پہلا منصوبہ ترک کر دیا ہے' اس وقت جنگی حکمت عملی میں تبدیلی کرنا ممکن نہ رہا تھا۔

اگرچہ بھارت نے ڈھاکہ کے گرد گھیرا تنگ کرنا شروع کر دیا تھا' تاہم یوں لگتا تھا جیسے اس

www.bhutto.org

میں بہت زیادہ وقت صرف ہو رہا ہو۔ پاک فوج کی اکثریت ہتھیار نہ ڈال رہی تھی اور ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے وہ ڈھاکہ کے گرد آخری معرکے کیلئے سوچی سمجھی پسپائی اختیار کر رہی ہو۔ کارروائی کی تکمیل کے سلسلے میں بھارتی افواج کی سست رفتاری پر ماسکو کو گہری تشویش تھی۔ وہ یہ نہ چاہتا تھا کہ یہ علاقہ بھارت کیلئے دوسرا ویت نام بن جائے۔ روس کا فرسٹ ڈپٹی منسٹر (اول نائب وزیر خارجہ) ویز لے کزنٹ زوف بھاگم بھاگ دلی پہنچا۔ دلی پہنچ کر اسے معلوم ہوا کہ اب تین چار روز کی اور بات ہے' کیونکہ بنگالی آبادی کی مخالفت کے باعث پاک افواج شدید مشکلات سے دو چار ہو کر حوصلہ ہار رہی ہیں۔

8/ دسمبر کو پاکستان نے اسلحہ اور گولی بارود کی سپلائی کیلئے امریکہ سے خصوصی رابطہ قائم کیا۔ واشنگٹن نے اس درخواست پر سنجیدگی سے غور کیا اور بھارت کی ناکہ بندی کے باعث اسلحہ کی ترسیل کے طریق کار کے بارے میں سوچا۔ بھارت کو واشنگٹن میں اپنے سفارت خانے کے ذریعے پتہ چلا کہ نکسن 1964ء کے پاک' امریکی باہمی سلامتی کے معاہدے کو بروئے کار لا کر امداد کی فراہمی کے متعلق سوچ رہے ہیں۔ 12/ دسمبر کو ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے مسز گاندھی نے امریکہ کو متنبہ کیا۔

''میں نے سنا ہے بعض ممالک ہمیں دھمکی دینے کی کوشش کر رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ پاکستان کے ساتھ انہوں نے معاہدے کر رکھے ہیں'' پہلے بھارت کو وارننگ دی اور پھر نیوکلیر قوت کے حامل طیارہ بردار بحری جہاز انٹر پرائز کی سرکردگی ساتویں بیڑے کو خلیج بنگال میں پہنچنے کا حکم دیا یہ خبر ماسکو کے توسط سے موصول ہوئی جس کی تصدیق فوراً ہی واشنگٹن میں موجود بھارتی سفارت خانے نے کر دی۔ امریکی بحریہ کے افسر نے بھارتی سفارت خانے کے ایک افسر سے گفتگو کے دوران غیر ارادی طور پر یہ بات بتا دی تھی۔ شروع میں کہا گیا کہ یہ بیڑہ مشرقی پاکستان سے تین سو امریکیوں کو نکالنے کیلئے آ رہا ہے اور پھر یہ افواہ پھیلی کہ پاک افواج کو لے جایا جائے گا۔

امریکی بحری بیڑے کی نقل و حرکت کی جونہی اطلاع ملی' مسز گاندھی' ڈی پی دھر اور بھارتی سروسز چیفس سر جوڑ کر بیٹھ گئے۔ کیا یہ پاک فوج کو لے جانے کیلئے آ رہا ہے؟ کیا امریکہ فی الحقیقت مداخلت کی خواہش رکھتا ہے؟ کیا واشنگٹن عظیم تر جنگ شروع کرنا چاہتا ہے؟

www.bhutto.org

یہ اور اسی طرح کے کئی دیگر امکانات ایک ایک کر کے زیر غور آئے اور قابل قبول نہ پائے گئے۔ آخر یہی فیصلہ ہوا کہ اس بیڑے کو نظر انداز کر دیا جائے۔ دھر کو روسی قائدین سے صلاح مشورہ کیلئے ماسکو بھیجا گیا۔ انہوں نے ہر طرح کی امداد کا وعدہ کیا اور یہاں تک یقین دہانی کرائی کہ اگر چین نے مداخلت کی' تو روس سنکا ینگ پر حملہ کر دے گا۔ اگر چہ بھارت نے ساتویں بیڑے کو نظر انداز کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا' مگر روس اس پر کڑی نظر رکھے تھا۔ روس نے نیوکلیر سب میرین وار میزائل بردار بحری جہاز ولاڈی واسٹک سے نکال کر امریکی بحری بیڑے کے تعاقب میں لگا دیئے تھے۔ بھارت' بھارت' روس معاہدے کی شق 9 کو بروئے کار لے آیا تھا جس کے مطابق طرفین کو حملے یا اس کے خدشے کی صورت میں خطرے سے نمٹنے کیلئے فی الفور صلاح مشورہ کرنا تھا۔ سقوط ڈھاکہ کے وقت امریکی بیڑہ تیس گھنٹے کی مسافت پر تھا۔

سلامتی کونسل میں کارروائی ناممکن بنادی گئی' تو امریکہ یہ مسئلہ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں لے گیا۔ یہاں ایک قرارداد منظور کی گئی جس میں بھارت اور پاکستان کو فوراً جنگ بند کرنے اور اپنے اپنے علاقوں میں فوجیں واپس لے جانے کیلئے کہا گیا۔ اس قرارداد کی ایک سو چار ارکان نے حمایت کی اور گیارہ افراد نے مخالفت کی' جبکہ دس ارکان نے رائے شماری میں حصہ نہ لیا۔ اقوام متحدہ کا موڈ دیکھنے پر مسز گاندھی نے سورن سنگھ کو نیویارک بھیج دیا۔

بھارت کے خلاف اتنی بھاری اکثریت کو صف آراء دیکھتے ہوئے سورن سنگھ نے پس وپیش سے کام لیا۔ وہ مفوضہ کام کو ناممکن سمجھتا تھا اور اس کا خیال تھا ناممکن کے حصول میں ناکامی پر وہ کہیں ہدف تنقید نہ بن جائے۔ پاکستان کے نائب وزیر اعظم اور وزیر خارجہ بھٹو 10 دسمبر کو نیویارک پہنچے اور فرمان علی کی ہتھیار ڈالنے کی پیشکش بھی انہی دنوں اقوام متحدہ کے صدر دفتر میں موصول ہوئی۔ اسے یحییٰ کی منظوری حاصل تھی' مگر جب بھٹو نے صدر کو مطلع کیا کہ امریکہ کا ساتواں بحری بیڑہ جلد مداخلت کرے گا' تو انہوں نے یہ پیش کش منسوخ کر دی۔ یہاں تک بھی ہوا کہ نیازی کے ہتھیار ڈالنے سے ایک روز پہلے 14 دسمبر کو بھٹو نے ٹیئی کو برقیہ ارسال کیا کہ ڈٹے رہو' کیونکہ امریکہ مداخلت کرنے ہی والا ہے۔

مشرقی پاکستان میں متعین پاک فوج کو ایک عرصے سے بیرونی مداخلت کی توقع تھی۔ فی الحقیقت جب بھارت کے پیراٹروپرز (پیراشوٹ کے ذریعے اتارے گئے فوجی) ڈھاکہ کے

www.bhutto.org

قریب ایک مقام پر اترے تو بہت سے فوجی انہیں امداد کو آئے چینی سمجھ کر خوش آمدید کہنے کیلئے اپنے مورچوں سے نکل آئے۔ سرنڈر ہوا تو بھارت نے سکھ کا سانس لیا کیونکہ اسی روز صبح کے وقت سورن سنگھ نے نیویارک سے ٹیلی فون پر اطلاع دی تھی کہ اقوام متحدہ میں پیش کی جانے والی ایک قرارداد کو غیر موثر بنانا ہوگا جس میں بھارت کو جارح قرار دے کر اس کے خلاف سزا بھی تجویز ہوگی۔

روسی وفد نے بھی سورن سنگھ پر دباؤ ڈالا تھا کہ وہ بھارت سے کارروائی جلد از جلد نمٹانے کیلئے کہے۔

مجھے راولپنڈی میں پتا چلا کہ سرنڈر سے تین دن پہلے یہ معلوم کرنے کیلئے کہ امریکہ مداخلت کرے گا' نیازی اور فرمان علی ڈھاکہ کے امریکی قونصل خانے گئے تھے۔ انہیں جب بتایا گیا کہ امریکہ کی مداخلت کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا' تو انہوں نے پہلی جنگ بندی اور پھر غیر مشروط سرنڈر کی پیشکش کی۔ نیازی نے بعد میں جنرل جیکب کو بتایا کہ جب چاند پور دشمن کے قبضے میں گیا' تو انہوں نے ہتھیار ڈالنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ جیکب کا کہنا ہے نیازی کی نسبت فرمان علی سرنڈر کیلئے زیادہ پر جوش تھے۔

سقوط ڈھاکہ کے بعد بھارت نے مغربی محاذ پر یک طرفہ جنگ بندی کی تجویز پیش کی۔ امریکہ نے اب یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ اگر ساتواں بحری بیڑہ نہ ہوتا' تو بھارت' مغربی پاکستان میں دور تک گھس جاتا۔ اسلام آباد میں امریکی سفارت خانے کے دوسرے بڑے افسر سوبر نے مجھے بتایا کہ بھارت کے چند اعلیٰ سرکاری افسروں نے امریکہ کو مطلع کیا تھا کہ نئی دہلی کا ارادہ پاکستان کو ہمیشہ کے لئے ختم کرنے کا ہے۔ ان افسروں کے بارے میں یہ کون تھے کچھ نہ بتایا گیا۔

یحییٰ نے وضاحت پیش کرتے ہوئے دعویٰ کیا تھا میری اسٹریٹجی (حکمت عملی) میں کوئی خرابی نہ تھی مشرقی پاکستان میں خواہ کتنی ہی افواج کیوں نہ تعینات کر دی جائیں' اس علاقے کا دفاع فقط اس صورت میں ممکن تھا اگر بڑی طاقتیں پاکستان کے حق میں مداخلت کرتیں۔ مغربی پاکستان میں بھارت اتنی پیش قدمی نہ کر پایا جتنی دنیا بھر کے فوجی مبصرین کا خیال تھا۔ 1971ء کی جنگ کی نسبت 1965ء کی جنگ میں بھارت نے آزاد کشمیر اور پنجاب میں زیادہ پیش قدمی کی تھی۔

www.bhutto.org

نیازی نے بھارتی قید میں انٹیروگیشن کے دوران بتایا کہ ان کے نزدیک بھارت کے پاس تین طریق کار تھے۔

(1) اگر وہ سرحد سے ملحقہ کسی علاقے پر قبضہ کرنے کی تلاش میں تھا تو فوجی کارروائی ضلع جیسور میں کرتا۔

(2) اگر اسے چین کی مداخلت کا خدشہ تھا' تو وہ شمال سے حملہ آور ہوتا۔

(3) ڈھاکہ کی جانب مشرقی سمت سے بڑھتا۔

نیازی کے مطابق ان کے پاس توپ خانے کی شدید قلت تھی۔ علاوہ ازیں انہوں نے راولپنڈی کو ایک ڈویژن فوج بھیجنے کیلئے کہا تھا' مگر راولپنڈی نے معذرت کرتے ہوئے مقامی محاذ کھولنے سے پہلے انہیں کوئی اطلاع نہ دی گئی۔ فی الحقیقت انہوں نے اپنی حکومت کو بھرپور جنگ نہ چھیڑنے کا مشورہ دیا تھا' کیونکہ اس صورت میں بھارت کے بھرپور حملے کا مقابلہ کرنے کیلئے ان کے پاس ذرائع نہ تھے۔ ان سے دریافت کیا گیا' آیا منصوبہ بندی کے دوران آپ نے یہ امر پیش نظر رکھا تھا کہ آپ کا رشتہ مغربی پاکستان سے کاملاً منقطع ہو جائے گا' تو انہوں نے اثبات میں جواب دیا' مگر یہ بھی کہا جنرل حمید نے انہیں بتایا تھا کہ تم اکیلے نہ رہو گے کچھ اور بھی وقوع پذیر ہو گا۔

فرمان علی نے جب گورنر مالک کے کہنے پر اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل سے جنگ بندی کی اپیل کی' تو نیازی ہتھیار ڈالنے پر آمادہ نہ تھے نیازی نے بتایا وہ آخری گولی اور آخری آدمی تک لڑنے کیلئے تیار تھے اور ڈھاکہ کے دفاع کیلئے انہوں نے اس نوع کے احکامات بھی جاری کر دیئے تھے' تاہم یحیٰی کے نام اپنی رپورٹ میں انہوں نے فوجی صورتحال کی وضاحت مغربی پاکستان کو کچھ فائدہ ہو تو ہم آخری لمحے تک لڑنے کو تیار ہیں۔ بصورت دیگر مزید خون بہانا مناسب نہیں۔ انہی کے مطابق یحیٰی نے کہا تھا کہ مشرق میں مزاحمت جاری رکھنے سے مغربی پاکستان کو کوئی فائدہ نہ ہو گا اور اس لئے یحیٰی نے سرنڈر پر بات چیت کی اجازت دے دی تھی۔ قید کے دوران تحریر کردہ رپورٹ میں نیازی نے تمام تر ذمہ داری یحیٰی پر ڈالی ہے اور ٹکا خاں کے ظلم وستم کی تصدیق کی ہے۔

بھارتی افسروں کے مطابق نیازی کو فرمان علی اور مارشل لاء ایڈمنسٹریٹرز کی کارروائیوں سے آگاہ نہ رکھا گیا تھا۔ ان کے اپنے چیف آف اسٹاف اور ڈویژنل کمانڈروں نے بھی انہیں تاریکی

میں رکھا تھا۔ ان افسران کے مطابق نیازی ایسا بے تخیل سپاہی UN IMAGINATIVE ہے جو زندگی کی مسرتوں سے پیار کرتا ہے۔ وہ ضرورت سے زیادہ ذہین (OVER INTELLIGENT) نہیں اور اپنے علاقے کی صورت حال پر اس کی پوری پوری گرفت دکھائی نہ دیتی تھی۔ فرمان علی کے متعلق ان افسران کا کہنا ہے کہ وہ تربیت یافتہ ذہین اور بڑی تیز یاداشت کے مالک ہیں۔ وہ اپنے مزاج کے اعتبار سے لشکریوں کے درمیان کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ پاکستان لوٹنے پر دوسرے جرنیل انہیں اعتماد میں نہ لیں گے۔ وردی میں ان کے دن گزر چکے اور ان کے بقایا ایام غالباً میز پر گزریں گے۔

یحییٰ کو یقین ہو گیا کہ اب الگ ہونا ہی بہتر ہے۔ انہوں نے بھٹو کو اقوام متحدہ سے فوراً لوٹ آنے کیلئے تار دیا 20 دسمبر 1971ء کو زمام اقتدار بھٹو کے حوالے کرنے سے پیشتر انہوں نے بھٹو سے پوچھا آیا پچھلی تاریخ میں مجیب کے قتل کے احکامات جاری کر کے ان پر عملدرآمد کرا دیا جائے۔ بھٹو نے کچھ اور ہی سوچ رکھا تھا۔ انہوں نے یہ تجویز مسترد کر دی۔ یہ بات مجھے ڈھاکہ میں مجیب نے بتائی اور کہا میں بھٹو کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے میری جان بچائی۔

20 دسمبر 1972ء کو بطور صدر پاکستان حلف اٹھاتے ہی بھٹو نے سب سے پہلے مجیب سے رابطہ قائم کیا وہ یہ جاننا چاہتے تھے آیا اس علاقے میں مغربی پاکستان کے مابین کوئی رشتہ اتحاد قائم رہ سکتا ہے خواہ وہ کتنا ہی ڈھیلا کیوں نہ ہو۔ اس مقصد کیلئے مجیب کو ہیلی کاپٹر کے ذریعے جیل سے راولپنڈی کے قریب کسی ڈاک بنگلے میں لایا گیا۔ مجیب نے اپنی رہائی کا قصہ یوں سنایا۔

> مجھے اپنے خدا ترس جیلر سے معلوم ہو چکا تھا کہ بنگلہ دیش آزاد ہو گیا ہے چنانچہ جب مجھے جیل سے نکالا گیا' تو مجھے شبہ ہوا کہ مجھے لے جانے کا مقصد مذاکرات ہی ہو گا۔ میں نے فیصلہ کیا میں بنگلہ دیش کی آزادی کے بارے میں لاعلمی ظاہر کروں گا۔ ڈاک بنگلے پہنچنے کے دو دن بعد بھٹو وہاں پہنچے۔ میں نے دریافت کیا ''بھٹو تم یہاں کیسے؟'' وہ بولے ''میں پاکستان کا صدر ہوں'' --- ''تم۔ بھٹو تم صدر پاکستان! اس عہدے پر تو میرا حق ہے تمہیں معلوم ہے مجھے پاکستان کی قومی اسمبلی میں اکثریت حاصل ہے......'' گویا مجھے ڈرانے کیلئے انہوں نے بتایا میں چیف مارشل لا ایڈمنسٹریٹر بھی ہوں میں آپ کے ساتھ بات چیت کرنے آیا ہوں اس پر میں نے جواب دیا ''میں کوئی گفتگو نہ کروں گا جب تک آپ یہ نہیں کہتے کہ

www.bhutto.org

میں آزاد ہوں'' بھٹو بولے ''ٹھیک ہے' آپ آزاد ہیں'' اس کے بعد ہم بات چیت کی۔ انہوں نے جو کچھ ہوا اس کی تمام تر ذمہ داری یحییٰ پر ڈالی۔ گو میں جانتا تھا کہ ہر کارروائی کے پیچھے بھٹو بذات خود موجود تھے۔ ان کی خواہش تھی کہ مشرقی بازو اپنی راہ پکڑے تاکہ وہ باقی ماندہ پاکستان کے صدر بن جائیں۔ بھٹو سیدھے بر سر مطلب آئے وہ اس امر پر میری رضامندی چاہتے تھے کہ پاکستان اور بنگلہ دیش دونوں مل کر امور خارجہ دفاع اور مواصلات کا انتظام چلائیں میں بولا ایسا ممکن نہ ہوگا مگر وہ مصر ہوئے تو میں نے انہیں بتایا اپنے لوگوں کے ساتھ مشورہ کئے بغیر کوئی فیصلہ کرنا میرے لئے مشکل ہوگا اس کے بعد ہماری ایک اور ملاقات ہوئی' آخری ملاقات' اس بار انہوں نے اپنی بات پر اصرار کرتے ہوئے مجھے پوری پوری کوشش کرنے کیلئے کہا میں نے جواب دیا دیکھیں کیا ہوتا ہے۔

اس سے پہلے میری بھٹو سے ملاقات ہوئی تھی۔ اس بارے میں ان کی روایت مختلف ہے۔ ملاحظہ ہو۔

23 دسمبر کو جب ہماری پہلی ملاقات ہوئی تو مجیب نے قرآن شریف اٹھالیا اور کہنے لگے میں ایک اچھا مسلمان ہوں میری اب بھی خواہش ہے کہ دونوں علاقوں میں مرکز کے پاس امور خارجہ' دفاع اور کرنسی یہ تین امور ہوں 27 دسمبر کو جب ہماری دوبارہ ملاقات ہوئی تو وہ بہت مبہم تھے۔ انہوں نے کہا میں یہ نہیں جانتا کہ کتنے اور کون سے امور مرکز کے سپرد کئے جائیں گے مگر میں باہمی رشتہ اتحاد قائم رکھنے کا یقیناً خواہاں ہوں مجھے یقین نہ آرہا تھا۔ میں نے انہیں جواب دیا آپ یہ بات یہاں کہہ رہے ہیں اور میں آپ کے الفاظ پر یقین کرتا ہوں لیکن آپ وہاں جائیں گے' فضا کا جائزہ لیں گے اور اپنے اردگرد مسلح لوگوں کو پائیں گے تو موت کے منہ میں سے نکل جانے کے بعد آپ ایسا نہ کر پائیں گے' تاہم اگر آپ برائے نام رشتہ بھی قائم رکھیں تو مجھے اطمینان حاصل ہوگا۔ انہوں نے تاکیداً کہا ''نہیں نہیں میں لیڈر ہوں ٹھیک کر دوں گا۔''

میں نے مجیب کو جب بھٹو کا بیان کردہ واقعہ سنایا بالخصوص امور ے مشترکہ کنٹرول اور کلام پاک پر حلف اٹھانے والی بات تو مجیب کہنے لگے بھٹو تو جھوٹا ہے میں شکر گزار ہوں کہ اس نے میری جان بچائی مگر اس سے اسے یہ استحقاق تو حاصل نہیں ہوتا کہ وہ میرے متعلق جھوٹی باتیں پھیلائے

www.bhutto.org

دسمبر 1973ء میں میں نے اس سلسلے میں بھٹو سے دوبارہ گفتگو کی تو وہ اپنے بیان پر قائم رہے۔ ایسی افواہیں سننے میں آئیں کہ بھٹو نے ساری گفتگو ٹیپ کرالی تھی۔ان دونوں روایتوں میں اتنا ہی اختلاف ہے جتنا دونوں راویوں کی شخصیتوں میں۔

8 جنوری 1972ء کو مجیب کی غیر مشروط رہائی عمل میں آئی کہا جاتا ہے مجیب بھٹو ملاقات کے بعد بھٹو کے کمال سے مذاکرات جاری رہے (ڈاکٹر کمال حسین بعد میں بنگلہ دیش کا وزیر خارجہ بنا) اور پاکستان اور بنگلہ دیش کے مابین رشتہ اتحاد کے بارے میں ڈاکٹر کمال مجیب کیلئے پیغام لے گیا' لیکن جب میں نے ڈھاکہ میں مجیب سے اس موضوع پر گفتگو کی' تو انہوں نے اس کی تردید کی مجیب (جس کے متعلق بھٹو نے مجھ سے کہا تھا وہ بلبل جسے میں نے خواہ مخواہ آزاد کردیا) کی رہائی سے بھٹو کا مقصد دنیا کی نگاہوں میں پاکستان کا وقار بحال کرنا تھا۔جب بھٹو کی طرف سے اسلامی سربراہی کانفرنس کا منصوبہ بنایا گیا تو یہ سوال پیدا ہوا کہ پاکستان کے 90 ہزار قیدیوں کی بھارت میں موجودگی اور شیخ مجیب الرحمٰن کے جذبات بیانات کے بعد کیا--اس کانفرنس میں بنگلہ دیش کی حیثیت سے ''مشرقی پاکستان'' کی شرکت گوارا کی جائے گی--پاکستانی دفتر خارجہ نے اس سوال کا جواب ''ناں'' کی صورت میں دیا اور کہا گیا کہ ایک سیکولر ملک ہونے کی حیثیت سے بنگلہ دیش اس کانفرنس میں شرکت کا مجاز نہیں--اس کے ساتھ ہی بنگلہ دیش کو تسلیم کروانے کی سرتوڑ کوششوں کا آغاز بھی ہو گیا--اے ایچ ایم قمر الزمان عوامی لیگ کے صدر اور کل پاکستان عوامی لیگ کے سابق سیکرٹری نے کراچی کے ہوائی اڈے پر 8 گھنٹے گزارے--جنوری 74ء میں کیول سنگھ اور فروری میں سورن سنگھ ڈھاکہ پہنچے تو انہیں بتایا گیا۔اگر پاکستان نے بنگلہ دیش کو تسلیم کرلیا تو وہ کانفرنس میں شریک ہوگا--اس کے فوراً بعد مسٹر بھٹو کا بیان آ گیا کہ وہ بنگلہ دیش کو تسلیم کرلیں گے لیکن انہیں یقین دہانی کروائی جائے کہ پاکستانی فوج کے جن افسران پر مقدمات قائم کئے گئے ہیں وہ واپس لے لئے جائیں گے۔

سورن سنگھ کو یہ بھی بتایا گیا اسلامی سیکرٹریٹ کے سیکرٹری جنرل بنگلہ دیش کو اس بات کی ترغیب دلانے میں ناکام رہے کہ وہ اسلامی اخوت کے جذبے کے تحت پاکستان سے مصالحت کر لے بنگلہ دیش نے سورن سنگھ کو وزیر خارجہ کمال حسین کے دورہ لیبیا سے آگاہ نہ کیا جہاں اس کی عزیز احمد سے ملاقات ہوئی تھی اسی طرح بھارت کو کمال حسین کے دورہ شرق اردن کے بارے میں بھی

www.bhutto.org

کبھی مطلع نہ کیا گیا جہاں کے شاہ بھٹو کے قریب تھے۔ کمال حسین عراق بھی گئے تھے یہ بات بھی اہمیت کی حامل ہے مولانا بھاشانی نے یہ بیان جاری کیا کہ بنگلہ دیش اسلامی کانفرنس میں ضرور شرکت کرے۔ یہ بیان ڈھاکے کے اخبارات میں صفحہ اول پر شائع کیا گیا۔ یہ بیان جاری کیے جانے سے پہلے دو وزیروں مطلع الرحمٰن اور عبدالمومنی تعلقدار نے مولانا بھاشانی سے ملاقات کی تھی چنانچہ کویت کے وزیر خارجہ کی سرکردگی میں جب اسلامی کانفرنس کا مشن ڈھاکے پہنچا تو تمام مشکلات دور ہو چکی تھیں۔ یہ امر تعجب خیز ہے کہ تسلیم کئے جانے کے اعلان سے چند گھنٹے پہلے کمال حسین نے بھارتی ہائی کمشنر ایس دت کو بتایا کہ شیخ مجیب اپنی بات پر قائم ہیں بعد میں شیخ مجیب نے مسز گاندھی کو اسلامی کانفرنس میں شرکت کے فیصلے سے ٹیلی فون پر مطلع کیا-- شیخ مجیب کی لاہور روانگی سے قبل مسز گاندھی کو شیخ مجیب کا خط ملا جس میں علاوہ اور باتوں کے یہ یقین دہانی کرائی گئی تھی کہ وہ پاکستان کے ساتھ دوطرفہ مذاکرات نہ کریں گے۔ شیخ مجیب نے اپنی کابینہ کو بھی بعد میں اعتماد میں لیا-- کہا جاتا ہے بعض وزرا نے اس پر احتجاج کیا تھا ان میں سے ایک نے جب وزیر خارجہ کو مورد الزام ٹھہرایا تو شیخ مجیب نے کہا کمال صاحب فقط وزیر مملکت ہے امور خارجہ کے بارے میں تمام فیصلے میں خود کرتا ہوں۔ دو سینئر وزراء نے یہ کہتے ہوئے کہ بنگلہ دیش سیکولر ملک ہے۔ اسلامی کانفرنس میں شرکت کے فیصلے پر نکتہ چینی کی' لیکن انہیں اصل اعتراض یہ تھا کہ بھارت کو باخبر کیوں نہ رکھا گیا۔ انہوں نے یہ تجویز پیش کی کہ لاہور جاتے ہوئے یا واپسی پر دلی رکیں۔ غالباً ان کی دلجوئی کی غرض سے شیخ مجیب نے بھارتی ہائی کمشنر مقیم ڈھاکہ سے خصوصی گزارش کی کہ ان کی مسز گاندھی کے نام چٹھی فی الفور بھجوا دی جائے۔ انہوں نے وزرا سے یہ بھی کہا کہ وہ برصغیر کے کسی معاملے پر بات چیت نہ کریں گے لیکن وہ دلی نہ رکے لاہور سے ڈھاکہ واپسی پر میں نے شیخ مجیب الرحمٰن کا انٹرویو لیا تو انہوں نے پاکستان کے متعلق بڑی شفقت کا اظہار کیا اور 72ء کے وسط میں اپنے انٹرویو سے بالکل الگ رائے ظاہر کی انہوں نے مسٹر بھٹو کی تعریف کرتے ہوئے کہا-- میں ان کے خلوص سے بے حد متاثر ہوں وہ اپنے شاندار استقبال اور پاکستانی قوم کے بے پناہ خلوص کے گن گاتے رہے۔ میں نے انہیں بنگلہ دیش میں پاکستانی فوج کے مظالم یاد دلائے تو انہوں نے کہا میں ان واقعات کو اب بھلا دینا چاہتا ہوں-- میں چاہتا ہوں میرے عوام بھی انہیں فراموش کر دیں--- ہمیں نئے سرے سے تعلقات کا آغاز کرنا ہوگا-- تھوڑی دیر خاموشی اختیار

www.bhutto.org

کرنے کے بعد انہوں نے میری طرف دیکھا اور مسکراتے ہوئے کہا انہیں علم ہے عوام کا حافظہ تو خاصا کمزور ہوتا ہے -- 22 فروری 74 کو بنگلہ دیش تسلیم کئے جانے کے بعد 9 اپریل کے سہ فریقی معاہدے کے نتیجے میں 195 جنگی قیدی رہا کر دیئے گئے -- یہ معاہدہ پاکستان بھارت اور بنگلہ دیش کے وزراء خارجہ کے درمیان طے پایا تھا۔ اجلاس کی فضا اتنی خوشگوار تھی کہ بھارت اور پاکستان کے نمائندے ایک دوسرے سے شملہ معاہدے کی دیگر شقوں پر جلد از جلد عمل درآمد کی باتیں کرتے رہے -- 18 مئی 74 کو جب بھارت نے ایٹمی دھماکہ کیا تو بھٹو طیش میں آ گئے۔ انہوں نے کہا ہم گھاس کھائیں گے لیکن ایٹم بم بنا کر ہی دم لیں گے انہوں نے ایشو پر بھارت کو ساری دنیا کے سامنے ننگا کرنا شروع کر دیا -- اس سلسلے میں پاکستان کو اپنے دیرینہ دوست چین اور بہت سے مغربی ممالک کی حمایت حاصل تھی -- جب فضا میں موجود گرد بیٹھ گئی تو بھٹو اچانک ڈھاکہ جا پہنچے جہاں عوام نے انکا والہانہ استقبال کیا۔ ایسا استقبال ہر کسی کو بنگلہ دیش کی زمین پر نصیب نہیں ہوا۔ بنگلہ دیش کے عوام کو یاد آ گیا کہ بھٹو نے انہیں طوفان کے دوران مفت چاول کی پیشکش کی تھی۔ بھٹو نے کہا تھا کہ دونوں ممالک کے عوام مسلمان ہیں۔ ان کے درمیان ایسا مضبوط رشتہ قائم ہے جسے دنیا کی کوئی طاقت توڑ نہیں سکتی اور دونوں نے مل کر ہندو کے خلاف جدوجہد کی تھی۔ بنگلہ دیش کے عوام کو اس وقت شدید مایوسی کا سامنا ہوا جب مسٹر بھٹو نے اثاثوں کی تقسیم کے معاملے پر سنجیدگی سے گفتگو کرنے سے پہلو تہی کی۔

عام خیال یہ تھا کہ راولپنڈی بنگلہ دیش کے تین ارب پونڈ مالیت کے دعووں میں سے خاصی رقم تسلیم کر لے گا۔ انہوں نے بھٹو کے ساتھیوں کو بنگلہ دیش کو ڈیم فول کہتے سنا تو فضا بدل گئی جن لوگوں نے بھٹو کو بھارتی صدر وی وی گری سے بھی زیادہ والہانہ استقبال کیا تھا انہی نے اعتراض کیا کہ شہید مینار پر بھٹو پولو کیپ پہن کر کیوں گئے تھے -- مجیب نے ضیافت میں اپنی تقریر کے دوران یہ کہہ کر کہ یہ بہتر ہوتا اگر بھٹو اردو کے بجائے پشتو یا بلوچی میں تقریر کرتے -- بھٹو کی بے عزتی کی ڈھاکے میں ناکامی پر بھٹو کے اندر جھلاہٹ پیدا ہو گئی اور ان کا رویہ اس شخص کا اس ہو گیا جو ہر وقت ہاتھ میں تلوار لئے رہتا ہے -- وہ یہ تلوار کبھی اسے دکھاتے تھے کبھی اسے کبھی بھارت کو اور کبھی پاکستان میں حزب اختلاف کو۔

مارچ 1972ء میں 'میں پاکستان کے شہر اور اپنی جنم بھومی سیالکوٹ میں تھا۔ میں پچیس سال

www.bhutto.org

پہلے ریفیوجی ٹرک میں بیٹھ کر سیالکوٹ سے نکلا تھا مگر پچیس سال بعد میں صدر کے مہمان کی حیثیت سے سرکاری کار میں سیالکوٹ پہنچا۔ یہ شہر کچھ زیادہ نہیں بدلا لڑکے بالے اب بھی دیواروں سے ٹیش لگائے تماشائے اہل دنیا دیکھتے ہیں بالکل میری طرح میں بھی گھنٹوں یوں ہی کیا کرتا تھا وہ اسکول جس میں میں پڑھتا تھا اب لڑکیوں کا سکول بن گیا ہے کالج جوں کا توں ہے سارا عملہ بدل گیا مگر وہ برسوں پہلے لنگڑاتا چپراسی اب بھی کالج میں کام کرتا ہے بھارتی فضائیہ نے ریلوے اسٹیشن کو بہت نقصان پہنچایا میں اپنا گھر دیکھنے گیا اس میں کوئی تبدیلی نظر نہ آئی۔ اب یہاں دلی کے کوئی مہاجر آباد ہیں مجھے گھر کے اندر داخل ہونے کی شدید خواہش نے آن لیا' مگر نئے لوگوں کی پرائیویسی کا احساس کر کے میں باز رہا۔ ہمارے گھر کے پیچھے ایک مسلمان بزرگ کا مزار تھا۔ ہر جمعرات کو ہم یہاں پھول چڑھاتے اور چراغ روشن کرتے تھے۔ اب یہ کسمپرسی کے عالم میں پڑا تھا کوئی میری جان نہ پہچان یکا یک ایک بوڑھے آدمی نے مجھے روک لیا۔ وہ کہنے لگا تم فلاں ابن فلاں ہو اور میرے جواب کا انتظار کئے بغیر وہ مجھ سے بغل گیر ہو گیا اس کی آنکھوں نے مجھے آنسوؤں کا ہار پہنا دیا وہ بولا۔

''تم مجھے چاچا کہا کرتے تھے تمہیں یاد ہے نا''

میری یاد دھندلا گئی تھی پچیس برس تک تو ایک مدت ہوتی ہے میں اس کی یادداشت پر حیران رہ گیا یہ سن کر کہ کوئی ہندو آیا ہے' اس وقت تک وہ بہت سے لوگ جمع ہو گئے تھے وہ ٹکڑیوں میں بٹے مجھے معاندانہ نہیں بلکہ متجسانہ نگاہوں سے گھور رہے تھے مجھے وہ سب اجنبی لگے۔ مجھ میں بھی یکا یک اجنبیت کا احساس پیدا ہو گیا۔ مجھے وہ شہر اجنبی اجنبی اس لگا۔ وہ میرا شہر نہ تھا۔ شہر اینٹ گارے کا نہیں لوگوں کا مرہون منت ہوتا ہے مجھے شناسا چہرے دکھائی نہ دیئے۔ مانوس آوازیں سنائی نہ دیں میں وہاں پچیس منٹ سے زیادہ نہ ٹھہر سکا باوجودیکہ میں پچیس برس تک وہ پچیس برس جو ایک مدت ہوتی ہے یہاں آنے کے خواب دیکھتا رہا۔

www.bhutto.org

آخری سگنل کی کہانی

دسمبر 78ء میں لاہور کے ماہنامہ آتش فشاں نے جنرل یحییٰ خان کا ایک طویل انٹرویو شائع کیا جس میں تفصیل سے تمام حالات پر روشنی ڈالنے کے بعد یحییٰ خان نے ڈھاکہ میں ہتھیار ڈالنے کی ساری ذمہ داری ایسٹرن کمانڈ کے جی او سی جنرل نیازی پر ڈال دی اور کہا کہ وہ جی ایچ کیو کی طرف سے جس ہتھیار ڈالنے والے حکم کا ذکر کرتے ہیں وہ غلط ہے۔ انہیں ایسا کوئی حکم نہیں دیا گیا تھا اور ہتھیار ڈالنے کا فیصلہ سراسر جنرل نیازی کا ذاتی فیصلہ تھا۔

اس انٹرویو کی اشاعت کے بعد ''ٹائیگر نیازی'' کے لئے زبان کھولنا ناگزیر ہو گیا اور انہوں نے ایک انٹرویو میں اپنی پوزیشن کی وضاحت پیش کی ہے -- جس میں خود کو بری الزمہ قرار دیتے ہوئے اس سانحہ کا ذمہ دار جی ایچ کو بنایا ہے۔ جنرل نیازی سے اس ضمن میں لیا گیا انٹرویو ملاحظہ فرمائیں گو کہ اس کی مندرجات سے اتفاق نہیں کیا جا سکتا لیکن ایک نقطہ نظر کی حیثیت سے اس کا مطالعہ ''بے چارے ٹائیگر نیازی'' کی نفسیات سمجھنے کے لئے کافی ہے۔

س = جنرل صاحب نیازی صاحب حال ہی میں پاکستان کے سابق صدر چیف مارشل لاء ایڈمنسٹر جنرل یحییٰ خان کا ایک تفصیلی انٹرویو ماہنامہ ''آتش فشاں'' لاہور کے حوالے سے تمام اخبارات میں شائع ہوا ہے، جس میں یحییٰ خان نے مشرقی پاکستان میں ہتھیار ڈالنے کی تمام تر ذمہ داری آپ کی ذات پر ڈالتے ہوئے کہا ہے کہ آپ کو حکم دیا گیا تھا کہ ہتھیار ڈالنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا' لیکن بقول یحییٰ خان کے' آپ ڈر گئے اور مشرقی پاکستان میں ہماری فوج کو شکست تسلیم کر کے دشمن کی قید میں جانا پڑا۔ کیا آپ نے وہ انٹرویو پڑھا ہے اور کیا آپ اس الزام کے جواب میں کچھ کہنا چاہیں گے؟

ج = جس ماہوار پرچے کا آپ نے ذکر کیا وہ مجھے یحییٰ خان کا فیملی گزٹ معلوم ہوا پہلے شمارے میں ماہنامہ ''آتش فشاں'' نے یحییٰ کے بھائی اور سابق پولیس افسر آغا محمد علی کا انٹرویو چھاپا دوسرے اور تازہ شمارے میں یحییٰ خان کا اور اب شاید علی یحییٰ کا نمبر آئے -- جو دو شمارے اب تک

شائع ہو چکے ہیں' ان میں یحییٰ خاندان کے بزرگوں سے لے کر ان کے بچپن اور جوانی تک کی تصویریں شائع کرنے اور بے سروپا جھوٹ کو اچھالنے میں اس اخبار کو کیا فائدہ ہوا' اس کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا کہ یہ ان کا ذاتی معاملہ ہے' البتہ اس غدار قوم ٹولے کے سربراہ کو جس طرح جھاڑ پونچھ کر اور فرشتہ بنا کر پیش کرنے کی کوششیں ہو رہی ہیں' ان کا قوم اور بے شمار سابق فوجی اور شہری ڈٹ کر مقابلہ کریں گے جو یحییٰ خان کی حقیقت سے واقف ہیں اور قوم کا بچہ بچہ اس کی داستانوں سے آگاہ ہے لہٰذا ان پر روشنی ڈالنے کی ضرورت ہی نہیں۔

ماہنامہ ''آتش فشاں'' نے سرورق پر میری اور جنرل اروڑہ کی تصویریں دی ہیں جس میں ہم ہتھیار ڈالنے کی دستاویز پر دستخط کر رہے ہیں۔ اس تصویر کی اس کے سوا کیا وجہ ہو سکتی ہے کہ پاکستانی فوج کی تذلیل کی جائے' کیونکہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہتھیار ڈالے گئے' لیکن کیا آج تک اس قوم کے سامنے کسی غیر جانبدار کمیشن یا عدالت نے یہ فیصلہ دیا کہ اس شکست کا ذمہ دار کون تھا اور ہتھیار ڈالنے کی تصویریں چھاپتے رہنا فوج اور قوم کی توہین اور اس کے زخموں پر نمک چھڑکنا ہے یا نہیں۔

اس رسالے نے اپنے اندرونی سرورق پر قرآن حکیم کی ایک آیت کا ترجمہ شائع کیا جس میں دشمن سے مل جانے والوں کی مذمت کی گئی ہے-- جناب والا! فرمان خداوندی برحق ہے اور کس کم بخت کو اس کی ازلی اور ابدی سچائی سے انکار ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ تو طے کیا جائے کہ دشمنوں سے کون مل گیا جو ایک ہزار میل کے فاصلے پر وسائل کے بغیر ہوائی مدد کی عدم موجودگی میں نو ماہ سے خندقوں میں بیٹھے جنگ کر رہے تھے اور جن کے آگے بھی دشمن تھا اور پیچھے بھی اور جنہیں اسلام آباد سے کہا جا رہا تھا کہ اب مزید لڑنا ممکن نہیں' جنگ بندی کر لو مگر وہ مصر تھے کہ خون کا آخری قطرہ تک بہا دیں گے یا وہ ہیں جو مغربی پاکستان میں ساری فوج' ساری بحریہ ساری فضائیہ اور سارے وسائل کے ساتھ ساتھ اپنے عقب سے بالکل محفوظ اور بے پروا تھے اور پوری قوم ان کے ساتھ تھی' مگر لڑنے کے بجائے ہتھیار بندی پر آمادہ ہو گئے۔ یہ فیصلہ ضرور ہونا چاہئے اور یہ فیصلہ ضرور ہو گا۔ یہاں بھی ہو گا اور اگلے جہان میں بھی جہاں ہم سب اپنے اپنے دامنوں میں وہ سب کچھ لئے کھڑے ہوں گے جو اب تک بعض لوگوں نے دلوں میں چھپا رکھا ہے اور حقیقت پر پردہ ڈال رہے ہیں۔

www.bhutto.org

''آتش فشاں'' نے اندرونی سرورق پر عبدالرب نشتر والا اقتباس بھی شائع کیا۔ کاش میرے پیچھے بھی قائداعظم ہوتے طارق بن زیاد عظیم اسلامی کمانڈر تھا لیکن کیا آپ اس امر سے انکار کر سکتے ہیں کہ اس کی پشت پر موسیٰ بن نصیر جیسا کمانڈر انچیف تھا اور محمد بن قاسم کی عظیم فتوحات سے کون منکر ہے لیکن اس کی پشت پر حجاج بن یوسف جیسے اپنے اصولوں میں سخت گیر حاکم کے وجود کو بھی فراموش مت کیجئے مگر میری پیچھے کون تھا---اس صدی کا محمد شاہ رنگیلا۔ محمد شاہ رنگیلے نے بھی شراب و کباب میں غرق ہو کر محض یہ کہا تھا کہ ''ہنوز دہلی دور است'' جبکہ اس محمد شاہ نے تو مشرقی پاکستان پر بھارتی حملے کی خبر ملنے کے بعد کھلم کھلا یہ کہا کہ میں نے سوائے دعا کے اور کیا کر سکتا ہوں۔

جی ہاں یحییٰ صاحب انٹرویو کے شروع ہی میں فرماتے ہیں کہ بھٹو نے ان پر بندش لگا رکھی تھی اور وہ پریس کو بیان دے سکتے تھے نہ سیاست میں حصہ لے سکتے تھے۔ بندہ خدا یہ بندش تو ہر سرکاری ملازم پر ہوتی ہے سابق صدر بھی اور سابق کمانڈر انچیف پر بھی کہ وہ دو برس تک سیاست میں تحریر یا تقریر کے ذریعے حصہ نہیں لے سکتا۔ اصل بات یہ ہے کہ بھٹو نے یحییٰ خان کو قید نہیں کیا تھا' بلکہ تحفظ دے رکھا تھا' ورنہ اس وقت جو کیفیت قوم کی تھی جس طرح یحییٰ کے خلاف نفرت کا آتش فشاں پھٹ رہا تھا' کیا وہ عوام میں آ سکتا تھا اور اس وقت کی بات تو چھوڑیئے آج اسے کہئے کہ لاہور میں آئے اور انارکلی مین ہال روڈ پر شاہ عالم مارکیٹ میں پیدل چل کر دکھائے ہم تو ان مقامات پر چلتے پھرتے ہی نہیں بلکہ عوام سے جلسوں میں عام خطاب بھی کرتے ہیں' کرے وہ بھی ایک جلسے سے خطاب---دیکھتے ہیں کہ اس پر گندے انڈوں کی بارش ہوتی ہے یا نہیں میں انہیں صرف ایک واقعہ یاد کراؤں گا۔ کہتے ہیں کہ بھٹو نے اقتدار میں آنے کے بعد انہیں منگلا بھیجا تھا' مگر وہاں فوجیوں کی بیگمات نے احتجاج کیا اور جہاں اسے ٹھہرایا گیا تھا' اس جگہ کا گھیراؤ کیا گیا۔ ان خواتین کا کہنا تھا کہ اس ننگ وطن کے لئے یہی جگہ رہ گئی ہے چنانچہ اسے ایبٹ آباد منتقل کرنا پڑا جہاں موصوف مزے میں رہتے تھے' لان میں دھوپ سینکتے تھے' گاف کھیلتے تھے اور اعلیٰ طبی سہولتوں سے فیض یاب ہوتے تھے۔ اہل خانہ ان کے ساتھ تھے کیا یہی وہ قید ہے جس کی شکایت وہ کر رہے تھے۔

یحییٰ خان صاحب کو یہ بھی یاد ہو گا کہ بھٹو صاحب کے دور میں ملک کی اعلیٰ ترین عدالت

www.bhutto.org

سپریم کورٹ نے انہیں غاصب قرار دیا اور اس کی سزا آئین میں موت رکھی گئی تھی لیکن اس فیصلے کے باوجود بھٹو نے کیوں یحییٰ خان پر مقدمہ نہ چلایا کیوں نظر بندی پر اکتفاء کیا جہاں ہر سہولت کے ساتھ ساتھ شراب بھی میسر تھی۔

یحییٰ خان نے انٹرویو میں یہ بھی کہا ہے کہ ان کے بیٹے کو برما شیل کی نوکری سے نکال دیا گیا میں صرف یہ پوچھوں گا کہ وضاحت کر دیں کہ ان کے لاڈلے کی تعلیم کیا ہے اور برما شیل میں انہیں تنخواہ کیا ملتی تھی نیز یہ کہ اگر وہ صدر نہ ہوتے تو کیا یہ نوکری موصوف کو مل سکتی تھی ان کا جواب آنے پر ہی مزید تبصرہ ہو سکے گا۔

یحییٰ خان صاحب نے کچھ تذکرہ اپنی زمینوں کا بھی کیا اور فرمایا کہ ان پر فیصل آباد میں زمینیں خریدنے کا الزام عائد کیا گیا کچھ زمینوں کا مجھے بھی علم ہے جو غازی کا گا اور قصور میں ہیں اور دو عدد مکانوں کا جن میں سے ایک پشاور میں ہے اور دوسرا راولپنڈی میں یحییٰ خان صاحب آپ صفائی دینے پر ہی آئے ہیں تو یہ بتائیے کہ آپ کے ساتھ فوج اور سول میں بے شمار لوگ جانتے ہیں کہ بھولو پہلوان نے اتنا دودھ نہیں پیا ہوگا جتنی آپ نے شراب پی ہے اور شراب کے ساتھ کچھ لوازمات بھی ہوتے جن پر خرچ اٹھتا ہے پھر یہ زمینیں اور دو مکان کیسے بنا لئے آپ نے جبکہ آپ کی کوئی آبائی جائداد بھی نہیں جواب دینے سے قبل یہ لطیفہ بھی سن لیجئے کہ ایک شخص اپنی بیوی کے پاس سیر بھر قیمہ لایا کہ بھون دو اس کی عدم موجودگی میں بیوی نے قیمہ ضرور بھونا' مگر اپنے کسی آشنا کو کھلا دیا واپسی پر اس شخص نے استفسار کیا تو بیوی بولی کہ قیمہ تو بلی نے کھا لیا ہے اس شخص نے بلی کو اٹھا کر وزن کیا تو صرف ایک سیر نکلا۔ اس نے بیوی سے پوچھا کہ اگر یہ قیمے کا وزن ہے تو بلی کہاں گئی اور اگر بلی کا وزن ہے تو قیمہ کہاں گیا' لہٰذا جناب یحییٰ خان یہ ضرور بتائیں کہ عیش و آرام بھری زندگی تنخواہ پر بسر کی تو دو مکان کیسے بنائے اور اگر تنخواہ سے مکان اور جائداد بنائی تو عیش و آرام بھری زندگی کیسے بسر کی؟

آگے چل کر یحییٰ خان صاحب نے رباط کانفرنس کی تفصیل سے ذکر کیا اور اپنا کارنامہ بتایا کہ ہندوستان کے نمائندے کو وہاں سے نکلوایا تھا لیکن تہران کا وہ واقعہ نہیں بیان کیا جب بقول الطاف حسن قریشی مدیر اردو ڈائجسٹ یحییٰ خان نے دنیا کے متعدد سربراہان مملکت کے سامنے بھری محفل میں زیادہ پی جانے کے باعث پتلون ہی میں پیشاب کر دیا تھا یہ واقعہ جناب قریشی نے

www.bhutto.org

اپنے ماہنامہ ''اردو ڈائجسٹ'' میں لکھا تھا۔

بنگلہ دیش کو تسلیم کرنے کی مذمت کرتے ہوئے یحییٰ خانصاحب فرماتے ہیں کہ میں ہوتا تو کبھی تسلیم نہ کرتا سبحان اللہ اس کے سوا اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ

اتنی نہ بڑھا پاکیٔ داماں کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ' ذرا بندِ قبا دیکھ

کیا قوم نہیں جانتی کہ بنگلہ دیش کس نے بنایا یحییٰ خان' تم خود اس کے خالق ہو۔

تم نے ون یونٹ توڑا

تم نے ایک آدمی ایک ووٹ کا قانون بنایا۔

تم نے چھ نکات کی بنیاد پر انتخاب لڑنے کی اجازت دی۔

تم نے اپنے ہی بنائے ہوئے لیگل فریم ورک آرڈر کی دھجیاں اڑائیں۔

تم ہی تھے جس نے انتخابات میں مشرقی پاکستان کی حد تک بے انتہا دھاندلی ہونے دی۔

اب تم کہتے ہو کہ سب بھٹو نے کیا۔ جناب والا بھٹو کو صلاح کار کہا جاسکتا ہے لیکن سب کون کر رہا تھا کون اس وقت ملک کا صدر تھا کون فوج کا کمانڈر انچیف تھا کون چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر تھا' کون ذمہ دار تھا ان واقعات کا کون بھٹو سے مل کر اپنے اقتدار کے لئے سازشیں کرتا تھا وہ کون تھا جس نے شیخ مجیب الرحمٰن کی طرف سے انکار کے بعد کہ وہ تمہیں صدر نہیں رکھے گا لاڑکانہ میں بھٹو سے شکار کے بہانے سازشیں کیں۔

کون تھا جس نے فوجی ایکشن کا حکم دیکر نفرت کی بنیاد رکھی۔؟

کون تھا جس نے 25 مارچ کو بعد پلٹ کر مشرقی پاکستان کا رخ نہیں کیا۔؟

کس نے مشرقی پاکستان پر حملے کی خبر سن کر کہا کہ ہم سوائے دعا کے اور کیا کر سکتے ہیں۔

کون حکومت پر فائز تھا جس نے مغربی پاکستان کی سرحد سے جنگ تو چھیڑی لیکن فوجوں کو آگے بڑھنے سے روکے رکھا اور مشرقی پاکستان کا تحفظ مغربی پاکستان سے ہوگا کے نظریئے کے مطابق بھارتی علاقے میں یلغار نہ کی۔

کون تھا جس نے ملک کو ٹوٹتے دیکھ کر بھی پولینڈ کی قرارداد نہ مانی؟

کیا سارے الزامات کے جواب میں یحییٰ خان کے سوا کسی دوسرے کا نام آسکتا ہے یہ ٹھیک

www.bhutto.org

ہے کہ چالیس چوروں کا ایک ٹولہ تھا جس میں اور بھی بہت سے تھے مگر کیا یحییٰ خان ان کا سرغنہ نہ تھا کیا ہر قصور کا پہلا ذمہ دار وہ نہیں؟

تو ادھر اُدھر کی بات نہ کر' یہ بتا کہ قافلہ کیوں لٹا
مجھے رہزن سے غرض نہیں' تیری رہبری کا سوال ہے

امریکہ کے ساتویں بحری بیڑے کی بھی بات کی ہے یحییٰ خان صاحب فرماتے ہیں کہ یہ صرف پروپیگنڈہ تھا.........

تو کس کے لئے تھا پاکستانی عوام کو بیوقوف بنانے کے لئے اس وقت کون حکومت میں تھا جھوٹ کون بول رہا تھا یہ ریڈیو ٹیلی ویژن اور اخبار کس کے پاس تھا جو چلا چلا کر ساتویں بحری بیڑے کی آمد کی خوش خبری سنا رہے تھے۔

اور اب آیئے بنیادی الزام پر یحییٰ خان صاحب فرماتے ہیں کہ انہوں نے مجھ سے کہا تھا کہ کسی قیمت پر ہتھیار نہ ڈالنا مگر میں نے یعنی نیازی نے ہتھیار ڈال دیئے آگے چل کر فرماتے ہیں کہ ڈاکٹر مالک کا سگنل آیا تھا کہ حالات خراب ہیں' بھارتی بغیر سرنڈر کے نہیں مانتے اور جواب میں یحییٰ خان صاحب کے بقول ڈاکٹر مالک کے ذریعے جو پیغام دیا گیا اس کی عبارت یہ تھی کہ

''نیازی آپ مشرقی پاکستان کے محاذ پر سینئر ترین فوجی افسر ہیں آپ ڈپٹی مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر بھی ہیں اور وہاں کے انڈی پنڈنٹ کمانڈر بھی' تم میری نسبت صورت حال کو بہتر جانتے ہو' تو سچوایشن کا صحیح اندازہ کر سکتے ہو گورنر کو کنسلٹ کرو اور یو این او والو کو بولو کہ وہ سیز فائر کر دیں جب سیز فائر ہوتا ہے تو کمانڈر آپس میں ملتے ہیں اور کوئی نہ کوئی سمجھوتہ ہو جاتا ہے لیکن دشمن کے سامنے ہتھیار ڈالنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا''

سب سے پہلے بات یہ ہے کہ یہ سارا صریحاً جھوٹ ہے مجھے اس قسم کا کوئی سگنل نہیں ملا اور خود یحییٰ خان کے بیان سے اس کی تردید ثابت ہے کہ سگنل وہ ڈاکٹر مالک کو بھیج رہے ہیں اور اس میں نام میرا لے رہے ہیں

اس مسئلے کو سمجھنے کے لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ میری مشرقی پاکستان میں کیا پوزیشن تھی۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جنرل ٹکا خان مشرقی پاکستان کے مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر بھی تھے اور سیاہ سفید کا انہیں اختیار تھا لیکن ان کے بعد میں اس پوزیشن میں نہ تھا کیونکہ ایم اے مرحوم مشرقی کو

www.bhutto.org

پاکستان گورنر کے بنائے جانے کے بعد میں ان کے ماتحت تھا' لہٰذا مالک صاحب نے یحییٰ کو کیا سگنل دیا اور بدلے میں یحییٰ خان کا کیا سگنل آیا اس سے میرا کوئی تعلق نہ تھا میں مشرقی پاکستان میں آزاد نہ تھا بلکہ قاعدے کے مطابق میرا ہر آن رابطہ اسلام آباد کے جنرل ہیڈ کوارٹر سے تھا اور آخر وقت تک یعنی 16 دسمبر کو ہتھیار ڈالنے تک یہ رابطہ قائم تھا اور جنرل حمید اور جنرل گل حسن سے باقاعدہ بات چیت ہوئی تھی اس بات چیت میں کبھی رکاوٹ نہ پیدا ہوئی اور یہ بات ضرور فوج کے ریکارڈ پر ہوگی کہ مجھے اس قسم کا کوئی تار نہیں بھیجا گیا کہ تم نے ہتھیار نہیں ڈالنے اس کے برعکس میں آپ کو جنرل یحییٰ خان کے دو آخری سنگل بتلاتا ہوں

پہلا سگنل جو مجھے ملا وہ 29 نومبر کا ہے مشرقی پاکستان پر بھارت نے بھرپور حملہ اپنی باقاعدہ فوج کے ساتھ 21 نومبر کو کیا تھا اس سے پہلے اس کے آدمی چوری چھپے مکتی باہنی کے نام پر لڑ رہے تھے میں نے ایک ہفتے میں بڑی محنت سے اس حملے کا مقابلہ کیا اور انہیں کئی اہم مقامات سے مار بھگایا اس پر 29 نومبر کو مجھے یحییٰ خان کا یہ سگنل موصول ہوا جس کے چند الفاظ یہ ہیں کہ آپ کی کامیابی کو سنہری لفظوں میں لکھا جائے گا اور ساری قوم آپ کو تحسین پیش کرتی ہے۔

دوسرا اور آخری سگنل مجھے سقوط ڈھاکہ سے دو روز قبل 13 اور 14 دسمبر کی درمیانی شب موصول ہوا واضح رہے کہ اس روز میں نے ''آخری آدمی اور آخری گولی'' کا حکم جاری کیا تھا اور اعلان کیا تھا کہ ڈھاکہ میں ٹینک میرے سینے سے گزر کر ہی داخل ہو سکیں گے لیکن رات کو جو پیغام آیا اس کے الفاظ یہ تھے

''آپ نے وطن کے دفاع کے لئے بہترین جنگ لڑی ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ آپ ایک ایسی سٹیج پر پہنچ چکے ہیں کہ مزید مزاحمت انسانی بس میں نہیں اور اس مزید جانی نقصان اور تباہی کے سوا کچھ نہیں ملے گا لہٰذا اب تمہیں وہ تمام ممکن حربے اختیار کرنے چاہئیں جن سے تم فوج اور اس سے ملحقہ افراد نیز پاکستان کے حامی افراد کی جانیں بچا سکو میں نے اقوام متحدہ سے کہا ہے کہ وہ مشرقی پاکستان میں پاکستانی فوج کا تحفظ کرے اور افواج پاکستان اور تمام محب وطن پاکستانیوں کو بچنے کا اہتمام کرتے ہوئے بھارتی جارحیت کو رکوائے۔''

یہ دونوں سگنل یہاں بھی محفوظ ہوں گے اور میرے پاس بھی محفوظ ہیں پھر جن افسروں نے انہیں موصول کیا وہ بھی آج تک زندہ ہیں خود میں نے بھارتی قید میں بھی ان پیغامات کی حفاظت

www.bhutto.org

کی ہے اور انہیں مختلف ٹکڑوں میں لکھ کر اپنی ڈائری میں محفوظ کیا ہے جسے آپ خود دیکھ سکتے ہیں' لہٰذا یہ کہنا کہ یحیٰی خان نے مجھے ہتھیار ڈالنے اور آخری وقت تک لڑنے کا حکم دیا تھا اور میں نے بزدلی سے ہتھیار ڈال دیئے سراسر جھوٹ ہے اور میں بڑی عدالت میں اس جھوٹ کا پردہ چاک کرنے کے لئے دستاویزی ثبوت کے ساتھ پیش ہونے کو تیار ہوں' بشرطیکہ یحیٰی خان اس کے سامنے پیش ہوں اور کوئی فوجی جرنیل اس عدالت کا صدر ہوتا کہ ہم دونوں کا موقف سمجھ سکے

اوپر میں نے جس سگنل کا ذکر کیا اس کے باوجود ہم نے 14 کو ہتھیار نہیں ڈالے ہم انتظار کرتے رہے کیونکہ ہمیں اسلام آباد سے اس سے پیشتر باقاعدہ اطلاع دی گئی تھی کہ ''زرد اوپر سے اور سفید نیچے سے تمہاری امداد کو آ رہا ہے'' مطلب یہ تھا کہ نیچے سے سمندر کے ذریعے امریکی بیڑہ اور اوپر سے چین ہماری مدد کو پہنچ رہا ہے وقت تیزی سے گزر رہا تھا ہمارے جیالوں کا ہر طرف سے یہی جواب تھا کہ ''آخری گولی آخری آدمی'' کے آرڈر پر عمل کرتے ہوئے وہ آخری قطرہ خون بہنے تک لڑیں گے مگر اسلام آباد خاموش تھا

میں بار بار انہیں پیغام بھیج رہا تھا' بار بار یحیٰی خان سے بات کرنے کی کوشش کرتا' لیکن حمید یا گل حسن ملتے اور کہتے کہ یحیٰی خان باتھ روم میں ہے مجھے معلوم تھا کہ پی پلا کر کہیں اوندھا ہو چکا ہوگا چنانچہ میں نے جل کر کہا گیا کہ وہ بات نہیں کر سکتا میں نے گالی دے کر رابطہ منقطع کر دیا صاف ظاہر تھا کہ وہ ہمیں چھوڑ چکے تھے ادھر ڈاکٹر مالک جو گورنر تھے بار بار ہتھیار ڈالنے پر زور دے رہے تھے میں نے کہا میں کیونکر کر سکتا ہوں جواب میں وہ بولے کہ یحیٰی سے میری بات ہوئی ہے وہ کہتا ہے کہ مشرقی پاکستان تو گیا اب مغربی پاکستان کو بچانے کی کوشش کر رہے ہیں اگر تم نے ہتھیار ڈال کر جنگ بند نہ کرائی تو مغربی پاکستان بھی ہاتھ سے جاتا رہے گا میں نے یحیٰی خان سے پھر بات کرنے کی کوشش کی مگر وہ ہنوز ''باتھ روم'' میں تھا یہ دو روز اس نے شاید ''باتھ روم'' ہی میں گزارے ہوں گے ایک بار بھی وہ مجھ سے بات نہیں کرتا تھا میں گورنر نہیں تھا کمانڈر تھا اور گورنر مجھے ہتھیار ڈالنے کو کہہ رہا تھا یحیٰی کا آخری سگنل بھی میرے سامنے تھا جس کا مضمون اوپر میں بتا چکا ہوں اور جس میں ہر حربہ اختیار کر کے پاکستانی فوج اور سول افسروں کو بچانے کا ذکر تھا اس پر میں کیا کرتا اس احمق نے اپنے سگنل میں کہا تھا کہ اقوام متحدہ سے بات کرو کہ جنگ بند کرائے کیا منطق تھی اس کی بھارت جو تیزی سے آگے بڑھ رہا تھا کیا اس وقت میری اپیلوں سے رک جاتا

www.bhutto.org

اگر اقوام متحدہ یا بڑی طاقتوں سے کوئی بات کر سکتا تھا تو اسلام آباد کر سکتا تھا نہ کہ میں لیکن اسلام آباد میں کرسیوں کی جنگ جاری تھی یحیٰی مدہوش تھا اور بھٹو راستے میں رکتا اور سیر کرتا ہوا سلامتی کونسل پہنچ رہا تھا تا کہ زیادہ سے زیادہ دیر لگے اور اتنی دیر میں مشرقی پاکستان میں ہمارا جھٹکا ہو جائے پھر بھٹو وہاں پہنچا بھی تو جنگ بندی اور سیاسی حل پر مبنی پولینڈ کی قرارداد پھاڑ دی اور یوں باعزت جنگ بندی کی آخری امید بھی ختم کر دی ڈاکٹر مالک آج زندہ نہیں ورنہ یحیٰی خان اس کے نام غلط باتیں منسوب نہ کرتے ڈاکٹر مالک نے مجھے بتایا ہے کہ یحیٰی خان کہتا ہے کہ بھارتی فوج مرالہ ہیڈ ورکس کے اوپر پہنچ گئی ہے اور اگر وہ ہیڈ ورکس پر قابض ہو گئی تو غضب ہو جائے گا لہٰذا جلدی ہتھیار ڈال کر جنگ بند کراؤ ورنہ مغربی پاکستان بھی ہاتھ سے جاتا رہے گا

مجھے یہ ہدایت دے کر کہ اقوام متحدہ سے بات کر کے اور ہر حربہ اختیار کر کے فوجی اور سول افسروں کو بچاؤ اور مالک سے یہ کہہ کر کہ مغربی پاکستان کو بچانے کے لئے مشرقی پاکستان میں ہتھیار ڈال دو' یحیٰی کا ٹولہ مغربی پاکستان کے آئندہ اقتدار کی تقسیم میں مصروف تھا جہاں بھٹو نے یحیٰی کو یقین دلا رکھا تھا کہ وہ بطور صدر اسے کام کرنے دے گا ہمارے جوان تعداد میں کم تھے ہوائی تحفظ سرے سے نہ تھا رہی سہی کسر مغربی پاکستان کی سرحد سے بھارت پر حملہ کر کے اسلام آباد نے پوری کر دی تھی یہ اہم نکتہ ہے جسے بغور سمجھنا ضروری ہے۔

''مشرقی پاکستان کا تحفظ مغربی پاکستان سے ہوگا''

یہ تھا وہ نظریہ جو قیام پاکستان سے جنگی منصوبہ بندی کے طور پر وضع کیا گیا چنانچہ فضائیہ' بحریہ اور بری افواج کے ہیڈ کوارٹر مغربی پاکستان میں رکھے گئے مشرقی پاکستان میں ہمارے پاس فضائیہ سرے سے موجود نہیں تھی اس کے باوجود کہ بھارت کی افواج مکتی باہنی کے ساتھ سرحدوں میں گھر آئی تھی -- میں نے اندرون مشرقی پاکستان کو محفوظ رکھا ہوا تھا اور طویل جنگ کی منصوبہ بندی پر عمل کر رہا تھا -- یہ ایسی منصوبہ بندی تھی جس کے تحت حملہ آور بھارت کی بری فوج کو دو آدمی گنوا کر ہمارا ایک آدمی لینا پڑتا اور مجھے یقین تھا کہ بھارت مشرقی پاکستان کے لئے اتنی بھاری جانی قربانی نہیں دے سکے گا -- بھارت ڈھاکہ کے انٹرنیشنل ہوائی اڈے اور چٹاگانگ کی انٹرنیشنل بندرگاہ پر اعلان جنگ کئے بغیر فضائی حملہ نہیں کر سکتا تھا لہٰذا میں سمجھتا ہوں کہ کچھ وطن فروشوں نے اسے یہ موقع دیا کہ مغربی پاکستان کی سرحد پر ذرا سی چھیڑ چھاڑ کے بعد جنگ عملاً بند کر

www.bhutto.org

دی گئی-- اس چھیڑ چھاڑ کا نتیجہ یہ نکلا کہ بھارت اور پاکستان کی باقاعدہ اعلان کردہ جنگ کا آغاز ہوگیا اور بھارتی طیارے ڈھاکہ اور چٹا گانگ کے علاوہ دوسرے مشرقی پاکستانی شہروں پر حملہ آور ہو گئے۔

چلئے اگر بھارت پر فوج کشی کی ہی تھی اور اس سے مشرقی پاکستان کا دفاع مقصود تھا اور بھارتی علاقے پر قبضہ کر کے مشرقی پاکستان کو بچانے کا منصوبہ تھا تو پھر یہاں جنگ بندی کیوں کی گئی-- یہاں تو ہمارے پاس بہترین اور تازہ دم فوج بھی تھی اور فضائیہ کا مکمل تحفظ بھی یہاں ہمارا بحری بیڑہ بھی تھا اور عوام بھی حکومت کے ساتھ تھے-- پھر کیا وجہ ہے کہ یحیٰی خان نے جنگ بند کر دی' بلکہ سچ تو یہ ہے کہ جنگ شروع کر کے مشرقی پاکستان پر بھارتی طیاروں کی بمباری کا جواز ہی پیدا کیا گیا وگرنہ کوئی وجہ نہیں تھی کہ جب بھارت مشرقی محاذ پر ہم سے الجھا ہوا تھا پاکستان حملہ کرنے میں پہل کرنے کے فوائد حاصل نہ کرتا اور فضائی تحفظ جو اسے سوا سو میل تک بخوبی حاصل تھا' لیتے ہوئے دہلی کے قرب و جوار میں بالخصوص مشرقی پنجاب کے اہم ترین شہروں پر قبضہ نہ کر لیتا---

اب یحیٰی خان اپنے انٹرویو میں کہتا ہے کہ پاکستان کی طرف سے بھارت پر فضائی حملہ کرنے کے بعد اس نے آرمرڈ ڈویژن کو لانچ کرنے کے لئے کہا تھا مگر بھٹو نے ایسا نہ ہونے دیا

موصوف فرماتے ہیں کہ "بھٹو نے رحیم خان کو کہہ دیا تھا اور رحیم کہنے لگا کہ میرے جہاز بھارت میں دور تک نہیں جاسکتے' لہٰذا پاکستانی فوج کو بھارتی علاقے میں نہیں گھسنا چاہئے"

سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہی جہاز 65ء میں کیسے دور تک چلے گئے تھے

کیا یحیٰی خان محض یہ کہہ کر بچ سکتا ہے کہ بھٹو نے رحیم سے کہا اور رحیم خان کو کیوں نہ نکال باہر کیا-- فوج میں تو ہر وقت نمبر 2 تیار ہوتا ہے باہر سے بھی اصغر خان اور نور خان کو لا سکتے تھے-- ان دونوں نے تو بھارت سے جنگیں لڑی تھیں رحیم خان کو کس نے اپنی مرضی کرنے دی

کیا سپریم کمانڈر' چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر اور صدر مملکت یحیٰی خان تھا یا بھٹو یا رحیم خان اپنی ذمہ داری سے صرف یہ کہہ کر جان چھڑا لینا کہ بھٹو کے کہنے پر رحیم خان نے جہاز نہ دیئے اس لئے جنگ بند کرنی پڑی کہاں کی دلیل ہے' جبکہ اسی سانس میں یحیٰی خان نے یہ دعویٰ کیا ہے اور اسی انٹرویو میں کہا ہے کہ اگر کوئی جرنیل میری بات نہ مانتا تو میں کان سے پکڑ کر اسے نکال دیتا پھر کیوں نہ نکالا رحیم خان کو کیوں ٹرک گیا رحیم خان سے یہ ملک وقوم کی بقاء کا مسئلہ تھا رحیم خان کی کیا مجال

www.bhutto.org

ہوسکتی تھی کہ اپنے نمبر 2 کو چارج نہ دیتا لیکن اگر یحییٰ خود ہی نااہل ہوشراب میں مدہوش رہتا ہو اسی ٹولے کا سرغنہ ہوتو نچلے لوگ شیر ہوں گے ہی

یحییٰ خان نے یہ بھی کہا ہے کہ میرے پاس مشرقی پاکستان میں اتنے اختیارات تھے کہ میں اس کی حکم عدولی کر سکتا تھا اس سے بڑی حماقت کی بات اور کوئی نہیں ہوسکتی کہ مشرقی حصے کا کمانڈر اپنے کمانڈر انچیف کی ہدایات ماننے سے انکار کر دے۔فوج میں ڈسپلن بنیادی چیز ہے اور یہ کوئی بچوں کا کھیل نہیں کہ جو بات چاہی مان لی اور جو چاہی رد کر دی-- گزشتہ دنوں فوج کے شعبہ تعلقات عامہ کے بریگیڈیئر صدیقی نے ڈیفنس جنرل میں نپولین کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا کہ کمانڈر اپنے پلان کا خود ذمہ دار ہوتا ہے نہ کہ ملک کا بادشاہ یا صدر۔ مجھے اس کی کم عقلی پر افسوس ہوتا ہے کیونکہ نپولین کے زمانے میں رابطے کا ذریعہ قاصد ہوتے تھے جو گھوڑے پر اپنا سفر طے کرتے تھے لڑائی میں فوجیں آمنے سامنے کھڑی ہوتی تھیں اور دو ایک دن میں لڑائی کا فیصلہ ہو جاتا تھا ان دنوں میں کمانڈر کو مرکز سے ہدایت لینے کا وقت ہی نہ مل سکتا تھا' کیونکہ قاصد کے آنے جانے تک لڑائی ختم ہو جاتی تھی آج کی صورتحال اس کے برعکس ہے' لڑائی پورے علاقے میں پھیلی ہوتی ہے اور کمانڈر گھوڑے پر سوار ہر جگہ موجود نہیں ہوتا آج کل کمانڈر کو ہزاروں میل میں پھیلے ہوئے علاقے پر لڑائی کا کنٹرول کرنا ہوتا ہے اور کمانڈر انچیف یا مرکزی حکومت پل پل میں اسے ہدایات دیتی ہے اور اس کی تکلیفیں سن کر نئے فیصلے کرتی ہے' پھر سیاسی فیصلے ہمیشہ حکومت کے ہوتے ہیں اور اوپر سے آتے ہیں سیاسی فیصلے ہمیشہ فوجی فیصلوں سے افضل ہوتے ہیں اور انہیں تسلیم کرنا پڑتا ہے کیونکہ تصور یہ کیا جاتا ہے کہ حکومت کو پورے حالات کا علم ہوتا ہے جبکہ کمانڈر صرف اپنے علاقے کا فیصلہ کرتا ہے۔

جہاں تک مشرقی پاکستان میں میرے کام کا تعلق ہے میں آپ کو آخری سگنل سے پہلے سگنل کا مضمون بتا چکا ہوں جو 29 نومبر 1971ء کو دیا گیا اور جس میں یحییٰ خان نے مجھے بقول اس کے عظیم کارنامہ انجام دینے پر مبارک باد دی تھی اور 13 اور 14 دسمبر کی درمیانی رات کے آخری سگنل کا مضمون بھی بتا چکا ہوں جس میں یحییٰ خان نے یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ مزید جنگ جاری رکھنا بے سود ہوگا اور انسانی جانوں کو بچانے کا مشورہ دیتے ہوئے جنگ بندی کے لئے ہر حربہ اختیار کرنے کا حکم دیا تھا ان دو پیغامات کی موجودگی میں آج اس کا یہ کہنا کہ نیازی لڑ سکتا تھا اور وہ محض ڈر گیا غلط

www.bhutto.org

بیانی کے سوا کچھ نہیں۔

اس نے مجھے بزدلی کا طعنہ دیا حالانکہ میرا فوجی ریکارڈ سب کے سامنے ہے اور میرے پاس بہادری اور اعلیٰ کارکردگی کے جس قدر تمغے ہیں وہ اس کا ثبوت ہیں اور مجھے بطور کمانڈر اپنی تیزی تندی اور بہادری کے لئے ٹائیگر کہا جاتا تھا۔

بزدل یحییٰ خان خود تھا جو مشرقی پاکستان پر فوجی ایکشن کا حکم دینے کے بعد بھی اس حد تک خوف زدہ تھا کہ اس کے کہنے کے مطابق یہ ایکشن اس وقت تک شروع نہ کیا گیا جب تک اس کا طیارہ کراچی نہیں پہنچ گیا-- دوسرے افسر اس کے گواہ ہوں گے کہ یہ ہدایت یحییٰ خان نے اس لئے دی تھی کہ فوجی ایکشن کی خبر ملنے پر کہیں بھارتی طیارے اس کے طیارے کا محاصرہ نہ کرلیں' پھر اسکی بہادری اس بات سے واضح ہے کہ میرے سپرد جو کام کیا گیا وہ ہتھیار بند بنگالیوں اور بھارتی فوج سے لڑنا اور مشرقی پاکستان کے کسی علاقے کو بھارت کی دست برد سے بچانا تھا تاکہ وہ ایسے علاقے میں نام نہاد بنگلہ دیش قائم نہ کرسکے-- ٹکا خان کی طرح میں مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر نہیں تھا اور نہ سول کی آبادی سے میرا کوئی واسطہ تھا شہریوں کو پکڑنا قید کرنا کوڑے لگانا پھانسی دینا چھاپے مارنا کرفیو لگانا امن کمیٹیاں بنانا پولیس کی چوکیاں قائم کرنا یا شہری آبادی پر کسی قسم کی کارروائی میرے دائرہ اختیار میں نہ تھی-- چنانچہ ستمبر 71ء سے پہلے مشرقی پاکستان میں جس قدر ظلم ہوا یا جو تباہی اور بربادی ہوئی اس کے ذمے دار جنرل یعقوب وغیرہ ہیں یا براہ راست جنرل ٹکا خان یا یحییٰ خان میں نے اپنا کام انجام دیا سرحدوں کو سنبھالا اور معاملات کو اس حد تک قابو میں کیا کہ سیاسی حل کے لئے فضا پیدا ہو جائے-- اس کے بعد جیسا کہ بار بار تجویز کیا گیا یحییٰ خان کو ہم نے دعوت دی کہ وہ خود مشرقی پاکستان آئیں اور سیاسی صورت حال کو سنبھالنے کی کوشش کریں' لیکن ہمارا یہ جیالا صدر اور سپریم کمانڈر فوجی ایکشن کے بعد سقوط ڈھاکہ تک ایک بار بھی مشرقی پاکستان نہیں آیا اور یوں لگتا تھا کہ اس نے اس علاقے کو یکسر فراموش کردیا ہے کبھی ہم اس کے متعلقہ لوگوں سے پوچھتے تو جواب ملتا کہ وہاں حالات ٹھیک نہیں-- اس بہادر آدمی کو حالات کی خرابی کا اتنا ہی خوف تھا تو اسے یہ جواب دینا پڑے گا کہ حالات صرف اس کے دورے کے لئے خراب تھے یا وہاں ایک برس سے خندقوں میں سونے والے پاکستانی فوجیوں کے لئے بھی خراب تھے کیا اسے ہم سے زیادہ خطرہ تھا اور کیا وہ جوان جو مشکل ترین حالات میں سرحدوں کی حفاظت کے لئے اپنا خون دے رہے تھے

www.bhutto.org

کسی کے بیٹے کسی کے بھائی اور کسی کے شوہر نہ تھے۔

یحیٰی خان اپنے انٹرویو میں یہ کہتا ہے کہ رحیم اور گل حسن دونوں بھٹو کے دوست تھے اور ضرور بھٹو ہی نے ان کو جنگ نہ کرنے پر اکسایا ہوگا۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر اسے بھٹو اتنا ہی پسند تھا جتنا کہ آج وہ اپنا ہر الزام اس کے سر ڈال کر معصوم بن رہا ہے تو اس نے یہ جانتے ہوئے بھی کہ گل حسن اور رحیم بھٹو کے دوست ہیں انہیں کیوں کلیدی حیثیتوں میں فوج پر مسلط کیا کیوں ان تینوں کو چین بھیجا کیوں انہیں تبدیل نہ کیا اصول تو یہ تھا کہ جنرل حمید جو بری افواج کا کمانڈر انچیف تھا چین جاتا کیونکہ فضائیہ کا کمانڈر انچیف رحیم بھی چین گیا تھا لیکن یحیٰی خان نے گل حسن کو رحیم اور بھٹو کے ساتھ چین کیوں بھیجا؟

یحیٰی خان واقعات کو توڑ مروڑ کر بیان کرنے کا عادی معلوم ہوتا ہے مثلاً وہ یہ کہتا ہے کہ 1965ء کی جنگ میں چھمب اور جوڑیاں میں اس نے ایڈوانس کیا تھا جو غلط ہے یہ اعزاز اختر ملک کو جاتا ہے اور یہ بھی غلط ہے کہ بقول اس کے وہ اکھنور لینے میں اس لئے کامیاب نہ ہو سکا کہ موسیٰ خان نے اس سے کہا لاہور زیادہ ضروری ہے چنانچہ یحیٰی خان کو عظمت حیات کا بریگیڈیئر لاہور بھیجنا پڑا یہ بات ریکارڈ پر موجود ہوگی کہ عظمت حیات کا بریگیڈیئر لاہور نہیں آیا تھا اور سیالکوٹ بھی دو تین دن بعد پہنچا تھا۔ یحیٰی خان کے پاس اکھنور فتح کرنے کا وقت بھی تھا اور ذرائع بھی لیکن اہلیت کہاں سے آتی؟

پرواز ہے دونوں کی اسی ایک جہاں میں
کرگس کا جہاں اور ہے شاہیں کا جہاں اور

یحیٰی خان نے اپنی ذاتی زندگی کے حالات بیان کرتے ہوئے بھی واقعات کو بدلا ہے موصوف کہتے ہیں کہ وہ کوئٹہ سٹاف کالج میں انسٹرکٹر تھے کہ سکھوں نے کالج کی لائبریری کو آگ لگانے کا منصوبہ بنایا یحیٰی خان صاحب بقول ان کے رائفل لے کر لائبریری میں سو گئے اور لائبریری کو بچا لیا۔

جس شخص نے لائبریری کا چارج لیا اس کا نام امیر عبداللہ نیازی ہے جو اس وقت میجر تھا اور اب آپ کے سامنے ہے اور یہ بات بھی فوجی ریکارڈ میں محفوظ ہوگی کہ ایک ہندوستانی عیسائی وہاں لائبریرین تھا -- چابیاں خود میں نے اس سے حاصل کیں اور یحیٰی خان میجر اشرف علی شاہ اور کیپٹن

www.bhutto.org

اسحاق کی موجودگی میں بلوچ رجمنٹ کے کچھ سپاہیوں کو وہاں متعین کر دیا-- آپ ہی فیصلہ کیجئے کہ بلوچستان میں جہاں مسلمانوں کی اکثریت تھی اور بلوچ خود اتنی بہادر قوم ہیں وہاں سکھ کیسے آگ لگا سکتے تھے۔ اور اس علاقے میں ایک ادھ کے سوا شاید ہی کوئی سکھ افسر ہو جو کورس کرنے آیا ہو اور شہری آبادی میں سکھوں کا وجود ہی نہ تھا۔

اسی انٹرویو میں یحییٰ نے بیگم لیاقت علی سے اپنے جھگڑے کی روداد ہی بیان کی ہے-- اگرچہ مجھے اس واقعہ کا براہ راست علم نہیں تاہم یحییٰ خان کے طور اطوار جس قسم کے تھے اس کے پیش نظر میرا اندازہ ہے کہ ضرور اس نے کوئی گستاخانہ حرکت کی ہوگی-- اپنے بارے میں بہادری کی جو ڈینگیں یحییٰ خان نے ماری ہیں اس کا ایک بھی ثبوت ریکارڈ پر موجود نہیں انگریز کی جنگ میں موصوف جنگی قیدی بن گئے کشمیر میں میجر بنا کر بھیجے گئے تو وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے غفار مہدی نے یہ واقعہ لکھا ہے کہ موصوف شراب پی کر خواتین کی بے حرمتی کے لئے کسی کے گھر گھس گئے تھے اور بمشکل ان کی جان بچائی گئی۔ 1965ء کی جنگ میں چھمب جوڑیاں اختر ملک نے لے دیں اور یحییٰ خان کو بھیجا گیا تو اکھنور نہ لے سکا۔ اب دعویٰ کرتے ہیں کہ ان سے فوج واپس منگوالی گئی تھی جو حقیقت کے خلاف ہے حالانکہ خود کہتے ہیں کہ ہندو ایمونیشن جلا کر واپس جا رہے تھے-- مشرقی پاکستان میں ایکشن کے بعد بھول کر بھی ادھر کا رخ نہیں کیا-- سقوط ڈھاکہ پر اعلان کیا کہ مغربی پاکستان میں لڑائی جاری رکھیں گے اور اس وقت یہ نہیں کہا کہ وہاں نیازی نے میری بات نہیں مانی بلکہ یہ کہا کہ مقامی کمانڈروں کے سمجھوتے کے تحت ہتھیار ڈال دیئے گئے ہیں، مگر اس طرف ہم جنگ جاری رکھیں گے پھر دو ہی دن میں جنگ بند کرنے کا اعلان کر دیا گیا حالانکہ یہاں سے پوری قوت کے ساتھ حملہ کیا جاتا تو مشرقی پنجاب پر قبضہ کیا جا سکتا تھا مگر آرمرڈ ڈویژن جہاں پڑا تھا وہیں حکم کا انتظار کرتا رہا اور یحییٰ خان صاحب نشے میں ڈوبے رہے۔ مشرقی پاکستان میں شکست کا ایک ہی جواب ہو سکتا تھا کہ مغربی پاکستان کی طرف سے پاکستان کی فتح لیکن یہاں کیا ڈرامہ ہوا کہ 3 دسمبر کو ہوائی حملے سے رات کے وقت آغاز کیا گیا اور صبح تک بری فوج کے آرمرڈ کو رانتظار ہی کرتے رہے، حالانکہ اسی ہوائی حملے کی آڑ میں انہیں آگے بڑھنا چاہئے تھا ایک بار ادھورا سا ہوائی حملہ کر کے گویا بھارت کو گرین سگنل دے دیا گیا کہ پاکستان نے اعلان جنگ کر دیا ہے اب آپ ڈھاکہ اور چٹاگانگ پر کھلم کھلا بمباری کر سکتے ہیں اور ہم مزید آگے نہیں آئیں گے۔

www.bhutto.org

مغربی محاذ پر ہمارا منصوبہ یہ ہوتا تھا کہ مشرقی محاذ کا دفاع مغرب سے ہوگا یعنی مشرق میں تھوڑی سی فوج ہوگی جو دفاعی لڑائی لڑے گی باقی سب کچھ مغرب میں ہوگا جہاں سے بھرپور حملہ کیا جائے گا اور ہم بھارت کے علاقے میں دور تک گھس جائیں گے اس سے دو باتیں ہوتیں۔

1 مشرقی پاکستان سے بھارت کو فوجیں ہٹانی پڑتیں

2 سیز فائر کے وقت جو علاقہ اس نے مشرق میں جیتا تھا اسے مغرب میں اپنے علاقے سے بدلنا پڑتا

مشرقی پاکستان میں بھارتیوں نے بارہ ڈویژن کی نفری کے لگ بھگ فوج دو سو کے قریب ہوائی جہاز چھ رجمنٹ کے لگ بھگ ٹینک 1200 ہیلی کاپٹر نصف سے زائد نیوی مع ایئر کرافٹ کیریر وکرم ہمارے خلاف برسرپیکار تھے مغربی پاکستان میں ہماری اور ان کی برابری تھی بلکہ ٹینکوں میں ہمارے پاس زیادہ قوت تھی۔

اسلام کی تاریخ میں پہلا موقع ہے کہ ہمارے اور غیر مسلم دشمن کی برابری تھی ورنہ اس سے پہلے ہمیشہ دشمن ہم سے کئی گنا زیادہ ہوتا تھا مثلاً مشرقی پاکستان میں ایک کے مقابلے میں بیس کی تعداد ہمارے خلاف تھی اور عوام بھی ہمارے حق میں نہیں تھے۔

مغربی پاکستان میں کوئی اور جرنیل ہوتا تو بھارت کا سینہ چھلنی کر دیتا وہ اس قابل یقیناً تھا اس کے پاس ذرائع تھے اس کو نہ پیچھے سے خطرہ تھا نہ دائیں یا بائیں سے عوام اس کے پیچھے کھڑے تھے اور ملک کے عقب میں اسلامی ممالک تھے جہاں سے راستہ کھلا تھا درجنوں جرنیل، ایئر مارشل، ایڈمرل تمام فیکٹریاں ساری سپلائی یہاں تھی مکمل تیاری بھی تھی فوجیں اپنے مقررہ علاقوں میں موجود تھیں اور چھ کمانڈر تجربہ کار اور اہل تھے کمی تھی تو صرف ایسے قائد اعلیٰ کی جس میں ہمت جرات بہادری اور حب الوطنی ہو کاش اس وقت یحییٰ کی جائے کوئی دوسرا سپریم کمانڈر ہوتا تو آج برصغیر کا نقشہ اور تاریخ مختلف ہوتی۔ صدیوں کے بعد ایسا موقع نصیب ہوا تھا جو یحییٰ خان کی نااہلی کے باعث ضائع ہوگیا۔

یہ مجھے بعد میں معلوم ہوا کہ یہاں لاہور اور دوسرے شہروں پر بھارتی طیارے دندناتے پھرتے تھے اور کوئی انہیں پکڑنے والا نہ تھا الٹا پاکستانی عوام کو یہ تاثر دیا گیا تھا کہ ہمارے پاس ایسے جہاز نہیں جو بھارتی جہازوں کا مقابلہ کرسکیں سراسر جھوٹ ہے اور ایسا پروپیگنڈہ محض اس لئے کیا گیا

www.bhutto.org

کہ پاکستانی قوم مایوس ہو کر شکست کے لئے ذہنی طور پر تیار ہو جائے۔

انگریزوں کی پرانی ضرب المثل ہے کہ بھیڑوں کی فوج بہتر ہے جس کا سربراہ شیر ہو یہ اس سے بہتر ہے کہ شیروں کی فوج پر بھیڑ سربراہ بن جائے حقیقت یہ ہے کہ ہماری فوج شیروں کی تھی لیکن یہاں اس کا سپریم کمانڈر ایک بھیڑ تھا اور اس کے ساتھ شامل چالیس چوروں کا ٹولہ یہاں جنگ کرنا نہیں چاہتا تھا بلکہ مشرقی پاکستان کو الگ کر کے مغربی پاکستان میں اپنی مطلق العنان حکومت بنانے کے خواب دیکھ رہا تھا اور یہ ساری منصوبہ بندی اسی لئے کی گئی تھی۔

اس سے بڑا ستم اور کیا ہو سکتا ہے کہ مغربی سرحد پر حملہ بھی ہم نے کیا اور دس دن بعد ہمارے ہی پانچ ہزار مربع میل بھارت کے قبضے میں چلے گئے کیا فوج کی تاریخ میں کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ حملہ آور علاقہ لینے کی بجائے ہاتھ سے دیدے۔

پھر یہ کہ فوجی علاقے سے سول آبادی مویشی اور غلہ کا انخلاء کیوں نہ کیا گیا نتیجہ یہ نکلا کہ پھکلیاں اور شکر گڑھ سے مسلم آبادی کا علاقہ غلہ اور مویشی مسلمان خواتین سمیت بھارت کے قبضے میں چلے گئے کیا منصوبہ بندی کرنے والے اندھے تھے کہ انہیں لڑائی کے علاقے سے سول آبادی کو نکالنے کا بھی خیال نہ رہا یا یہ پاکستانی قوم کو ذلیل و رسوا اور بھارت کی برتری کا احساس دلانے کا ہتھکنڈہ تھا تاکہ وہ مشرقی پاکستان کی شکست کو ذہنی طور پر قبول کر کے بھارت کے مقابلے کا خیال دل سے ترک کر دیں اور اپنے علاقے کو بچانے اور پانچ ہزار مربع میل واپس لینے کو ہی آئندہ حکومت کا کارنامہ سمجھیں۔

بھارتی نہ صرف مکان، اینٹیں، نل، ٹیوب ویل، اور ملبہ لے گئے بلکہ کھڑی فصلیں کاٹ لی گئیں کتنی عورتیں بے آبرو ہوئیں کتنی گھرانے لٹے کیا یہ سب یحییٰ خان کی ذمہ داری نہ تھی مگر اسے شراب و شباب سے فرصت ملتی تو وہ ادھر خیال کرتا۔

میں نے کھلم کھلا کہا تھا کہ مغرب میں حملہ نہ کرنا تاکہ جنگ کا اعلان نہ ہو اور میں یہاں دفاع کر سکوں لیکن یہ حملہ کیا گیا اور وہ بھی ادھورا تاکہ مجھ پر بھارتی فوج بھرپور اور فضائی حملہ کر کے مجھے مکمل بے دست و پا کر سکے اگر یہاں حملہ نہ ہوتا تو میں طویل عرصے تک بھارتی فوج کو روک سکتا تھا لیکن اعلان جنگ کے بغیر بھارتی فوج مجھ پر بھرپور فضائی حملہ نہ کر سکتی تھی پھر اگر حملہ کیا گیا تھا تو مشرقی پنجاب پر قبضہ کیا جاتا کیا میں اسے محض نالائقی سمجھوں یا گہری سازش جس کے تحت مجھے

www.bhutto.org

مشرقی پاکستان میں بھارت کے سامنے ڈالا گیا اور مغربی پاکستان کے عوام کو یہ تاثر دیا گیا کہ شکست ان کا مقدر ہے لہٰذا بنگلہ دیش کی علیحدگی اور بھارت کی بالا دستی قبول کئے بغیر کوئی چارہ نہیں۔

پھر اس حملے کا وقت بھی دیکھیے یہ حملہ 21 نومبر کو کیوں نہ کیا گیا جب بھارت نے مشرقی پاکستان پر حملہ کیا تھا دو ہفتے تک انتظار کیوں کیا گیا؟ کیا اس لئے کہ ہم نے مشرقی پاکستان پر بھارتی حملہ روک لیا تھا جس کا ثبوت خود 29 نومبر کو یحییٰ خان کا سگنل ہے جس میں ہمارے موثر دفاع کو خراج تحسین پیش کیا گیا کیا ایسے مرحلے پر جب ہم دفاع کر چکے تھے اور بھارت کو اس حملے کی قیمت ادا کرنی پڑ رہی تھی مغربی پاکستان کی سرحدوں سے حملہ پاکستانی قوم کے خلاف سازش نہیں تھی۔

3 دسمبر کو جب یہ حملہ ہوا تو بھارت کو مشرقی پاکستان میں کوئی خاطر خواہ کامیابی نہ ہوئی تھی پھر کیا ضرورت تھی اس حملے کی اور اگر کیا گیا تھا تو پھر بھارت میں ہر قیمت پر دور تک گھس جاتے یہ کیا ہوا کہ آپ اپنا بھی پانچ ہزار میل علاقہ ہاتھ سے دے بیٹھے اور فوج کے متعدد ڈویژنوں کو آگے بڑھنے سے روکا گیا۔

یحییٰ خان کو یہ بھی معلوم ہوا کہ 21 نومبر کو بھارت نے مشرقی پاکستان پر حملہ کیا تھا پھر انہوں نے اقوام متحدہ میں کیوں شکایت نہ کی کیا مشرقی پاکستان' پاکستان کا حصہ نہیں تھا کیا یہ مشرقی پاکستان کے خلاف میرے اور میرے جوانوں کے خلاف سازش نہیں تھی ہمارے ساتھ یہ ظلم نہیں تو اور کیا تھا فوج کو ذلیل کرنے کا یہ طریقہ کیا یحییٰ خان کے سوا کسی اور کی ذمہ داری ہے؟

کس کس کو بتاؤں ستمگر تیری خاطر
کس کس کی تباہی میں تیرا ہاتھ نہیں ہے

اوپر میں نے یہ کہا کہ یحییٰ خان کا دعویٰ ہے کہ وہ اقتدار میں ہوتا تو کبھی بنگلہ دیش کو تسلیم نہ کرتا میں بار بار پوچھتا ہوں کہ مشرقی پاکستان میں یحییٰ نے جنگ کیوں بند کی یہاں انہیں لڑنے میں کیا مشکل درپیش تھی۔

آگے ملاحظہ کیجئے' یحییٰ خان بھٹو سے اپنے تعلقات کے بارے میں کہتا ہے کہ بھٹو کبھی کبھی مجھ سے ملنے آتا تھا اور دونوں گاف کھیلا کرتے تھے اس کا یہ بھی کہنا ہے کہ بھٹو نے کہا تھا کہ تم فوجی

www.bhutto.org

پہلو دیکھنا اور اس میں سیاسی اور ہم دونوں ملک کو چلائیں گے۔

یاد رہے کہ اس وقت یحییٰ خان فوج میں ڈپٹی کمانڈر انچیف تھے اور وہ خود مانتا ہے کہ بھٹو اس کے پاس آیا اور ایوب خان اور موسیٰ کو گالیاں دیں اور اسے تجویز دی کہ وہ فوج سنبھالے اور بھٹو سیاسی شعبہ سنبھالے گا اور دونوں ملک کو چلائیں گے کیا یہی حب الوطنی ہے جس کا یحییٰ خان نے ڈھنڈورا پیٹا ہے کہ اس وقت کی حکومت میں ڈپٹی کمانڈر انچیف ہوتے ہوئے بھی وہ ایک معزول شدہ' سول وزیر ذوالفقار علی بھٹو کے ساتھ سازشیں کرتا صدر مملکت اور کمانڈر انچیف کے خلاف گالیاں سنتا اور ملکی اقتدار پر قبضہ کرنے کی تجاویز سن کر بھی نہ ان پر اعتراض کرتا ہے اور نہ حکومت سے شکایت کرتا ہے بطور فوجی افسر کے اس کا فرض تھا کہ کمانڈر انچیف کو یہ سب بتائے ورنہ اس کا کورٹ مارشل ہو سکتا تھا۔

یحییٰ خان نے اپنے انٹرویو میں یہ کہا ہے کہ مشرقی پاکستان میں ملٹری ایکشن بھٹو نے تجویز کیا نیب پر پابندی بھٹو نے لگوائی قومی اسمبلی کا اجلاس بھٹو نے ملتوی کروایا چین سے واپسی پر غلط ملط اطلاعیں بھٹو نے دیں گل حسن اور رحیم کو مغربی محاذ پر جنگ نہ کرنے کا مشورہ بھٹو نے دیا پولینڈ کی قرارداد بھٹو نے یحییٰ خان کو بھیجی تک نہیں۔غرض یہ سارے کام بقول یحییٰ خان کے بھٹو نے اس سے کرائے -- سوال یہ ہے کہ کیا یحییٰ خان بھٹو کا ملازم تھا کیا بھٹو صدر یا مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر تھا کیا بھٹو فوج کا سپریم کمانڈر تھا پھر کیا وجہ تھی کہ یحییٰ خان اس کی ہر بات مانتا رہا اور ملک تباہ ہوتا رہا اور وہ بھٹو کی ہر تجویز قبول کرتا رہا یحییٰ شکایت کرتا ہے کہ بھٹو نے بار بار اسے دھوکہ دیا اور فلاں فلاں کام غلط کرائے مگر خود ہی اسے چین اور بعد میں سلامتی کونسل میں بھیجا تھا لیکن آخر میں یحییٰ خان بھٹو کو صدر بھی بناتا ہے اور چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر بھی پھر خود ہی کہتا ہے کہ ''میں نے بھٹو سے کہا تھا کہ کیوں میرے فارن آفس میں مداخلت کرتا ہے تجھے اس ملک کا انچارج تو نہیں بنایا۔انچارج تو میں خود ہوں اور خود ہی فارن منسٹر ہوں''

اس سے بڑی نااہلی' غیر ذمہ داری اور وطن فروشی اور کیا ہو سکتی ہے کہ یحییٰ بڑی سادگی سے کہ کہتا ہے کہ مجھے تو پولینڈ کی قرارداد کا علم ہی نہیں تھا -- حالانکہ ساری دنیا کے ریڈیو چیخ چیخ کر یہ قرارداد بتلا رہے -- تھے پھر کہتا ہے کہ بھٹو میری سنتا نہیں تھا اور اس نے مجھے قرارداد کا متن نہیں بھیجا۔

www.bhutto.org

سوال یہ ہے کہ کیا یہ بات سن کر یحیٰی خان کو بری الذمہ قرار دیا جاسکتا ہے؟ صدر وہ تھا چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر وہ اور وزیر خارجہ بھی وہ' اگر بھٹو اس کی بات نہیں مان رہا تھا تو وہ اقوام متحدہ میں پاکستان کے مستقل نمائندے کو اس کی جگہ کام کرنے کا حکم دے سکتا تھا اور کیا اس قرارداد کا متن واقعی پاکستان کے صدر کو کہیں سے نہ مل سکتا تھا۔

تعجب ہے کہ یحیٰی خان نے اس قدر ڈھٹائی سے واقعات کو بدلا ہے بات سیدھی ہے کہ یحیٰی بھٹو کی نصیحت ضرورت مانتا تھا لیکن یقیناً بھٹو نے اس کی قیمت ادا کی تھی شراب وشباب اور شکار کی شکل میں صدر مملکت کو شکار کھلانے پر تیس چالیس ہزار روپے خرچ ہوتے ہیں اور بھٹو آئے دن لاڑکانہ میں یہ ڈرامہ رچاتا تھا جانوروں کا شکار بھی اور ہر قسم کا شکار بھی اور ساتھ میں صدارت کی بحالی کا وعدہ بھی لیتا تھا آج یہ کہہ کر پاکستان کا ایک سابق صدر خود کو معصوم نہیں ثابت کرسکتا کہ مجھے بھٹو نے غلط مشورے دیئے تھے یا فلاں فلاں کام بھٹو نے غلط کرائے تھے اور فلاں فلاں نے مجھ سے تعاون نہیں کیا۔

خان کی اپنی ذہنیت اس واقعہ سے ظاہر ہوتی ہے جس میں وہ یہ بتلاتا ہے کہ ایک روز وہ سکندر مرزا کے دفتر میں بیٹھا تو جوان دنوں پاکستان کے صدر تھے اس نے سکندر مرزا کی دراز کھولی اور اس کی پرائیویٹ چٹھیاں نکالیں ان میں ایک چٹھی بھٹو کی تھی جو بقول یحیٰی خان بھٹو نے اپنے ہینڈ رائٹنگ میں سکندر مرزا کو لکھی تھی اور اسے قائداعظم سے بڑا لیڈر قرار دیا تھا۔

اگر یہ واقعہ صحیح ہے تو یحیٰی خان سے بڑا غیر ذمہ دار اور نااہل کوئی نہیں ہوسکتا جو پاکستان کے صدر کے دفتر میں جاتا ہے اور اس کی درازیں کھول کر اس کی پرائیویٹ چٹھیاں پڑھتا ہے جبکہ حقیقت اس کے برعکس ہے کیونکہ حال ہی میں حکومت پاکستان نے اس خط کا عکس قرطاس ابیض میں شامل کیا ہے اور یہ خط ٹائپ میں ہے جبکہ یحیٰی خان کا دعویٰ ہے کہ بھٹو...... نے اپنے ہینڈ رائٹنگ میں خط لکھا ظاہر ہے کہ یحیٰی خان نے کہیں سے اس خط پر تبصرہ سن لیا اور یہ ساری داستان وضع کرلی پاکستان کے صدر کی میز کی درازیں ہر آنے جانے والے فوجی یا سول افسروں کے لئے کھلی نہیں ہوتیں اور یہ درازیں ویسے بھی اس طرف ہوتی ہیں جس طرف صدر بیٹھتا ہے نہ کہ اس طرف جدھر ملاقاتیوں کی کرسیاں ہوتی ہیں۔

یہ بھی پوچھنا چاہیئے کہ یحیٰی خان اس وقت کس عہدے پر تھا شاید وہ بریگیڈیئر تھا کیا بریگیڈیر

www.bhutto.org

صدر مملکت کی دراز کھول کر پرائیویٹ خط کھول سکتا ہے اگر یحییٰ خان کو معلوم ہوتا کہ یہ خط چھپ جائے گا تو یہ بیان بھی نہ دیتا اسی طرح یحییٰ خان کبھی ہتھیار ڈالنے کی بحث نہ چھیڑتا اگر ڈاکٹر مالک زندہ ہوتے چونکہ وہ فوت ہو چکے ہیں لہٰذا یحییٰ خان کے جو جی میں آئے کہتا چلا جاتا ہے۔

چین کے دورے کے بارے میں یحییٰ خان فرماتے ہیں میں نے وفد کی اس کی تفصیلی رپورٹ نہیں پڑھی صرف سمری دیکھی تھی رپورٹ فارن آفس میں ہوگی اس سے بڑی غیر ذمہ داری' فرض ناشناسی اور حماقت اور کیا ہو سکتی ہے کہ اس قدر اہم مسئلے پر اتنے نازک حالات میں جو وفد چین بھیجا گیا اس کی رپورٹ یحییٰ خان صاحب نے ملاحظہ تک نہیں کی۔ حالانکہ یہ رپورٹ صدر مملکت سپریم کمانڈر اور وزیر خارجہ تینوں حیثیتوں میں یحییٰ خان کو خود پڑھنی چاہئے تھی اور تینوں اداروں کے پرسنل سٹاف کی طرف سے یقیناً اس کے پاس آئی ہوگی مگر اسے اپنے مشاغل سے فرصت نہ ہو تو کوئی کیا کر سکتا ہے۔

یحییٰ خان نے بھٹو کو سلامتی کونسل میں بھیجا ضرور' لیکن اپنے انٹرویو میں یہ نہیں بتایا کہ اسے کیا ٹاسک دیکر بھیجا گیا اور اسے 21 نومبر کو حملے کے 20 دن بعد کیوں پاکستان سے بھیجا پہلے کیا سوچتا رہا اور اس نے یہ بھی نہیں بتایا کہ اگر وہ مجھ سے یعنی نیازی سے یہ توقع رکھتا تھا کہ میں ہتھیار نہ ڈالوں تو مجھے اس کا حکم کیوں نہیں دیا گیا' نیز یہ کہ اگر میں نے اس کی حکم عدولی کی ہوتی تو فوری طور پر مجھے معزول کر کے کمان جنرل جمشید کے سپرد کیوں نہ کی جو میرے ساتھ مشرقی پاکستان میں موجود تھے اور جو میرے نمبر 2 تھے یحییٰ خان آخر مجھ سے کیا چاہتا تھا؟ خود مانتا ہے کہ لڑنا ممکن نہیں تھا مغربی پاکستان میں جنگ سارے وسائل کے باجود اس نے بند کی بلکہ پورا ملک گواہ ہے کہ سرے سے لڑی ہی نہیں' اس صورت میں میرے لئے اس کے سوا اور کیا چارہ تھا کہ میں اس کے آخری احکام کے مطابق ہر قیمت پر فوجیوں اور سول افسروں کے ساتھ ساتھ محب وطن پاکستانیوں کی جانیں بچانے کی کوشش کروں اور عورتوں کی عصمت اور بچوں کی جان بچانے کی کوشش کروں میں نے ایک حکم عدولی ضرور کی کہ بعض مشوروں کے باوجود جو شاید سچائی اور ہذیانی کیفیت میں دیئے گئے تھے چند ایک چیزوں کو میں نے برباد کیا کیونکہ اس طرح بے شمار شہری آبادی جو مسلمان تھی بلاوجہ موت کے منہ میں دھکیلی جاتی اور بے اندازہ جانی و مالی نقصان ہوتا میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ آج اگر بنگالی مسلمان بھارت سے مایوس ہو کر دوبارہ پاکستان کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھا

www.bhutto.org

رہے ہیں تو وہ ان نقصانات کے بعد بھی پاکستان کو اپنا دوست سمجھ کر اس کی طرف اس قدر جلدی نہ لوٹ سکتے اور اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ غیر ملکی پروپیگنڈے کے برعکس افواج پاکستان کا کردار کتنا اچھا رہا ہے کہ 25 مارچ سے 10 اپریل کے ایک مختصر عرصے کے بعد جس میں ٹکا خان نے قیادت کی باقی سارے عرصے میں پاکستانی فوج لڑی بھی مگر سول آبادی کے ساتھ کسی قسم کی بدسلوکی نہ کی اور وہاں سے اس طرح لوٹے کہ آج ہم سے لڑنے والے ہماری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھا رہے ہیں۔

ہم صرف ہتھیار بند لوگوں سے لڑتے تھے باقیوں کی پوری دیانت داری سے حفاظت کرتے تھے میں نے مشرقی پاکستان کو اپنا ملک سمجھ کر وہاں جنگ کی دشمن سمجھ کر برباد نہیں کیا۔

آخر میں چند باتیں عرض کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

پہلی بات یہ ہے کہ اگرچہ مسٹر بھٹو نے پاکستانی عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لئے حمود الرحمان کمیشن بٹھایا تھا لیکن ایک تو اس کمیشن کا دائرہ کار صرف فوجی شکست تھا جبکہ مشرقی پاکستانی کی شکست سیاسی تھی دوسرے اس کمیشن کے نتائج مرتب کروانے میں بھی بھٹو نے یقیناً انتخابات کی طرح دھاندلیاں کی ہوں گی اس لئے غیر جانبدار خصوصی عدالت کا تقرر ضروری ہے تاکہ اصل مجرموں کو سزا مل سکے۔

دوسرے صرف مشرقی پاکستان میں ہتھیار ڈالنے ہی پر نہیں بلکہ اگرتلا سازش سے عراقی اسلحے کے سکینڈل تک بہت سی سازشوں سے پردہ ہٹنا بھی ضروری ہے۔

تیسری اور آخری شکایت یحییٰ خان سے ہے انہوں نے مجھے جس زبان سے "بکتا ہے" جیسے الفاظ سے نوازا اس پر مجھے گلہ نہیں کہ ہر شے اپنے اصل کی طرف لوٹتی ہے اور یحییٰ خان بہر حال پولیس افسر کی اولاد ہیں تاہم انہیں مسٹر بھٹو کی بیگم کے بارے میں انتہائی ناشائستہ کلمات استعمال نہیں کرنے چاہیں تھے اس لئے کہ سارے پاکستان میں اگر یحییٰ خان کا کوئی محسن ہے تو وہ مسٹر بھٹو ہیں۔

www.bhutto.org

جنرل نیازی کا ہنری کے نام خط

اینڈرسن پیپرز میں اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل پال ہنری کے نام نیازی کے 17 رنومبر 76ء کو لکھے ایک خط کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اس ضمن میں جنرل نیازی نے اپنے ایک خط کا متن اشاعت کیلئے اسلامی جمہوریہ کو دیا۔ جنرل نیازی سقوط ڈھاکہ کے المیے کا ایک اہم کردار ہیں اور ان کی زبانی ان کا نقطہ نظر سننا اس المیے کی تہ تک پہنچنے میں خاصا مددگار ثابت ہوسکتا ہے۔

شامی روڈ' لاہور چھاؤنی' پاکستان

17 رنومبر 1976ء

ڈیر مسٹر ہنری!

میری توجہ اینڈرسن پیپرز کی جانب دلائی گئی ہے' ان کے متعلقہ حصے جن پر میں بات کرنا چاہوں گا یہ ہیں۔

جنگ روس' چین یا امریکہ کی جلی وخفی کوششوں سے نہیں' عالم مشرق میں رائج حربوں سے از خود ختم ہوگئی......اقوام متحدہ کے اسسٹنٹ سیکرٹری جنرل پال مارک ہنری نے ہمیں بتایا'' یہ عجیب وغریب جنگ ہے۔ لگتا ہے سب کچھ سوچے سمجھے منصوبے کے تحت ہوا۔ پاکستانی کمانڈر اس سارے واقعے کا محور ہے۔ میرا ذاتی خیال یہی ہے کہ نیازی کو ہتھیار ڈالنے کیلئے یہ رشوت دی گئی تھی''۔

یہ بہتان' یہ الزام بہت سے سوالوں کو جنم دے گیا ہے۔ مثال کے طور پر پوچھا جاسکتا ہے۔ مجھے کس نے رشوت دی؟ کس صورت میں؟ غداری اور سازش کے اس رسوا کن معاہدے میں بدنام زمانہ امی چند کا کردار کس نے ادا کیا؟ الزام کی بنیاد کیا ہے اور پس منظر کیا؟ یہ الزام اس قدر بھونڈا' بودا اور کھوکھلا ہے کہ یہاں سکول کا عام طالب علم بھی اسے سن کر سر پیٹ لے۔ الزام تو جو ہے سو ہے' اس سے یہ تو واضح ہوگیا کہ آپ کے قلب و ذہن پر یہ بات نقش وثبت ہے کہ بھارتی میدان جنگ میں فتح حاصل کرنے کے اہل نہ تھے اس لئے انہیں فریب اور رشوت کے پرانے ہتھکنڈوں پر اترنا پڑا۔

جب واقعات تاریخ کا جزو بن جائیں تو بنیادی سچائی کے تقدس کی بے حرمتی کرنے والے الفاظ واقعات کے تسلسل اور ان کی حقیقت کے سامنے ٹھہر سکتے اور نہ ہی حقائق کا چہرہ چھپائے چھپ سکتا ہے۔ اگر پھر بھی کوئی واقعات کو مسخ کرنے اور چھپانے کی کوشش میں ڈھیٹ ہو کر ڈٹا رہے تو ذہن انسانی کے لئے حیرت واستعجاب کا سامان ہی فراہم کر سکتا ہے۔

کسے معلوم نہیں مشرقی پاکستان کے بحران کے دنوں میں لاتعداد غیر ملکی اخباری نمائندے مشرقی پاکستان بھاگے چلے آئے۔ لیکن ان لوگوں کی انتہائی قلیل تعداد نے واقعات وحالات کو نگاہ حقیقت میں سے دیکھا اور اکثریت نے واقعات کو اس طرح توڑ مروڑ کر پیش کیا کہ ان کا صداقت سے دور کا واسطہ بھی نہ رہا ان کی تحریریں ہندوؤں کی وکالت اور ترجمانی کا نمونہ ہیں۔ یہاں اس امر کا ذکر کر دینا بے جا نہ ہو گا کہ بھارت کے شر انگیز پروپیگنڈے بلکہ اس سے بھی ماورا کوششوں نے ایک منصوبے کے تحت پاکستان کے دو بازوؤں' مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان کے درمیان تفرو ڈالا۔ منو اور چانکیہ کی تعلیمات پر استوار سازشوں کے جال بچھا دیئے گئے۔ مشرقی پاکستانیوں کے ذہنوں میں غلط فہمیوں کا زہر بھر دیا گیا اور پورے پاکستان کی یک جہتی لخت لخت ہو گئی۔ بدقسمتی سے معاملات کو صحیح طور پر نمٹانے کے لئے کچھ نہ کیا گیا۔ وہ جنہوں نے اس صدی کے سنہری موقع کا تانا بانا بنا تھا' حالات سے فائدہ اٹھانے میں کامیاب ہو گئے اور وہ جو کبھی یک دل و یک جان تھے دو متحارب فریقوں میں بٹ گئے۔ اس کے ساتھ ہی بھارت نے پروپیگنڈے کا زبردست محاذ کھول دیا' مگر ہماری سابقہ حکومت سراسیمگی کے عالم میں خاموش تماشائی بنی رہی۔ حکومت کے اس غافلانہ اور ناقابل معافی رویہ کی قوم کو بھاری قیمت ادا کرنا پڑی۔ جب مشرقی پاکستان میں متعین دشمن کو لوہے کے چنے چبوانے والی جری اور بہادر سپاہ کی حمایت اور دفاع میں خیر اور تحسین کا ایک کلمہ تک نہ کہا گیا تو خاموشی سے مراد اقبال جرم لیا گیا اور یوں بھارت کے بے سروپا پروپیگنڈے پر خود ہم نے اپنے عمل سے تصدیق کی مہر ثبت کر دی۔ میرے مشرقی پاکستان جانے سے پہلے ڈھاکہ سے اخباری نمائندوں کے جبری انخلا نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ اس طرح بین الاقوامی رائے عامہ بھارت کے حق میں ڈھل گئی اور پاکستانی فوج کے بہادر سپاہیوں کو قتل وغارت دہشت گردی اور شر پسندی کی تہمتوں کے رنگ میں رنگ دیا گیا۔

مسلمانوں نے برصغیر پر ایک سال تک حکومت کی' اس سرزمین پر ہندو نے مسلمانوں کے

www.bhutto.org

خلاف جتنی لڑائیاں لڑیں' ان میں انہیں عبرت ناک شکست ہوئی۔ ہندو شکست اور محکومی کے زخموں کو چاٹتا رہا اور بدلہ لینے کے لئے مناسب موقع کی تاڑ میں رہا۔ بھارت شروع ہی سے بدلہ لینے کے لئے خاموش' مگر موثر پالیسی پر عمل پیرا رہا۔ ہندوؤں نے قیام پاکستان کو کبھی تہہ دل سے قبول و تسلیم نہیں کیا۔ یہ باتیں ریکارڈ پر موجود ہیں کہ 1955ء میں بلگانن اور سوویت کمیونسٹ پارٹی کے فرسٹ سیکرٹری خروشچیف نے بھارت کا دورہ کیا تو اپنے میزبان کی فرمائش پر نہ صرف کشمیر کو بھارت کا جزو لاینفک قرار دیا' بلکہ مسلم قومیت کی بنیاد پر پاکستان کے قیام پر بھی تنقید کی۔ جنوری 1966ء میں روس کی ہی سرزمین پر تاشقند کے شہر میں فیلڈ مارشل ایوب خان نے مسٹر کوسیجن سے کہا تھا۔ ''بھارت' پاکستان کے جسد سے گوشت کا آخری لوتھڑا اور خون کا آخری قطرہ حاصل کرنا چاہتا ہے۔''

بدقسمتی سے مشرقی پاکستان کے بحران پر لکھے جانے والے حضرات کی اکثریت نے تاریخ کے دریچوں میں جھانک کر پاک بھارت تعلقات کے پس منظر کو نہیں دیکھا۔ واقعات کی تاریخی حیثیت ہے' مخصوص خواہشات اور نظریات کی عینک لگانے سے تو واقعات کی حقیقت تبدیل نہیں ہو سکتی۔ عسکری تاریخ میں تجریدی فکر کی کوئی گنجائش نہیں واقعات اور صرف واقعات ہی ہر دور اور ہر وقت میں اپنی صداقت کی گواہی دے سکتے ہیں۔

جنگ کیا ہے؟............

جوش و جذبے سے بھرا ڈرامہ جنگ نہ تو ریاضی کے ہندسوں کا نام ہے نہ ٹھوس اور لگے بندھے طریقوں پر عمل کرنے کا...... کوئی اچھا منصوبہ بنانے کے لئے شبانہ روز محنت کی ضرورت ہوتی ہے' تاہم بہتر سے بہتر جنگی منصوبے بھی بعض اوقات مقررہ ٹائم ٹیبل پر صحیح ثابت نہیں ہوتے۔ جنگی منصوبے کی کامیابی اور ناکامی کا انحصار لاتعداد عوامل پر ہوتا ہے۔ منصوبہ ساز خامیاں دور کرنے کی پوری کوشش کرتے ہیں' ہر عمل کے ردعمل کا جائزہ لیتے ہیں اور اس کا توڑ تلاش کرتے ہیں۔ منصوبے کی کوئی ایک کڑی ادھر سے ادھر ہو جائے سارے منصوبے کا تیا پانچا ہو جاتا ہے۔ منصوبہ سازی کسی نقص پر قابو پانے کیلئے کوئی اقدام کر بھی لے' تو کوئی ایسا واقعہ رونما ہو سکتا ہے جو گرفت میں نہ آئے اور اس طرح توازن دشمن کے حق میں ہو جائے۔

جنگی منصوبہ سازی اس کمانڈر کیلئے تو اور زیادہ کٹھن بن جاتی ہے جس کا دامن بہت سی

www.bhutto.org

ضروریات سے خالی ہو جس کی حالت یہ ہو کہ جو ہاتھ لگے اس سے کام چلائے اور جو عارضی سہاروں کی بیساکھی کا محتاج ہو۔

جنگ بڑا مشکل اور گریز پا فن ہے۔ لڑنے کے لئے سوچ کی ضرورت ہوتی ہے۔ سپاہی کی مشکلات کا کماحقہ اندازہ کرنے کیلئے سپاہی کی وردی کا پہن کر میدان جنگ کا چکر لگا لینے سے کوئی انسان امور جنگ اور جنگ لڑنے اور کمانڈر کے بارے میں فیصلے صادر کرنے کا اہل نہیں ہو جاتا۔ جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ کمانڈر کو کیا مشن دیا گیا۔ کون سا ٹاسک سپرد کیا گیا اور اس کے سینئر اعلیٰ حکام نے کیا احکام دیئے۔ کوئی کس طرح رائے قائم کر سکتا ہے۔

اس میں شک نہیں ہر جنگ میں اہم کردار کمانڈر اور سپاہی ہی ادا کرتے ہیں' لیکن اس کی دسترس سے باہر بعض ایسے معاملات بھی ہوتے ہیں جو جنگ کے نتیجے کا فیصلہ کرنے میں زبردست اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ زمینی اور موسمی حالات' جغرافیائی کیفیت اور کمانڈر کو تفویض کردہ سیاسی اور فوجی مشن کو بروئے کار لانے کے لئے افواج کی تعداد ذمہ داری کی حدود و وسعت' مقامی حالات و معاملات' آبادی اور وسائل مرکزی مقام سے فاصلہ اور وہاں پہنچنے کے ذرائع' صحیح قسم کے ہتھیاروں اور گولہ بارود کی فراہمی' کمک اور تنظیم نو کی صلاحیت' لڑائی پر اثر انداز ہونے اور کمانڈر کی ضرورت پوری کرنے والے متحرک ریزرو دستوں کی موجودگی اور دشمن کی تعداد اور وسائل کا ٹھیک ٹھیک اندازہ لگانا' یہ وہ امور ہیں جن کے اثرات' عواقب و نتائج کا بنظر غائر جائزہ لینا ازبس لازمی ہوتا ہے۔

کسی بھی جنگ کے نتیجے اور کمانڈر کی صلاحیت کے بارے میں کوئی فیصلہ صادر کرنے سے پہلے مذکورہ عوامل کو نگاہ میں رکھنا چاہئے۔ کیونکہ یہ وہ چیزیں ہیں جن سے ہر فوج کی قسمت وابستہ ہوتی ہے۔ مذکورہ عوامل فتح کو شکست اور شکست کو فتح میں بدل سکتے ہیں۔ یہ بات بھی ذہن میں رہنی چاہئے کہ جنگ کے آغاز اور اختتام کا فیصلہ کرنا کمانڈر اور سپاہیوں کے اختیار میں نہیں ہوتا۔

جنگ جیت لی جائے' تو فتح کا سہرا سیاست دانوں کے سر باندھ دیا جاتا ہے' شکست کی صورت میں کلنک کا ٹیکہ کمانڈر اور اس کے سپاہیوں کا مقدر ٹھہرتا ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے کہ فتح کے لاتعداد خالق پیدا ہو جاتے ہیں جب کہ شکست کو ایک یتیم بچے کی مانند کوئی اپنانے کو تیار نہیں ہوتا۔

www.bhutto.org

جرنیل کی صلاحیتوں اور جنگ کے نتیجے پر تبصرہ کرنے سے پہلے تبصرہ نگار کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ جرنیلوں کی تین اقسام ہیں۔ اول وہ جرنیل جو مطلق العنان بادشاہ ہوتا ہے۔ اسے لا محدود اختیارات حاصل ہوتے ہیں۔ وہ اپنے فیصلوں اور اقدامات کے ضمن میں کسی کے سامنے جواب دہ نہیں ہوتا۔ سکندر اعظم محمود غزنوی اور نپولین اسی قسم کے جرنیل تھے۔

دوم فوج کا کمانڈر انچیف اسے سربراہ ریاست سے احکام ملتے ہیں۔ لیکن تفویض شدہ مشن کے سلسلے میں اسے اپنی راہ متعین کرنے کے لئے وسیع اختیارات حاصل ہوتے ہیں۔ بعض اوقات اسے بھی فیصلہ سازوں کی پیدا کردہ رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس قسم کے بہترین جرنیلوں کی بہترین مثال میک آرتھر ہے۔ سوم جونیئر جرنیل جو دور دراز مقام پر پھیلی جنگ لڑ رہا ہو جسے ایک سے زائد ہیڈ کوارٹر کنٹرول کرنا پڑ رہے ہوں۔

بعض اوقات اسے متضاد و متصادم احکامات سے بھی دو چار ہونا پڑتا ہو۔ میں اسی ذیل میں تھا مگر میری پوزیشن زیادہ نازک تھی کیونکہ مجھے ٹاسک اور مشن تو صدر و چیف مارشل لا ایڈمنسٹریٹر دیتے، لیکن جنگ کا کنٹرول چیف آف دی آرمی سٹاف کے پاس ہوتا روزانہ احکامات چیف آف جنرل سٹاف جاری کرتے۔ وہ میدان جنگ سے ہزاروں میل دور راولپنڈی میں بیٹھے تھے۔ مزید براں گورنر مشرقی پاکستان کا جنگی سرگرمیوں سے کوئی واسطہ نہ تھا۔ اسی طرح سول معاملات سے میرا کوئی تعلق نہ تھا۔ لیکن وہ مجھ سے مطالبہ کر سکتے تھے اور کرتے تھے کہ صوبے میں امن و امان کے قیام اور مارشل لاء ڈیوٹی کے لئے افواج مہیا کر دوں۔ القصہ میرا چار آقاؤں سے واسطہ تھا اور ایک سے زائد ذمہ داریاں (ٹاسکس) میرے سپرد تھیں۔

بحران کے آغاز ہی سے سب کچھ بھارت کے حق میں تھا۔ سامان جنگ، تعداد افواج، حالات اور علاقے میں اس قدر حیرت انگیز اور سنگین تفاوت تھا کہ...... عسکری تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ علاوہ ازیں میں نے ایسٹرن کمانڈ کے کمانڈر کی ذمہ داریاں ایسے وقت میں سنبھالیں جب حالات یکسر خراب ہو چکے تھے اور وہ اس طرح کہ مسلح افواج میں شامل بنگالی عناصر کے یونٹ گولہ بارود ٹرانسپورٹ اور ہتھیاروں سمیت فرار ہو چکے تھے۔ جلدی ہی انہیں مکتی باہنی کے بہروپ میں ہزاروں بھارتی سپاہیوں اور افسروں کی کمک پہنچ گئی۔ دیہی علاقوں میں وہ دندناتے پھرتے تھے۔ مشرقی پاکستان کی سرحدیں عنقا ہو چکی تھیں۔

www.bhutto.org

اسی طرح شیخ مجیب الرحمٰن کے علاوہ اس وقت جن سیاسی رہنماؤں کا سکہ چلتا تھا وہ سب کے سب بھارت جا چکے تھے۔ خطیر آبادی ہمارے خلاف تھی 25 مارچ 1971ء کی غیر ضروری اور شدید فوجی کارروائی کے باعث یہ حالات پیدا ہوئے تھے۔ یوں ہم اپنے ہی وطن میں اجنبی بن کر رہ گئے۔ اس منصب کے لئے میں بہت جونیئر تھا۔ اس کے باوجود ان مشکل حالات کو سلجھانے کے لئے نگاہ انتخاب مجھ پر ہی ٹھہری۔ اور اس کی وجہ تھی دوسری جنگ عظیم اور ستمبر 1965ء کی جنگ میں میری کارکردگی اور میر خطر پسند طبیعت۔

میں نے 11 اپریل 1971ء کو ایسٹرن کمانڈ کے کمانڈر کی حیثیت سے چارج سنبھالا میں نے افواج کو سب سے پہلا حکم دیا۔ ''میرے بچو! سرحدوں کی طرف جا کر ان کی حفاظت کرو'' مکتی باہنی کے یونٹوں اور چھوٹے بڑے گروپوں نے زبردست مزاحمت کی اور بھاری نقصان اٹھایا مگر بھارتی علاقے میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے۔ ان کی شکست کا سبب جرات وہمت کی کمی یا لڑنے کے جذبے کا فقدان نہ تھا بلکہ اعلیٰ ترین سطح پر ناقص قیادت تھی جو بھارتیوں کے ہاتھ میں تھی۔

تاریخ شاہد ہے' ہر لحاظ سے بالاتر ہونے کے باوجود بھارتی نظر فریب.........نتائج حاصل کرنے میں ناکام رہے۔ بھارتی کمانڈر مشرقی پاکستان کی سرزمین کے ایک چھوٹے سے ٹکڑے ہی پر قبضہ کر کے بنگلہ دیشی حکومت قائم کرنا چاہتا تھا' مگر پاکستانی فوجوں کی بہادری' قربانی کے جذبے' افسروں کی بہترین قائدانہ صلاحیتوں اور کامیاب جنگی چالوں کی وجہ سے نو ماہ کی جنگ کے دوران بھارت ایک انچ زمین پر قبضہ نہ کر سکا۔

ہم نے اس ہوشیاری سے فوجوں کو مختلف مقامات پر متعین کیا کہ بھارت اس قسم کی جنگ لڑنے پر مجبور ہو گیا جیسی ہم چاہتے تھے۔ ہم نے فوجوں کی کمی کو حربی مہارت اور عیارانہ چالوں سے دور کیا۔ کیا یہ اس بات کا ثبوت نہیں کہ بھارتی فوجوں کے کمانڈرز بغیر ترقی یا اعلیٰ عہدے کے ریٹائر کر دیئے گئے۔

ایک باتونی میجر جنرل جس نے تھوتھا چنا' باجے گھنا کے مصداق اپنی کارکردگیوں کے تذکرے سے آسمان سر پر اٹھا رکھا تھا' اپنے انجام کو یوں پہنچا کہ اس کا کورٹ مارشل ہوا۔ میں ہائی کمان سے درخواست کرتا رہا مجھے کچھ موبائل ریزرو دستے دیئے جائیں۔ جنہیں جدید لڑاکا طیاروں کا تحفظ حاصل ہو' اگر مجھے یہ کچھ مل جاتا تو میں نہ صرف بھارتیوں کو ہندوستان میں دھکیل

www.bhutto.org

دیتا' بلکہ بھارت کی سرزمین کو میدان جنگ بنا دیتا۔ جب بھارتی فوجیں مشرقی پاکستان کے گرد گھیرا ڈال رہی تھیں' میں نے اپنی ہائی کمان سے اجازت چاہی کہ بھارتی فوجوں کے اس عمل اجتماع میں رخنہ ڈالا جائے' مجھے اس کی اجازت نہ ملی۔

اگر اجازت مل جاتی تو ان کا اجتماع اس قدر آسانی سے عمل میں نہ آتا' ان کا پروگرام درہم برہم ہو جاتا' یا وہ قبل از وقت جنگ چھیڑنے پر مجبور ہو جاتے۔ دونوں صورتوں میں فائدہ' ہمیں ہی پہنچتا۔ مجھے تو اس بات کی اجازت بھی نہ ملی کہ اپنے کمانڈو بھارتی علاقے میں بھیج سکوں' وہ وہاں جا کر سپلائی لائن کو متاثر کرتے' بھارتی فوجوں کی نقل و حمل میں رکاوٹیں ڈالنے کے لئے گھات لگاتے' ان کے کیمپوں اور دیگر فوجی تنصیبات کو نقصان پہنچاتے اس سے' ہمیں کس قدر فائدہ ہوتا' بھارتی یہ بات کبھی فراموش نہیں کر سکیں گے کہ افراد اور ساز و سامان کی کمی کے باوجود ہم نے ان کی خوب مرمت کی تھی۔

میں نے جو مانگا تھا۔ اگر مجھے دے دیا جاتا' تو بھارت کے فوجی کبھی بھی ہماری سرحدیں عبور کر کے کھلی جنگ لڑنے کی جرات نہ کرتے۔ میں نے زیادہ نہیں مانگا تھا یہ مجھے آسانی سے فراہم کیا جا سکتا تھا۔ یا کم از کم مجھے وہ کچھ کرنے دیا جاتا جو میں چاہتا تھا۔ یعنی بھارتی علاقوں پر یلغار (ان علاقوں میں فرخابیراج کا علاقہ اور اگرتلہ کا ہوائی اڈہ شامل تھے۔

یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ میرے پاس چار ڈویژن فوج تھی' جس میں چھیانوے ہزار افراد تھے۔ میرے پاس صرف تین نامکمل ڈویژن تھے۔ ان میں سے دو بذریعہ ہوائی جہاز لائے گئے تھے۔ وہ بھاری اسلحہ اور ساز و سامان ساتھ نہ لا سکے۔ بری' بحری اور فضائی فوج سمیت تمام افراد کی تعداد پچاس ہزار سے زائد نہ تھی۔ اس میں غیر لڑاکا افراد بھی شامل ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ میری لڑاکا فوج کی تعداد چالیس ہزار سے بھی کم تھی' دوسرے افراد سویلین عورتیں اور بچے تھے۔

یہ جری اور صف شکن تین ڈویژن فوج پوری طرح مسلح نہ ہوئے' دشمن کے مقابلے میں تعداد میں تھوڑا ہونے' تھکی ہوئی اور ہر سمت سے کٹی ہوئی ہونے کے باوجود مسلسل نو ماہ تک دشمن کا مقابلہ کرتی رہی۔ اس دوران انہیں کوئی آرام نصیب نہ ہوا' انہیں کوئی امداد نہ ملی' اور ان کی افرادی قوت اور ساز و سامان کے نقصانات کی تلافی نہ ہوئی۔

ان کے مقابلے میں دشمن کے بارہ ڈویژن تھے۔ جنہیں توپ خانے' ٹینکوں سینکڑوں

www.bhutto.org

جہازروں ہیلی کاپٹروں اور بحریہ کی مسلسل وموثر پشت پناہی حاصل تھی۔ مکتی باہنی کے تربیت یافتہ جدید ہتھیاروں سے لیس ڈیڑھ لاکھ افراد کی حمایت بھی انہیں حاصل تھی۔ اسکے برعکس مقامی آبادی ہمارے خلاف‘ راہیں مسدود اور وسائل محدود تھے۔

مثال دینے کے لئے واضح کردوں کہ ہمارے پاس ایک بھی میڈیم یا ہیوی گن یا ٹینک نہ تھا جب کہ بھارتی فوجوں کے پاس یہ چیزیں سینکڑوں کی تعداد میں تھیں۔ ہماری بحریہ فقط چار پرانی گن بوٹس پر مشتمل تھی۔ روسی‘ بھارتیوں کو کھلے بندوں افراد اور اسلحے کی مدد دے رہے تھے۔ عالمی پریس ان کا ترجمان بنا ہوا تھا۔ قصہ مختصر بھارتی فوج میں جذبہ قربانی اور جرات و بہادری سے سرشار اعلیٰ روایات اور بلند حوصلے سے لیس تھی۔ مشکلات اور مسائل کے باوجود ہم نے بھارتیوں کو لوہے کے چنے چبوائے۔

وہ جب بھی ہمارے علاقوں پر حملہ آور ہوئے بھاری نقصان اٹھا کر لوٹے۔ ان نو ماہ میں انہوں نے اپنی حماقتوں کی بڑی بھاری قیمت ادا کی۔ مجھے یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ عسکری تاریخ میں اتنے کم آدمیوں کا اتنے کم سازو سامان کے ساتھ‘ اتنے بدترین حالات میں اتنی عمدگی سے معاندانہ میدان کارزار میں اتنے طویل عرصہ تک اتنے حوصلے کے ساتھ رکنی کثیر تعداد میں اتنے زیادہ اسلحہ سے لیس اور اتنے بہترین حالات کی حامل فوج کے خلاف لڑنے کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ عسکری تاریخ میں یہ واقعات عدیم المثال ہی رہیں گے۔

میں آپ کی توجہ ان حقائق کی جانب بھی دلانا چاہتا ہوں۔

1۔ امریکیوں نے جدید ترین ہتھیاروں سے مسلح اپنی فوج اور جنوبی ویت نامی فوج کی امداد کے باوجود اتنا طویل عرصہ جنگ لڑی‘ مگر شمالی‘ ویت نامیوں نے جو امریکیوں کے مقابلے میں کہیں کم مسلح تھے امریکہ کو جنگ بند کرنے اور شمالی ویت نام کی شرائط پر وہاں سے نکل جانے پر مجبور کر دیا۔

2۔ دوسری جنگ بوئر (بوئر وار سیکنڈ)...... میں ڈیڑھ لاکھ برطانوی فوجیں صرف بندوقوں سے مسلح چالیس ہزار بوئر فوجوں کو شکست نہ دے سکیں۔

3۔ کوریا کی جنگ میں سترہ قومیں مل کر بھی شمالی کوریا کو شکست نہ دے سکیں‘ جس کی امداد صرف چین کر رہا تھا۔

4۔ سٹالن گراڈ میں 2 لاکھ بیس ہزار جرمن فوجوں نے روسیوں کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے۔

5۔ برطانیہ کی اسی ہزار فوجوں نے سنگاپور میں جاپانیوں کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے۔ برطانوی سلطنت میں سنگاپور مضبوط ترین قلعہ تھا۔

6۔ یہی کچھ کریٹے (CRETE) میں ہوا۔

7۔ ملایا میں ایک لاکھ ستائیس ہزار برطانوی فوجوں نے جاپانیوں کے سامنے ہتھیار ڈالے۔

8۔ دوسری جنگ عظیم میں لاکھوں روسیوں نے جرمنوں کے سامنے ہتھیار ڈالے۔

مذکورہ مثالوں میں سے اکثر میں ہتھیار ڈالنے کا حکم کمانڈنگ جرنیلوں نے دیا اور یوں دیا کہ اپنی حکومتوں اور فوجی ہیڈکوارٹروں سے اجازت بھی نہ لی۔ ان کے سرنڈر غیر مشروط تھے۔ میں نے سربراہ حکومت اور آرمی چیف کے حکم پر سرنڈر کیا جو غیر مشروط نہ تھا' پہلے باقاعدہ بات چیت ہوئی۔

مزید یہ کہ مذکورہ مثالوں میں بعض مقامات پر نصف آبادی' مسلح افواج اور ذرائع ورسائل حملہ آوروں کے رحم وکرم پر تھے۔ ان سرنڈرز میں بھی کوئی عجیب وغریب بات نظر آئی؟ ان جنگوں کے کمانڈنگ جرنیلوں کی ناکامی کی وجوہ کیا تھیں؟ کیا ایسا غلط منصوبہ بندی کی وجہ سے ہوا! مجھے معلوم نہیں دوسری جنگ عظیم کے دوران دو لاکھ تینتیس ہزار برطانوی فوجیوں کی فرانس سے پسپائی (یہ اپنے ہتھیار اور گولہ بارود بھی چھوڑ گئے تھے) کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے میں یہ بھی نہیں جانتا جرمنوں کے سامنے فرانسیسی فوجوں کے ہتھیار ڈالنے (جب کہ فرانس کی 56 ڈویژن فوج کو ابھی جنگ میں ملوث نہیں کیا گیا تھا) کے بارے میں آپ کی رائے کیا ہے؟ کیا یہ سب کچھ سوچے سمجھے منصوبے کے تحت ہوا؟

کیا برطانوی اور فرانسیسی جرنیلوں نے اس کے لئے رشوتیں وصول کی تھیں؟ پر ہاربر کی بربادی کے بارے میں کیا خیال ہے؟

کیا انچارج ایڈمرل کو رشوت دی گئی تھی؟ کیا اس سانحے میں کوئی گڑبڑ نظر آتی ہے؟ بھارتی پروپیگنڈے کے زہر سے متاثر ہو کر آبادی کی اکثریت سے ہم برسرپیکار تھی اور بھارتیوں کی ہر ممکن طریق سے مدد کر رہی تھی۔ بھارتی فوجیں مشرقی پاکستان کی سرحدوں سے بالکل متصل کیمپوں سے اٹھ کر آتیں جہاں انہیں ہماری مداخلت کا کوئی خطرہ نہ تھا۔ انہیں کمک پہنچ سکتی تھی اور ان کے نقصان کی آسانی سے تلافی ہو سکتی تھی مگر ہمیں یہ سہولتیں حاصل نہ تھیں۔

آپ کو یاد ہوگا' جب آپ ڈھاکہ آئے تھے' آپ نے مجھے کہا تھا کہ ڈھاکہ کو کھلا شہر قرار دے دوں' مگر میں نے انکار کر دیا تھا۔ اس کے برعکس میں نے اپنی مقدس سرزمین وطن کے چپے

www.bhutto.org

چپے کے دفاع کے لئے لڑ مرنے کا عزم کا اظہار کیا تھا۔ مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان کے درمیان آنے جانے والے پیغامات میں میں نے کبھی جنگ بند کرنے کو نہیں کہا۔

میں نے ہمیشہ واضح کیا کہ آخر دم تک لڑوں گا۔ جاپان کو بچانے کیلئے بحر ہند اور بحر الکاہل میں تعینات تمام جرنیلوں نے جنگ بند کردی' ہتھیار ڈال دیئے' حالانکہ ان کی پوزیشن بڑی اچھی تھی۔ (اس علاقے میں انفنٹری کے ستائیس' چار آرمرڈ ڈویژن اور بھاری تعداد میں بحریہ تعینات کی گئی تھی)

مجھے صدر (جو کمانڈر انچیف بھی تھے) نے حکم دیا اور چیف آف دی آرمی سٹاف نے مشورہ دیا کہ جنگ بند کردوں' کیوں کہ مغربی پاکستان خطرے میں ہے۔ اس حکم کے تحت مجھے سرنڈر کرنا پڑا اور ان حالات میں کہ۔ ''یہ نہ پوچھو کیوں' عمل کرو اور کٹ مرو''

(YOU ARE NOT TO QUESTIONS WHY, BUT TO DO AND DIE) میں ایسی کئی مثالیں پیش کرسکتا ہوں جب بڑے بڑے نامور اور تجربہ کار جرنیلوں نے برا وقت پڑنے پر اپنی فوج کو حالات کے حوالے کیا اور اپنی جان بچالی جب نپولین کو اپنے مقدر کا سورج ڈوبتا نظر آیا تو مصر میں اپنی فوجوں کو چھوڑ بھاگا۔

اسی طرح رومیل نے اپنے معروف زمانہ ''افریقہ کورپس'' کو افریقہ میں چھوڑ دیا حالانکہ انہیں لڑنے کے لئے ہتھیاروں' جذبے اور ہمت کی کمی نہ تھی۔ رومیل جنگ جیت نہ سکتا تھا' شکست کو کچھ عرصہ کے لئے موخر کرسکتا تھا۔ کیا ان دونوں جرنیلوں نے بھی رشوت لے لی؟ کیا وہ بزدل تھے؟ کیا سب کچھ سوچے سمجھے منصوبے کے تحت ہوا؟ سچی بات تو یہ ہے کہ شکست کا صدمہ سہنے کیلئے

جرنیل کا شیر دل ہونا ضروری ہے ان حالات میں خاص طور پر جب کہ اسے معلوم ہو شکست فوجی نہیں سیاسی عوامل کی بنا پر ہوی رہی ہے!

میں اچھے اور برے لمحوں میں اپنے فوجیوں کے ساتھ ساتھ رہا۔ میں نے لڑائیوں یں ان ں فتوحات کی مسرتوں میں شرکت کی اور جنگ کے خاتمے پر قید کے دوران ان کی بے آرامی او رذلت میں بھی حصہ دار بنا۔ میں نے ایک پکے اور سچے سپاہی کی طرح اصولوں پر پورا پورا عمل کیا۔ میں اپنی فوجوں کو وہیں چھوڑ کر ایک دوست ملک میں پناہ لے سکتا تھا۔

اس کے لئے میرے پاس وقت تھا' ذرائع تھے اور وسائل و مواقع بھی' مگر ہماری بہادر فوج کی روایات' میرا ضمیر' عزت نفس' اپنی فوجوں کے سلسلے میں میرے فرائض میری اخلاقی ذمہ داریوں

www.bhutto.org

اور میرے آباؤ اجداد کی روایات کی بنا پر میں اپنی فوجوں کے ساتھ ہی رہا۔

میرے خیال میں واقعات کا یہ مختصر سا تذکرہ آپ کو ان مسائل و مشکلات کی ایک جھلک دکھانے کے لئے کافی ہو گا جن کا مجھے میرے افسروں اور میرے جوانوں کو مسلسل نو ماہ تک سامنا رہا۔ میں چاہتا تھا جنگ جاری رہے۔ میری فوجیں بھی آخر دم تک لڑنا چاہتی تھیں اور اس کے متعلق میں نے اپنے سینئرز کو بے شمار پیغامات میں اور زبانی بھی بتا دیا تھا۔ ایک بار نہیں دو بار نہیں کئی بار بتا دیا تھا۔"

مجھے یقین تھا ہندو ہمیں میدان جنگ میں شکست نہیں دے سکیں گے۔ میں اپنے اس یقین محکم میں یوں حق بجانب تھا کہ ہندو ہر ممکن سہولت اور سازگار ترین حالات کے باوجود نو ماہ کے اندر مشرقی پاکستان کی ایک انچ زمین پر قبضہ نہ کر سکے' تاکہ وہاں بنگلہ دیش کی حکومت قائم کر سکیں۔ نو ماہ کے طویل عرصے کے باوجود افراد' سامان اور متعلقات میں افسانوی کثرت کی موجودگی میں اور انتہائی سازگار حالات کے ہوتے ہوئے بھارتی مشرقی پاکستان کے وسیع و عریض علاقے میں سے حصول مقصد کے لئے چھوٹا سا ٹکڑا بھی ہم سے نہ چھین سکے۔

اس سے ظاہر ہو جاتا ہے پاکستانی سپاہی کس جرات و ہمت اور مہارت سے لڑے۔ انہوں نے کس قدر مستعدی کا مظاہرہ کیا' کتنی مہارت سے لڑائیوں کے منصوبے بنائے گئے اور ان پر پورا پورا عمل ہوا۔ مشرقی محاذ پر لڑنے والے ہندوستانی جرنیلوں کی اکثریت یوں بے رخی سے فوج سے رخصتی کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے۔ اگر اس وقت کی حکومت نے مغربی پاکستان کے محاذ پر غیر موثر قسم کی جنگ شروع کرنے کی حماقت نہ کی ہوئی تو بھارتی اپنا مشن پورا کرنے میں کامیاب نہ ہو سکتے تھے۔

(مغربی محاذ پر جنگ میرے مشورے کے خلاف اور میرے علم کے بغیر چھیڑ دی گئی) میں انہیں مار مار کر پاکستان کی سرحدوں سے نکال پھینکتا۔ گزشتہ کئی ماہ بھی تو یہی کچھ کرتے رہے تھے ہم۔

صدر اور کمانڈر انچیف پاکستان کے حکم اور چیف آف دی آرمی سٹاف آف پاکستان آرمی کے مشورے پر جنگ بند کر دی گئی۔ یہ پیغام گورنر مشرقی پاکستان ڈاکٹر اے۔ ایم مالک نے وصول کیا تھا۔ یہ پیغام ڈاکٹر مالک کے پیغام کے جواب میں آیا تھا جو انہوں نے اور صرف انہوں نے صدر پاکستان کو بھیجا تھا۔

یہ پیغام 13 دسمبر کی رات کو موصول ہوا' لیکن میں نے ہتھیار ڈالنے کی دستاویز پر 16 دسمبر کو

www.bhutto.org

دستخط کیئے۔ کیا اس سے ظاہر نہیں ہوتا کہ نہ تو مجھے جنگ بند کرنے کا شوق تھا نہ جلدی؟ یہ حکم ملنے سے پہلے 13 کی صبح کو میں نے اخباری نمائندوں سے ہوٹل انٹر کانٹی نینٹل میں خطاب کیا تھا۔ میں نے انہیں کوئی لگی لپٹی رکھے بغیر بتا دیا تھا کہ ہم ہر حالت میں جنگ جاری رکھیں گے۔ اس دن میں نے اس نوعیت کے احکام افواج کو جاری کیئے۔ آپ کو ان ساری باتوں کا علم ہے' کیونکہ آپ اس ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ گورنر ڈاکٹر مالک سمیت کئی افراد مجھ پر مسلسل دباؤ ڈال رہے تھے کہ قتل و غارت کرانے کے لئے احکام کے مطابق جنگ بند کروں۔

ان کا کہنا تھا اس طرح افراد و املاک کی تباہی بھی رک جائے گی اور میری افواج مغربی پاکستان کی سویلین افراد کی جانیں اور مغربی پاکستانی خواتین کی عصمت محفوظ رہے گی۔ مجھے حیرت تو اس امر پر ہے کہ آپ کے رتبے کا آدمی سب کچھ جانتے ہوئے بھی اس سطح پر اتر سکتا ہے۔ اس کی دو وجوہ ہو سکتی ہے۔

(الف) بدنیتی پر مبنی یہ الزام لگانے کے لئے آپ کو رشوت دی گئی۔ یہ امکان اس لئے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ آپ کا ہمارے خلاف لڑنے والے ہندوؤں اور بنگالیوں کے ساتھ چالیس چوروں کا سا یارانہ تھا۔ (ب) یا کہ جب میں نے آپ کی اس تجویز کو مسترد کیا کہ ڈھاکہ کو کھلا شہر قرار دیا جائے' آپ نے اسے ذاتی اہانت سے تعبیر کیا ہو اور پھر دشنام طرازی پر اتر آئے ہوں۔ وجہ کچھ بھی ہو' آپ کے رتبے کے کسی فرد کو جو بین الاقوامی ادارے کی نمائندگی کر رہا ہو زیب نہیں دیتا کہ اس قدر من گھڑت' بے سروپا باتوں میں خود کو ملوث کرے۔ لاتعداد لوگ گواہ ہیں جب میں بھارت سے پاکستان پہنچا میرے پاس تھوڑا سا ذاتی سامان اور چھ سو روپے نقد تھے۔ یہ تھا میرا تمام اثاثہ۔

میں نے خط کے آغاز میں ''اینڈرسن پیپرز'' کا وہ اقتباس لکھا جس میں آپ نے مجھ پر الزام لگایا ہے۔ میں یہاں ''سٹار'' کراچی (17 دسمبر 1971ء) کی ایک خبر نقل کر رہا ہوں' تا کہ دوسرا پہلو بھی سامنے آ سکے۔ ''اس جیسے دنیا میں کم کم ہی ہوں گے۔ (سٹار سپیشل)

''واشنگٹن 17 دسمبر مشرقی محاذ کے کمانڈر لیفٹیننٹ جنرل نیازی نے جنگ بند کرنے پر آمادگی کا اظہار کیا ہے۔ یہاں اس فیصلے کو انسانیت دوست' شریف النفسی اور بہادری کا نام دیا جا رہا ہے۔ کہا جاتا ہے جنرل نیازی اور ان کی فوجیں ایک اور چھ کے تناسب اور بری' بحری اور فضائی راستوں سے ضروری اشیاء کی سپلائی عدم موجودگی کے باوجود مہینوں جنگ جاری رکھ سکتے تھے۔

www.bhutto.org

لیکن اس سے شہری آبادی کا بے پناہ جانی نقصان ہوتا۔ روک ٹوک اور مزاحمت نہ ہونے کی وجہ سے بھارتی فضائیہ نے شہری آبادیوں اور تنصیبات پر زبردست بمباری کی ہے۔

''سرکاری حلقوں کا کہنا ہے جنرل نیازی شہری آبادی خصوصاً مشرقی پاکستان میں آباد مہاجرین کو مکتی باہنی کے ظلم وستم سے بچانے کے لئے جنگ بند کرنے پر آمادہ ہوئے ہیں۔ بھارتی کمانڈر انچیف جنرل مانک شا نے تو پست ذہنیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہاں تک کہہ دیا تھا کہ جنگ بند نہ ہوئی تو میں مکتی باہنی کو کھلی چھٹی دے دوں گا جو چاہیں کریں۔

''امریکی محکمہ خفیہ اطلاعات کے ذرائع سے مرتب کردہ رپورٹوں میں کہا گیا ہے کہ جنرل نیازی اور ان کی فوجوں نے جس قدر مزاحمت کی ہے' عسکری تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ ہر قسم کی ضروریات سے محروم کر دی جانے والی فوج اتنے طویل عرصہ تک اس قدر جرات و ہمت سے نہیں لڑی۔ کہا جاتا ہے کہ کوئی اور کمانڈر ہوتا تو مروجہ جنگی ضوابط کے مطابق مہینوں پہلے ہتھیار ڈال دیتا' لیکن اس باہمت پاکستانی کمانڈر اور اس کے منظم سپاہیوں نے ناقابل تصور مشکلات کے باوجود بھارتیوں کی جرات سے مزاحمت کی۔

''یہاں ملنے والی اطلاعات کے مطابق مشرقی محاذ پر جنگ بھارتی فوجوں کو ہزاروں کی تعداد میں جانی نقصان اٹھانا پڑا۔''

آپ نے میرے دامن کو داغدار کرنے' میری وفاداری' صلاحیت اور جرات کو بٹہ لگانے کے لئے جو الزام لگایا' وہ سراسر بے بنیاد ہے۔ ننھا سا پتا ہوا کے تھپیڑوں کے سامنے بے بس ہو کر ادھر ادھر جھولنے لگ جاتا ہے مگر میرا کردار دولت کے جھکڑوں میں بھی غیر متزلزل رہنے والا ہے۔ دولت تو مشرقی پاکستان میں روپے سے بھرے ہوئے ٹرکوں' مشرقی پاکستان کے بینکوں اور سرکاری خزانوں میں موجود تھی اور سب کچھ میرے کنٹرول میں تھا۔ اگر پیسہ ہی لینا تھا تو تیرہ ادھار کے بجائے نو نقد پر ہی اکتفا کرتا۔ اور تیرہ ادھار بھی عیار بنیئے سے؟ جو سیکولرازم کی بنسی بجا کر دو قومی نظریئے کو شروع ہی سے تاراج کرنے میں مصروف ہے۔

میں کراچی اور لاہور جیسے بڑے شہروں میں دو بار مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر رہا۔ میں چیلنج کرتا ہوں' کوئی آئے ثابت کرے' میری آنکھیں روپے کی چمک سے چکا چوند ہوئی ہوں۔ اخلاق و عادات راتوں رات نہیں بدل جاتے۔ اگر میری صلاحیت' وفاداری' دیانت داری اور جرات مندی ذرہ بھر مشکوک ہوتی' تو ملازمت کے دوران مشکل' صبر آزما اور کلیدی آسامیوں پر تعینات نہ کیا

www.bhutto.org

جاتا۔فوجی ملازمت صدیوں سے ہمارا خاندانی پیشہ ہے۔ہم فوج کی ملازمت روپے پیسے یا دنیاوی فوائد کے لئے نہیں کرتے۔

ہمارا مقصود عزت' وقار اور روایات کی پاسبانی ہوتا ہے۔میں ایک بار پھر کہتا ہوں کہ میرا ہر قدم اپنے سینئرز کے احکام مشوروں اور اصرار کا نتیجہ ہے۔جنگ بند کرنے کے حکم پر عمل کرنے کے سوا میرے لئے کوئی چارہ نہ تھا۔کیونکہ اعلیٰ حکام کے احکامات کی تعمیل دنیا بھر میں صدیوں سے فوجوں کی روایت چلی آرہی ہے۔کوئی غدار ہی عزت بیچ سکتا ہے۔مجھے رشوت میں کیا ملا؟ مشکلات کے ٹھاٹھیں مارتے سمندر' ہتھیار ڈالنے کا دلخراش ''اعزاز'' دل سے اٹھتے درد کی ٹیسیں کہ مشرقی اور مغربی پاکستان کے عوام کو حقیقت حال تک پہنچنے میں کچھ سال لگیں گے کچھ وقت لگے گا۔ اصل چہرے دیر سے بے نقاب ہوں گے۔

اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وطن عزیز ایک بازو کٹ جانے کا صدمہ جو مفاد پرست عناصر اور ہمارے ازلی دشمن پڑوسی کے پیدا کردہ انتہائی جذباتی حالات کے نتیجے میں ہوش وحواس کھونے والے اپنے ہی بھائی بندوں کے ہاتھوں عمل میں آیا اور بازو بھی وہ جس میں لاتعداد سہروردی' ناظم الدین' تمیز الدین' نورالامین' فرید احمد افضل القادر' فضل الحق اور کوئی ان جیسے رہتے تھے۔

نواب سراج الدولہ (حاکم بنگال) کی روح اضطراب و پریشانی کے عالم میں مشرقی پاکستان کے کونے کونے میں گردش کررہی ہوگی کہ میر قاسموں (حملہ آور کے ایجنٹ) نے مشرقی پاکستان میں پھر سر اٹھالیا ہے۔

مجھے بتایا گیا ہے کہ مشرقی پاکستان کے المیے نے اور بہت سی باتوں کے علاوہ ایک لطیفے کو بھی جنم دیا ہے۔اس لطیفے کا خاص پس منظر ہے۔پہلے پس منظر پھر لطیفہ...... بچے نے پوچھا ''بڑے ابا! آپ اتنے بوڑھے ہوگئے ہیں۔اس عمر میں آم کی قلم لگانے کا کیا فائدہ؟ کیا آپ کو یقین ہے کہ آپ اس کا پھل کھاسکیں گے؟'' میں یہ پودا لگا رہا ہوں تاکہ میری اولاد اور ان کی اولاد اس کا پھل کھائے'' اور اب وہ لطیفہ کسی نے عنفوان شباب میں مشرقی پاکستان میں ایک پودا لگایا تاکہ وہ اور اسکے اعزا و اقربا اس کا پھل کھاسکیں۔وہ زمین کی مبالغے سے بھی بڑھ کر زرخیز نوعیت سے آگاہ نہیں تھا۔چشم زدن میں پودا بڑھنے لگا تو پودا لگانے والا ششدر رہ گیا۔اس کے اوسان خطا ہو گئے۔اس کا ایک حریف پودے کو تیزی سے پھلتا پھولتا بڑھتا دیکھ رہا تھا۔اس کی باچھیں کھل گئی' وہ آگے بڑھا اور ایک طفیلی کی مدد سے پودا لگانے والے کو ہٹا کر خود قابض ہوگیا۔پودے کا پھل میٹھا تھا یا کڑوا؟ اس سے لطیفے کا دامن خالی ہے!

www.bhutto.org

اختتام سے پہلے چلتے چلتے کہہ دوں کہ مشرقی پاکستان کے حالیہ واقعات نے پوری دنیا پر واضح کر دیا ہے کہ بھارت ہمارے مشرقی پاکستانی بھائیوں کے لئے محض مگرمچھ کے آنسو بہا رہا تھا۔ وزیر اعظم پاکستان اور ان کی ٹیم کا ڈھاکہ میں بھارت کے کٹھ پتلی حکمرانوں کی خواہشات اور کوششوں کے برعکس جس گرمجوشی، محبت اور جوش ولولے سے استقبال ہوا، وہ حالات بدلنے کا پہلا واضح اشارہ تھا۔ بعد میں پیش آنے والے واقعات نے قطعی طور پر ثابت کر دیا ہے کہ دو قومی نظریہ اتنا عظیم اور اتنا مضبوط ہے جتنا کوہ ہندوکش اور زہریلے سے زہریلا پروپیگنڈہ اور بڑے سے بڑا مسلح حملہ بھی اس کا بال بیکا نہیں کر سکتا۔ اس قسم کی ہر کوشش کے مقدر میں الٹی زقند تحریر ہے۔ مجھے مشرقی پاکستان کے ان بھائیوں کو سلام کرنا ہے جو بھارت کی ہلاکت انگیز چالوں کو بہت جلد تاڑ گئے یہاں اس امر کا ذکر کرنا بے جا نہ ہوگا۔ مارچ 1971ء میں مولانا بھاشانی بھارت کے دام میں آ کر چھپتے چھپاتے بھارت چلے گئے تھے۔ اب اس سال میں مولانا بھاشانی بھارت کی قبر سامانیوں کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتے۔ کھلے بندوں لاکھوں لوگوں کا جلوس لے کر بھارت کی سرحد تک پہنچ گئے۔ وہ چاہتے تھے بھارتی سرحد میں گھس کر دنیا کو بتا دیں کہ بڑے سے بڑا استحصال، بمباریاں اور گولہ باریاں بنگلہ دیش کو اتنا نقصان نہیں پہنچا سکتیں جتنا بھارت فرخابند کے مقام پر پانی...... بند کر کے پہنچانا چاہتا ہے کہ مشرقی بنگال کی سرزمین سیراب نہ ہو اور بنجر ہو جائے۔ مکافات عمل (NEMESIS) نے بھارت کے گرد گھیرا ڈال دیا ہے، اس پر اپنے جرائم کی پاداش میں بھاری سزا بھگتنا ہوگی اور ہر دو مسلمان بھائی اب اس منظر کو دیکھ رہے ہیں۔ سیاسی بے عملی اور حماقتوں سے ہاری ہوئی جنگ انشاء اللہ سیاسی حکمت عملی اور تدبر و فراست سے جیت لی جائے گی۔ امیدوں کے چمن میں ہریالی کے آثار نظر آتے ہیں۔ اتحاد و مفاہمت کی ہوائیں چلنے لگی ہیں۔ اب نگاہیں ایک ہی سمت اٹھی ہیں دل ساتھ ساتھ دھڑکتے ہیں ذرا کوئی سفیروں کے شاندار استقبال کا نظارہ یاد تو کرے! جغرافیائی فاصلے اور سرحدوں کے بندھن بجا، عقل کو آستاں سے دور میں پکار اٹھتی ہیں ہم دو ہیں۔ مگر وجدان و عشق زمین فاصلوں کو سمیٹتے سرحدوں کو پھلانگتے نعرہ زن ہیں ہم ایک ہیں، ہم ایک ہیں، ناقابل تقسیم ہیں اور وہ جو عقل مند ہیں جانتے ہیں کہ وجدان عقل سے آگے کا مقام ہے۔

(آپ کا مخلص۔ اے اے کے نیازی)

مسٹر پال ہنری اسسٹنٹ سیکرٹری جنرل یو۔ این۔ او

نیویارک امریکہ

www.bhutto.org

سقوط بنگال تا سقوط ڈھاکہ

کرنل ریٹائرڈ سید مہدی ایس ایس جی کے سابقہ کمانڈر اور آپریشن جبرالٹر کے حوالے سے عالمی شہرت کما چکے ہیں 65ء میں جب گوریلا آپریشن تربیت دیا جا رہا تھا تو کرنل مہدی نے کمانڈوز کی کمانڈر کی حیثیت سے اس آپریشن سے اصولی طور پر اختلاف کیا اور لگی پٹی رکھے بغیر اس پر اپنی بے لاگ رائے ظاہر کر دی۔ یہ اصولی اختلاف اتنا زیادہ بڑھا کہ پھر انہیں فوج سے علیحدگی اختیار کرنی پڑی۔

کرنل مہدی اب تک درجنوں مضامین دفاع کے حوالے سے لکھ چکے ہیں وہ فوجی نوعیت کی پیشین گوئیوں میں کمال کا ملکہ رکھتے ہیں۔ جنگی تاریخ پر ان کی نظر بہت گہری اور مطالعہ بے پناہ ہے۔ کرنل صاحب کا نقطہ نظر یہ ہے کہ 71ء کی شکست کی بناء 65ء میں رکھ دی گئی تھی آیئے ان کے خیالات سے استفادہ کیجئے۔

ایک برطانوی جریدے کے علاوہ متعدد پاکستانی اخبارات میں ایک سنیئر فوجی افسر ریٹائرڈ میجر جنرل راؤ فرمان علی اور اس سے پہلے ملک غلام جیلانی سے منسوب حال ہی میں یہ خبر شائع ہوئی کہ 1965ء کی جنگ مسٹر بھٹو اور ان کے ٹولے کی سازش کا نتیجہ تھی اس سازش کا مقصد یہ تھا کہ پاکستان پر ایوب خان کی گرفت کمزور پڑ جائے اس خبر کی تصدیق کے لئے میرے پاس بالواسطہ شواہد تو موجود نہیں تاہم میں اتنا ضرور جانتا ہوں کہ بالواسطہ شاہد اس الزام کی صحت کی جانب رہنمائی کرتے ہیں۔

اس سازش کا اصل سبب فیلڈ مارشل ایوب خان جو ان دنوں سپریم کمانڈر اور سربراہ ریاست تھے کے فوجی پس منظر میں تلاش کیا جا سکتا ہے عوام کو اب اصل حقیقت سے آگاہ ہونا چاہئے۔ رومیل نپولین، سکندر اعظم، دیگر جرنیلوں کے سوانح مطالعہ کرنیکی بجائے ہمارے موجودہ فوجی افسروں کیلئے یہ معلومات زیادہ اہمیت کی حامل ہیں ورنہ انہیں 1965ء اور 1971ء کی جنگوں اور ان عواقب سے (جن سے ہم اب دو چار ہیں) پوری طرح آگاہی حاصل نہ ہو سکے گی۔

www.bhutto.org

یہ بات بلاخوف تردید کہی جاسکتی ہے کہ فوجی معاملات میں ایوب خان کو گمراہ کرنا زیادہ مشکل نہ تھا کیونکہ جنگی گہرائی' اس کے حدود اور نتائج و عواقب کو سمجھنے کی ان میں استعداد نہ تھی ایوب خان کو آسام رجمنٹ کی بٹالین کی کمان سے میجر جنرل REESE نے 1945ء میں الگ کر دیا تھا یہ بٹالین برما میں مصروف پیکار تھی میجر جنرل ریس وہی شخص ہے جسے بعد میں پنجاب باؤنڈری فورس کا کمانڈر بنایا گیا تھا اور دوسری جنگ عظیم کے باقی عرصے میں ایوب خان کو غیر جنگی امور تفویض ہوئے تھے جس پر پرانی 15 پنجاب رجمنٹ کی گریژن بٹالین مقیم قلعہ شاگئی (صوبہ سرحد) کی کمان میں شامل تھی یہ بٹالین پیرانہ سال اور طبی نقطہ نظر سے کمزور فوجیوں پر مشتمل تھی اور اس میں پہلی جنگ عظیم کی خاصی نفری شامل تھی۔

1947-48ء میں قائداعظم نے ترقی کے معاملے میں ایوب خان کو نظرانداز کرتے ہوئے اس سے جونیئر دو افسران کو میجر جنرل کے عہدے پر ترقی دے دی تھی اور ایوب خان کو مشرقی پاکستان گیریژن کی کمان پر روانہ کر دیا گیا۔ یہ گیریژن فی الحقیقت ایک بریگیڈ گروپ پر مشتمل تھا اور وہاں ان کی حیثیت (LOCAL - UNPAID) ''مقامی اور غیر تنخواہ دار میجر جنرل کی تھی ان میدان جنگ میں غیر جنگجویانہ صلاحیتیں اور ایک نکمے مفکر کی حیثیت سے ایوب خان کا پس منظر جس کا اظہار جنگ اور امن کے دنوں میں 1947ء تک...... پھیلے ہوئے ان کے ریکارڈ سے ہوتا ہے' ایک لحاظ سے اس امر کا ذمہ دار ہے کہ انہوں نے اپنا جانشین ہمیشہ پیشہ ورانہ ماہر سپاہی با اخلاق قدروں کے حامل شخص کو منتخب نہ کیا۔

آخر کار صرف اور صرف قائداعظم کی وفات کے بعد' انگریز کمانڈر انچیف گریسی کی سفارش پر 1948ء میں ایوب خان میجر جنرل کے عہدے پر ترقی دے کر انہیں ایڈجوٹنٹ جنرل بنا دیا گیا اور ستمبر 1950ء میں وہ پہلے پاکستانی کمانڈر انچیف بنے۔

آیئے اب ہم گریسی کے ساتھ کچھ لمحات گزاریں۔

1947ء میں میسروی' کمانڈر انچیف کی غیر حاضری میں گریسی نے جو چیف آف سٹاف تھا' فیلڈ مارشل اکنلک کی ہم نوائی میں قائداعظم کو مجبور کیا کہ وہ پاک فوج کے باقاعدہ دستوں کو کشمیر بھیجنے کے احکامات کو واپس لیں۔ قائداعظم کا پہلا فیصلہ بالکل درست تھا اور اگر اس پر عمل درآمد ہو جاتا' تو یہ پاک بھارت جغرافیائی سیاست کے قطعی مختلف چلن کو جنم دیتا۔ گریسی کے حد درجہ

www.bhutto.org

معاندانہ اقدام اور پاکستان کے مفادات کے خلاف عجیب وغریب رویہ کی علت غائی میں کون سے ابلیسانہ مقاصد پنہاں تھے؟ آیئے اب ہم گریسی کے رویئے کا بھارتی افواج کے کمانڈر انچیف جنرل لاک ہاؤٹ کے پیشہ ورانہ اور اخلاقی طور پر صحیح اقدام پر موازنہ کریں۔

ماؤنٹ بیٹن، نہرو اور شیخ عبداللہ کی سازش کے نتیجے میں کشمیری عوام کی اکثریت کی مرضی کے برعکس، بھارت کو ریاست کشمیر کے معاملات میں براہ راست مداخلت کی دعوت دی گئی، اور جنرل لاک ہاؤٹ نے نہ صرف اسکیم بنائی بلکہ مختلف اقدامات میں ربط ونظم پیدا کیا اور پالم ائرپورٹ کے رن وے سے جنگی ساز وسامان اور بھارتی فوجیوں کی بذریعہ ہوائی جہاز سری نگر کے لئے روانگی کی بھی نگرانی کرواتا رہا۔ اگر قائداعظم کے فرمان پر عمل درآمد ہو جاتا تو قبل اس کے کہ بھارتی افواج کا قابل ذکر اجتماع ہوتا، سرینگر پر ہماری افواج کا بہت پہلے قبضہ ہو چکا ہوتا ہمارا المیہ تو یہ ہے کہ اس وقت ہمارا ایک بریگیڈ ایبٹ آباد سے کوچ کر کے سری نگر پر چڑھ دوڑنے کی بہترین پوزیشن میں تیار کھڑا تھا۔

اس المیے کا دوسرا باب اس وقت لکھا گیا، جب حکومت پاکستان نے آخر کار کشمیر میں باقاعدہ فوج بھیجنے کا فیصلہ کر لیا، اور اس کے نتیجے میں ہماری فوج کی حربی صف بندی مکمل ہو چکی تھی کہ گریسی نے جواب کمانڈر انچیف بن چکا تھا جنگ بند کرا دی۔ اس سلسلے میں اس نے دلی میں مقیم اپنے مد مقابل سے جنگ بندی کا گٹھ جوڑ کر کے حکومت پاکستان کو جنگ بند کرنے پر مجبور کیا۔ وجہ صاف ظاہر ہے جوابی حملہ کے سلسلے میں پاک افواج بہت فعال کمانڈر یعنی بریگیڈیئر شیر علی خان کی سرکردگی میں بیری پتن کے حربی اعتبار سے بے حد اہم پل اور اس کے ارد گرد ویسی ہی اہم پہاڑیوں پر حملہ کر کے قابض ہونے کو تیار بیٹھی تھیں۔ فی الحقیقت توپ خانہ کی گولہ باری کا آغاز ہو چکا تھا جس نے بھارتی فوج کے ساز وسامان اور افراد کو بھاری نقصان پہنچایا۔ یہ حقیقت ہے کہ بھارتی فوجی سراسیمگی کے عالم میں اکیلی چند چوکیوں کو خالی کر کے بھاگ اٹھے تھے ان تمام اقدامات میں سکندر مرزا نے جو بہت بااختیار سیکرٹری دفاع تھے جسے آئندہ سالوں میں پاکستانی سیاست پر اپنا منحوس سایہ ڈالنا تھا گریسی کی مکمل حمایت کی اسی عہد میں سکندر مرزا ایوب خان کے گٹھ جوڑ کا آغاز ہوا۔ پہلے کہا جا چکا ہے کہ ایوب خان کو نظر انداز کرتے ہوئے دو افسروں (جو بریگیڈیئر تھے) کو ترقی دے دی گئی تھی۔ یہ افسر نذیر اور افتخار تھے جنہیں قائداعظم نے ساتویں اور دسویں

ڈویژن کے جنرل آفیسر کمانڈنگ مقرر کیا تھا۔ ناصر علی خان کو بھی ترقی دی گئی جو کہ ایوب خان سے جونیئر تھے۔ پاکستان کے لئے یہ عظیم سانحہ تھا۔ کہ جنرل افتخار جنہیں گریسی کی جگہ کمانڈر انچیف نامزد کیا گیا اور بریگیڈئر شیر خان، ملٹری کراس جو بہت ذہین افسر تھے۔ فضائی حادثے میں جام شہادت نوش کر گئے۔ اگر افتخار زندہ رہتے اور ہماری افواج کے اولین کمانڈر ان چیف بنتے تو 1965ء کی جنگ میں ایوب خان، موسیٰ خان اور ٹکا خان کو اپنے مکمل اناڑی پن کے اظہار کا موقع نہ ملتا اور پھر یہ بھی ہے کہ 1971ء کے سقوط ڈھاکہ کا المیہ پیش نہ آتا جنرل افتخار پیشہ ورانہ طور پر بہت ہی مستعد اور اخلاقی لحاظ سے نہایت اچھے سپاہی تھے۔ تاہم مقدر تو پاکستان کی قسمت سے درد ناک کھیل کھیل رہا تھا۔ پہلے قائداعظم ہم سے رخصت ہوئے پھر لیاقت علی خان شہید ہوئے اور آخر میں بدقسمتی سے مذکورہ ہوائی حادثے میں پاکستانی افواج کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا۔ اور کیا یہ عام ہوائی حادثہ تھا یا شعوری سبوتاژ کا عمل۔

مجھے یقین کامل ہے کہ اگر 1965ء کی جنگ میں پاک فوج کے کمانڈر انچیف جنرل افتخار یا نوابزادہ شیر علی یا حبیب اللہ خٹک ہوتے اور جنگی سازوسامان وہی ہوتا جو 1965ء میں ہمیں میسر تھا تو آج پاکستان کی سرحدوں میں نہ صرف پورا کشمیر بلکہ وہ تمام علاقے شامل ہوتے جو اگست 1947ء میں ماؤنٹ بیٹن نے نہایت دغابازی سے کام لیتے ہوئے ہم سے ہتھیا لئے تھے۔

ایوب خان سے قائداعظم کی برہمی حق بجانب تھی ان کو ایوب خان کی نہ صرف عسکری کوتاہیوں کا علم تھا بلکہ ایوب خان مسلمان مہاجرین کے جان و مال کی موثر حفاظت کرنے سے بھی قاصر رہے تھے۔ باؤنڈری فورس کے غیر مسلم عناصر کی فعال اور درپردہ اجازت سے قاتل اور لٹیرے سکھوں کے جتھے مسلمانوں پر حملہ کر کے انہیں لاکھوں کی تعداد میں ہجرت کرنے پر مجبور کر رہے تھے۔ حکومت پاکستان نے ایوب خان کو اپنی طرف سے باؤنڈری فورس کے کمانڈر میجر جنرل ریس کا مشیر نمائندہ مقرر کیا ہوا تھا۔ یہ وہی ریس تھا جس نے برما میں ایوب خان کو 1945ء میں کمان سے ہٹایا تھا۔ ''نوائے وقت'' ''زمیندار'' اور ''پاکستان ٹائمز'' جیسے قومی اخبارات کی فائلوں پر سرسری نظر ڈالنے ہی سے یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ مسلم لیگی اور دیگر سماجی کارکنوں نے ایوب خان کی اپنے مقدس، اہم اور نازک فرائض سے لاپرواہی پر جو تنقید کی اس سے ان روزناموں کے کالم بھرے پڑے ہیں اس تنقید میں اس حد تک کہا گیا کہ اس وقت جب بیسویں

www.bhutto.org

صدی کے ہنوں اور منگولوں کے ہزاروں مسلمانوں پر لگائے ہوئے جسمانی اور وحانی زخموں سے خون بہہ رہا تھا' ایوب خان غیر سنجیدہ تقاریب کی شرکت میں مصروف تھے' ایوب خان کا منتخب کردہ جانشین یحییٰ بقول جنرل ریٹائرڈ مظفر الدین کے اخباری بیان (وفاق 14 اپریل 88ء) اور کرنل صدیق سالک کی کتاب کے مطابق' محلات میں نیرو بنا دن رات رنگ رلیاں مناتا رہا۔

گریسی کی بے وفائی اور سکندر مرزا ایوب خان کے کردار کے متعلق بیان کردہ نکتے کے ثبوت کے طور پر ڈاکٹر کلیم صدیقی کی تصنیف ''پاکستان میں بحران کشمکش اور ''جنگ'' سے متعلق موثر بیان کا اقتباس ذیل میں دیا جاتا ہے۔

''دولت مشترکہ' جس میں پاکستان اور بھارت دونوں نے آنکھ کھولی' ننھالی رشتے کا ایسا پھندا ثابت ہوئی جس نے نو آزاد ریاستوں کو ''مادر وطن'' سے ملا دیا۔ برطانوی تاج ولایت کا نشان تھا' جب کہ خسروی ترجیحات اور سٹرلنگ ایریا شیر مادر کے مترادف تھا جس پر دونوں ڈمینین پل رہے تھے فی الحقیقت مضبوط ترین رشتہ تو افواج کا تھا گو یہ حقیقت تقسیم ملک کے فوراً بعد اجاگر نہ ہوئی تھی۔

''ایوب خان کے الفاظ میں حب الوطنی' شعوری فرائض' وفاداری اور سول اتھارٹی کی مکمل اطاعت گزاری کی عظیم روایات پاک فوج کو بلاشبہ ورثے میں ملی تھیں لیکن یہ روایات لچک دار تھیں بھارتی افراد نے جب کشمیر پر قبضہ کا آغاز کیا تو جناح اکتوبر 1947ء میں بذریعہ ہوائی جہاز لاہور تشریف لائے پاکستان کے اعلیٰ ترین سول حکمران جناح نے پاک فوج کو کشمیر میں داخل ہونے کا حکم دیا اس حکم کی تعمیل نہ کی گئی جو واقع پیش آیا وہ کچھ یوں تھا کہ جناح نے قائم مقام کمانڈر انچیف جنرل سر ڈگلس گریسی کو کشمیر میں پاک فوج بھیجنے کا حکم دیا سول حکمران کے احکامات کی اطاعت کی بجائے گریسی نے جناح کو برطانوی افسروں کی واپسی کی دھمکی دے کر ان پر گویا بندوق تان لی...... کلیم صدیقی مزید لکھتے ہیں۔

''ایوب خان جو جنوری 1951ء میں پاک فوج کے کمانڈر انچیف بنے اور میجر جنرل سکندر مرزا انڈین پولیٹیکل سروس کا سول سرونٹ ڈیفنس سیکرٹری تھا یہ دونوں سینڈ ہرسٹ گریجوایٹ تھے مرزا سیاسی سازشیں کرنے والے ذہن کا مالک تھا شمال مغربی سرحدی صوبے میں برطانوی پولیٹیکل ایجنٹ کی حیثیت سے اسے (سازشیں کرنے کا) طول تجربہ حاصل تھا ایوب خان کا ذہن بھاڑے کے کمانڈر کا سا تھا۔

www.bhutto.org

گزشتہ پیروں (Paras) میں ایوب خان کے پیشہ ورانہ پس منظر کے سلسلے میں جو تفصیلات بیان ہوئیں ان کا مقصد ہرگز یہ نہیں کہ ایک ایسے انسان کی تحقیر وتوہین کی جائے جوان واقعات سے پردہ اٹھانے کی پوزیشن میں نہیں جو 1965ء کی اندھی گلی کی طرف دھکیل لے گئے بلکہ ہمارا مقصود تو قارئین کو اس حقیقت سے روشناس کرانا ہے کہ کسی اور کی نسبت مسٹر بھٹو جیسے زیرک، چالاک اور مشہور مہم جو نے یہ تاڑ لیا کہ میجر جنرل اختر حسین ملک یحییٰ وغیرہ کے سیاسی عزائم اور ایوب خان کی انا پر کھیل کھیل کر ایوب خان کو جنگ کے طفلانہ تصور پر قائل کرنا بہت آسان ہوگا جیسا کہ حالیہ پریس رپورٹوں سے ظاہر ہوتا ہے اس سلسلے میں نوکر شاہی کے اعلیٰ ترین عہدوں پر فائز افسر بھی بھٹو کی حمایت کرر ہے تھے اس بچگانہ منصوبے کی مخالفت نہ کر کے موسیٰ نے بالواسطہ طور پر بھٹو کی مدد کی لیکن وسعت پرواز کے فقدان کی بنا پر وہ قابل معافی ہیں تاہم موسیٰ کے جنرل سٹاف کو اتنی آسانی سے معاف نہیں کیا جاسکتا چیف آف جنرل سٹاف اور ڈائریکٹر ملٹری آپریشن اس منصوبے کے سنگین نتائج کا ادراک رکھتے ہوئے بھی اس وقت خاموشی اختیار کیے رہے جب میں نے (کہ فوج کے سپیشل سروس گروپ کی کمان کرر ہا تھا) اس کارروائی کے بارے میں مفصل دلائل پیش کیے جو کہ بعد میں صحیح ثابت ہوئے وجہ؟ مذکورہ بالا افسران ذہین ہوشیار اور لائق فائق شمار کیے جاتے تھے انہوں نے سادہ لوح ایوب خان کو (بھٹو کا) آلہ کار کیوں بننے دیا ایسے حالات میں جب قوم کی قسمت خطرے میں ہو تو خاموشی کو ڈسپلن کے ضابطے کا جواز بنا کر پیش نہیں کیا جاسکتا یہ امر تو یقیناً ہم سب فوجی تاریخ کے حوالے سے جانتے ہی ہیں یا کیا یہ بات بھی سٹاف کالجوں اور اکادمیوں میں ہی پڑھائی جاتی ہے۔

ایوب خان نے یا تو حالات کا غلط اندازہ لگایا یا پھر اخبارات اور جریدوں میں چھپنے والی خبروں کے مطابق کسی ٹولے کی مجرمانہ سازش کے باعث پاکستان کو 1965ء کی جنگ میں دھکیل دیا گیا حقیقت یہ ہے کہ 6 ستمبر 1965ء کو بھارتی گولہ باری راکٹوں اور گولیوں کی بوچھاڑ میں عوام سراسیمگی کے عالم میں بیدار ہوئے ریاست کے سربراہ اور فوج کے سپریم کمانڈر ایوب خان کو ...... جو پیشہ ورانہ طور پر سادہ لوح مگر اپنی تمام کوتاہیوں کے باوجود محب وطن تھے۔

ایئر وائس مارشل ایم اختر، چیف آف ایئر سٹاف نے میٹھی نیند سے جگا کر بتایا کہ پاک فضائیہ کے آپریشن سنٹرز کے مطابق بھارتی فضائیہ کی بڑی بڑی ٹکڑیاں ہمارے اہم ہوائی اڈوں اور دیگر مواصلاتی مراکز کی طرف بڑھ رہی ہیں خدا کا شکر ہے کہ کوئی تو پاکستان میں جاگ رہا تھا۔

www.bhutto.org

پاک فوج کو تباہ کرنے کی سازش اس حد تک ابلیسانہ تھی کہ 6 ستمبر 1965ء کی صبح کو پاک فوج کے یونٹوں کے بڑے حصوں کی افرادی قوت پچیس فی صد کم تھی کیونکہ سپریم کمانڈر اور کمانڈر انچیف یا ان کے جنرل سٹاف نے بھارت کے ساتھ بھرپور جنگ کو یقینی تو کہاں امکانی بھی خیال نہ کیا اور اس طرح رخصت پر گئے فوجیوں کی چھٹیاں بھی منسوخ نہ کیں ضمناً یہاں یہ عرض کر دیا جائے کہ رن کچھ کے موقع پر تمام فوجیوں کی رخصتیں منسوخ کر دی گئی تھیں جو کہ صحیح عمل تھا۔

خواہ یہ حالات و واقعات کے متعلق غلط فہمی یا غلط اندازے کی وجہ سے ہوا کہ پاک فوج 6 ستمبر 1965ء کو اس وقت جنگ میں دھکیل دی گئی جب اس کی افرادی قوت پچیس فی صد کم تھی تو بھی یہ کوتاہی ناقابل معافی ہے کیونکہ کمانڈر انچیف اور اس کے جنرل سٹاف کو بخوبی علم تھا کہ کشمیر کی ساری وادی ایک ماہ سے زائد عرصے سے آگ کی لپیٹ میں ہے اور چھمب جوڑیاں سیکٹر میں شدید زمینی اور فضائی لڑائیاں ہو رہی ہیں جن میں بکتر بند فوج توپ خانہ اور پیادہ فوج بڑی تعداد میں حصہ لے رہی ہے چنانچہ ہمیں چار و ناچار ان دعوؤں کو تسلیم کرنا ہی ہوگا کہ فوجی شکست و ریخت کے لئے جنگ ستمبر سوچی سمجھی ابلیسانہ سازش تھی۔

ایوب خان کے ہاتھوں ذاتی وفاداریوں کی بنیاد پر جنرل موسیٰ کا بطور فوجی سربراہ انتخاب 1965ء میں پاکستان کے لئے قریب قریب تباہ کن ثابت ہوا ایوب خان کی فہم و فراست کی دوسری بڑی غلطی یہ تھی کہ 1966ء میں پاک فوج کو یحییٰ خان کے حوالے کر دیا گیا اور پھر مارچ 1969ء میں مملکت پاکستان کو یحییٰ خان کی تحویل میں دے دیا گیا یہ بات کہ انہوں نے موخر الذکر کارروائی جیسا کہ بہت سے مبصرین بشمول میجر جنرل فرمان علی اور ملک غلام جیلانی کا خیال ہے بعالم مجبوری یا رضا کارانہ طور پر کی اس وقت تک پردہ اخفا میں رہے گی جب تک 1965ء کی جنگ کے تصور عمل اور نتائج کی عدالتی تحقیقات نہیں کی جاتی۔

ڈیفنس جرنل کراچی کے شمارہ ۸ (1975) اور شمارہ ۹ (1976) میں ماہر فوجی مبصرین کے بعض تبصرے نقل ہوئے ہیں 1965ء کی جنگ میں ہائی کمان کی حد درجہ پیشہ ورانہ نا اہلی کے الزام کے ثبوت کے طور پر یہ تبصرے ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں۔

''1965ء کی جنگ میں ایک انفنٹری ڈویژن جسے دشمن پر برتری حاصل تھی زیادہ تر بے کار و غیر فعال رہی تھی یہ ڈویژن ہر چہار اطراف ''سایو'' کا تعاقب کرتی رہی اور جنرل ہیڈ کوارٹر کو غلط رپورٹیں بھیجتی رہی .... جنگ کے پہلے ہی روز صف بندی کا نظام درہم برہم ہو گیا دشمن کے

www.bhutto.org

قرب کے متعلق ذہن میں بجلی کی مانند کوندنے والے خیالات نے سوچے سمجھے منصوبے کے پرنچے اڑادیئے۔''

(لیفٹیننٹ جنرل عتیق الرحمٰن)

ریٹائرڈ میجر جنرل شوکت رضا کا کہنا ہے ''3 ستمبر 1965ء کو میجر جنرل شیر بہادر چیف آف جنرل سٹاف نے ڈائریکٹروں کی ایک کانفرنس منعقد کی ہمیں بتایا گیا کہ ہماری افواج نے کشمیر کی جنگ بندی لائن عبور کرکے چھمب پر حملہ کردیا ہے لیفٹیننٹ کرنل ریاض احمد (شعبہ تاریخ) نے استفسار کیا کہ آیا لاہور اور سیالکوٹ کے دفاع کے لئے مناسب احتیاطی تدابیر اختیار کرلی گئی ہیں کیونکہ بھارت ردعمل کے طور پر ان علاقوں پر لازماً حملہ آور ہوگا ڈائریکٹر ملٹری انٹیلی جنس (بریگیڈئر ارشاد) نے جس کی تائید ڈائریکٹر ملٹری آپریشنز (بریگیڈیئر گل حسن) نے کی حاضرین کو یقین دلایا کہ بھارت بھرپور جنگ چھیڑنے کی پوزیشن میں نہیں ہے۔

ریٹائرڈ میجر جنرل احسان الحق ملک کا بیان ہے ''مجھے اس وقت بھی احساس ہوا تھا اور ماضی پر نگہ واپسیں ڈالنے پر اس خیال کو مزید تقویت ہوئی ہے کہ ہمیں زبردستی جنگ میں دھکیلا گیا تھا ستمبر 6 سے پہلے ہم بیرکوں سے باہر نکل آئے تھے اور کارروائی کے لئے مستعد و تیار صف بندیوں پر ہمہ تن متوجہ تھے اس کے باوجود ہمیں یہ بالکل معلوم نہ تھا کہ جنگ چھڑنے کی صورت میں ہمیں ٹھیک کیا کرنا ہوگا۔''

ایک اور فوجی مبصر کا خیال ہے کہ 1965ء کی جنگ میں ہماری ہائی کمان نالائق' نااہل اور قوت متخیلہ سے عاری ثابت ہوئی جنگی عمل کے دوران حد درجہ دخل اندازی مہلک اختلافات اور چھوٹے چھوٹے اختلافات ابھر کر سامنے آئے بعض سینیئر افسروں کی کامیابیاں حد درجہ بڑھا چڑھا کر پیش کی گئی تھیں۔

1965ء کی جنگی حکمت عملی کے متعلق ایک اور بات اہم ہے کہ پاک فوج کو نام نہاد نئے دفاعی تصور کے تباہ کن حربی نظریئے نے بہت نقصان پہنچایا اس نظریئے کی کڑوی گولی بھرپور مخالفت کے باوجود ہر سطح پر پاک فوج کے کمانڈروں کے حلق سے اتاری گئی ایوب خان اور جنرل موسیٰ کے علاوہ جن پر پیشہ ورانہ معصومیت کا الزام عائد کیا جاسکتا ہے جنرل یحییٰ خان چیف آف جنرل سٹاف اور جنرل حمید ڈائریکٹر جنرل ملٹری ٹریننگ اس فراڈ کے اصل مرتکب قرار دیئے جاسکتے ہیں یہ تصور جنگ کے پہلے ہی روز تلخ حقائق کا سامنا نہ کرسکا اور ذلت کی موت مرگیا لیکن بدقسمتی

www.bhutto.org

ہے اس کے خالق ابھی زندہ ہیں اور پاکستان کا تمسخر اڑا رہے ہیں۔

اسی طرح جنرل یحییٰ اور جنرل حمید نے پاک فوج میں جو زہر گھولا تھا وہ خدمت قوم کے سلسلے میں ان کی واحد کارکردگی نہ تھی 1965ء کی جنگ میں ان کا رویہ نرم سے نرم الفاظ میں ''مشتبہ'' نا اہلی کا تھا۔

اس وقت اختر حسین ملک کے خلاف خواہ کچھ بھی کہا جائے لیکن اس امر کا حد درجہ امکان موجود تھا کہ اگر جنرل موسیٰ نے انہیں غلط موقع پر کمان سے الگ نہ کیا ہوتا تو وہ اغلباً اکھنور پر قبضہ کر لیتے اور اس سے 1965ء کی جنگ ایک ایسا رخ اختیار کرتی جو پاکستان کیلئے انتہائی خوشگوار ہوتا کمان حاصل کرنے پر یحییٰ خان نے اکھنور پر قبضے کے لئے کوئی اقدام نہ کیا کچھ بھی تو نہ کیا اکھنور پر قبضے سے اصل منصوبے کی نظریاتی کمزوریوں کی تلافی ہو جاتی لیکن یحییٰ خان نے کوئی کوشش نہ کی وہ طلوع آفتاب سے رات گئے تک مسلسل شراب پیا کرتا تھا اور لنچ کی نشستوں میں جن کے جام چڑھاتا تھا ان چند لمحات میں جب وہ مدہوشی کے چنگل سے آزاد ہوتا۔

اس کا مشہور شغل اپنے اور اپنے حواریوں کے حق میں پروپیگنڈہ ہوتا......صف اول کے قومی اخبار ''نوائے وقت'' کی 10 مارچ 1978ء کی اشاعت میں ایک فوجی مبصر کا حد درجہ تجزیاتی مضمون شائع ہوا تھا جس میں مضمون نگار نے یحییٰ کی المناک کارکردگی کی تصدیق و توثیق کی تھی اور لکھا تھا کہ یحییٰ حمید' ٹکا خان' وغیرہ کو 65ء کی جنگ کے بعد ریٹائر کر دینا چاہئے تھا۔

جنرل حمید اپنے دوست سے بھی دو قدم آگے نکل گیا کھیم کرن' امرتسر سیکٹر میں بھارت پر کاری ضرب لگانے کا پاکستان کو نادر موقع ملا جسے جنرل حمید نے ضائع کر دیا وہ نمبر 1 آرمرڈ ڈویژن اور اپنی 11 انفنٹری ڈویژن کے فورس کمانڈر کی حیثیت سے حملے کے انتظام و انصرام کا ذمہ دار تھا۔

یہ گویا اس کے پاس ترپ کا پتا تھا اس کارروائی میں وہ ناکام و نامراد رہا اور اس نے یہ ترپ کا پتا بھی گنوا دیا کھیم کرن کا حملہ تین وجوہات کی بنا پر ناکامی سے دوچار ہوا ایک تو فورس کمانڈر کی سطح پر فعال کمان کا فقدان' دوسرے فوجی نقل و حرکت میں سامان حرب و رسد اور ربط و ضبط کی خرابیاں' اور تیسرے بکتر بند ہراول فوج کے لئے پیادہ سپاہ کی ناکافی امداد ان تینوں کوتاہیوں کا براہ راست ذمہ دار فورس کمانڈر جنرل حمید ہی تھا۔

جنرل یحییٰ خان اور جنرل عبدالحمید دونوں ہی حد درجہ ذہین اور لائق سپاہی کی شہرت کے

www.bhutto.org

حامل تھے سٹاف کالج کوئٹہ میں دونوں نے معلم کی حیثیت سے اچھی خدمات سرانجام دی تھیں وہ ایوب خان' جنرل موسیٰ اور جنرل ٹکا خان کے برعکس پیشہ ورانہ دیوالیہ پن کا شکار نہ تھے...... چنانچہ 1965ء اور 1971ء کی جنگوں میں ان دونوں کے اطوار حد درجہ مشتبہ دکھائی دیتے ہیں اور یہ بات فقط اور فقط اس امر کی طرف دلالت کرتی ہے کہ یہ دونوں پاکستان کو تباہ کرنے پر تلے بیٹھے...... تھے صد افسوس کہ وہ بالآخر 1971ء میں اپنے مذموم مقاصد میں کامیاب ہو ہی گئے۔

1965ء کی جنگ کے بعد سے یہ بات ہر جگہ کہی جا رہی ہے کہ مسلح افواج نے حکومت سے مزید دو انفنٹری ڈویژنوں کے قیام کی منظوری طلب کی تھی اس وقت سے باخبر حلقے یہ کہہ رہے ہیں کہ مسٹر شعیب' وزیر خزانہ نے فنڈز دینے کی سختی سے مخالفت کی ورنہ پیدل فوج کی دو ڈویژنیں جن کی اشد ضرورت تھی قائم ہو جاتیں اور اس طرح بھارت کی بری فوج کے مقابلے پر ہماری بری فوج کا تناسب تین اور ایک کا ہو جاتا اگر یہ صحیح بات ہو تو مسٹر شعیب کے انکار کی تہہ میں پنہاں وجہ کا سراغ لگانے کے لئے بھرپور عدالتی تحقیقات کی ضرورت ہے خدا کرے یہ انکار معاندانہ غیر ملکی اثر و رسوخ کے تحت نہ کیا گیا ہو۔

یہ بات بھی عام ہے کہ وزارت امور خارجہ نے جنرل موسیٰ کمانڈر انچیف کو یقین دہانی کرائی تھی کہ وزارت کے پاس اس امر کا ناقابل تردید ثبوت ہے کہ جب تک مسلح کشمکش کشمیر کی متنازعہ ریاست تک محدود ہے بھارت بین الاقوامی سرحدوں کو عبور کر کے حملہ آور ہونے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا عوام کو یہ جاننے کا حق ہے کہ آیا اس نوعیت کا نوٹ وزارت امور خارجہ نے فی الحقیقت بھیجا تھا اور اگر بھیجا تھا تو وہ کون سے محرکات تھے جن کی بنا پر اس وزارت کا سیکرٹری غلط نتیجے پر پہنچا جنرل موسیٰ' کمانڈر انچیف اور ان کے جنرل سٹاف کے غلط چلن کے باوجود جس کے باعث انہوں نے پاک افواج کو جنگی اہمیت کے حامل مقامات پر تعینات نہ کیا مذکورہ نوٹ کے مصنف کو معاف نہیں کیا جا سکتا۔

اس مختصر سے مضمون میں ان سازشوں کی جانب بار بار اشارہ کیا گیا جو پاکستان کی تصوراتی منازل کے دوران اور قیام پاکستان کے بعد پروان چڑھتی رہیں ان سازشیوں میں سرفہرست ماؤنٹ بیٹن کا نام ہے جس نے ریڈکلف ایوارڈ کا سنگدلانہ تمسخر اڑایا...... گریسی نے اس مکارانہ راہ پر چل کر قائداعظم کے صحیح فیصلے کے خلاف بغاوت کر کے پاک فوج کو کشمیر میں داخل ہونے سے روکے رکھا کلائیو کی پیروی کرتے ہوئے گریسی نے اسکندر مرزا کی ذات میں حیاتیاتی اعتبار

www.bhutto.org

اور ملعون خلائق ہونے کے ناطے سے میر جعفر ڈھونڈ نکالا کلائیو اور میر جعفر کی طرح ان دونوں نے گٹھ جوڑ کر کے پاکستان کے حکام کو ایسے نازک موقع پر جنگ بندی کے لئے مجبور کیا جب بریگیڈیئر نوابزادہ شیر علی خان کی سرکردگی میں ایک اعلیٰ منصوبے کے تحت حملہ ہونے کو تھا۔

اسکندر مرزا اور گریسی ایوب خان کو کمانڈر انچیف بنانے کے لئے کامیاب لابی کرتے ہیں اور اس کے بعد 1958ء تک اسکندر مرزا' ایوب خان کے مفادات کو آگے بڑھاتا اور ان کی حفاظت کرتا رہتا ہے اعلیٰ ترین سیاسی اقتدار کی اندرونی لڑائی میں بالاخر شکست کھانے سے پیشتر اسکندر مرزا' مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کے پاکستانی سیاست میں داخلے کا اہتمام کرتا ہے اور اکتوبر 1958ء میں مارشل لاء کے نفاذ کے بعد ایوب خان کی کابینہ میں مسٹر بھٹو کو وزیر صنعت وقدرتی وسائل مقرر کراتا ہے۔

اس طرح جغرافیائی سیاسی میدان میں اسکندر مرزا اپنی نمائندگی کے لئے ذوالفقار علی بھٹو کو چھوڑ جاتا ہے آخر کار 69-1968ء میں ایوب خان بھٹو سے سیاسی شکست کھاتے ہیں تاہم پاکستان کی جغرافیائی حدود کو یحییٰ خان کی تحویل میں دے کر وہ اعلیٰ ترین اختیارات کے حصول کے سلسلے میں بھٹو کی کوششوں کو کامیاب نہیں ہونے دیتے بنیادی طور پر فوج نہیں بلکہ گل حسن کے ذریعے دسمبر 1971ء میں بالاخر بھٹو اعلیٰ ترین اختیارات حاصل کر لیتا ہے اور اب 1978ء میں بھٹو کی خواہش ہے کہ ٹکا خان اس کا جانشین بنے اور موخر الذکر اپنے قائد کے لئے ''اپنی جان قربان کرنے کی قسم کھاتا ہے'' اگر یہ محض ٹکا خان کی جان آفرینی کا سیدھا سادھا معاملہ ہو تو یہ کوئی باعث تشویش مسئلہ نہیں خس کم جہاں پاک۔

پاکستان کے ہاتھوں اگر بھارتی بری افواج کی فیصلہ کن جنگی شکست کا کبھی کوئی امکان تھا تو یہ 1965ء میں موجود تھا یا یوں کہہ لیجئے 63-1962ء سے لے کر 1965ء تک یہ امکان موجود تھا ہمارے عوام کو یہ بات معلوم نہیں اور نہ ہی انہیں کبھی اعتماد میں لیا گیا کہ بعض غیر متوقع حربی واقعات کے باوجود پاکستان نے بھارت کے خلاف 1965ء کی جنگ برتر فوجی ساز وسامان کے ساتھ لڑی یہ وہ پوزیشن ہے جس کے حصول کا مستقبل قریب میں کوئی امکان نظر نہیں آتا بریگیڈیئر اے آر صدیقی نے اپنے بہت اچھے مضمون بعنوان جنوبی ایشیاء کی مسلح کشمکش۔ 1965ء میں نہایت ایجاز کے ساتھ پاکستان کے نسبتاً برتر ہتھیاروں مثلاً امریکی ساختہ پیٹن ٹینک' درمیانے درجے کا بھارتی توپخانہ ایف 86 لڑاکا بمبار طیارے ایف 104 سٹار فائٹرز اور بی 57 بمبار طیاروں کی

www.bhutto.org

ترتیب وتشکیل کا نقشہ کھینچا ہے اس صحیح صحیح تصویر کشی کی تائید واشنگٹن سے جاری ہونے والی اس خبر سے بھی ہوتی ہے جس کا عنوان ہے بھارت اور پاکستان کے ہتھیاروں کا تقابل اور جسے ڈیفنس جرنل کے 1965 کی جنگ کے خصوصی اور بہترین شمارے......(جلد 3 شمارہ 109 سال 1977ء) میں نقل کیا گیا ہے ہردوافواج کی آرمرڈ قوت قریب قریب یکساں ہے لیکن پاکستان کے ٹینک جدید ترین اور پاکستان کی فضائیہ جدید ترین...... بھارت کے پاس تعداد زیادہ ہے پاک فضائیہ نے بہترین قیادت کے تحت حربی ساز وسامان...... ہوائی جہاز' نظام راڈار' مرمت وخبر گیری......ایئر فورس نے برتری کا پورا پورا فائدہ اٹھایا اور فضائی جنگ یقینی اور فیصلہ کن طور پر جیت لی......یونٹ اور چند رفیع الشان صورت میں بریگیڈ اور ڈویژن کی سطح پر ہمارے فوجی جوانوں اور جونیئر افسروں کی ہمت' حوصلہ' شجاعت اور بے مثال جذبہ جاں نثاری کے باوجود اعلیٰ قیادت کی نااہلی کے باعث بری افواج کے جنگی ساز وسامان کی موجودگی کا پورا پورا فائدہ نہ اٹھایا گیا۔

تاریخ شاہد ہے کہ اس قسم کے ٹکا خان جان کا نذرانہ پیش نہیں کرتے...... یہ لوگ تو ہزاروں لاکھوں سادہ لوح اور دیانت دار افراد کو موت کی آغوش میں دھکیلتے ہیں تا کہ ٹکے اور بھٹو ان کی لاشوں کے انبار کو زینہ بنا کر اندھے مفادات کے لئے کامل اختیارات کی بے نیام تلوار چلائیں۔

ٹکا خان بہت ہی نکما سپاہی تھا۔ اس میں ایوب خان کی فطری شان اور چمک مقصود ہے یہ صفات ایوب خان نے علی گڑھ اور سینڈھرسٹ سے حاصل کی تھیں۔ دوسری جنگ عظیم میں ٹکا خان کا ریکارڈ صفر کے برابر ہے۔ اپنے سینے کی تزئین کے لئے اسے نہ تو کوئی ملٹری کراس ملا' اور نہ کوئی نمایاں خدمات کا حکم نامہ ملا۔

1939-45Distinguished Service Order ء کے عرصے میں اگر وہ کسی کارکردگی کا ذکر کر سکتا ہے تو وہ فقط یہ ہے کہ وہ اس عرصے میں جنگی قید بن گیا۔

رن کچھ میں اس کی کارگزاری ادنیٰ ترین تھی۔ اس لڑائی کے اصل ہیرو بریگیڈیئر (بعد ازاں میجر جنرل) مرحوم افتخار جنجوعہ ہلال جرات تھے۔ 1965ء کی پاک بھارت جنگ میں بھی ٹکا خان کو کوئی اعزاز نہ ملا۔ درآں حالیکہ یہ کہ ایوب خان اور جنرل موسیٰ نے میڈلوں کی بوریاں بھر بھر کر تقسیم کیں۔ بعض افراد کے معاملے میں اپنی کوتاہیوں کی پردہ پوشی کے لئے ایسا کیا گیا۔ بالآخر اگست 1971ء میں یحییٰ خان نے اسے ہلال جرات بخشا۔ کس خوشی میں؟

آیئے اب ہم 1965ء کی پاک بھارت جنگ میں ٹکا خان کی کارکردگی کا خود جائزہ لیں۔ ٹکا

خان' ایک ابلیسانہ طور پر پلان کردہ لابی کی پیداوار ہے' اور وہ 1965ء کی جنگ کے تمام ایام میں (بیکار بیٹھے) اپنے ''انگوٹھوں سے کھیلنے'' کا شغل فرماتے رہے۔ آئندہ سطور ان کی کارکردگی کا بہترین خلاصہ پیش کرتی ہیں ''1965ء کی جنگ میں ایک انفنٹری ڈویژن' جسے دشمن پر برتری حاصل تھی' زیادہ تر بیکار وغیرہ فعال رہی۔ یہ ڈویژن ہر چہار اطراف ''سایوں'' کا تعاقب کرتی رہی' اور جنرل ہیڈ کوارٹر کو غلط رپورٹیں بھیجتا رہا۔ معقول فوجی بصیرت کی غیر موجودگی میں ایسا ہونا لازمی تھا۔''

یہ اقتباس ہم نے لیفٹیننٹ جنرل عتیق الرحمٰن کی ''اعلیٰ قیادت'' (Senior Leadership) سے لیا ہے' اور بالخصوص ٹکا خان پر تو یہ فیشن کے مطابق تیار کردہ پروپیگنڈہ مہم سے اگر کام نہ لیا جاتا تو ان ایام میں جب وہ ''سایوں'' کا تعاقب کرتا اور غلط رپورٹیں بھیجتا رہا' اس کی ''چھٹی'' نہ ہو جاتی تو 1965ء کی جنگ کے بعد تو حکومت اسے لازماً فارغ کر دیتی۔

کہا جاتا ہے' یہ ''سائے'' جن کا تعاقب ہو رہا تھا۔ ان بھارتی کمانڈوز پر مشتمل تھے جو ٹکا خان کے ڈویژن کی فرسٹ لائن کے عقب میں مصروف کار تھے۔ یہ نکتہ بھی دوسرے جنگی امور مثلاً اس کی فوجوں کی صفوں کے مقابلے پر دشمن کی فوجی طاقت کی طرح ٹکا خان اور اس کے کرنل سٹاف کے مابین سنگین اختلافات کا موجب بنا۔ سادہ لوح عوام کو شدید چکمہ یہ دیا کہ اپنی ڈویژن جو فقط سیالکوٹ شہر اور چھاؤنی کے دفاع پر مامور تھی' کے مقابلے پر دشمن کی طاقت کو جان بوجھ کر بڑھا چڑھا کے پیش کیا۔ سیالکوٹ فرنٹ کے بقایا سیکٹر کا دفاع جنرل ابرار حسین' اور بریگیڈیئر اے اے ملک کے مشہور 24 بریگیڈ اور دوسری سپاہ کے سپرد تھا۔

اس بریگیڈ اور سپاہ کو جنرل ابرار کی چھٹی آرمرڈ ڈویژن کی رفاقت میں بھارت کے ایک بکتر بند اور دو ماؤنٹین انفنٹری ڈویژنوں کے شدید حملوں کو ناکام بنانے کا شرف حاصل ہے۔ ٹکا خان کی اپنی ڈویژن کو بھارت کے تقریباً ایک بریگیڈ نے جارحانہ انداز میں قابو کر رکھا تھا۔ کمانڈر انچیف نے اپنے اسسٹنٹ پرائیویٹ سیکرٹری کے توسط سے جب مجھ سے ہماری ڈویژن کے مقابلے پر دشمن کی طاقت کے متعلق اپنی رائے کے متعلق استفسار کیا' تو میں نے ایک سگنل بعنوان'' پندرھویں ڈویژن کے کرنل سٹاف کی طرف سے کمانڈر انچیف کی خدمت میں'' صاف صاف تحریر کیا کہ میری ذاتی رائے کے مطابق پندرھویں ڈویژن کو ناموافق حالات کا سامنا در پیش نہیں۔ ظاہر ہے' ٹکا خان کو یہ رائے ناگوار خاطر گزری میں جس نکتے پر زور دینا چاہتا ہوں' وہ یہ ہے کہ ایام

www.bhutto.org

جنگ میں کسی مرحلے پر بھی ٹکا خان کی ڈویژن پر دشمن کا دباؤ نہیں پڑا۔ اس پہلو کو ایک حالیہ مضمون میں جو ایک قومی روزنامے.......... (نوائے وقت 10 مارچ) میں شائع ہوا تھا' ایک اور فوجی مبصر نے اجاگر کیا ہے۔

آیئے اب ہم اس امر کی طرف لوٹیں جسے عتیق الرحمٰن نے ٹکا خان کی طرف سے ''سایوں کا تعاقب'' کا موزوں نام دیا ہے' یعنی پندرھویں ڈویژن کی فرنٹ لائن کے پیچھے دشمن کے کمانڈر کا جعلی اور من گھڑت قصہ اس مسئلے کو حل کرنے اور اس نکتے کو شکوک و شبہات کے دھند لکے میں سے نکالنے کے لئے ڈویژنل انٹیلی جنس یونٹ کے آفیسر کمانڈنگ کو معاملے کی تہہ میں جا کر ان اسباب کا سراغ لگانے پر مامور کیا گیا کہ جن کی بنا پر سیالکوٹ شہر اور چھاؤنی پر اور اس سے پیچھے مواصلاتی رابطے کے علاقے میں تقریباً روزانہ فائرنگ ہوتی تھی۔ اس کے نتیجے میں دو فوجی افسر اور کئی افراد شہید ہو گئے تھے۔ انٹیلی جنس کے کمانڈنگ نے جو رپورٹ پیش کی' اس سے یہ امر قطعی طور پر ثابت ہو گیا کہ ہماری فرنٹ لائن کے عقب میں دشمن کے کمانڈوز کے مصروف پیکار ہونے کے کوئی شواہد نہیں۔ میں دہراتا ہوں۔ نہیں ملے۔ اس رپورٹ میں مزید کہا گیا تھا کہ یہ تمام فائرنگ وغیرہ جنگ کی پیدا کردہ دھندلاہٹ کے باعث ہوئی۔ ہر بار' یہ فائرنگ اپنی ہی فوج نے شناخت کی غلطی کھا کر اپنے ہی لشکر پر کی۔ کرنل سٹاف نے یہ رپورٹ جنرل ٹکا خان کو دکھائی جس نے اسے پڑھا اور اس پر اپنے مختصر دستخط ثبت کئے۔

اس کے بعد کرنل سٹاف نے معمول کی کارروائی کی اور جنرل ہیڈ کوارٹرز کی اطلاع کے لئے سگنل دیا کہ ہماری فرنٹ لائن کے عقب میں نہ تو کبھی دشمن کے کمانڈوز موجود تھے اور نہ اب ہیں۔ دوسرے یہ بھی لکھا تھا کہ اس فائرنگ نے فرنٹ لائن کی سپاہ کے مقابلے پر مواصلاتی فوجیوں کی پست حوصلگی سے جنم لیا ہے اور تیسرے یہ سفارش کی گئی تھی کہ جنرل آفیسر کمانڈنگ (ٹکا خان) کو فیلڈ جنرل کورٹ مارشل کی کارروائی کرنے اور مثالی سزا دینے کے اختیارات تفویض کئے جائیں' تا کہ اس سراسیمگی پر فی الفور قابو پایا جائے۔ ساری دنیا کی افواج کا یہ عام معمول ہے' اور فوجی تاریخ کے طالب علم اس دعوے کی بلا تامل تائید کریں گے' یہ سگنل پڑھنے کے بعد ٹکا خان پریشان ہو گیا' اور اسے یہ خدشہ پیدا ہوا کہ کہیں یہ سگنل اس کی برطرفی یا موقوفی کا موجب نہ بن جائے۔ اس نے بلا تاخیر جی ایچ کیو سے اس سگنل کی منسوخی کی درخواست کی۔ بقایا کارروائی کے لئے اس کی لابی مستعد موجود تھی۔

www.bhutto.org

کرنل سٹاف کا ارسال کردہ سگنل ہیڈکوارٹر 15 ڈویژن ملٹری انٹیلی جنس ڈائریکٹریٹ اور ایڈجوائنٹ جنرل کی برانچ (پی ایس ڈائریکٹریٹ) کے ریکارڈ میں موجود محفوظ ہونا چاہیے۔ جنگ کے بعد جنرل موسیٰ کمانڈر انچیف کو ایک رپورٹ کے ذریعے اس واقعے سے سرکاری طور پر بھی آگاہ کیا گیا۔

اس رپورٹ کا جس میں ٹکا خان کی فاش غلطیوں کی نشاندہی کی گئی تھی، کوئی جواب موصول نہ ہوا، کیونکہ اس وقت جنرل موسیٰ کو بخوبی علم ہو چکا تھا کہ فوج کے اندر اور باہر ٹکا خان کی حمایت پر مستعد، مضبوط لابی موجود ہے یہ وہی لابی تھی جس نے یحییٰ خان کی سرکردگی میں تین سال بعد ہمارے ملک پر قبضہ کر لیا۔ مجھے امید ہے کہ اب تو قوم کے وسیع تر مفادات کے پیش نظر اور اس حقیقت کی روشنی میں کب کے ''حیاتیاتی'' سائے پھیل رہے ہیں، جناب جنرل موسیٰ حقائق سے پردہ اٹھائیں گے، تاکہ جب وہ خالق حقیقی کے حضور پیش ہوں، تو ان کے ضمیر پر کوئی بوجھ نہ ہو۔

بلحاظ تاریخ جنگ پلاسی کا فاتح کلائیو ہے جس نے صرف آٹھ سو انگریز سپاہ اور دو ہزار دو سو دیگر افراد یعنی کل تین ہزار سپاہ کے ساتھ بنگال، بہار اور اڑیسہ کو دو گھنٹے کی لڑائی کے بعد انگریزی سلطنت کا غلام بنا دیا۔ کلائیو کے صرف تین درجن کے قریب سپاہی کام آئے، لیکن اہل نظر جانتے ہیں کہ اس جنگ کا اصل فاتح، سراج الدولہ کی فوج کا سپہ سالار میر جعفر تھا جو پچاس ہزار فوج لئے پلاسی کے مقام پر اسلامی اقدار و اقتدار کی خودکشی کا نظارہ کرتا رہا۔ اس نے غداری سے کام لیتے ہوئے سراج الدولہ کی حکم عدولی کی کہ وہ کلائیو سے پہلے ہی ساز باز کر چکا تھا۔

اسی علاقے میں جو بعد میں مشرقی پاکستان کے نام سے موسوم ہوا، تاریخ کو پھر دہرایا گیا۔ ہندو بنیوں اور میر جعفر کی سی خصلتوں کے مالک بعض افراد اور افواج پاکستان کا کمانڈر انچیف اپنی تمام فوج لئے مغربی پاکستان میں ناؤ نوش میں مصروف رہے، اور اسلامی اقدار و اقتدار کی ''دوسری خودکشی'' کا میر جعفر کے تتبع میں نظارہ کیا کئے...... آیئے ان احوال کا ٹھنڈے دل کے ساتھ جائزہ لیں۔

www.bhutto.org

1971ء کا المیہ: سقوط ڈھاکہ

ہمارے ہائی کمان نے 1965ء میں جو حماقتیں کی تھیں ان میں 1971ء کی جنگ میں دونوں محاذوں پر کئی گناہ اضافہ ہو گیا تھا ہمارے عوام اس حقیقت سے ناآشنا ہیں کہ 1971ء کی جنگ تو دراصل مغربی پاکستان میں ہاری گئی مغربی محاذ پر ہماری افواج اگر کوئی فیصلہ کن اور حربی اعتبار سے اہم فتح کر لیتیں تو باعزت جنگ بندی کی امید کی جاسکتی تھی لیکن صحرا میں لاحاصل حملے اور اس کے ساتھ اس حقیقت کہ جوابی حملہ کرنے والی ہماری فوج کو پاک فضائیہ کی مناسب امداد حاصل نہ تھی اس کے باعث ہمارا حشر 1965ء میں کھیم کرن کے سانحے سے بھی برا ہوتا فضائی امداد مہیا نہ کئے جانے کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ ہمارے اگلے (forward) ہوائی اڈوں پر زمینی سازو سامان موجود نہ تھا یہ امر پاک فضائیہ کے دیگر سینئر افسروں کے علاوہ ایئر مارشل رحیم نے جو 1971ء میں پاک فضائیہ کے کمانڈر انچیف تھے کئی جگہوں پر بشمول غالباً حمود الرحمٰن کمیشن تسلیم کیا ہے۔

ان سب نے یہ کہہ کر کہ اگلے ہوائی اڈوں کو حرکت میں لانے کے لئے مناسب پیشگی نوٹس نہ دیا گیا تھا تمام تر ذمہ داری جنرل ہیڈ کوارٹرز پر ڈال دی ہے اس مسئلے پر میں کسی سے بھی مباحثہ کرنے کو تیار ہوں بشرطیکہ یہ مباحثہ قومی سطح (مثلاً پریس، ٹیلی ویژن، عدالتی کمیشن یا فوجی ٹریبونل) پر ہو یہاں بیان کردہ حقائق سے کیا نتیجہ نکلتا ہے یہی کہ 1965ء اور 1971ء کی جنگوں کے متعلق فوری تحقیقات کا آغاز ہونا چاہئے اور غدار اور نمک حرام بے نقاب ہوں ان پر مقدمہ چلے اور انہیں سزا دی جائے صحیح عدالتی طریق کار کے مطابق جب تک یہ نہیں ہوتا ہماری مسلح افواج اور ہماری قوم کو سیاسی جنگجوؤں اور دیگر مہم پسندوں کے یکے بعد دیگرے فراڈ کی بڑھتی ہوئی بیماری سے نجات دلانا ممکن نہیں 1965ء کی جنگ کا اگر صحیح احتساب ہو جاتا اور وہ لوگ جنہوں نے جنگی اہمیت کے حامل پلوں کو اڑا دیا جنہوں نے ہمارے کئی معرکوں میں بے تدبیری غلط نظم و ضبط اور گمراہ کن طرز سے کام لیا جنہوں نے پاک فوج کے سپاہیوں کی رخصتیں منسوخ نہ کیں جنہوں نے پلان کردہ

طریقے پر جنگی اہمیت کے حامل مقامات پر فوج کی سرنگوں کا جال بچھے (جو لگائی بھی نہ گئیں) میدان کے پیچھے تعینات نہ کیا اپنی سزا کو پہنچتے تو 1971ء کے المیے کو بڑی آسانی کے ساتھ روکا جا سکتا تھا۔

1965ء کی جنگ میں جرنیلی سڑک پر پیراشوٹ کے ذریعے اترے جانے والے فرضی اور خیالی دشمن سے دسمبر 1971ء میں راولپنڈی سے ڈھاکہ بھیجے جانے والے جھوٹے پیغامات میں (شمال سے بھورے اور جنوب سے سفید لوگ پاکستان کے حق میں مداخلت کے لئے آ رہے ہیں) کوئی زیادہ فرق نہ تھا جنرل ہیڈکوارٹرز سے ایسے پیغامات بھیجنے والے وہی لوگ تھے جو 1965ء کے حد درجہ اہم جنگی عمل میں ناخوشگوار حرکتوں کے مرتکب ہوئے۔

1965ء کا ڈائریکٹر جنرل ملٹری آپریشنز (گل حسن) 1971ء میں چیف آف جنرل سٹاف تھا اور 1965ء کا جنرل آفیسر کمانڈنگ انفنٹری ڈویژن (جنرل حمید) جوان دنوں کھیم کرن کے علاقے میں (دونوں ڈویژنل کمانڈروں سے سینئر تھا) جوابی حملے کے سلسلے میں ربط و ضبط' کمان اور پیادہ سپاہ کی امداد کا ذمہ دار تھا 1971ء میں چار ستاروں والا جرنیل اور پاک فوج کا چیف آف سٹاف تھا۔

کیا ہمیں کم سبق ملا ہے کہ یہ لازمی ہے کہ ہم موجودہ میر جعفروں اور میر صادقوں کو مجرم گردانے کا کام اپنی آئندہ نسل پر چھوڑ دیں ہمارے لئے اب یہ ضروری نہیں رہا کہ ہم ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہیں کیونکہ ہر دو ناقابل تردید حقائق ہمارے سامنے ہیں اور 1965ء اور 1971ء کی جنگ کا ایک المناک پہلو یہ تھا کہ اس نے لیفٹیننٹ جنرل پیرزادہ جیسے راسپوٹینوں کے لئے وسیع میدان چھوڑ دیا جہاں وہ لہو و لعب میں مشغول اور آرام پسند ایک اور محمد شاہ رنگیلے کے سائے تلے بیٹھ کر ذاتی مفادات کو آگے بڑھاتے تھے آیئے ہم پرامید ہو کر رب العزت کے حضور دعا کریں کہ ویسا بھیانک دور اب کبھی نہ آئے آپ بھی میرے ساتھ مل کر آمین کہیئے۔

قبل ازیں میں کہہ چکا ہوں کہ پاکستان نے 1971ء کی جنگ مغربی محاذ پر ہاری۔ مشرقی ہائی کمان کو 16 دسمبر 1971ء کے المیے میں شرکت کے الزام سے مبرا قرار دیئے بغیر اب ہم اپنے دعوے کے حق میں تائیدی شہادت پیش کرتے ہیں صدیق سالک نے اپنی بہترین کتاب ''وٹنس ٹو سرنڈر'' میں بیان کیا ہے ''مشرقی پاکستان میں 7 دسمبر کو ہی جب جنرل نیازی گورنر مالک کی

www.bhutto.org

موجودگی میں عالم ندامت میں رو دیئے وہ ناامید ہو چکے تھے''مشرقی محاذ پر مسلح افواج کے پریس رپورٹر اور افسر تعلقات عامہ کی حیثیت سے سالک نے اس عظیم المیے کا بچشم خود مشاہدہ کیا تھا اور ان کا بیان ہے کہ مشرقی کمان کے ہیڈ کوارٹرز میں 7 دسمبر کو مایوسی پھیل چکی تھی''مغربی محاذ پر پاک افواج نے کوئی نمایاں کامیابی حاصل نہ کی تھی''اور 7' 8 اور 9 دسمبر کے ایام جنرل نیازی پر بہت بھاری گزرے وہ اپنے کمرے میں بند ہو کر بیٹھ گئے اور آئندہ تین راتیں قریب قریب بے حس و حرکت پڑے پڑے گزاریں ان کی شگفتہ مزاجی اور بذلہ سنجی رخصت ہو چکی تھی دل کے مریض کی مانند ڈھا کہ یکایک دھڑام سے گر گیا نہ تو اس کے اعضاء قطع کیئے گئے اور نہ اس کے جسم کا قیمہ بنایا گیا۔

آیئے اب ہم راولپنڈی چل کر دیکھیں کہ کمانڈر انچیف کیا شغل فرما رہے تھے''وٹنس ٹو سرنڈر''ہی سے ایک اور اقتباس ملاحظہ فرمایئے''یحییٰ خان غم غلط کرنے میں مصروف تھے انہوں نے 3 دسمبر ہی سے جنگ میں دلچسپی لینا چھوڑ دی تھی اور وہ پھر کبھی اپنے دفتر نہ آئے بالعموم انکا ملٹری سیکرٹری ان کے پاس نقشہ لے جایا کرتا تھا بعض اوقات وہ اس پر اچٹتی سی نگاہ ڈال لیتے تھے اور یوں تبصرہ فرماتے''مشرقی پاکستان کے لئے میں کیا کر سکتا ہوں یہ بھی سننے میں آیا ہے کہ ان دنوں یحییٰ خان حافظ شیرازی کا یہ مصرع پڑھا کرتے تھے۔

ایں دفتر بے معنی غرق مے ناب اولیٰ

(بہتر ہے کہ ان لایعنی کاغذات کو شراب سے بھرے مٹکے میں غرق کر دیا جائے) دونوں محاذوں کے سپہ سالاروں کے اس چلن کے باوجود ہر میدان میں جنگ میں فوجی جوانوں اور جونیئر افسروں نے غیر مربوط چھوٹی چھوٹی کاروائیوں میں جو جنگی چالوں اور حربی مقاصد سے عاری تھیں بے پایاں مشکلات کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے اور انتہائی حوصلے اور بے جگری سے کام لیتے ہوئے شجاعت کی ایسی داستانیں تخلیق کیں کہ دشمن بھی دنگ رہ گیا اور اس طرح انہوں نے چھ سال سے بھی کم عرصے میں دوسری بار ہائی کمان کی قومی مقاصد سے بے وفائی کا کفارہ ادا کیا۔

معزز قارئین آپ بھی میرے ساتھ مل کر ان تمام بری' بحری' اور فضائیہ کے سپاہیوں' انصار مجاہدین اور دیگر گمنام محب وطن افراد کو خاموش خراج تحسین پیش کریں جنہوں نے امید کی تمام راہیں مسدود ہو جانے کے باوجود تمام خطرات سے بے پرواہ ہو کر داخلی بے وفائی اور غداری اور

www.bhutto.org

بھارت کی ننگی جارحیت اور فوج کشی کا مشرقی محاذ پر ڈٹ کر مقابلہ کیا ان کی عظیم الشان قربانیوں کے بغیر حوصلہ شکن حالات میں ان کے معرکتہ آلاراء کارنامے اور ان کی شجاعت پر مشتمل رزمیہ داستانیں جنم نہ لیتیں اور ہمارے معاشرے کو مزید خفت اٹھانا نہ پڑتی ان غازیوں کے معرکوں اور شہیدوں کے خون سے پاکستان کی فضاء عطر بیز ہے ماضی کی بعض تفصیلات کے چھپے اور کھلے گوشے بے نقاب کرنے کا واحد مقصد قوم کو مستقبل کی سازشوں کے خلاف مستعد کرنا ہے۔

اس برصغیر کے مسلمانوں نے 1756ء میں جنگ پلاسی اور 1971ء میں سقوط ڈھاکہ کے موقع پر پہلے ہی بہت بھاری قیمت ادا کی ہے ہمیں اپنے اندرونی اور بیرونی دشمنوں کو ہیٹ ٹرک (Hat trick) (مسلسل تین وکٹ لینا) کی اجازت نہ دینی چاہئے رب العالمین ہماری امداد فرمائے آمین۔

آیئے ہم یہ بھی دعا کریں کہ 1965ء اور 1971ء کی جنگوں کی عدالتی تحقیقات بالآخر عزیز احمد، بھٹو اور ٹکا خان جیسے لوگوں کے چہروں سے جو پاکستان کے اتحاد کو ضعف پہنچانا چاہتے ہیں وہ مصنوعی ہالے نوچ پھینکے گی جو مفاد پرست عناصر نے تخلیق کئے تھے...... خدا کے لئے ان حادثات کو ہرگز ہرگز دوبارہ جنم نہ لینے دیجئے۔

www.bhutto.org

مشرقی پاکستان بنگلہ دیش کیسے بنا؟

میجر جنرل ریٹائرڈ نوابزادہ شیر علی خان کی ذات کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ پاکستانی افواج کی تنظیم نو میں انہوں نے اہم کردار ادا کیا اور کشمیر کے جہاد 48 میں جانفروشی اور جاں سوزی کی ناقابل فراموش مثال قائم کی۔

جنرل صاحب نے جرنیلی بھی کی' سیاست کے خارزار بھی پائے اور بہت کچھ لکھا بھی۔ خصوصاً ملکی مسائل پر ان کے مضامین ملکی اور بین الاقوامی سطح پر اکثر زیر بحث آئے۔ سانحہ مشرقی پاکستان کا تجزیہ اس نامور جرنیل نے کیسے کیا آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

صوبائی انتخابات کا مرحلہ آیا تو میں لاہور میں تھا' قومی اسمبلی کے انتخابات کے بعد جو صورت حال سامنے آئی' اس کی روشنی میں صوبائی اسمبلیوں کے متوقع نتائج کا اندازہ باآسانی لگایا جا سکتا تھا۔ جلد ہی دائیں بازو اور اسلام پسند جماعتوں کے ایک گروپ نے مجھ سے ملاقات کی۔ ان لوگوں کا تعلق ہزارہ کے علاقے سے تھا۔ انہوں نے مجھے ضمنی انتخاب میں قومی اسمبلی کی ایک نشست کا انتخاب لڑنے کی پیش کش کی۔ یہ نشست قومی اسمبلی کے کسی نومنتخب ممبر سے استعفٰی دلوا کر خالی کرائی جاتی اور قطعی محفوظ ہوتی۔ میرے لئے اس پیشکش کو قبول کرنا ناممکن تھا' چنانچہ شکریئے کے ساتھ معذرت کر لی۔ اسی طرح ایک اور حلقے کی طرف سے پیش کش ہوئی کہ لاہور میں مسٹر بھٹو کی طرف سے خالی کی جانے والی نشست پر آزاد امیدوار کی حیثیت سے انتخاب لڑوں' لیکن میں نے اسے بھی ٹال دیا پھر ایک قادیانی دوست کی معرفت ربوے سے ''دوستی کا پیغام'' آیا۔ قادیانی برادری الیکشن میں میری مدد اور حمایت کرنے پر تیار تھی۔ ''دوستی کے اس پیغام پر مجھے خاصا تعجب ہوا۔ میرا خیال ہے اس پیغام کا سبب ربوہ سے جاری ہونے والا وہ اخباری بیان تھا جس کی رو سے عوامی تاثر کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کی گئی تھی کہ قادیانی برادری نے کمیونسٹوں' سوشلسٹوں یا صرف پاکستان پیپلز پارٹی کے حق میں ووٹ ڈالے ہیں۔

دائیں بازو اور اسلام پسند جماعتوں کے بہت سے رہنما تقریباً روزانہ مجھ سے ملنے آتے

www.bhutto.org

ہیں میں نے انہیں بہت ہی رنجیدہ اور بدل دل پایا۔ ان کے سامنے مستقبل کا کوئی لائحہ عمل نہ تھا۔ میں نے انہیں یہ حقیقت ذہن نشین کرائی کہ سیاست ایک ایسا کھیل ہے جو کبھی نہیں رکتا۔ یہ کبھی نہ ختم ہونے والا ایک عملی طریق کار ہے۔ میں ان سے کہا کرتا تھا کہ جو کچھ ہوا وہ یہی ہے کہ انہیں انتخابات میں شکست کا سامنا کرنا پڑا اور اسکی بڑی وجہ یہ ہے کہ ان میں باہمی نفاق تھا اور وہ مختلف دھڑوں میں بٹے ہوئے تھے۔ پھر ان کے پاس کوئی پروگرام تھا نہ جاندار شخصیتیں جو امیر غریب سب کے لئے اپنے اندر کشش رکھتیں۔

انتخابات کے نتائج سامنے آئے تو ہارنے اور جیتنے والے دونوں بھونچکے رہ گئے۔ دو کاملاً علاقائی جماعتیں اپنے اپنے علاقے میں کامیاب وکامران قرار پائیں۔ مشرقی پاکستان میں عوامی لیگ، مغربی پاکستان میں پیپلز پارٹی، عوامی لیگ اپنی فتح کے بارے میں شائد کسی قدر پرامید ضرور تھی، لیکن ان انتخابات کے نتیجے میں اسے جو زبردست اکثریت حاصل ہوئی، اس کا تصور اس نے کبھی خواب میں بھی نہ کیا ہوگا۔ مغربی پاکستان میں پیپلز پارٹی نے پنجاب میں بے پناہ کامیابی حاصل کی۔ سرحد اور بلوچستان میں نیب (ولی گروپ) ایک طاقت بن کر ابھری۔ سندھ میں پیپلز پارٹی کی کارکردگی کا دائرہ بے حد وسیع نہ تھا۔ کئی آزاد امیدوار بھی کامیاب قرار پائے تھے تاہم ان سے مذاکرات کے بعد پیپلز پارٹی یہاں بھی حکومت بنا سکتی تھی۔ میں اس موقع پر سیاسی اور آئینی گفتگو کا تذکرہ ضروری نہیں سمجھتا جو یحییٰ خان اور اسٹیج کے دوسری مرکزی کرداروں کے درمیان خفیہ طور پر ہوئی۔ ڈاکٹر جی ڈبلیو چودھری کی کتاب ''متحدہ پاکستان کے آخری ایام'' میں اس سیاسی ٹیم کی فہرست موجود ہے اور ان کے کام اور رویوں سے تفصیلی بحث کی گئی ہے۔

میں یہاں مختصراً اس امر کا ذکر کروں گا کہ ایک سال کی انتخابی سرگرمیوں کا نتیجہ کیا نکلا اور پھر جب الیکشن کا یہ معرکہ جیتا یا ہارا گیا، تو مشرقی اور مغربی پاکستان کے میدان جنگ کی صورت حال کیا تھی۔

یکم جنوری 1970ء کو جب سیاسی سرگرمیوں پر سے پابندی ہٹائی گئی تو ساری جماعتوں نے یکدم اپنی اپنی بولیاں بولنا شروع کر دیں۔ مہینے کے اختتام پذیر ہونے تک ان کی سرگرمیاں پورے عروج تک پہنچ گئیں اور جوں جوں وقت گزرتا گیا ان میں اور تیزی آتی گئی۔ جلد ہی سیاسی جماعتوں کے باہمی اختلافات زیادہ کھل کر سامنے آگئے اور انہوں نے ایک دوسرے پر تند

www.bhutto.org

تیز اور رکیک حملے شروع کر دیئے۔ بعض جماعتوں نے تو مخالف امیدواروں کی کردار کشی کو اپنا مستقل وطیرہ بنالیا۔ کچھ عرصے بعد ہی صورت حال خاصی ابتر ہوگئی اور مجھ سے کہا جانے لگا کہ اخباروں کو اصلاح احوال کے لئے خصوصی ہدایات جاری کر دی جائیں۔ میں وزارت کی طرف سے اس طرح کی کوئی ''ایڈوائس'' جاری کرنے کے حق میں نہ تھا۔ لوگوں کو اگر بعض لیڈروں کے طرز فکر یا ناشائستہ لب و لہجے پر کوئی اعتراض تھا تو اخباروں کو ان کے جذبات کی عکاسی کرنے اور ضروری قدم اٹھانے کی آزادی حاصل ہونی چاہیے تھے۔

مارشل لا حکام نے اس سلسلے میں صرف ایک بار سخت قدم اٹھایا اور وہ بھی اس وقت جب کسی نے سی ایم ایل اے (یحیٰی خان) کی ذات کو تنقید کا ہدف بنایا۔ میں بائیں بازو کی جماعتوں کی تنقید اور ملامت کا مرکزی ٹارگٹ تھا' لیکن ان کے خلاف کوئی تعزیری کارروائی نہیں کی گئی۔ شاید اس لئے کہ میں کابینہ کا باوردی وزیر نہ تھا۔ مارشل لاء حکومت کے اس تضاد اور حکمت عملی سے الیکشن کے دوران غنڈہ گردی اور بدنظمی کو فروغ ملا اور بات یہاں تک بڑھ گئی کہ سال کے خاتمے پر جب حکومت نے اس پر کنٹرول کرنا چاہا تو اسے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ لوگوں کے دلوں سے مارشل لاء کا خوف اٹھ چکا تھا۔ پھر بعض سیاسی لیڈروں کے یہ دعوے بھی امن وامان بحال رکھنے کی کوششوں میں آڑے آئے کہ انہیں فوج کے مضبوط اور بااثر گروپوں کی حمایت حاصل ہے یہ کہنا غلط ہوگا کہ فوج (کچھ سینئر فوجی افسر) انتخابات کے دوران غیر جانبدار تھی۔

المیہ مشرقی پاکستان کے بارے میں دوسرے لوگوں نے جو کچھ لکھا مجھے اس سے قدرے اختلاف ہے۔ ڈاکٹر چودھری نے اس ضمن میں اپنی کتاب ''متحدہ پاکستان کے آخری ایام'' میں جو مشاہدات قلم بند کئے ہیں وہ بالخصوص الجھن میں ڈالنے والے ہیں۔ میرا دعویٰ یہ ہے کہ ہم سب اس المیے کے ذمہ دار ہیں۔ مجیب الرحمٰن نے جو کچھ کا وہ صرف اسی لئے کیا کہ انہیں ایسا کرنے سے روکا نہیں گیا۔ اسی طرح دوسرں نے جو کچھ کیا وہ بھی اسی لئے کیا کہ انہیں کسی نے ایسا کرنے سے روکنے کی کوشش نہیں کی۔ یحیٰی خان تک نے بھی جو کچھ کیا' وہ اسی لئے کیا کہ کسی نے اسے ایسا کرنے سے روکا نہیں۔ اگر یہ سب لوگ اتنے بڑے یا اقتدار کے بھوکے تھے یا کمزور یا طاقت ور تھے تو پھر نظریاتی پروگرام کی حامل یا آزاد جماعتوں نے اپنے اختلافات ختم کر کے ایک مضبوط محاذ بنانے اور پاکستان کو بچانے کی متحدہ کوشش کیوں نہ کی؟

www.bhutto.org

مجیب کے ارادوں اور عزائم سے یقیناً ہر شخص آگاہ تھا۔ پھر یہ مذاکرات اور کانفرنسیں کس لئے تھیں۔ کابینہ سے مستعفی ہونے کے فوراً بعد میری ملاقات جنرل حمید سے ہوئی جو اس وقت حقیقتاً بری فوج کے سربراہ تھے۔ ان سے باتوں کے دوران میں نے شدت سے محسوس کیا کہ اس وقت جب کہ پاکستان اپنی تاریخ کے نازک ترین موڑ پر کھڑا ہے' فوجی جنتا کے اعصاب جواب دے گئے ہیں۔ صورت حال کو اس حد تک بگاڑنے یا پہنچانے میں غیر ملکی طاقتوں نے جو اہم کردار انجام دیا' فوجی جرنیل اس کا اندازہ لگانے میں بالکل ناکام رہے۔ میں نے یحییٰ سے بار بار پوچھا آخر آپ کے مقاصد کیا ہیں؟ اس بارے میں اس کے ذہن کا صاف ہونا بہت ضروری تھا۔ یہ پہلا سبق ہے جو کسی سپاہی کے ذہن نشین کرایا جاتا ہے۔ جب تک یہ مقصد صاف اور واضح نہ ہو' کسی کوشش کا بھی ٹھوس اور مثبت نتیجہ برآمد نہیں ہوتا۔ انتخابات کا انعقاد بذات خود کوئی مقصد نہیں ہو سکتا۔ ہاں مقصد کے حصول کا ایک ذریعہ یا لازمی جزو ضرور ہو سکتا ہے۔ اصل مقصد یقیناً پاکستان کی سالمیت کا تحفظ تھا۔ ایک فرد ایک ووٹ کی بنیاد پر الیکشن کا تجربہ ملک میں اتنے وسیع پیمانے پر پہلی بار کیا جا رہا تھا۔ اس لئے ضروری تھا اس تجربے سے گزرنے سے پہلے لوگوں کی عمومی رائے کا تھوڑا بہت اندازہ بھی لگا لیا جاتا۔

www.bhutto.org

1971ء کے سانحے کے بعد مشرقی پاکستان، بنگلہ دیش بن گیا اور مغربی پاکستان۔ آج پاکستان سائز اور آبادی کے لحاظ سے خاصا سکڑ گیا ہے اور مشرق اور برصغیر میں اسے جو اہم دفاعی حصار کی حیثیت حاصل تھی وہ بھی کھو بیٹھا ہے۔ یہ بات بظاہر بڑی سادہ سی معلوم ہوتی ہے اور شائد نقشے پر بھی یہ ملک نک سک سے درست نظر آتا ہوں۔ لیکن حقیقتاً یہ سانحہ ایٹم پھاڑنے کے عمل سے زیادہ ہولناک تھا۔ اس نے پاکستان کا ایٹم پھاڑ کر اس کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ مشرقی حصہ ٹوٹ کر الگ ہوا اور خلیج بنگال میں ٹھنڈا ہونے کے بعد بنگلہ دیش کا نام پایا۔

انشقاق کے اس عمل کے دوران میں جو بے پناہ حرارت پیدا ہوئی اس کے نتیجے میں باقی ماندہ حصے میں کئی دراڑیں پڑ گیں۔ تاہم کوئی ٹکڑا ٹوٹ کر اس سے الگ نہ ہوا۔ اس گرمی اور حرارت میں اب وہ پہلی سی شدت باقی نہیں رہی لیکن گرم اور جلی ہوئی ریت کے ڈھیر ابھی تک موجود ہیں اور اس پرانے ڈھانچے میں پڑی ہوئی دراڑیں اور شگاف آج بھی صاف دیکھے جا سکتے ہیں۔

کسی مکان کا کوئی حصہ تباہ ہو جائے یا گر پڑے تو وہ مکان اپنی اصل شکل کھو بیٹھتا ہے۔ ممکن ہے اس کی مرمت وغیرہ کر کے اسے پھر پہلے جیسا بنا دیا جائے لیکن اس صورت میں بھی اسکے بنیادی ڈھانچے اور خصوصیات میں کوئی نہ کوئی فرق باقی رہ جانے کا احتمال ہوتا ہے۔ مکان عام طور پر اینٹ گارے اور سیمنٹ سے بنایا جاتا ہے لیکن میں جس مکان کا ذکر کر رہا ہوں، اس کی تعمیر کے لئے اینٹ، گارا، سیمنٹ نہیں بلکہ کچھ اور طرح سامان درکار ہوتا ہے اور یہ سامان ہے نظریات، امیدیں اور خواہشات!

گنتی کے چند افراد نے ملک کے ایک بہترین ادارے فوج کو جس طرح اپنے مذموم مقاصد کے حصول کے لئے استعمال کیا وہ اب ڈھکی چھپی بات نہیں۔ فوج کو ایسا کام سونپا گیا جس کے لئے نہ تو اس کی تشکیل ہوئی تھی اور نہ کوئی تربیت ملی تھی۔

یحییٰ خان کو ایک بڑا سنہری موقع ہاتھ آیا تھا۔ یہ صاحب چاہتے تو فوج کو معاشرے میں اپنے اصل مقام پر واپس لا سکتے تھے۔ ایسی صورت میں یہ ادارہ سیاسی دباؤ کے وقت ملکی استحکام اور سلامتی کے لئے بطور نگران اعلیٰ اپنا کردار زیادہ موثر انداز میں ادا کرتا۔

یحییٰ خان کو کیا کرنا چاہئے تھا؟ یہ سوال بار بار پوچھا جاتا ہے جہاں تک میرا تعلق ہے میں اب بھی اس خیال کا حامی ہوں کہ اسے آئین منسوخ نہیں کرنا چاہئے تھا۔ زیادہ بہتر اور احسن

www.bhutto.org

صورت یہ تھی کہ وہ قومی اسمبلی کے سپیکر سے قائم مقام صدر کا عہدہ سنبھالنے کے لئے کہتے۔ 1962ء کے آئین میں اس کی گنجائش موجود تھی۔ انہیں چاہئے تھا کہ قومی اسمبلی میں اکثریتی پارٹی کے لیڈر اور اس صورت میں صدر کو اسمبلی توڑنے کی ہدایت کرتے تاکہ فوج کو اس بحران میں اپنا آئینی فرض کما حقہ ادا کرنے کا موقع ملتا اور وہ تین ماہ کی مقررہ مدت کے اندر اندر انتخابات کروا دیتی۔ متبادل صورت میں 1956ء کے آئین سے رجوع کر کے سارے اقدامات کو باقاعدہ بنایا جا سکتا تھا۔

فوج کسی فریق کی حمایت یا طرفداری کئے بغیر بڑی آسانی سے آزادانہ اور منصفانہ انتخابات کروا سکتی تھی۔ نئی منتخب شدہ قومی اسمبلی جس شے میں چاہتی ترمیم و تنسیخ کر لیتی۔ اگر ان انتخابات کے نتائج ایسے ہوتے کوئی پارٹی اتنی اکثریت حاصل نہ کر پاتی جو ملکی استحکام اور پائیداری برقرار رکھنے کے لئے لازمی ہوتی اور کئی پارٹیوں کی مخلوط حکومت کے قیام سے بھی یہ مقصد حل نہ ہو سکتا، تو اسمبلی کو دوبارہ توڑ کر نئے انتخابات کرائے جا سکتے تھے اور یہی وہ واحد راستہ تھا جس کے ذریعے لیڈروں کو ملکی سیاست میں اپنا صحیح کردار ادا کرنے اور اپنی ذمہ داریاں نبھانے کی تربیت دی جا سکتی تھی اور عوام کو سبز باغ دکھا کر اپنا الو سیدھا کرنے والوں اور مخلص اور بے لوث قیادت کے درمیان فرق اور تمیز کرنا سکھایا جا سکتا تھا۔

میں پہلے بھی کئی موقعوں پر بار بار کہہ چکا ہوں کہ ملک میں آمرانہ نظام کی وجہ سے سیاست میں جو بدنظمی اور بگاڑ پیدا ہو گیا ہے یا جو کچرا اور کوڑا کرکٹ اکٹھا ہو گیا ہے اسے صرف کرنے کیلئے انتخابات بے حد ضروری ہیں۔ اس کے بعد ہی ملک میں صحت مند تعمیری اور صاف ستھری سیاست اور نوجوان قیادت ابھر سکتی اور پھل پھول سکتی ہے۔

فروری 1970ء میں گارڈین کے نمائندے کو ایک انٹرویو دیتے ہوئے میں نے ایک بار پھر انہی باتوں کا اعادہ کرتے ہوئے کہا کہ سیاسی عمل کو جاری و ساری رکھنے کی خاطر سیاست کی تلچھٹ اور نجاست کو بہا کر صاف کرنا ضروری ہے لیکن اس عمل کو انتہائی تدبر اور احتیاط کے ساتھ انجام دینا ہوگا اور اس میں بند کے دروازے کا کنٹرول بہت اہمیت رکھتا ہے۔ ذرا سی چوک کے نتیجے میں پانی کناروں سے اچھل کر باہر آ سکتا ہے اور تباہ کن ثابت ہو سکتا ہے۔

یہ عقدہ مجھ پر ابھی تک کھل نہیں سکا کہ فوج نے 1969ء میں آئین کیوں منسوخ کیا؟ بعد

www.bhutto.org

میں جب میں ایک سفارتی مشن کی تکمیل کے بعد واپس آیا اور کابینہ میں شمولیت اختیار کی تو' اس سلسلے میں استفسار بھی کیا۔ کہا گیا عوام کی اکثریت اسے پسند نہیں کرتی تھی۔ اس دلیل نے مجھے مطلق متاثر نہیں کیا۔ نہ مجھے اس میں کوئی وزن یا معقولیت نظر آئی کیونکہ عوام کی اکثریت تو خود مارشل لاء کو بھی پسند نہیں کرتی تھی۔

1969ء میں آئین کی منسوخی کے سلسلے میں لوگوں نے طرح طرح کے الزام لگائے۔ بعض نے کہا کہ وہ لوگ جو مارشل لاء کے نفاذ پر خوشی سے بغلیں بجا رہے ہیں (ایسے لوگ تعداد میں بہت کم تھے) اس بہانے کا وقت حاصل کرنا چاہتے ہیں تا کہ الیکشن میں حصہ لینے کے لئے اپنی پارٹیاں اچھی طرح منظم کرسکیں۔ دوسروں نے کہا فوجیوں کے منہ کو سول حکومت کا خون لگ گیا ہے اور وہ اب ایک نئے مارشل لاء کی صورت میں اس سے چمٹے رہنا چاہتے ہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ سول کابینہ دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لئے بنائی گئی ہے اور اس طرح عالمی برادری کو یہ دکھانا مقصود ہے کہ ملک میں حقیقی مارشل لاء نافذ نہیں حقیقت خواہ کچھ ہو اتنا ضرور تھا کہ کابینہ واقعی برائے نام تھی۔ بڑے بڑے اہم فیصلے اور اقدامات چپ چاپ کر لئے جاتے اور کابینہ کے ارکان سے مشورہ لینا تو درکنار انہیں اعتماد تک میں لینا ضروری نہیں سمجھا جاتا۔ مارشل لاء کے تحت اس سول کابینہ کے ممبر وزیروں پر بلم (BLUM) کا یہ قول پوری طرح صادق آتا تھا ہم وزارت میں شریک ہیں لیکن اقتدار میں نہیں۔

لیگل فریم ورک آرڈر (ایل۔ ایف۔ او) کسی طرح ایک مکمل اور جامع دستاویز نہیں تھی۔ پھر بھی اس سے کچھ ضابطے اور بنیاد ضروری مہیا ہو گئی۔ سارا کام انہیں ضابطوں کے تحت انجام پانا تھا۔ بدقسمتی سے ان اعلیٰ وارفع ضابطوں میں سے کوئی بھی عملاً نافذ نہ کیا گیا۔ یحییٰ خان کا مقصد اچھا تھا۔ انہوں نے اسلام اور نظریہ پاکستان کے خلاف سرگرم عناصر کا قلع قمع کرنے کا اعلان کیا۔ لیکن حکومت کا طرز عمل اس کے برعکس تھا۔ اس نے ان عناصر کے خلاف کوئی قدم اٹھانے کے بجائے الٹا ان سے پینگیں بڑھائیں۔

جس زمانے میں وزیر برائے اطلاعات وقومی امور تھا قوم کو بار بار نظریہ پاکستان کی طرف متوجہ کرتا تھا جس پر پاکستان کی عمارت کھڑی تھی اور یاد دلاتا کہ اپنے اصل مقصد کو نظروں سے اوجھل کرنے یا نصب العین سے بھٹکنے کا نتیجہ ہولناک ہوتا ہے۔ میری ان تقریروں نے کئی سیاسی

پارٹیوں کو میرا دشمن بنا دیا۔ انہوں نے میرے خلاف ایک باقاعدہ محاذ بنا لیا اور میری ذات پر تند و تیز حملے کئے جانے لگے۔ مجھ پر الزام لگایا جاتا کہ میں سیاست میں باقاعدہ اور سرگرم حصہ لیتا ہوں جبکہ حکومت نے سیاست سے الگ اور لاتعلق رہنے کا اعلان کر رکھا ہے۔

میری سمجھ میں نہیں آتا' پاکستان کی کوئی حکومت ان معاملات میں کیونکر غیر جانبدار اور الگ تھلگ رہ سکتی تھی جن کا تعلق پاکستان کی نظریاتی بنیادوں اور مرکزی ڈھانچے سے تھا۔ مجھے علم تھا اسکا نتیجہ کیا نکل سکتا ہے۔ صدارتی سیکرٹریٹ میں ہونے والی سازشوں اور جوڑ توڑ کی وجہ سے میری طبیعت جلد ہی اس سارے کھیل سے بیزار ہو گئی جب بھی کسی کی ہدایت اور مشورے پر عمل کرنے میں ناکام رہتا' فٹ سے الزام جڑ دیا جاتا کہ میں اپنی ضرورت سے زیادہ تشہیر کر رہا ہوں۔ میری ذمہ داریاں اگر کوئی اور سنبھال لیتا تو مجھے یقیناً بہت زیادہ خوشی ہوتی اور میں سکھ اور اطمینان کا سانس لیتا' لوگ اعتراض اور باتیں تو بہت کرتے لیکن آگے بڑھ کر میری ذمہ داریاں سنبھالنے پر کوئی آمادہ نہ ہوتا۔

انتخابی سرگرمیاں ایک سال تک جاری رہیں۔ یہ زمانہ انتہائی مضحکہ خیز اور پر آشوب تھا حکومت غیر جانبدار تھی اس لئے جس کسی کے منہ میں جو آتا' بولے چلا جاتا تھا۔ سال کے اختتام پر نوبت یہ ا پہنچا رسید کہ مشرقی پاکستان میں عوامی لیگ کے خلاف بولنا جلسہ کرنا ممکن نہ رہا مغربی حصے میں پیپلز پارٹی نے روٹی' کپڑا اور مکان کا نعرہ لگا کر اپنے اندر بے پناہ کشش پیدا کر لی تھی۔ فوج بیچاری خاموش تماشائی بنی کھڑی تھی کہ ڈسپلن نے اس کے ہاتھ باندھ رکھے تھے۔ کبھی اگر کسی منچلے کے ذہن میں کوئی سوال کلبلاتا بھی تو اس کی زبان یہ کہہ کر بند کر دی جاتی کہ چپ گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ سارے حالات کنٹرول میں ہیں۔ ملک اپنی تاریخ کے پہلے آزاد اور منصفانہ انتخابات کی تیاروں میں مصروف ہے۔

سینئر فوجی افسران جن کے ہاتھ میں ملک کی باگ ڈور تھی' جلد ہی اصل مقصد کو اپنی نظروں سے اوجھل کر بیٹھے اور اب اس امر کا فیصلہ کرنا دشوار ہو گیا کہ آیا یہ مقصد پاکستان کی سالمیت کا تحفظ اور اسے ٹکڑے ہونے سے بچانا ہے یا ملک میں عام چناؤ کرانا۔ اگر قیاس یہ تھا کہ انتخابات کی تاریخ آگے نہیں بڑھائی جا سکتی تو پھر لازم جنگ کے پرانے اصول کہ اپنے مقصد کی حفاظت اور خبر گیری کی جائے کے مطابق اسے نظروں سے اوجھل نہیں ہونا چاہئے تھا۔ اس کے ساتھ ہی ازراہ

احتیاط اور پیش بینی چند حفاظتی اقدامات پر بھی سوچ بچار کر لیا جاتا تو کوئی مضائقہ نہ ہوتا کیونکہ اس طرح اگر آزاد اور ملک گیر الیکشن کے نتائج اصل مقصد سے متصادم بھی ہوتے تو ملکی سالمیت پر کوئی آنچ نہ آتی۔

جب میں نے انتخابی سرگرمیوں کے دوران عوام کو اپنے ساتھ ملانے اور جلسے جلوسوں کی رونق بڑھانے کی تکنیک دیکھی تو میں نے تنبیہہ کرتے ہوئے کہا انتخابات چونکہ بنیادی طور پر قومی اسمبلی کے چناؤ کے سلسلے میں منعقد ہو رہے ہیں تاکہ ایک نیا آئین تیار کیا جائے سکے۔اس لئے بحث مباحثوں کو اسی موضوع تک محدود رکھا جائے۔ یہ الیکشن سے زیادہ ریفرنڈم تھا۔عوامی لیگ کا چھ نکاتی پروگرام مکمل خود مختاری کا پروگرام تھا تاہم اسکی نوعیت بہر حال سیاسی تھی پیپلز پارٹی والے کھلم کھلا کہتے کہ وہ الیکشن کے بجائے انقلاب پر یقین رکھتے ہیں۔مرکزی نقطہ بہر حال ایک ہی تھا اور وہ تھا طبقاتی نفرت اور کشمکش کو ہوا دینا۔امیر کے مقابلے میں غریب کی حمایت کی جاتی صرف اس لئے کہ ملک میں غریب ووٹروں کی تعداد امیروں کے مقابلے میں کہیں زیادہ تھی۔

علاقائی پارٹیوں کے طور اطوار خاصے پریشان کن تھے۔پیپلز پارٹی یا عوامی لیگ میں سے کسی پارٹی کے لیڈروں نے اتنی تکلیف بھی گوارا نہ کی کہ جھوٹے منہ کم از کم ایک ہی بار سہی' ملک کے دوسرے حصے کا دورہ کر لیں۔قومی اسمبلی کے نتائج سامنے آئے تو میں نے وزارت سے استعفیٰ دے دیا۔ مجھے آنے والے خطرات کا احساس بہت پہلے ہو گیا تھا اور میں نے پاکستان کے دولخت ہونے سے تقریباً ایک سال پہلے اپنے خدشات کا اظہار کر دیا تھا۔میں نے ہائی کمان سے کہا کہ پاکستان کو دولخت کرنے کا الزام جلد یا بدیر فوج کے سر تھوپا جائے گا اور یقیناً سخت ناانصافی ہو گی۔

یہی سبب تھا کہ میں نے بار بار اصرار کیا کہ صرف انہی پارٹیوں کو انتخابات میں حصہ لینے کی اجازت دی جائے جو نہ صرف قومی کردار کی حامل ہوں' بلکہ مشرقی' مغربی دونوں بازوؤں میں اس کا وجود پایا جاتا ہو' پھر جب مشرقی پاکستان میں علیحدگی پسند عناصر کے خلاف آرمی ایکشن ہوا اور بھارت کے عزائم کھل کر سامنے آ گئے تو ریکارڈ گواہ ہے میں نے اپنی تقریروں میں بار بار خبردار کیا کہ اس کے کیا نتائج برآمد ہوں گے یا ہو سکتے ہیں۔اس وقت تک مجھ پر یہ بات پوری طرح عیاں ہو چکی تھی کہ ہم عالمی سازشوں کے جال میں بری طرح جکڑے جا چکے ہیں اور اب پاکستان اپنے آپ کو دو ٹکڑوں میں تقسیم ہونے سے کسی طرح نہیں بچا سکتا۔

www.bhutto.org

جس فضا میں انتخابات منعقد ہوئے' وہ غنڈہ گردی تشدد اور خوف و ہراس سے عبارت تھی۔
مشرقی پاکستان میں عوامی لیگ کی دہشت تھی اور ایک باقاعدہ سوچے سمجھے منصوبے کے مطابق اسلام یا پاکستان کا نام تک زبان پر لانا ناممکن بنادیا گیا تھا۔ فوجی ہائی کمان نے اس غنڈہ گردی کو ختم کرنے کے لئے کیا قدم اٹھایا؟ کوئی نہیں۔ کمانڈروں کا خیال تھا انہوں نے اس مرحلہ پر اگر مداخلت کی تو اسے جانبداری پر محمول کیا جائے گا۔ تعجب ہوتا ہے کہ اس کا اسلام' پاکستان اور نظریہ پاکستان پر بھی ایمان تھا یا نہیں؟ میں ایک اعلیٰ افسر کو جانتا ہوں اس کے متعلق مجھے یہ بتاتے ہوئے شرم سی محسوس ہو رہی ہے کہ وہ خدا کے وجود سے بھی انکاری تھا۔ یہ افسر بعد میں محض اپنی ملازمت بچانے کی خاطر برملا کہتا پھرتا کہ ہمیں تو اس ''آئیڈیالوجی'' نے مار ڈالا۔ المیہ یہی تھا کہ اس طرح کے ایک دو نہیں کئی افراد ہائی کمان کی صفوں میں شامل تھے۔
اب معلوم ہوا یہ لوگ محض اپنے رینک میں ترقی کرنے اور اپنا معاشرتی رتبہ بڑھانے کی خاطر پاکستان آئے ہیں۔ انہیں اس بات سے کوئی غرض نہیں کہ اس ملک میں جہاں وہ رہائش پذیر ہیں اور جس ملک نے انہیں اتنا کچھ دے رکھا ہے۔ اس کی عمارت اور ڈھانچہ کن اصولوں پر کھڑا کیا گیا ہے اور اس کے قیام کا اصل مقصد کیا ہے؟ ایسے لوگ آج بھی اعلیٰ عہدوں پر فائز ہیں اور کل آنے والی حکومتوں میں بھی اسی طرح موجود ہوں گے۔ انہیں کسی نظریئے سے جذباتی وابستگی نہیں ہوتی۔ یہ ہمیشہ چڑھتے سورج کے پجاری ہوتے ہیں۔
ایک سوال آج بھی بڑی شدومد کے ساتھ پوچھا جاتا ہے اور وہ یہ کہ پاکستان کو دو ٹکڑے کرنے کی ذمہ داری آخر کس کے کندھوں پر ڈالی جائے؟ بعض لوگ عوامی لیگ کو اس سانحے کا ذمہ دار ٹھہراتے ہیں ان کے نزدیک چھ نکات کا مطالبہ پاکستان سے علیحدگی کا نقطہ آغاز تھا۔ کچھ حلقوں کی طرف سے کہا جاتا ہے ہے یہ سانحہ پیپلز پارٹی کی غلط حرکتوں کی وجہ سے پیش آیا۔ بات صرف یہیں پر ختم نہیں ہو جاتی۔
دوسری سیاسی پارٹیاں بھی اس جرم میں برابر کی شریک ہیں' انہیں بری الذمہ قرار نہیں دیا جا سکتا ہے۔ اگر انہوں نے دیکھ لیا تھا کہ متذکرہ پارٹیوں کا اتنا زور ہے اور وہ سوشلزم اور سیکولرازم کا ساتھ دے رہی ہیں یا ان کی سرگرمیوں سے پاکستان کی نظریاتی سرحدوں کو خطرہ لاحق ہے' تو انہوں نے باہم اکٹھے ہونے کی تدبیر کیوں نہ کی؟ کیا یہ سیاسی بصیرت اور فراست کی کمی کا نتیجہ تھا یا معمولی

www.bhutto.org

شخصی اختلافات' تعصبات اور رشک وحسد نے انہیں ایک نہ ہونے دیا' اگرچہ سیاسی پلیٹ فارم سے بات سب ایک ہی طرح کی کرتے تھے۔

حالات کی زد میں کھڑے فوجی جرنیل بھی بڑی حد تک اس سانحے کے ذمہ دار ٹھہرتے ہیں جو کچھ ہوا وہ صرف اس لئے ہوا کہ انہوں نے با اختیار ہونے کے باوجود حالات کو بگڑتے چلے جانے کی کھلی چھٹی دے رکھی تھی اور آخر کار جب صورتحال قابو سے باہر ہو گئی تو غیر منطقی اور غیر دانشمندانہ فیصلے کیئے اور حالات میں مزید بگاڑ اور الجھاؤ پیدا کر دیا صرف یحیٰی خاں ہی نہیں بلکہ اسکے جرنیلوں کی پوری ٹیم کو قوم کے سامنے اپنے اعمال کی جوابدہی کرنی ہے۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ لوگوں کی اس سانحے میں دلچسپی بڑھتی جارہی ہے اور وہ اس کے پس منظر پیش منظر سمیت مختلف پہلوؤں کے متعلق زیادہ سے زیادہ باتیں جاننا چاہتے ہیں۔ اس وقت تک جو حقائق منظر عام پر آچکے ہیں' ان کی روشنی میں عام شہری کے ذہن میں جو سوال پیدا ہوتے ہیں ان کا نقشہ کچھ یوں بنتا ہے۔ انتخابی سرگرمیوں کے لئے ایک سال کی اتنی طویل مدت مہلت کیوں دی گئی؟ کیا اس طرح سیاسی غبارے کی ہوا نکالنی مطلوب تھی یا مجمع اکٹھا کرنے والوں کو تھکانا مقصود تھا؟ اس طرح کہیں دونوں بازوؤں کے درمیان اختلافات کی خلیج کو مزید چوڑا کرنے کا پروگرام تو نہیں تھا؟ یا پھر یہ سب فوجی جنتا میں سیاسی بصیریت کی کمی اور بے خبری تھی؟ انتخابی سرگرمیوں کے دوران غنڈہ گردی کی اجازت کیوں دی گئی؟ لیگل فریم ورک پوری قوت سے کیوں نہ لاگو ہوا؟ لادینیت کا کھلم کھلا پرچار ہوتا رہا بعض جماعتوں نے پوسٹروں کے ذریعے اسلام اور دینی شعائر کا مضحکہ اڑایا' انہیں سختی سے کیوں نہ روکا گیا؟ حکومت کا دعویٰ تھا' وہ غیر جانبدار ہے لیکن کیا اس طرح انتظامی معاملات سے اپنے آپ کو الگ تھلگ کر لینا مناسب تھا؟

اونچے عہدوں پر فائز بہت سے جرنیل اپنے مخصوص حلقوں میں بار بار اعلان کرتے کہ وہ کسی پارٹی کے ہم نوا نہیں' لیکن حقائق اور واقعات ان دعوؤں کی نفی کرتے ہیں۔ ان کے "پسندیدہ گھوڑوں" کو ان کی مکمل اور بھرپور حمایت حاصل تھی۔ آپس میں ملاقاتیں ہوتیں' سیاسی معاملات زیر بحث آتے اور ان کی طرف سے باقاعدہ سیاسی ہدایات جاری کی جاتیں۔ حکومت کے خلاف ایک الزام یہ بھی لگایا جاتا ہے کہ یہ سب کچھ باقاعدہ سوچے سمجھے منصوبے کے تحت ہو رہا تھا تاکہ کوئی پارٹی واضح اکثریت حاصل کر کے اقتدار کے سنگھاسن تک نہ پہنچ سکے۔ اس طرح اصل قوت

www.bhutto.org

جرنیلوں کے ہاتھ میں رہتی اور وہ الیکشن کے بعد بھی سیاسی پارٹیوں کا اتحاد اور الحاق توڑنے یا برقرار رکھنے پر قادر ہوتے اگرچہ واقعات نے کچھ اور ہی نقشہ دکھایا کہ الیکشن کے نتیجے میں دو علاقائی جماعتیں ایک مضبوط قوت بن کر ابھریں۔ یہ صورت حال فوجی جنتا کے اندازوں سے یکسر مختلف تھی۔ اس کے حواس وقتی طور پر جواب دے گئے' یہی وجہ ہے جب میں نے عوامی لیگ اور پیپلز پارٹی کی باہمی کشمکش ختم کرانے کی گزارش کی تو اسے شرف قبولیت نہ بخشا گیا۔ مجھے اندیشہ تھا کہ جب تک ان دونوں علاقائی پارٹیوں میں قومی سطح پر راہ و رسم پیدا نہ ہو گی۔ پاکستان کے دولخت ہونے کا خطرہ سروں پر منڈلاتا رہے گا۔ بعض لوگوں کا خیال ہے آرمی ایکشن نے پاکستان کی قسمت پر مہر ثبت کردی۔ کیا اس کے علاوہ اور کوئی راستہ نہ تھا؟ کیا مجیب مذاکرات پر آمادہ تھا؟ کیا اس نے مذاکرات کیئے؟ کیا پیپلز پارٹی قومی اسمبلی میں حزب اختلاف کا کردار ادا کرنے کے لئے تیار تھی؟ جرنیل عوامی لیگ پر کیوں زور دے رہے تھے کہ وہ پیپلز پارٹی کو اپنے ساتھ اقتدار میں شریک کرلے؟ اگر صورت حال پر جمود طاری ہو گیا تھا اور حالات کسی طور آگے نہیں بڑھ رہے تھے تو پھر لیگل فریم ورک آرڈر کے مطابق ایک سو بیس دن کے بعد قومی اسمبلی توڑنے کا اعلان کیوں نہ ہو سکا؟ اکثریتی پارٹی کا طرز عمل اگر پاکستان کے بنیادی نظریات اور سالمیت سے متصادم تھا تو چیف مارشل ایڈمنسٹریٹر جو اس وقت ملک کے صدر بھی تھے' اسے رد کرنے کا اختیار رکھتے تھے۔ پھر یحییٰ خان نے مجیب کو مستقبل کا وزیراعظم قرار دینے کے بعد اپنا ارادہ کیوں بدل لیا اور غداری کا الزام لگا کر اسے کیوں پابند سلاسل کر دیا؟

ان تمام واقعات کی روشنی میں یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ نئے آئین کی تدوین سے قبل محض انتظامی سہولت کی خاطر صوبائی انتخابات کرانے کا فیصلہ نہ صرف خطرناک بلکہ سراسر غیر آئینی فعل تھا۔ سیکورٹی کونسل میں فوری سیز فائر اور سیاسی مذاکرزات شروع کرنے سے متعلق پولینڈ کی قرارداد کیوں قبول نہ کی گئی؟ لوگ جاننا چاہتے ہیں کہ اقوام متحدہ میں جانے والے وفد کے قائد مسٹر بھٹو کو اس ضمن میں کیا ہدایات بھجوائی گئی تھیں۔ یاد رہے مسٹر بھٹو نائب وزیراعظم اور دفاع کی حیثیت سے یحییٰ فوجی حکومت کے تحت باقاعدہ حلف اٹھانے کے بعد وہاں گئے تھے۔

مشرقی پاکستان میں فوجی آپریشن کو اور خواہ کچھ کہہ لیجئے لیکن اسے ''جنگ'' نہیں کہا جا سکتا۔ پاک فوج کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ مشرقی پاکستان پر پہنچ کر شرپسند عناصر پر قابو پانے میں شہری انتظامیہ

www.bhutto.org

کی مدد کرتے۔ اس لحاظ سے مشرقی پاکستان میں اس کا رول بڑا مختصر اور محدود تھا۔ دسمبر 1971ء میں اسے بھارتی فوج کے ہاتھوں ذلت آمیز زک اٹھانا پڑی۔ وہ محض گنتی کے چند سینئر آفیسر کی عاقبت نااندیشی اور غلط رویوں کا نتیجہ تھی۔ کچھ لوگ شکست کا نام دیتے ہیں۔ مجھے ان سے اتفاق نہیں' کیونکہ پاک فوجی مشرقی پاکستان میں کسی وقت بھی ''جنگ'' لڑنے کی خاطر تعینات نہیں کی گئی' اس لئے ''جنگ'' یا فوجی شکست کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بھارتی کمانڈر انچیف نے بھی ایک بیان میں اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے۔

اس نے کہا یہ پاکستانی سیاست دانوں کے مقابلے میں بھارتی قیادت کی اعلیٰ سیاسی سوجھ بوجھ اور بصیرت کی فتح تھی۔ بہت ممکن ہے اس نے یہ بیان محض ''پاکستانی سپاہی'' کا یہ دل جیتنے یا مستقبل میں ہمسایہ ملکوں میں باہمی تلخی اور رنجش مٹانے کی خاطر دے دیا ہو' لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ واقعات و حالات کے صحیح تجزیئے کے بعد یقینی طور پر اعتراف حقیقت بھی ہے۔ حالات بگڑنے یا بے قابو ہونے کی صورت میں مشرقی پاکستان سے پاک فوج کے انخلا کا بھی کوئی منصوبہ موجود تھا یا نہیں؟ ایسا منصوبہ ضرور موجود ہونا چاہئے تھا۔ بھارت کے عزائم سے آگاہ ہونے کے بعد اس طرح کے منصوبے کی تیاری اور ضرورت اور بھی ناگزیر تھی۔

فوجی نقطہ نظر سے پاک فوج کے لئے بوڑھی گنگا کے ساتھ ساتھ کشتیوں میں پیچھے ہٹ کر چٹا گانگ کے پہاڑی راستوں سے ہو کر غیر جانبدار پڑوسی ملک برما پہنچنا نہایت آسان تھا۔ سوال پیدا ہوتا ہے پھر اس پر عمل کیوں نہ کیا گیا؟ ہتھیار ڈالنے کا حکم کیوں جاری کیا گیا؟ مقامی کمانڈر نے اپنی صوابدید پر فیصلہ کر کے اپنے جوانوں کو ذلت آمیز شکست سے بچانے کی کوشش کیوں نہ کی؟ اس طرح شکست تسلیم کرنے اور ہتھیار ڈالنے کے نتیجے میں ملک و قوم پر جو اثرات بد مرتب ہوئے اور جس ذلت و خواری کا منہ دیکھنا پڑا کیا مقامی کمانڈران کا صحیح اندازہ لگانے کی صلاحیت سے بے بہرہ تھا؟ بھارتی فوج نے مشرقی پاکستان کی سرحدوں کے اندر گھس کر جارحیت کا آغاز کیا تو یحیٰی خان نے ریڈیو اور ٹی وی پر قوم کو بتایا ''یہ جنگ ہے''۔ اگر یہ سچ مچ جنگ تھی' تو پھر اسے مشرقی' مغربی' شمالی' جنوبی تمام محاذوں پر ایک جنگ کی طرح پوری قوت اور سنجیدگی سے کیوں نہیں لڑا گیا؟

لوگ الزام لگاتے ہیں کہ مغربی محاذ پر کمانڈروں کو اس امر کی سختی سے تاکید کر دی گئی تھی کہ وہ اپنے جوانوں کو ''غیر ضروری طور'' جنگ کا ایندھن نہ بنائیں۔ اس الزام میں کہاں تک صداقت

www.bhutto.org

ہے؟ جب پاکستان ایئر فورس کے کمانڈر انچیف نے مغربی محاذ پر بھرپور حملے کئے زور دیا تا کہ مشرقی محاذ پر سے بھارتی فوج کے دباؤ کو کم کیا جا سکے تو ان کی تجویز کیوں منظور نہ کی گئی' جبکہ وہ مغربی محاذ پر محدود جوابی حملے کے لئے موثر فضائی کور مہیا کرنے کی ضمانت بھی دینے کے لئے تیار تھے۔ یہ سوال بھی پوچھا جاتا ہے جنگ کے دوران پرانے گھسے پٹے ٹارگٹ ہی دوبارہ کیوں منتخب کئے گئے؟ نئے نشانے اور ہدف تلاش کرنے اور جنگ میں ''حیرت'' کا عنصر شامل کرنے کی کوشش کیوں نہ کی گئی؟

امرتسر خطرے کی زد میں ہوتا' تو اس سے نہ صرف لاہور کو تحفظ میسر آجاتا بلکہ محاذ کی پٹی کے ساتھ ساتھ پھیلے ہوئے چند کینال ہیڈورکس کو بھی اپنے حق میں بہتر اور موثر انداز میں استعمال کیا جا سکتا تھا۔ ان کے بند ہو جانے سے فیروز پور اور لدھیانہ میں فصلوں کی صورت حال بری طرح متاثر ہوتی اور راجپوتانہ کا سارا نہری نظام درہم برہم ہو کر رہ جاتا۔ اس طرح سودا بازی کے لئے ہمارے ہاتھ میں ایک بہت بڑا ہتھیار آ سکتا تھا کہ تھوڑے ہی عرصے بعد موسم سرما کی بوائی کے لئے زمین کو پانی کی ضرورت لاحق ہوتی اور دشمن کو اسکے حصول کی خاطر جلد ہی مذاکرات کی میز تک آنا پڑتا۔

یہ اور اس طرح کے بے شمار اور گوناگوں سوال ہیں جو ابھی تک جواب طلب ہیں اور آج بھی کھلم کھلا پوچھے جاتے ہیں یا لوگوں کے ذہنوں میں کلبلاتے اور ہونٹوں پر مچلتے ہیں۔ مجھے علم ہے ہمارے ہاں بدقسمتی سے دفاع سے متعلق تمام معاملات کو عام نظروں سے چھپا چھپا کر رکھنے کی روایت موجود ہے۔ سوال یہ ہے کہ جب تک ''سپاہی'' کی غلطیوں کی نشاندہی نہ ہو گی' اسے اپنی کمزوریوں اور خامیوں کا پتا کیونکر چلے گا؟ پھر عوام جو اپنا بہت سا آرام اور سہولتیں تج کر اس ''سپاہی'' کی ضروریات پوری کرتے ہیں' اس کا ''کام'' کس طرح پرکھ سکتے ہیں جب انہیں دفاعی شعبے میں ہونے والی سرگرمیوں سے اندھیرے میں رکھنے کی کوشش کی جائے گی۔

(بشکریہ بادبان)

www.bhutto.org

ایک فوجی افسر کا روزنامچہ

دسمبر 71ء کے سانحے پر یوں تو بہت کچھ لکھا گیا اور لکھا جائے گا لیکن سازش کی تہہ در تہہ کڑیاں ہنوز منظر عام پر نہیں آئیں۔ پاکستانی فوج کے ایک مجاہد نے مشرقی پاکستان میں یہ معرکہ کرب و بلا سر کیا تھا۔ آیئے ایک حقائق پسند پاکستانی فوجی آفیسر میجر خلیل احمد مرزا کی زبانی صورت احوال کا جائزہ لیجئے۔ لکھنے والے نے جذباتی انداز بیان کے بجائے حقائق کی زبان میں بات کی ہے اور بلا کم و کاست سب کچھ لکھ دیا ہے۔ ہماری بے سروسامانی اور پریشانی کا جو نقشہ سامنے آتا ہے وہ ایک باشعور اور زندہ قوم کو بہت کچھ سوچنے کی دعوت دیتا ہے۔

25 نومبر 1971ء کو صبح 5 بجے میری کمپنی پی آئی اے کے بوئنگ میں راولپنڈی سے عازم سفر ہوئی۔ اس میں چار جے سی او اور 143 این سی او اور سپاہی شامل تھے۔ نئی منزل اور نئی جگہ جانے کا اشتیاق سب چہروں سے عیاں تھا چوبیس سال میں یہ پہلا موقع تھا کہ ہماری یونٹ کو مشرقی پاکستان کے دفاع کے لئے بھیجنے کا فیصلہ کیا گیا تھا۔

جہاز کراچی کے بین الاقوامی ہائی اڈے پر تھوڑی دیر تک رکنے کے بعد ڈھاکہ کی جانب محو سفر رہا اور ہم مشرقی پاکستان کے وقت کے مطابق وہاں 2 بجے بعد از دوپہر پہنچ گئے۔ یہ سفر بڑا ہی پرلطف تھا۔ تمام جوان ہشاش بشاش تھے، مگر ڈھاکہ میں اترتے ہی چہروں پر مردنی طاری ہوگئی۔ مغربی پاکستان میں وہاں کی جو خبریں موصول ہوا کرتی تھیں وہ زیادہ حوصلہ شکن اور مایوس کن نہ تھیں، مگر ڈھاکہ کے ہوائی اڈے پر تو عالم ہی اور تھا۔ نہ وہ رونق، نہ وہ چہل پہل، نہ زندگی کی گہما گہمی جس کی ہم توقع کرتے تھے۔ اڈے کے اردگرد طیارہ شکن توپیں نصب تھیں۔ چاروں طرف مورچے ہی مورچے نظر آتے تھے۔ ہوائی اڈے کی عمارت میں بھی زیادہ فوجی چہرے تھے جن سے سنجیدہ پریشانی ٹپکتی تھی۔

ہماری یونٹ کے کمانڈنگ آفیسر کچھ نفری کے ساتھ پہلے یہاں پہنچ چکے تھے۔ ان میں سے ایک کیپٹن نے انتظار گاہ میں ہمارا استقبال کیا۔ اس نے بتایا کہ ہم فی الحال ٹرانزٹ کیمپ میں

www.bhutto.org

جائیں اور شام تک مزید احکامات کا انتظار کریں۔ ٹرانزٹ کیمپ میں جی تھری ہتھیار ہمیں دیئے گئے۔ شام سات بجے حکم ملا کہ ڈھاکہ کے ہوائی اڈے پر دوبارہ پہنچو میں اس مختصر عرصے میں سوائے ہوائی اڈے سے ٹرانزٹ کیمپ کے اور کہیں نہ جا سکا' مگر اس دوران جن مقامات سے گزر ہوا' وہاں دیکھا کہ سڑکیں اور بازار ویران ہیں۔ سوائے فوجی گاڑیوں کے شہری آبادی کی آمد روفت نہ ہونے کے برابر تھی۔

ہوائی اڈے پر مجھے حکم ملا کہ میری کمپنی فلینی کے محاذ کا رخ کرے گی۔ ڈھاکہ سے کومیلا تک ہوائی جہاز کا سفر اور پھر خشکی کا راستہ صبح 5 بجے کے قریب ہمیں کومیلا کے لئے پرواز کرنا تھی۔ ہوائی اڈے پر ہتھیاروں کی صفائی کی' لیکن صفائی کے لئے مناسب سامان کی غیر موجودگی میں یہ کام خاصا مشکل ثابت ہوا۔ صفائی کے علاوہ جوانوں کو اس اسلحے کے استعمال کا طریقہ بھی بتایا گیا' کیونکہ اس سے پہلے اسے چلانے کی ہمیں بالکل تربیت نہ ملی تھی اور نہ آج تک اس سے فائر کیا تھا۔ صرف چند این سی او کے بارے میں معلومات رکھتے تھے۔

26 نومبر 71ء

صبح 9 بجے ڈھاکہ سے ہوائی جہاز کے ذریعے روانہ ہوئے۔ پون گھنٹہ بعد کومیلا پہنچ گئے۔ یہاں بھی ہوائی اڈے کی حالت ابتر اور ویران تھی۔ ارد گرد مورچے بنے ہوئے تھے۔ یہاں ہمیں پھر تھوڑا سا وقت مل گیا جس میں ہتھیاروں کی صفائی اور ٹریننگ کا کام مکمل کیا گیا۔ گھنٹے دو گھنٹے بعد گاڑیاں آ گئیں جو ہمیں سٹیشن لے گئیں۔ وہاں ہمیں کافی انتظار کرنا پڑا۔ دوپہر کا کھانا بھی نہ مل سکا۔ سفر میں ہونے کے باعث ہم خود بھی نہ پکا سکے تھے۔ اڑھائی بجے سہ پہر ہم ریل گاڑی میں سوار ہوئے اور شام چھ بجے فلینی پہنچ گئے۔ توپ کے فائر کی آواز بڑے زور و شور سے آ رہی تھی۔ گولے کہیں قریب ہی پھٹ رہے تھے یہاں پر بریگیڈ ہیڈ کوارٹر کے ڈی کیو صاحب ملے انہوں نے بتایا کہ میری کمپنی وہاں پر پہلے سے موجود ایک بلوچ رجمنٹ کے ساتھ رہے گی۔ بھاری سامان یہاں پر الگ کر دیا گیا۔ بڑے چھوٹے ہتھیار اور اسلحہ ساتھ رکھا۔ بھاری سامان یہاں پر الگ کر دیا گیا۔ بڑے چھوٹے ہتھیار اور اسلحہ ساتھ رکھا۔ فوجی ٹرکوں میں بیٹھ کر ہم بلوچ رجمنٹ کی فارورڈ پوزیشنوں کی طرف روانہ ہوئے۔ اس دوران میں تاریکی چھا چکی تھی۔ جب ہم پوزیشن میں پہنچے تو کچھ پتہ نہ چلا تھا کہ اپنی فوج کدھر ہے اور دشمن کدھر ہے ہمیں یہ احساس دلایا گیا تھا کہ

www.bhutto.org

چوکس رہو کیونکہ دشمن کسی وقت بھی حملہ کر سکتا ہے ہمارے آگے اور دائیں بائیں تھوڑے وقفے سے فائر ہو رہا تھا۔ توپ کے گولے ہم سے کافی پیچھے پھٹ رہے تھے۔ یہ رات افراتفری میں بسر ہوئی۔ جہاں ہم نے پوزیشن سنبھالنی تھی، وہاں بلوچ کی ایک کمپنی موجود تھی جسے رات ہی کو پیچھے ہٹایا گیا۔

27 نومبر 71ء

خدا خدا کر کے صبح ہوئی اور منظر کچھ واضح ہوا۔ بلوچ کمپنی کی پوزیشن ڈیپتھ (DEPTH) میں بنتی تھی یہاں دفاعی نقطہ نظر سے مٹی کا ایک بند تعمیر کر دیا گیا تھا۔ مورچے کچھ بنے ہوئے تھے، کچھ اپنی ضرورت کی خاطر کھودنے تھے۔ ہم نے تیزی سے اپنی دفاعی پوزیشن کو بہتر بنانے کی کوشش شروع کر دی۔ پورا دن اس کام میں صرف ہو گیا۔ اس دوران بٹالین ہیڈ کوارٹر بھی گیا اور اپنی دقتوں سے انہیں آگاہ کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ بلوچ نے ہمارے ساتھ پورا پورا تعاون کیا۔

28 نومبر 71ء

دفاعی پوزیشن کو بہتر بنانے کا کام ابھی جاری تھا کہ دوپہر کو بریگیڈ کمانڈر نے مجھے طلب کر لیا۔ میں بھاگم بھاگ بریگیڈ ہیڈ کوارٹر پہنچا کمانڈر صاحب بڑی پریشانی کی حالت میں تھے۔ انہوں نے بتایا کہ ایک اور بلوچ کمپنی پر دشمن کا زور بڑھ گیا ہے اور خطرہ ہے کہ وہ رام ہن سے چٹا گانگ ہائی وے کو کاٹنے پر تلا ہوا ہے۔ مجھے ایک پلاٹون کے ساتھ اس بلوچ کمپنی کی مدد کے لئے فوراً جانے کا حکم ملا...... میں واپس اپنے کمپنی ایریا میں آیا۔ ایک پلاٹون لیا اور جب بلوچ کمپنی کی دائیں پوزیشن پر پہنچا تو وہاں دو کرنل، تین چار میجر اور چند دیگر افسر پہلے سے موجود تھے۔ میرے استفسار پر انہوں نے بتایا کہ سامنے باڑی میں ہماری سٹینڈنگ پٹرول (STANDING PETROL) جایا کرتی تھی۔ صبح کے وقت دشمن نے حملہ کر کے اس جگہ پر قبضہ جما لیا ہے۔ اب ہم جوابی وار کریں گے اور اس جگہ کو اپنے کنٹرول میں لائیں گے میں نے پوچھا کیا وہاں مستقل دفاعی پوزیشن ہی اختیار کی جائے گی تو انہوں نے کہا کہ ہم دشمن کو پیچھے ہٹا کر واپس آ جائیں گے، کیونکہ کمانڈر صاحب کی طرف سے بھی یہی حکم ملا ہے۔

میرے پہنچنے سے پہلے حملے کا منصوبہ بن چکا تھا اور ایک میجر کو دو پلاٹونوں کے ساتھ حملہ کرنا تھا۔ حملے کا وقت سہ پہر ساڑھے چار بجے تھا۔ اپنی دفاعی پوزیشن اور دشمن کے درمیان دھان کے

www.bhutto.org

کھیت تھے' جن میں پانی ہی پانی تھا۔ علاقہ بالکل کھلا تھا اور کسی قسم کی آڑ میسر نہ تھی دن کی روشنی میں دشمن ہمارے حملہ آور فوجیوں کو بخوبی دیکھ سکتا تھا میں نے پوچھا میرے متعلق کیا حکم ہے؟ بتایا گیا کہ آدھے آدمی ایک جے سی او کی کمان میں انتہائی دائیں والی پوسٹ (جو کمپنی ہیڈ کوارٹر رام ہن سے دو ڈھائی میل دور تھی) پر بھیج دوں اور باقی نفری کو ادھر ہی رکھوں' تا کہ حملے کے دوران کورنگ فائر دے سکیں۔ ساڑھے چار بجے سے کچھ دیر پہلے توپ کا فائر مقام مقصود پر گرایا گیا' لیکن گولے صحیح جگہ پر نہ پڑے۔ ٹھیک وقت پر آغاز لائن کو عبور کیا گیا۔ ہماری پوزیشن سے چھوٹے ہتھیاروں کا فائر شروع کیا گیا۔ منزل مقصود تک پہنچتے پہنچتے شام کا دھندلکا پھیل چکا تھا۔ دشمن کی طرف سے کسی فائر کی آواز سنائی نہ دی' غالباً وہ دم دبا کر بھاگ گیا تھا۔ اندھیرا ہونے تک ہم کورنگ فائر دیتے رہے۔ اس دوران میں دشمن کا توپ خانہ حرکت میں آ گیا۔ دونوں جانب کی توپوں کے گولے ہمارے آس پاس آ رہے تھے۔ یہ تماشا دیر تک جاری رہا جن آدمیوں نے حملہ کیا تھا' ان میں سے کافی واپس آ چکے تھے' مگر چند ایک کا پتہ نہ چلتا تھا۔ ان کی تلاش کے لئے مختلف پارٹیاں بھیجی گئیں۔ رات کے گیارہ بجے مجھے حکم ملا کہ اپنے پلاٹون کو لے کر فوراً واپس پہنچو میرے آدھے آدمی دور دائیں پوسٹ پر چلے گئے تھے۔ ان کے آتے آتے ایک بج گیا۔ ہم ٹرک میں سوار ہوئے اور بلوچ کے بٹالین ہیڈ کوارٹر پہنچے جو ٹیکنیکل ٹریننگ کالج میں واقع تھا۔ یہاں آ کر معلوم ہوا کہ میری باقی کمپنی کو بھی پہلے سے بلا لیا گیا ہے۔ اس افراتفری میں ہمیں شام کا کھانا نصیب نہ ہو سکا۔

29 نومبر 71ء

صبح 8 بجے مجھے ونگ کمانڈر نے طلب کیا۔ انہوں نے بلوچ کی ایک کمپنی کو گلا باڑیا (جہاں سے بلوہنا بلج شروع ہو جاتا ہے) میں دفاعی پوزیشن ہی میں رہنے کو کہا اور میری کمپنی کے مختلف حصے آگے مختلف مقامات پر متعین کرنا چاہے۔ اس پر میں نے درخواست کی کہ میرے آدمیوں کے لئے یہ جگہ بالکل نئی ہے' علاقے کے کوائف سے وہ سرے سے آگاہ نہیں۔ نئی جگہ' نئے ماحول اور بدلتے ہوئے حالات میں انہیں ایک دوسرے سے الگ کر دیا گیا تو ان سے خاطر خواہ فائدہ نہ اٹھایا جا سکے گا۔ بہتر ہو گا کہ کمپنی کو اکٹھا رکھا جائے اور ہمیں گلا باڑیا کے دفاع کی ذمہ داری سونپ دی جائے۔ آخر کمانڈر صاحب نے میری تجویز سے اتفاق کیا اور یوں میری کمپنی کی قوت منتشر ہونے سے بچ گئی۔

www.bhutto.org

سہ پہر کے تین چار بجے تک ہم نے گلاباڑیا میں پوزیشنیں سنبھال لیں۔ دفاعی لحاظ سے یہ جگہ بڑی موزوں تھی۔ مورچے مٹی کے بند کے ساتھ بنے ہوئے تھے۔ بند کے ساتھ ساتھ تیس فٹ چوڑا گہرا نالہ تھا جس میں پانی بھرا ہوا تھا۔ دشمن کی پوزیشن نصف دائرے کی شکل میں اکہری لائن پر بنی ہوئی تھی۔ یہ دفاعی لائن بائیں جانب بارڈر آبزرویشن پوسٹ سے لے کر دائیں ریلوے لائن تک تھی۔ یہ دفاعی لائن بائیں جانب بارڈ آبزرویشن پوسٹ سے لے کر دائیں ریلوے لائن تک تھی۔ یہ تقریباً 2500 گز کا ایریا تھا۔ ہمارے مورچے خستہ حالت میں تھے۔ انہیں ٹھیک ٹھاک کیا گیا۔ دائیں بائیں بلوچ کی کمپنیاں دفاع میں لگی ہوئی تھیں۔

30 نومبر اور یکم دسمبر کو ہم انہی پوزیشنوں میں رہے دشمن کی گولہ باری وقفے وقفے سے جاری رہتی زیادہ زور ہماری گن پوزیشنوں بٹالین اور بریگیڈ ہیڈ کوارٹر ایریا میں رہا۔ میں نے کچھ سویلین آدمیوں کو نالے کے پار درخت کاٹنے کے لئے بھیجا' تا کہ ٹارگٹ صحیح نظر آسکے۔ دشمن نے ان پر زبردست فائر کھول دیا۔ چند آدمی زخمی بھی ہوئے اور کام مکمل نہ ہو سکا۔ دشمن ہماری پوزیشنوں سے بارہ تیرہ سو گز دور حرکت کرتا ہوا نظر آتا تھا۔ غالباً وہ اپنی پوزیشنیں مضبوط بنانے میں لگے ہوئے تھے۔ کبھی کبھار ہماری طرف فائر کر دیتے' مگر اس کا اثر ہم پر کچھ نہ ہوتا۔

2 دسمبر 71ء

ساری رات دشمن کی گولہ باری ہوتی رہی تھی صبح دس بجے کمانڈر صاحب میری پوزیشن پر آئے میں انہیں بارڈر آبزرویشن پوسٹ کے ایریا میں لے گیا اور دفاع کی ترتیب وترکیب واضح کی۔ کمانڈر صاحب کا کہنا تھا کہ جب بھی ہمیں دشمن کا کوئی فوجی حرکت کرتا نظر آئے تو اس پر گولی چلا دیں میں نے عرض کیا کہ میرا منصوبہ یہ ہے کہ خاموشی سے اپنا دفاع مضبوط بنا لوں اور دشمن کو بے خبری کی حالت میں آگے بڑھنے کا موقع دوں۔ جب وہ میری مار کی حد میں آئے تو اسے بھون کر رکھ دوں اس کے علاوہ میں دن کو نئے مورچے وغیرہ کھدوا رہا تھا۔ اگر ہم دشمن پر فائر کرتے ہیں تو لامحالہ دشمن بھی انتقامی کارروائی کے طور پر ہمارے آدمیوں پر فائر کرے گا اور ہمارا کام مکمل نہ ہو سکے گا ہماری بحث وتمحیص مورچے میں بیٹھے ہوئے کسی سپاہی نے سن لی۔ اس نے دشمن کے چند آدمیوں پر مشین گن کا فائر کھول دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دشمن کے پورے توپخانے کا فائر ہماری پوزیشن پر مرکوز ہو گیا۔ کمانڈر صاحب تو واپس ہیڈ کوارٹر چلے گئے' مگر ہم نے بھڑوں کے جس چھتے میں ہاتھ

www.bhutto.org

ڈالا تھا اس نے ہمیں مورچہ بندی کا کام دن کی روشنی میں پھر کبھی نہ کرنے دیا۔

3 دسمبر 71ء

گلا باڑ یا دفاعی پوزیشن۔ رات بھر دشمن نے گولہ باری جاری رکھی۔ میرے دائیں بلوچ کمپنی کے ایریا سے چھوٹے ہتھیاروں کا فائر گونجتا رہا۔ صبح دس بجے میں بلوچ کے بٹالین ہیڈ کوارٹر گیا۔ وہاں معلوم ہوا کہ اعلان جنگ ہو چکا ہے۔ مغربی محاذ پر ہماری فوجیں امرتسر تک چلی گئیں ہیں۔ سکھ پاکستان کے ساتھ مل گئے ہیں اور ان کی یونٹیں پاک فوج کے ساتھ مل کر ہندوستان کے خلاف لڑ رہی ہیں پاکستان کو مغربی محاذ پر ہر جگہ کامیابی نصیب ہو رہی ہے۔

یہ خبریں ہمارے لئے نہایت اہم اور حوصلہ افزا تھیں۔ فلینی بازار سے گزرتے ہوئے وہاں سویلین افراد کو میں نے ان کے بارے میں بتایا تو انہوں نے کسی خاص دلچسپی کا ثبوت نہ دیا۔ ہماری بعض دفاعی پوزیشنوں سے لاؤڈ سپیکر کے ذریعے دشمن کے مورچوں کی طرف یہ اعلان کیا گیا کہ سکھ ہمارے ساتھ مل گئے ہیں' اس لئے اگر ادھر بھی سکھ فوجی ہوں تو وہ مورچے چھوڑ کر ہمارے ساتھ شامل ہو جائیں اس پر بعض جگہوں سے دشمن نے زبردست فائر کیا۔

4 دسمبر 1971ء

رات کو حسب معمول دشمن کی گولہ باری جاری رہی۔ ہمارے دائیں بلوچ رجمنٹ کے مورچوں سے چھوٹے فائر کی آواز آتی رہی تھی۔ میں نے اپنے جوانوں کو سختی سے حکم دے رکھا تھا کہ وہ زبردست فائر کنٹرول کا ثبوت دیں اور صرف ضرورت پڑنے پر فائر کھولیں' بہر حال پوری رات جاگنے اور ہوشیاری کی حالت میں بسر ہوئی۔

دن کے بارہ بجے حکم ملا کہ ایک گھنٹہ کے اندر اندر یہ جگہ چھوڑ کر ریلوے سٹیشن پر کمپنی کو جمع کروں۔ اس تند و تیز حکم نے ایک لمحے کے لئے مجھے حیران کر دیا کہ کس طرح مختصر وقت میں ڈیڑھ میل میں پھیلے ہوئے جوانوں کو اکٹھا کر کے سٹیشن تک پہنچوں گا۔ بہر حال حکم ہو چکا تھا اور اس کی تعمیل لازمی تھی کوشش شروع کر دی کہ وقت کے اندر سٹیشن پہنچ جائیں۔ ہم تمام تکلفات سے گزر کر کوئی 3 بجے سٹیشن پہنچ سکے۔ وہاں بریگیڈ کے ڈی کیو صاحب ملے جو ہمیں الوداع کہنے آئے تھے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ اوپر سے احکامات اتنی تیزی سے پاس ہو رہے ہیں کہ مجھے ابھی تک یہ بھی پتہ نہیں چلا' جانا کہاں ہے؟ میجر صاحب نے جواب دیا۔ ''پہلے جوانوں کو گاڑی میں

www.bhutto.org

بٹھالو پھر بتاتا ہوں۔ تم پہلے ہی کافی لیٹ ہو رہے ہو۔'' میں نے جلدی سے جوانوں کو گاڑی میں سوار کرایا۔ بعد میں دوبارہ ڈی کیو سے اپنی منزل کا پتہ پوچھا۔ کہنے لگے'' یہ گاڑی تمہیں لکشم سٹیشن تک لے جائے گی وہاں مزید احکامات ملیں گے۔''

شام چار بجے گاڑی فلینی ریلوے سٹیشن سے لکشم کی طرف روانہ ہوئی۔ جوانوں کو گاڑی کے اندر کھانا زہر مار کرنے کا حکم ملا اور ساتھ ہی خبردار کر دیا گیا تھا کہ علاقہ خطرناک ہے' اس لئے کسی بھی واقعہ کیلئے اپنے آپ کو ہر لمحے تیار رکھو۔ گاڑی بڑی آہستہ چل رہی تھی۔ کئی جگہوں پر مرمت کا کام ہو رہا تھا اور گاڑی کو رکنا پڑا۔ ریلوے لائن کے ساتھ بنکر بنے ہوئے تھے پلوں پر مجاہدوں کی ٹولیاں مورچہ بند تھیں۔ تقریباً تمام پل کئی دفعہ مرمت شدہ معلوم ہوتے تھے۔

خوف اور سکوت کا ماحول طاری تھا۔ ساڑھے چھ بجے شام ہم لکشم پہنچے۔ ایک میجر صاحب نے بتایا کہ ایک پلاٹون ادھر ہی رہے گا اور باقی نفری آگے جائے گی جس کے لئے ٹرک آ رہے ہیں۔

ریلوے سٹیشن پر دن کے وقت دشمن کی فضائیہ نے بم گرا کر تیل کے بعض ڈبوں میں آگ لگا دی تھی' اس وقت بھی آگ کے بلند و بالا شعلے خوفناک منظر پیش کر رہے تھے۔ میں نے اپنے نمبر ایک پلاٹون کو صوبیدار کی کمان میں دے دیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد فوجی ٹرک آ گئے میں نے دو پلاٹون اور کمپنی ہیڈ کوارٹر ان میں بٹھایا اور میجر صاحب سے پوچھا کہ اب ہمیں کدھر کا رخ کرنا ہے؟ انہوں نے بتایا'' یہاں سے تین چار میل دور ایک جگہ ہے' وہاں تک تمہیں یہ ٹرک لے جائیں گے۔ ڈرائیوروں کو ہدایات دی گئی ہیں...... وہاں اترو گے' تو مزید احکامات مل جائیں گے۔'' مجھے ان

www.bhutto.org

سامان لانی مائی لے جانے کو کہو۔

پھر انہوں نے جنگی صورت حال کی وضاحت کرتے ہوئے کہا یہاں بازار میں فرنٹیئر فورس کی ایک یونٹ ڈیپلائے تھی۔ دشمن نے اچانک زبردست حملے کے بعد آدھی سے زیادہ یونٹ کو سی او سمیت قیدی بنالیا ہے۔ باقی نفری شکستہ حالت میں پیچھے ہٹ آئی ہے۔ دشمن یا تو وہاں اپنی پوزیشن کو مضبوط بنا رہا ہوگا یا آگے بڑھ رہا ہوگا۔

میں نے پوچھا میاں بازار کدھر ہے؟ میں نے پہلی بار اس کا نام سنا ہے۔

کہنے لگے۔ ''تمہارے نقشے پر موجود ہے دیکھ لینا''۔

میں نے بتایا کہ نہ تو میرے پاس نقشہ ہے اور نہ کسی نے مجھے ان حالات سے آگاہ کیا ہے صبح سے اس تیزی سے کام ہو رہا ہے کہ مجھے یہ بھی معلوم نہیں میں اس وقت کہاں کھڑا ہوں۔ اس پر وہ مجھے جھونپڑی میں لے گئے اور ایک بڑے نقشے کی مدد سے ٹارچ کی مدھم روشنی میں موٹے موٹے فیچر سمجھانے لگے۔ مجھے اپنی پوزیشن سے ایک کچی سڑک مشرقی کی جانب جاتی ہوئی دکھائی دی۔ تقریباً چودہ پندرہ اسکوائر SQUARE آگے ایک نالہ دکھائی دیا۔ نالہ کے کنارے پر کمانڈر صاحب نے پنسل سے نشان لگاتے ہوئے کہا کہ یہاں ایف ایف کی یونٹ متعین تھی۔ تین چار دسمبر کی درمیانی رات کو دشمن نے یہاں حملہ کیا تھا۔ دشمن کی قوت غالباً بریگیڈ نفری سے زیادہ ہے۔ اس کے پاس ٹینک بھی ہیں۔ اسے نالہ عبور کرنے میں دیر لگے گی۔ وثوق سے کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ دشمن نالہ عبور کر کے آگے بڑھ آیا ہے یا نالہ کے پار بیٹھا ہے۔ بہر حال یہاں سے نالہ تک کا ایریا خالی پڑا ہے۔

کمانڈر صاحب نے بتایا کہ تمہارے دو پلاٹون ایک سول آرمڈ فورسز کا پلاٹون ایک کرنل صاحب کے زیر کمان ہوں گے۔ اس کچی سڑک پر آپ لوگ پیش قدمی کریں اور جس قدر جلدی ممکن ہو نالے کے اس طرف دفاعی پوزیشن اختیار کریں۔ بریفنگ کے دوران میرے نئے سی او صاحب بھی آگئے۔ میرے ذہن میں یہ نقشہ ابھرتا تھا۔

(1) بل کھاتا ہوا نالہ موجودہ پوزیشن سے مشرق کی جانب ہو۔

(2) دشمن کی قوت بریگیڈ سے اوپر۔

(3) موجودہ پوزیشن اور نالے کے درمیان تقریباً دس بارہ میل کا علاقہ خالی غیر محفوظ آبادی

www.bhutto.org

دشمن اور مکتی فوج کے حملے کا ہر وقت خطرہ' دشمن کی فوج سے بھی کسی بھی لمحے مڈبھیڑ ہو سکتی ہے۔

(4) میرے دو پلاٹون کئی دنوں کے تھکے ماندے' بھوک سے لاچار اور علاقے اور ماحول سے بالکل اجنبی۔ یہ نقشہ خود میرے ذہن میں بھی زیادہ واضح نہ تھا۔ بہرحال یہ سوچ کر خاموش رہا کہ جب کرنل صاحب ساتھ ہیں' تو پھر کیا فکر ان سے مزید ہدایات اور راہنمائی لے لوں گا۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ وہ میری فورس کو آگے روانہ کر چکے ہیں' اور میں بھی ان کے پیچھے چلا جاؤں۔ وہ خود سی اے ایف کے پلاٹون کے ساتھ بعد میں آئیں گے۔

میں اندازے سے ایک سمت چل دیا۔ راستے میں مجھے اپنا ایک سپاہی مل گیا جو مجھے کمپنی کی طرف لے گیا۔ میں نے اپنے جوانوں کو پیش قدمی کی فارمیشن اختیار کرنے کا حکم دیا۔ اس اثناء میں پیچھے سے ایک شخص آیا۔ اس نے کہا کمانڈر صاحب کا حکم ہے پلاٹون ادھر ہی رہنے دو اور خود واپس آجاؤ۔ میں واپس کمانڈر صاحب کے پاس پہنچا۔ انہوں نے بتایا کہ میں نے سوچا ہے ادھر ہی دشمن کی آمد کا انتظار کرتے ہیں' اس لئے تم ریلوے لائن کے ساتھ ساتھ مورچوں میں اپنے جوان لگا دو اور ساتھ ہی گشتی دستے آگے دو تین میل تک بھیجو جو دشمن کی نقل و حرکت سے خبردار ہیں۔

کرنل صاحب بھی وہیں موجود تھے۔ انہوں نے مزید ہدایات دیتے ہوئے کہا'' تم ایک پلاٹون ریلوے پل سے دائیں اور ایک بائیں اس جھنڈ تک لگا دو۔ دائیں جانب پلاٹون کو اس قدر پھیلا دو کہ دشمن ہماری پوزیشن کو بائی پاس (BYPASS) نہ کر سکے۔ یہ باتیں انہوں نے رات کی تاریکی میں ہاتھوں کے اشارے سے بتائیں۔

میں یہ احکام لے کر واپس کمپنی میں پہنچا ایک پلاٹون کو ریلوے کے دائیں جانب پوزیشن سنبھالنے کو کہا اور دوسرے پلاٹون کو لے کر ریلوے ٹریک جنکشن سے بائیں طرف ریولے لائن پر چلنا شروع کیا تقریباً دو ڈھائی سو گز کے فاصلے پر ریلوے پل آیا۔ وہاں سے بائیں طرف دیکھا تو درختوں کے بے شمار جھنڈ تھے' لیکن ایک جھنڈ ان میں زیادہ نمایاں تھا۔ پل سے اس کا فاصلہ تقریباً دو ہزار گز ہوگا۔ ریلوے لائن شرقاً غرباً جاتی تھی۔ ایک پلاٹون کو یہ ایریا دے کر کمپنی ہیڈ کوارٹر کے جوانوں کو ریلوے ٹریک جنشکن اور پل کے ایریا میں لگا دیا۔ اس اثناء میں تین دستے بھی آگے بھیج دیئے تا کہ دشمن ہمیں اچانک نہ آلے۔ میں فارغ ہو کر اب پورے ایریا کا چکر لگانے جا رہا تھا

www.bhutto.org

کہ راستے میں ایک آدمی دوڑتا ہوا ملا۔ اس نے کہا جناب میں آپ کو بڑی دیر سے تلاش کر رہا ہوں۔ کمانڈر صاحب نے طلب کیا ہے۔ میں دوڑتا ہوا کمانڈر صاحب کے پاس پہنچا۔ وہ اپنی جھونپڑی میں موجود تھے۔ کہنے لگے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ تم پہلے منصوبے کے مطابق آگے بڑھو۔ اب تمہیں پنجاب رجمنٹ کا ایک پلاٹون اور مل جائے گا توپ خانے کا آبزرویشن آفیسر بھی تمہارے ساتھ جائے گا۔ کرنل صاحب اس پیش قدمی کے کمانڈر ہوں گے۔ جب دشمن سے تمہاری مڈبھیڑ ہوگی تو مزید آدمی بھیج دیئے جائیں گے۔

اب میں کرنل صاحب کی طرف متوجہ ہوا۔ انہوں نے کہا "تم کمپنی کو ریلوے روڈ جنکشن پر پیش قدمی کی ترتیب میں جمع کرو۔ میں کمانڈر صاحب سے بات کر کے تمہیں ملتا ہوں"۔

دو اڑھائی گھنٹوں کے اندر تیسری بار نئے احکام لے کر میں آگے کمپنی میں پہنچا، منتشر جوانوں کو جمع کیا اور انہیں پیش قدمی کی ترتیب میں مارچ کرنے کے لئے تیار ہونے کا حکم دیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک رنر (RUNNER) آیا۔ اس نے بتایا کہ کرنل صاحب نے کہا ہے آپ سڑک پر آگے بڑھیں، میں پیچھے آتا ہوں۔

تاریک رات، اجنبی علاقہ اور ہر قدم پر دشمن سے ملاپ کے احساس کے ساتھ پیش قدمی شروع کی۔ سڑک کے دونوں جانب دھان کے کھیت تھے جن میں بعض جگہ پر پانی کھڑا تھا درختوں اور جھاڑیوں کی بہتات تھی۔ تقریباً چار پانچ فرلانگ کے بعد درختوں میں گھرے ہوئے گاؤں آئے جنہیں یہاں کی زبان میں "باڑی" کہا جاتا ہے۔ سڑک کے دائیں بائیں تقریباً آٹھ سو گز تک علاقے میں چھان بین کرتے ہوئے آگے بڑھنا شروع کیا رفتار بہت سست تھی۔ ہمارے درمیان ملاپ صرف رنروں کے ذریعے تھا۔ وائرلیس سیٹ ہمیں نہ ملے تھے۔ بہرحال ابھی تھوڑی دور گئے ہوں گے کہ توپ خانے کے او پی کیپٹن اپنے وائرلیس سپاہی سمیت ہمارے ساتھ آشامل ہوئے ان کے آنے سے ہمارے مورال میں اضافہ ہو گیا۔ ان کے پاس نقشہ بھی تھا اور ملاپ کے لئے وائرلیس سیٹ بھی تھے۔

میں نے محسوس کیا کہ اگلے سیکشن پیش قدمی میں جھجک رہے ہیں۔ اس لئے میں ان کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔ اس سے ان کے حوصلے بڑھ گئے...... سڑک کے نواح میں تمام باڑیاں سنسان تھیں۔ شاید دیہاتی لوگ ہماری آمد کی خبر پا کر "زیرزمین" چلے گئے تھے۔ توپ خانے کے کیپٹن

www.bhutto.org

صاحب بنگالی میں شد بد رکھتے تھے اس لئے کہیں اکا دکا بنگالی بوڑھا مل جاتا تو اس سے سوال و جواب کر کے اور نقشے کی مدد سے اپنی پوزیشن کا تعین کر لیتے۔

5 دسمبر 71ء

ہم نے یہ پیش قدمی رات کے تقریباً بارہ بجے باغ مدرا سے شروع کی اور پانچ دسمبر ساڑھے چار بجے صبح گولا چاباڑی میں پہنچے۔ اس دوران دشمن سے کہیں ملاپ نہ ہوا۔ صبح ہونے والی تھی اور ہمارا مقصود جو نقشے پر بتایا گیا تھا ابھی تین چار گھنٹے کی مسافت پر تھا۔ اب یہ فکر دامن گیر تھی کہ دن کی روشنی میں دشمن کے ہوائی جہاز ہماری پیش قدمی میں حائل ہوں گے۔ ہم چاہتے تھے جتنا جلد ممکن ہو سکے منزل پر پہنچ جائیں۔ دشمن سے مڈبھیڑ نہ ہونے کی بنا پر میرے جوانوں کی جھجک بھی دور ہو گئی تھی۔

گولا چاباڑی سے آگے سڑک دو حصوں میں تقسیم ہو جاتی تھی۔ ایک سیدھی آگے جاتی تھی اور دوسری بائیں طرف کو مڑ گئی تھی۔ ہمارا مقام مقصود بائیں جانب سڑک پر تھا' تاہم اس امر کا تعین کرنے کے لئے ہم نے گاؤں میں کسی آدمی کو تلاش کیا۔ تھوڑی سی کوشش سے ایک ادھیڑ عمر کا مقامی شخص مل گیا۔ توپ خانے کے کیپٹن نے اس سے معلومات لیں۔ اس دوران میں میرا ایک پلاٹون سیدھا آگے بڑھ گیا تھا۔ میں ان کے ساتھ شامل ہونے کے لئے تیزی سے آگے بڑھا۔ دو تین سو گز آگے بڑھے ہوں گے کہ سامنے والے گاؤں سے زبردست فائر آنا شروع ہو گیا ہم لحہ بھر کے لئے دم بخود رہ گئے۔ سنسناتی گولیاں ہمارے دائیں بائیں سے گزرتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔ میں نے کیپٹن صاحب کی مدد سے اپنے جوانوں کو ایک تالاب کے کنارے دفاعی پوزیشن میں لگا دیا۔ ہم نے بھی ہر قسم کا فائر کھول دیا۔ تھوڑی دیر تک دونوں طرف سے اندھا دھند فائرنگ ہوتی رہی۔ اس دوران میں صبح کی روشنی میں ہم نے آگے جانے والے پلاٹون کو پیچھے مڑتے دیکھا۔ میں نے اس کے کمانڈر نائب صوبیدار کو سڑک کے ساتھ پوزیشن لینے کو کہا۔ مشین گنیں تالاب کے کنارے نصب کیں۔ اب دشمن کے توپ خانے کا فائر بھی آنے لگا۔ مگر ایک تو گولے ہم سے سو گز دور گر رہے تھے۔ دوسرے دلدلی زمین کی وجہ سے بہت کم گولے پھٹتے زیادہ تر دلدلوں میں دھنس کر رہ جاتے ہمارے ساتھ توپ خانے کے کیپٹن نے اپنا فائر بھی مانگ لیا۔ پہلی بوچھاڑ تو دشمن پر نہ گری' مگر پھر نشانہ درست کروا دیا گیا اور دشمن کا سر دب گیا۔

www.bhutto.org

اب میں نے اپنی کمپنی کی حالت پر نظر ڈالنے کا فیصلہ کیا کیونکہ اندھادھند فائرنگ میں کچھ پتہ نہ چلا تھا کہ میرے آدمی کدھر چلے گئے بس جو قریب دکھائی دیئے انہیں پوزیشنوں میں لگا دیا تھا میں اپنے آدمیوں کی تلاش میں دو میل پیچھے رہ گیا تو راستے میں سی اے ایف کے جوان ملے۔ کہنے لگے ہمیں کرنل صاحب نے بتایا کہ تم دشمن کی گھات میں آ گئے ہو۔ میں نے کہا فکر کی بات نہیں' ہم نے دشمن کو روک دیا ہے۔ پھر میں کرنل صاحب کے ہیڈ کوارٹر میں پہنچا۔ وہ بڑے مغموم نظر آ رہے تھے مجھے دیکھتے ہی اچھل پڑے۔ ''تم زندہ ہو؟ میں تو سمجھا تھا کہ تم اور توپ خانے کا کیپٹن دشمن کی گھات میں آ گئے ہو؟''۔

میں نے جواب دیا خدا کا شکر ہے ہم محفوظ رہے ہیں اور دشمن کو فی الحال روک لیا گیا ہے۔

جب میں واپس پہنچا تو عجیب نقشہ تھا۔ میرا ایک پلاٹون پھر دشمن سے ٹکرا گیا تھا۔ سخت مقابلہ ہو رہا تھا۔ دشمن کو اگلی پوزیشنیں خالی کرنا پڑیں۔ مگر ان کے پیچھے سے مشین گن کے فائر نے ہمارے آدمیوں کو سخت زچ کیا۔ ایک جوان شہید ہو گیا تھا۔ چار زخمی۔ میں نے دیکھا کہ دشمن کے مزید سپاہی ٹرکوں سے اتر رہے ہیں...... یوں تازہ دم فوج کی مدد انہیں مل گئی تھی۔ وہ کسی وقت بھی شدید حملہ کر سکتے ہیں۔ ہمارے پاس اسلحہ محدود تھا پیچھے سے کمک کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا' مگر میں کسی قیمت پر جگہ چھوڑنے کو تیار نہ تھا' کیونکہ پھر دشمن اور بریگیڈ کوارٹر کے درمیان کوئی رکاوٹ باقی نہ رہتی اور دشمن دندناتا ہوا ہمیں روند کر آگے نکل جاتا۔

میرے اگلے پلاٹون میں سے ایک جوان شہید ہو گیا تھا اور چار زخمی اور دو لاپتہ تھے۔ دن کے گیارہ بجے ہمیں پیچھے ہٹنے کا حکم ملا۔ ہم شہید کی لاش کو لیکر باغ مورا میں پہنچ گئے جہاں سے رات کو پیش قدمی کا آغاز کیا تھا۔ شہید کو وہاں دفن کیا اور زخمیوں کو میلا بھیج دیا۔ اب بریگیڈئر صاحب نے مجھے لال مائی جانے کا حکم دیا۔ یہ جگہ باغ مورا سے تین چار میل شمال مغرب میں تھی۔ کمانڈر صاحب اور کرنل صاحب جیپ میں آگے آگے چلے گئے۔ میں کمپنی کو ساتھ لے کر ایک بجے کے قریب لال مائی پہنچا۔ یہاں جوانوں نے کھانا کھایا۔ دو بجے بعد دوپہر دشمن کے ہوائی جہازوں نے حملہ کر دیا۔ ہماری تین چار گاڑیوں اور پٹرول کے ڈمپ میں آگ لگ گئی۔ میرے دو جوان زخمی ہوئے۔ انہیں کومیلا روانہ کر دیا گیا۔ آگ کے شعلے اور دھوئیں کے مرغولے بڑا خوفناک منظر پیش کر رہے تھے۔ شام تک ہوائی جہاز چکر کاٹتے رہے' مگر بعد میں مزید بمباری نہ ہوئی۔ شاید وہ

www.bhutto.org

اپنی کارگزاری پر مطمئن تھے۔

تین بجے سہ پہر کرنل صاحب نے مجھے بریگیڈ کمانڈ پوسٹ میں بلایا اور مغرب کی طرف اشارے سے بتایا کہ دائیں جانب اس درخت کی چوٹی سے بائیں جانب اس جھاڑی تک تم نے دفاعی پوزیشن اختیار کرنی ہے۔ میں اندازے سے پلاٹون لے کر ادھر روانہ ہو گیا۔ راستے میں ایک رنر ملا کہ کرنل صاحب پیچھے بلا رہے ہیں واپس گیا۔ حکم ہوا' آج رات ہم آگے جا کر دشمن کی پوزیشنوں پر فائر گرا کر واپس آ جائیں گے۔ تم اپنے جوانوں کو شام ہوتے ہی نقطہ آغاز پر لے آنا میں کمپنی میں واپس گیا۔ شام تقریباً ہونے والی تھی۔ جلدی سے انہیں سٹارٹنگ لائن پر جمع کیا۔ وہاں ایف ایف کی دو کمپنیاں اور سی اے ایف کے دو پلاٹون بھی آ گئے۔ شام ہوتے ہی ہم نے مارچ کیا۔ کومیلا روڈ پر جا کر ہم دائیں طرف مڑے اور تھوڑی دور تک ایک تنگ سی سڑک پر تالاب کے کنارے بنائی ہوئی جگہوں پر فائر گرایا۔ اس کے بعد لال مائی واپس آ گئے رات خاصی سرد تھی جو کہ مورچوں میں گزاری ہم سے کچھ دور چھوٹے ہتھیاروں کے فائر کی آواز آ رہی تھی۔

6 دسمبر 71ء

صبح چھ بجے میں نے کرنل صاحب سے اپنی جگہ کے تعین کے بارے میں استفسار کیا۔ کہنے لگے۔ سیدھے مغرب کا رخ کرو۔ جہاں ٹوٹی پھوٹی زمین ختم ہوتی ہے۔ وہاں مورچہ بندی کر لو۔ تمہارے بائیں ایف ایف کی دو کمپنیاں ہوں گی اور اور دائیں سی اے ایف کا ایک پلاٹون میں کمپنی کو لے کر آگے بڑھا۔ ٹوٹی پھوٹی زمین کا لامتناہی سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ پورا علاقہ خالی پڑا تھا۔ خطرہ تھا کہیں دشمن گھات میں نہ بیٹھا ہو اس لئے باقاعدہ ٹیکنیکل ترتیب اختیار کر لی۔ تقریباً ڈھائی تین ہزار گز کے فاصلے پر ٹوٹی ہوئی زمین ختم ہوتی تھی آگے گنجان آبادی والے گاؤں تھے۔ یہاں مورچے بھی بنے ہوئے تھے' مگر یوں معلوم ہوتا تھا کہ کسی نے جلدی میں بنائے ہیں کیونکہ ہتھیاروں کی جگہ کا درست انتخاب نہ کیا گیا تھا۔ فیلڈ آف فائر بھی صاف دکھائی نہ دیتا تھا۔

میں نے ہر پلاٹون کے ایریا میں جا کر ہتھیار لگانے کی جگہوں کی صحیح نشاندہی کی۔ دائیں بائیں کمپنیوں سے ملاپ کے لئے آدمی بھیجے' مگر وہ دور دور تک ہو کر واپس آ گئے۔ انہیں کوئی آدمی نہ ملا۔ اب خالی مقامات کی دیکھ بھال کے لئے میں نے گشتی دستے بھیج دئے' تا کہ دشمن اچانک پہلو سے حملہ نہ کرے۔ میں سمجھتا تھا کہ دائیں بائیں والی کمپنیاں تھوڑی دیر تک آ جائیں گی۔ لیکن

www.bhutto.org

شام تک یہ جگہیں خالی پڑی رہیں پیچھے ہیڈکوارٹر سے ملاپ کا ذریعہ بھی سوائے رنر کے کچھ نہ تھا۔ بہر حال ہم مورچے درست کرنے میں لگے رہے خیال تھا ہمیں یہاں زیادہ دیر تک رکنا پڑے گا۔ دن کے وقت دشمن کے ہوائی جہاز ہمارے اوپر سے پرواز کرتے آگے نکل گئے۔ ہم سے ڈیڑھ دو میل آگے ایک سڑک تھی جو شرقاغر با جاتی تھی غالباً لکشم سے چاندپور روڈ تھی۔ اس پر دشمن کی اکا دکا جیپ دکھائی دے جاتی۔ اس کے علاوہ ہمارے محاذ پر مکمل خاموشی تھی۔ رات کو دائیں بائیں کچھ فاصلے پر چھوٹے ہتھیاروں کے فائر کی آوازیں متواتر سنائی دیتی رہیں۔

7 دسمبر 71ء

ہمارے دائیں بائیں والی پوزیشن بدستور خالی پڑی تھی۔ میرے پلاٹون لال مائی سے بالکل کٹ گئے تھے۔ ہمارے پیچھے بریگیڈ کمانڈ پوسٹ کا ایریا تھا جو نظروں سے اوجھل تھا صبح ہوتے ہی ہم نے مورچے مزید مضبوط بنانے شروع کیے دن کے بارہ بجے میں واپس بریگیڈ ہیڈ کوارٹر جا رہا تھا کہ کرنل صاحب کو حالات سے آگاہ کروں' راستے میں ایک رنر ملا' اس نے کرنل صاحب کی طرف سے طلبی کا حکم سنایا' میں جب پیچھے پہنچا' تو کیا دیکھتا ہوں کہ سب لوگ سامان باندھ کر جگہ چھوڑنے کی تیاری کر رہے ہیں۔ کرنل صاحب بھی جیپ کے قریب تیار کھڑے تھے۔ انہوں نے کہا آدھ گھنٹہ کے اندر کمپنی کو پیچھے بلاؤ اگر تم نے دیر کی تو یہاں ہی رہ جاؤ گے اور نتائج کی ذمہ داری تم پر ہوگی۔ اگرچہ یہ وقت ناکافی تھا تاہم میں نے رنر کو اپنے پلاٹون کے پاس ہدایات دے کر بھیج دیا اور خود میں اپنے لنگر والوں کو اطلاع دینے چلا گیا۔ ہر شخص حیران تھا کہ آخر ہو کیا گیا ہے۔ جلدی جلدی جوانوں نے کھانے کے برتن گاڑیوں میں رکھے۔ ان کے کئی بستر اور کٹ بیگ وہیں رہ گئے۔ دشمن کے ہوائی جہازوں کو شاید ہماری نقل و حرکت کا پتہ چل گیا تھا۔ بار بار ہمارے سروں پر منڈلانے لگتے اور ہمیں درختوں کی اوٹ میں پناہ لینا پڑتی' اس عرصے میں میرا ایک پلاٹون وہاں پہنچ گیا۔ باقی لوگ ابھی پیچھے تھے۔ کرنل صاحب نے مجھے حکم دیا کہ گاڑی میں بیٹھوں باقی لوگوں کا انتظار نہیں کیا جا سکتا۔ ہمیں جلد از جلد کومیلا چھاؤنی میں پہنچنا ہے کیونکہ اندیشہ ہے کہ دشمن ہمارا راستہ ہی نہ کاٹ دے۔

دو اڑھائی بجے ہم نے لال مائی کی پوزیشن کو خیرباد کہا۔ وہاں سے ایک کچی سڑک پہاڑی کے اوپر سے کومیلا چھاؤنی جاتی تھی اس کی حالت سخت ناگفتہ بہ تھی۔ ہم چار پانچ بجے کومیلا

www.bhutto.org

چھاؤنی کی چیک پوسٹ پر پہنچ گئے۔ یہ جگہ لال مائی ہل کی شمالی حد تھی اور کومیلا چھاؤنی ایریا کی جنوبی حد۔ سورج غروب ہونے کو تھا۔ کرنل صاحب نے ڈوبتے سورج کی طرف اشارہ کر کے کہا وہ دیکھو دو جھاڑیوں کی چوٹیاں' پھر ناریل کے درختوں کا جھنڈ' تمہاری بائیں حد ہے۔ میں اپنے آدمیوں کو لے کر ادھر چل پڑا۔ میری باقی ماندہ کمپنی کا کچھ پتہ نہ تھا وہ پیچھے لال مائی رہ گئی تھی اور کہیں پیدل ٹھوکریں کھاتی آ رہی تھیں۔ میرے ایریا میں زمین کٹی پھٹی تھی اور جھاڑ جھنکار کی کثرت ایک قدم آگے بڑھنا بھی مشکل ہو رہا تھا۔ رات کی سردی ڈیرہ جما رہی تھی۔ ہم کمبلوں سے محروم تھے' بیشتر سامان لال مائی رہ گیا تھا۔ بہر حال میں نے تھوڑی سی تگ ودو سے چھاؤنی سے مطلوبہ سامان فراہم کر لیا۔ اس اثناء میں میری باقی نفری بھی یہاں پہنچ گئی۔

8 دسمبر 71ء

دن کی روشنی میں ہمارا علاقہ ذرا واضح ہوا۔ یہ کومیلا بریگیڈ ہیڈ کوارٹر سے جنوب مغرب اور سی اے ایف ہیڈ کوارٹر سے شمال مغرب کی طرف تھا' اور یہ جگہ کوٹ باری ایریا کی مغربی جانب تھی۔ ہمارے سامنے مغربی جانب میدانی علاقہ تھا۔ جس میں خوبصورت سرسبز باڑیاں تھیں۔ میرے بائیں سی اے ایف کا ایک پلاٹون اور اس کے آگے پورا ونگ ڈیپلائے تھا۔ میرے دائیں اور عقب میں ایف ایف کی کمپنیاں مورچہ بند تھیں۔ میری پوزیشن میں چند ایک مورچے کھدے ہوئے تھے۔ ان کے علاوہ پورے علاقے میں نئے مورچے تیار کروانے تھے۔ میں نے اپنے جوانوں کو مناسب ہدایات دیں۔ پھر میں دائیں طرف ایف ایف کی کمپنی میں ملاپ کے لئے گیا۔ کمپنی کمانڈر سے تو ملاقات نہ ہو سکی۔ جوانوں کی حوصلہ افزائی کے بعد میں نے بائیں طرف سی اے ایف کے مورچوں کا رخ کیا۔ یہاں بیشتر لوگ مغربی پاکستان کے سابق فوجی تھے۔ ان کا کمانڈر بھی ایک ادھیڑ عمر کا ریٹائرڈ صوبیدار تھا۔ ان کے مورچے زمین اور ہتھیاروں کی مناسبت کا لحاظ رکھے بغیر تیار کئے گئے تھے پلاٹون کی ہلکی مشین گن بھی اہم راستوں کو نظر انداز کر کے نصب کی گئی تھی۔ باڑیوں سے ایک کچی سڑک آ کر دفاعی پوزیشن کے اندر داخل ہوئی تھی۔ جو بے حد اہم تھی' میں نے ان جوانوں کو سمجھایا کہ مورچے بلندی پر بنانے کے بجائے اس کے آگے اس طرح بنائیں کہ مورچے کے قریب سے لے کر دور تک کا علاقہ صاف نظر آئے۔ پلاٹون کمانڈر نے میری ہدایات سے استفادہ کیا۔

www.bhutto.org

سارا دن اس قسم کی مصروفیات میں گزرا دشمن کے ہوائی جہاز خاصے سرگرم تھے۔ مگر وہ ہمارے اوپر سے گزر جاتے تھے۔ میرے پاس کسی سے ملاپ کے لئے نہ فون تھا نہ وائرلیس سیٹ مجھے صحیح حالات کی کچھ خبر نہ تھی۔ دشمن نے کومیلا چھاؤنی کو چاروں طرف سے گھیرا ہوا تھا مگر میرے محاذ پر خاموشی تھی چھاؤنی کی مشرقی اور مغربی جانب سے فائر کی آوازیں آتیں۔ دشمن کا توپ خانہ کبھی کبھار چھاؤنی میں گولہ باری کرتا۔

شام کو میں بریگیڈئر ہیڈکوارٹر گیا اور بی ایم سے کہا کہ میرے پاس ملاپ کا کوئی ذریعہ نہیں۔ انہوں نے سگنل کمپنی کو فوری طور پر لائن بچھانے کو کہا۔ اس دوران میں شام کا اندھیرا پھیل چکا تھا۔

9 دسمبر 71ء

صبح سویرے کمپنی میں چکر لگایا۔ پھر ملاپ کے لے دائیں بائیں نکل گیا۔ ونگ (WING) کے علاقے میں مورچے سٹیل پروف بنے ہوئے تھے۔ انہیں دیکھ کر مجھے رشک سا محسوس ہوا پھر میں سی اے ایف کے آفیسر میس میں گیا بڑی خوبصورت جگہ تھی افسروں کے کمرے آراستہ تھے۔ ملحقہ غسل خانے دیکھ کر میرا نہانے کو جی چاہا۔ چار ستمبر کے بعد سے غسل کا موقع نہ ملا تھا۔ بدن سے بدبو اٹھ رہی تھی اور چہرے سے وحشت برس رہی تھی۔ اب غسل کے بعد تازہ دم ہو کر میں نے فرحت سی محسوس کی۔

میں نے کمپنی میں واپس جا کر بتایا کہ ہمارے بائیں جانب ایک پورا ونگ (WING) ڈیپلائے ہے۔ ان کے مورچے بہت مضبوط ہیں' اس لئے ہمیں اس طرف سے کوئی خطرہ درپیش نہیں۔ ہم نے اپنی توجہ اپنے سامنے علاقے پر مرکوز کر دی۔

رات کے بارہ بجے تک پراسرار خاموشی چھائی رہی۔ اس کے بعد ہمارے بائیں ونگ کے ایریا میں توپ کا فائر کرنے لگا۔ یہ آہستہ آہستہ شدت اختیار کرتا چلا گیا اور گولے ہماری پوزیشنوں میں بھی پھٹنے لگے۔

10 دسمبر 71ء

رات کے تین چار بجے تک فائر کی شدت کا یہ عالم تھا کہ ہم مورچوں سے باہر نہ نکل سکتے تھے۔ بائیں طرف سی اے ایف کے پلاٹون اور ونگ کے علاقے میں سے چھوٹے ہتھیاروں کے فائر کی آوازیں آنے لگی تھی۔ غالباً دشمن نے ان پر حملہ کر دیا تھا' مگر ہمیں جنگ کی صورت حال کا کچھ

www.bhutto.org

پتہ نہ چلا۔ دائیں بائیں ہمارا ملاپ تو تھا نہیں' بریگیڈ سے ہیڈ کوارٹر کے ساتھ ملاپ کے لئے جوئی لائن بچھائی گئی تھی وہ بھی کہیں کہیں سے کٹ گئی بے یقینی اور شش و پنج کی عجیب کیفیت تھی۔ صبح کی دھندلی روشنی میں میں نے بائیں طرف سے دس بارہ آدمیوں کو آہستہ آہستہ اپنے مورچے کی طرف رینگتے دیکھا۔ میں نے سوچا شاید دشمن کے سپاہی ہیں۔ اس لئے اپنے مورچے میں ہر ایک کو تیار رہنے کا حکم دے دیا۔ پھر میں نے بلند آواز سے کہا۔ ہاتھ اوپر اٹھا دو ورنہ گولی مار دوں گا میری للکار کے جواب میں انہوں نے کہا۔ ''صاحب! ہم سی اے ایف کے پلاٹون کے آدمی ہیں۔ ہمارا ایمونیشن ختم ہو چکا ہے۔ ہماری پوزیشن پر دشمن نے قبضہ کر لیا ہے۔ خدا کے لئے ہم پر فائر نہ کرنا''۔ شناخت کرنے کے بعد میں نے انہیں اپنی پوزیشنوں سے گزرنے کی اجازت دے دی۔ اس کے بعد تو اور آدمی پیچھے ہٹنے لگے۔ میرے سر پر اپنے بائیں اور آگے والے سیکشن کی حفاظت اور دشمن کو روکنے کا ایسا جنون طاری ہوا کہ میں نے پانچ چھ آدمیوں کو ساتھ لیا اور کھلے میدان میں دوڑنا شروع کر دیا۔ پچاس گز آگے بڑھے ہوں گے کہ دشمن کا فائر آ گیا۔ میرے دو جوان زخمی ہو کر گرے پڑے۔ کھلی جگہ پر فائر اس قدر بے پناہ تھا کہ ایک انچ آگے سرکنا دشوار ہو گیا تھا' میں رینگ کر واپس مورچے میں آ گیا۔ صبح کی روشنی پھیل چکی تھی۔ پانچ چھ سو گز تک واضح طور پر یہ دیکھا جا سکتا تھا میں نے ونگ کے ایریا پر نگاہ ڈالی۔ وہاں بہت سے آدمی پھر رہے تھے۔ پہلے تو سوچا شاید پاک فوج کے جوان ہوں گے۔ مگر انہوں نے تو ہماری طرف مورچے کھودنے شروع کر دیئے تھے میں نے ان پر فائر کھول دیا۔ ایک آدمی ادھر ہی زمین پر گر پڑا۔ اسے اٹھانے کے لئے ایک شخص آگے بڑھا میری دوسری گولی اس کی کھوپڑی میں پیوست ہو گئی۔ اس کے بعد اس کا آزادانہ چلنا پھرنا بند ہو گیا۔ پھر میں نے دو سو گز دور بائیں جانب کچھ اور لوگوں کو مورچے کھودتے دیکھا۔ ان پر بھی فائر کیا گیا۔ ایک آدمی گر گیا باقی لوگ پیچھے بھاگ گئے۔ اب دشمن جدھر بھی تھا مورچوں میں دبک گیا۔

سورج نکل چکا تھا۔ دشمن کے حملے کی شدت کم ہو گئی تھی مگر اس کا توپخانہ مسلسل قیامت ڈھا رہا تھا۔ میں اس سے بے پرواہ ہو کر اپنے جوانوں کے حوصلے بڑھاتا رہا۔ سارا دن پیچھے سے ہمیں کمک ملتی رہی' مگر کوئی بھی دشمن کی گولہ باری میں زیادہ دیر تک جم نہ سکا۔ آہستہ آہستہ تو نوبت یہاں تک پہنچی کہ ہمارے دائیں جانب بھی مورچے خالی ہو گئے۔

www.bhutto.org

دشمن کی فضائیہ نے شکار کا فائدہ اٹھانا چاہا۔ وہ تو بریگیڈ ہیڈ کوارٹر کو شاید بموں سے اڑا دینا چاہتے تھے۔ بریگیڈ ایریا سے دھویں اور گرد وغبار کے دبیز بادل اٹھ رہے تھے۔

میرے دائیں اور بائیں پوزیشنیں خالی ہو جانے سے میرے اپنے جوان بھی ہمت ہار بیٹھے۔ ایک وقت تو ایسا آیا کہ میرے اردگرد صرف دس بارہ جوان موجود تھے۔ اگرچہ ہم نے دشمن کا حملہ پسپا کر دیا تھا اسوقت ہماری پوزیشن مضبوط ہو رہی تھی پھر پسپائی میری سمجھ میں نہ آئی' مگر میں خود چار آدمیوں کے ساتھ تنہا یہاں نہ ٹھہر سکتا تھا۔ دن کے ایک بجے میں نے تمام مورچے چیک کئے۔ اس لڑائی میں میرے پانچ آدمی شہید اور سات زخمی ہوئے تھے۔ شہیدوں کی لاشیں دشمن کے مورچوں کے اس قدر قریب کھلی جگہ پر پڑی تھیں کہ وہاں سے انہیں اٹھانا محال تھا (سرنڈر کے بعد انہیں 18 دسمبر کو دفن کیا گیا)

ہم نے تھوڑا سا پیچھے ہٹ کر ایم۔ پی چیک پوسٹ کے نواح میں نئے مورچے کھود لئے۔ دشمن اب بھی ہمارے نزدیک تھا اور چھوٹے ہتھیاروں سے فائر کر رہا تھا۔ میں نے اپنے جوانوں کو حکم دیا تھا کہ چونکہ ایمونیشن کی کمی ہے' اس لئے جب تک دشمن مار کی حد میں نہ آئے' اس پر فائر کرنے سے گریز کیا جائے۔

11 دسمبر 71ء

صبح کی دھند دور ہوتے ہی دشمن کے ہوائی جہازوں نے ہمارے سروں پر چیلوں کی طرح منڈلانا شروع کر دیا۔ ہر گھنٹے آدھے گھنٹے بعد دو تین جہاز آجاتے۔ ان کا نشانہ خاص طور پر بریگیڈ ایریا تھا' جہاں پٹرول اور اسلحہ کے ڈمپ تھے۔ دشمن کے توپخانے کا نشانہ یہی ایریا تھا کبھی کبھار ہمارے مورچوں پر گولے برستے' مگر ہم ان کے عادی ہو چکے تھے۔

نو دس بجے کے قریب اس بریگیڈ کے بچے کھچے تین چار سو آدمی اپنے کمانڈر کے ساتھ کومیلا روڈ سے ہمارے دفاعی حصار میں داخل ہوئے جن کے ساتھ سب سے پہلے ہم نے فلینی میں کام کیا تھا پہلے تو ہم نے انہیں دشمن کی فوج تصور کیا' مگر ان کے شور مچانے پر فائر بند کیا گیا۔ تھکاوٹ سے ان کا برا حال ہو رہا تھا۔

پچھلے پہر میں نے بریگیڈ ہیڈ کوارٹر کا ایک چکر لگایا۔ بی ایم کو اپنے اردگرد محاذ کی داستان سنائی اور پھر واپس مورچوں میں آ گیا۔ رات کو کافی دور سے فائر کی آوازیں آتی رہیں۔

www.bhutto.org

12 دسمبر 71ء

میری بائیں پلاٹون پر دشمن نے زبردست فائرنگ شروع کر دی۔ وہ ٹینکوں کو بھی آگے لے آیا۔ دشمن کی جنگ والی رج پر قبضہ کرنا چاہتا تھا جو میرے دفاع کے لئے نہایت اہم تھی۔ دشمن کے سامنے میرے پلاٹون کے صرف اگلے دو سیکشن رہے گئے تھے۔ انہوں نے کمال جرات اور دلیری کا مظاہرہ کیا۔ دشمن کی خواہش کو انہوں نے مٹی میں ملا دیا۔ ہمیں پیچھے سے ایف ایف کی مدد مل گئی ایک ٹینک بھی بھیج دیا گیا۔ ہمارے حوصلے آسمانوں سے باتیں کرنے لگے۔ اب مل کر ہم نے دشمن کو پیچھے دھکیل دیا۔ اس کارروائی میں بلوچ رجمنٹ کا کمانڈر دلیری سے لڑتا ہوا زخمی ہو گیا۔ جنگل والی رج پر ایف ایف کے پلاٹون نے دوبارہ پوزیشن مستحکم کر لی۔

14 دسمبر 71ء

13 دسمبر کا دن کسی خاص کارروائی کے بغیر گزر گیا دشمن اپنی جگہ پر مطمئن بیٹھا رہا' اس کے ہوائی جہاز کسر نکال رہے تھے۔ رات نو دس بجے میرے مورچوں پر دشمن کے توپ خانے کا فائر گرنا شروع ہوا۔ آہستہ آہستہ یہ شدت اختیار کر گیا۔ اس کا نشانہ میرا بایاں پلاٹون اور جنگل والی رج کا علاقہ تھا۔ رات کے بارہ بجے تک قیامت خیز گولہ باری ہونے لگی۔ یوں محسوس ہوتا تھا کہ زمین پھٹ جائے گی۔ رات ڈیڑھ بجے ایف ایف کا کیپٹن میرے مورچوں سے گزرا۔ میں نے اندازہ لگا لیا کہ جنگل والی رج خالی کر کے آئے ہیں۔ میں سخت پریشان تھا کہ اب دشمن مزے سے آگے ایم پی چیک پوسٹ کی طرف بڑھ کر میری پوزیشنوں میں داخل ہو سکتا ہے۔ میں نے توپخانے کے او پی سے کہا کہ وہ فائر مانگے اور دشمن کا کچھ توڑ کرے۔ اس نے بڑی پھرتی دکھائی تھوڑی دیر بعد ہماری توپوں کا فائر آنا شروع ہو گیا۔ دشمن کو میرے اوپر حملہ کی جرات نہ ہو سکی۔

خدا خدا کر کے رات کا اندھیرا ختم ہوا۔ صبح کی روشنی پھیلنے سے منظر واضح ہوا۔ میں نے اپنے مورچوں میں چکر لگا کر جوانوں کو ثابت قدم رہنے کی تلقین کی۔

نو دس بجے کے قریب دشمن نے دائیں اور بائیں دونوں طرف سے بڑھنا شروع کر دیا۔ بائیں طرف جنگل والی رج پر میری پوزیشن سے فائر کی وجہ سے وہ آگے نہ بڑھ سکا' لیکن اسے مزید کمک دھڑا دھڑ مل رہی تھی۔ دائیں طرف بغیر کسی مزاحمت کے دشمن نے میرے پیچھے والی رج کے مغربی جانب سے آگے بڑھنا شروع کیا۔ وہاں سے پاک فوج کے جوان بڑھتے ہوئے دباؤ کے

www.bhutto.org

پیش نظر پسپا ہونے لگے۔ دشمن کی اس دوطرفہ پیش قدمی سے یوں معلوم ہوتا تھا کہ وہ میری پوزیشن کو گھیرے میں لینا چاہتا ہے۔ واویلے کو ایک فوجی افسر نے سن کر اپنے کرنل سے کہا اسے شیل شاک ہو گیا ہے یہ ہوش میں نہیں رہا اس صورت حال میں کچھ پیش نہ گئی۔...... میں نے مناسب سمجھا کہ اس صورت حال کی اطلاع بریگیڈ ہیڈ کوارٹر کو دوں ٹیلی فون یا وائرلیس نہ ہونے کی بنا پر جیپ میں سوار ہو گیا۔ راستے میں ایک کیپٹن صاحب بھی ساتھ ہو لئے۔ ہوائی جہازوں کی بار بار مداخلت کی بنا پر ہمیں جیپ روک کر مورچوں میں دبکنا پڑتا۔ ہیڈ کوارٹر میں پہنچے تو نہایت ابتر حالت تھی جابجا گڑھے پڑے تھے۔ مجھے بریگیڈیئر صاحب نہ مل سکے جب واپس اپنی کمپنی میں گیا تو کئی جوان مورچے چھوڑ چکے تھے۔ دشمن سامنے آزادانہ گھوم پر رہا تھا۔ انتشار اور افراتفری کا یہ عالم میں نے زندگی میں کبھی نہ دیکھا تھا۔ نظم ونسق معطل تھا۔ احکام سرے سے تھے ہی نہیں' اگر کوئی حکم دیتا بھی تو اس کی طرف کوئی دھیان نہ دیتا۔ بداعتمادی' عدم تعاون اور باہمی بے تعلقی کی ایسی مثالیں دیکھیں کہ کلیجہ منہ کو آنے لگتا۔ پھر یہ سوچ کر دل کو سمجھانا چاہا کہ بحران میں شاید ایسا ہی ہوتا ہو۔

شام چار بجے بریگیڈ کی طرف سے حکم ملا کہ لائنوں میں رپورٹ کی جائے۔ بارکوں میں پہنچے' تو وہاں بری حالت تھی۔ دیواریں اور چھتیں گولوں سے چھلنی چھلنی تھیں۔ رات نہایت بے آرامی سے کٹی دشمن کے توپ خانے نے گاہے بگاہے گولہ باری جاری رکھی اور ہمارے اعصاب پر مسلسل وار کرتا رہا۔

15 دسمبر 71ء

آج مجھے پنجاب رجمنٹ کے ایریا میں بھیج دیا گیا۔ یہاں ہمارے بھوکے پیاسے جوانوں کو پہلی بار کھانا اور آرام میسر آیا۔ اس محاذ پر حالات نسبتاً پرسکون تھے کبھی کبھی دشمن کی توپوں کا فائر آ جاتا۔ میری کمپنی کے پلاٹون مختلف جگہوں پر ڈیپلائے کر دیئے گئے۔ میں نے جس جگہ پوزیشن سنبھالی' وہاں دشمن سامنے کی باڑیوں میں موجود تھا رات کو بھی کوئی خاص واقعہ پیش نہ آیا۔ یہاں پاک فوج نے مکمل فائر کنٹرول کا ثبوت دیا تھا۔

16 دسمبر 71ء

پورا دن پوزیشن میں گزرا چند ایک مورچوں کو ٹھیک کیا۔ حالات پرسکون تھے۔ دشمن کے ہوائی جہاز ہمارے اوپر سے گزر کر آگے نکل جاتے۔ شام چھ سات بجے کے قریب یونٹ کی طرف

www.bhutto.org

سے حکم ملا کہ تمام کمپنیاں پیچھے آ جائیں۔ لڑائی ختم ہوگئی۔ جنرل نیازی نے ہتھیار رکھ دینا منظور کر لیا ہے۔ پلاٹون کو کمپنی ہیڈ کوارٹر میں جمع کر کے حالات سے مطلع کیا گیا۔

پنجاب کے کمپنی کمانڈر اور میں نے مل کر فیصلہ کیا کہ اپنے ہتھیار دشمن کے حوالے نہیں کریں گے' چنانچہ ہم نے اپنی رائفلیں اور ایمونیشن ایک بوری میں لپیٹ کر ایک بڑے درخت کے نیچے گڑھا کھود کر دبا دیا۔ اس وقت میری آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ آہ! ہمیں یہ ذلت بھی دیکھنا تھی۔ دل و دماغ میں ایک طوفان سا اٹھ رہا تھا کہ یہ کیا ہو گیا۔ ہماری آئندہ نسلیں ہمارے متعلق کیا خیال کریں گی۔ پاکستان کا ایک حصہ دشمن نے ہم سے علیحدہ کر دیا تاریخ میں ہندوستان کی کامیابی اور ہماری ناکامی کا ذکر ہو گا۔

اگلے روز 17 دسمبر کو دشمن کے سامنے ہتھیار رکھنے کی رسم پوری ہوئی۔ اب ہم دشمن کے قیدی تھے۔

جب آنکھیں آہن پوش ہوئیں

جناب الطاف گوہر کا نام تیسری دنیا کے شاید ہی کسی پڑھے لکھے شخص کے لئے اجنبی رہا ہو گا۔ انہوں نے مرحوم صدر ایوب خان کے ساتھ اعلیٰ سول افسر کی حیثیت سے ایک لمبا عرصہ گزارا۔ موصوف اس دوران مختلف حوالوں سے شہرت پاتے رہے اور یہ بھی کہا گیا۔ کہ صدر ایوب مرحوم کی ڈکٹیٹر شپ کے پس پردہ دراصل الطاف گوہر کا ذہن کارفرما تھا۔ مرحوم صدر ایوب خان کی اکثر پالیسیاں جناب الطاف گوہر کی بصیرت افروز مشاورت کے مرہون منت رہی ہیں۔ ان کی شخصیت لاکھ متنازعہ سہی لیکن ان کی حب الوطنی کبھی متنازعہ نہیں رہی۔ اس لئے سقوط ڈھاکہ پر ان کے خیالات ہر چند کہ اس میں اختلاف ہزار پہلو ہی کیوں نہ موجود رہے ہوں' اپنی جگہ بڑی اہمیت کی حامل ہے' آیئے اور دیکھیں کہ ہماری بیورو کریسی کے اس آہنی ستون نے تاریخ اسلام کے اس عظیم ترین سانحے کو کس انداز سے دیکھا اور محسوس کیا۔

فرید پور میں پہلی دفعہ مجھے یہ احساس ہوا کہ مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان کے درمیان جغرافیائی فاصلے کے علاوہ ایک سیاسی خلیج بھی حائل ہو رہی ہے۔ موہن میاں مجھ سے جب بھی ملتے تو چوہدری محمد علی کا ضرور ذکر کرتے۔ چوہدری صاحب ان دنوں ابھی سیکرٹری جنرل تھے لیکن یہ نظر آ رہا تھا کہ وہ سرکاری ملازمت کی تنگ نائے غزل سے نکل کر سیاسی اقتدار کے بحر بے کراں میں غوطہ زن ہونے والے ہیں۔ مشرقی پاکستان میں خلق خدا چوہدری صاحب کے بارے میں یہ کہتی تھی کہ وہ مرکزی حکومت میں بیٹھا بنگالیوں کے خلاف ایسا زہر پھیلا رہا ہے جس کا کوئی تریاق نہیں۔ مغربی پاکستان کے وہ افسر جو مشرقی پاکستان میں متعین ہوئے تھے سب چوہدری صاحب کے آدمی سمجھتے جاتے تھے۔ ہر چند کہ ہم میں سے شاید ہی کسی نے چوہدری صاحب کو دیکھا ہو۔ یہ خیال بھی عام تھا کہ ہمیں ہزاروں روپے تنخواہ ملتی ہے اور بنگالی افسروں کو دو چار سو روپوں پر ٹرخایا جاتا ہے۔ موہن میاں کو جب معلوم ہوا کہ مجھے ماہوار ساڑھے چھ سو روپے ملتے ہیں۔ تو وہ بے حد حیران ہوا اور کہنے لگا۔ ''تو پھر آپ اتنی دور کیوں آتا ہے؟'' وہ انتظامی ڈھانچہ جسے ہم نے

www.bhutto.org

انگریزوں سے ورثے میں پایا تھا آزادی کے بعد رنگ لانے لگا۔ مسلم لیگ کے اکابرین اور سیاسی حکمران' انتظامی ذمہ داریوں اور ملک کو چلانے کے کاروبار سے ناآشنا تھے۔ کارندے' آخر کار ندے تھے اور ان میں سے جو پرانے لوگ تھے' ان کے مزاج میں انگریزیت رچی ہوئی تھی۔ وہ تو نئے پاکستانی افسروں کو بھی اپنے برابر کا درجہ دینے کو تیار نہ تھے۔ اپنے نام کے ساتھ ایس پی لکھنا توہین سمجھتے اور شروع شروع میں انہوں نے اپنی ایسوسی ایشن بھی علیحدہ ہی رکھی تھی۔ تربیت کے ز نے میں یہ قاعدہ ہوتا کہ نوجوان افسر' ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ یا سیشن جج کے ہاں رہا کرتے تھے۔ ' زادی کے بعد کسی آئی سی ایس افسر نے اس طرح کا میل ملاپ مناسب نہ سمجھا۔ جب پاکستانی افسروں کی طرف ان بزرگوں کا یہ رویہ تھا تو عوام کس شمار میں تھے۔

گاؤں کے لوگ پاکستان کے نئے مسلمان افسروں کو دیکھنے آتے' وہاں انہیں وہی گورے اور صاحب لوگ اجلاس فرماتے نظر آتے۔ مرکزی حکومت کی طرف سے پرانے افسروں اور نئے افسروں کی تربیت کا کوئی انتظام نہ تھا۔ جس قسم کا چیف سیکرٹری ہوتا صوبے میں اس قسم کا نظام چلنے لگتا۔ 1955ء تک مشرقی پاکستان میں جو نظام کارفرما تھا وہ انگریزی نظام کا چربہ تھا۔ اس میں نہ کوئی اسلامی رنگ تھا نہ کوئی پاکستانی خصوصیت۔ وہی سیکولر نظام تعلیم' وہی نوکریوں کے لئے تگ و دو وہی پولیس وہی مجسٹریٹ' جب یہ سب کچھ وہی تھا' تو لوگ کیسے سمجھ لیتے کہ یہ افسر جو ہزار میل دور سے ان کے صوبے میں آئے ہیں' ان کے اپنے لوگ ہیں؟ خود افسروں کا یہ حال تھا کہ وہ ہر وقت نالاں رہتے۔ ایک بھی شخص ایسا نہ تھا جو مشرقی پاکستان میں رہنے کو تیار ہو۔ وہاں کے لوگوں سے ملنا جلنا یا ان سے کوئی ربط قائم کرنا تو درکنار۔

حکومت مغربی پاکستان میں تھی جیسے پہلے انگلستان میں ہوا کرتی تھی۔ صوبے کا نظم ونسق اسی ٹولے کے ہاتھوں میں تھا جس کا تعلق مغربی پاکستان سے تھا۔ بنگالی چونکہ چھوٹے قد کے تھے' اس لئے فوج میں ان کے لئے کوئی جگہ نہ تھی۔ جہاں تک سول سروس کا تعلق تھا' اس میں ایک اے ٹی ایم نورالنبی چوہدری' باقی اللہ اللہ خیر سلا۔ بنگالیوں کے باپ دادا چونکہ مقابلہ کے امتحان میں کبھی کامیاب نہ ہوئے تھے' اس گناہ کی سزا آزادی کے بعد ان کے بچوں کو دی جا رہی تھی۔ مرکزی حکومت میں اس موضوع پر نہ کوئی سوچ بچار ہو رہا تھا اور نہ اس بڑھتی ہوئی صوبائی کشمکش کا کوئی احساس تھا۔ سوچا تو یہ سوچا کہ ''کوٹہ'' سسٹم ڈھونڈ نکالا۔ وہی حربہ جو انگریز' اقلیتوں کے لئے

www.bhutto.org

استعمال کرتے تھے‘ بنگالیوں کے لئے بھی مناسب سمجھا گیا۔

ان حالات میں تیس پینتیس افسر‘ جن میں سے بیشتر پنجابی اور مہاجر تھے‘ مغربی پاکستان کی علامت بن گئے۔ ان کی حیثیت اقتدار پر قابض حکمران ٹولے کے گماشتوں کی ہوگئی۔ بزرگ قسم کے گماشتے تو خیر سیاسی جوڑ توڑ میں شریک تھے ہی نوجوان افسر بھی سیاسی کاموں کے لئے استعمال ہونے لگے۔ جس ضلع میں وزیر اعلیٰ کے سیاسی تعلقات اچھے ہوتے وہاں بنگالی افسر بھیجے جاتے اور جہاں ٹکراؤ کی نوبت آتی وہاں مغربی پاکستان کا کوئی افسر متعین کیا جاتا اور دلیل یہ دی جاتی کہ افسر غیر جانبدار طریقے پر کام کرے گا اور کسی قسم کی مقامی دھونس یا سرکاری لالچ میں نہ آئے گا۔ دلیل کی حد تک تو یہ بات صحیح تھی‘ مگر بنگالیوں کی نظر میں ان افسروں کی حیثیت بھاڑے کے ٹٹوؤں سے زیادہ نہ تھی۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ جہاں وزیر اعلیٰ کے کسی مخالف نے سر اٹھایا‘ فوراً مغربی پاکستان کا کوئی افسر شر پسندوں کی سرکوبی کے لئے روانہ کر دیا گیا۔

ادھر اسکولوں اور کالجوں میں وہی پرانی کتابیں اور نصاب تعلیم رائج تھا۔ فرید پور کے راجندرو کالج کے پرنسپل اور کئی استاد ہندو تھے۔ یہ ہندو حضرات اپنے اپنے مضمون میں ماہر اور شہر کے نوجوانوں میں ان کی بڑی عزت تھی۔ ان کے ساتھ کئی اور ہندو استاد ان کالجوں میں پڑھاتے تھے۔ صوبے کے دوسرے کالجوں اور ہائی اسکولوں میں بھی یہی صورت حال تھی۔ ان استادوں نے اپنے بیوی بچے تو کلکتے میں بھیج دیئے تھے اور خود اپنے مشن کی تکمیل میں مصروف تھے۔ مرکزی اور صوبائی حکومتوں کے پاس کہاں وقت تھا کہ وہ تعلیم جیسے ’’غیر ضروری‘‘ معاملے پر توجہ دیتی؟ جن وزیروں اور افسروں کو کسی قابل نہ سمجھا جاتا انہیں تعلیم کے محکمے میں لگا دیا جاتا۔

دوسرے اہم پیشوں میں بھی ہندوؤں کا بڑا اثر و رسوخ تھا۔ وکالت‘ ڈاکٹری‘ بیوپار ان میں سے ہر شعبے میں ہندو ہی ممتاز اور نمایاں حیثیت کے مالک تھے۔ بنگالی مسلمان ابھی ترقی کی ابتدائی منازل میں تھے۔ مغربی پاکستان کے مسلمانوں سے ان کا کوئی تعلق قائم نہ ہو رہا تھا۔ سرکاری عہدے داران کے لئے اجنبی تھے۔ ان حالات میں ہندو اساتذہ‘ وکلاء اور سیاسی طالع آزماؤں کو اپنا دائرہ اثر وسیع کرنے میں بڑی آسانی ہوگئی۔

مغربی پاکستان والے‘ اردو زبان کا ذکر تو بہت کرتے‘ لیکن بولتے تھے صرف انگریزی اور بنگالی نوجوان انگریزی میں بات چیت کرتے ہوئے گھبراتے تھے۔ جب مغربی پاکستان سے

www.bhutto.org

زبان کا ربط پیدا نہ ہو سکا تو مشرقی بنگال کے ہندوؤں کو بنگالی مسلمانوں سے اپنے لسانی تعلق کو بڑھا کر ایک بنیادی کلچرل مماثلت اور اشتراک کی شکل دینے کا موقع مل گیا۔ ہندو جو بنگلہ بولتے تھے وہ مسلمانوں کی زبان سے مختلف ضرور تھی' مگر مشرقی پاکستان والوں کے لئے وہ انگریزی زبان (جو مغربی پاکستان والوں کی زبان تھی) سے زیادہ قابل قبول تھی۔

رہ گیا اسلام کا ناطہ تو وہ ہوا میں تو برقرار نہ رہ سکتا تھا۔ جب زندگی کے کسی شعبے میں کسی اسلامی قدر کا کوئی نشان نہ تھا' تو دلوں میں اس کی جھلک کیونکر آتی؟ وہی کچہریاں لگتیں۔ وہی جھوٹی شہادتیں' وہی جبر واستبداد کے طریقے' وہی انگریزی طرز کے الیکشن اور وہی ووٹوں کی دھاندلیاں' اسلام تو بس لفظوں کا ایک کھیل تھا۔

بس ایک ہی قدر مشترک تھی اور وہ تھی مال و دولت کی خواہش۔ ہر شخص اس فکر میں مبتلا کہ وہ کہیں روپے کی دوڑ میں پیچھے نہ رہ جائے۔ اسے پرمٹ مل گیا' وہ لائسنس لے اڑا' دیکھتے ہی دیکھتے فلاں نے کارخانہ کھڑا کر لیا' فلاں نے مل لگا لی۔ ہر طرف یہی چرچا تھا۔ مشرقی پاکستان والوں کو یہ احساس بڑی شدت سے کھائے جا رہا تھا کہ مغربی پاکستان کے تیز گاموں نے محمل کو جا لیا اور وہ محو نالہ جرس کارواں رہے۔ بڑھانے والوں نے یہ بھی کہنا شروع کر دیا کہ مشرقی پاکستان کا سارا زرمبادلہ مغربی پاکستان میں صرف ہو رہا ہے۔ ہر طرف مایوسی اور مفلسی کا سماں دیکھتے دیکھتے اور غیروں کی باتیں سنتے سنتے انہیں یقین ہو گیا کہ مغربی پاکستان میں جو دودھ اور شہد کی نہریں بہہ رہی ہیں' ان کی کھدائی انہیں کے خون پسینے کی مرہون احسان ہے۔

بنگالی مسلمانوں کی متلون مزاجی' ان کا جوشیلا پن اور سیاسی سوجھ بوجھ وہ حقائق ہیں جن کا بہت ذکر ہو چکا ہے' لیکن ان کے کردار کا ایک اور پہلو تجزیئے اور توجہ کا محتاج ہے اس پہلو کو ایک نام دینا مشکل ہے۔ اس لئے کہ یہ کئی الجھے ہوئے احساسات اور دبی ہوئی خواہشات کا پردہ دار بھی ہے اور آئینہ دار بھی۔ عام میل جول میں یونیورسٹی کے تعلیم یافتہ لوگ بڑا تند و تیز لہجہ اختیار کر لیتے ہیں' دوسرا شخص سوچنے لگتا ہے کہ یہ انداز گفتگو کیا ہے مجھے بارہا یوں محسوس ہوا جیسے اس جارحانہ خول میں ایک گداز اور حساس دل دھڑک رہا ہے' مگر اسے نہ اپنے آپ پر اعتماد ہے اور نہ کسی اور شئے پر۔ خول سے باہر ہر چیز اس کی دشمن اور دشمن کا کیا اعتبار کب اور کہاں وار کر بیٹھے؟ ممکن ہے میرا تجزیہ غلط ہو' اس لئے کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں' اس کی بنیاد ذاتی مشاہدہ ہے' کوئی سائنٹیفک

www.bhutto.org

تحقیق نہیں۔

بنگلہ زبان میں ایک لفظ ہے ''پوشچیما'' POSHCHIMA (اردو میں پچھمیا کہیں گے یعنی مغرب سے آنے والا۔ مغرب سے کیا آتا ہے؟ ہوائیں جو طوفانوں کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہیں۔ فرید پور میں ایک مخصوص طوفان آتا ہے جسے ''کال بیساکھی'' کہتے ہیں۔ گھٹائیں اُمڈتی ہیں اور ہر طرف سناٹا چھا جاتا ہے' کشتی والے دریاؤں سے چشم زدن میں غائب ہو جاتے ہیں۔ لوگ کھیتوں سے بھاگ کر گھروں میں پناہ لیتے ہیں اور کال بیساکھی آفات آسمانی کے چنگھاڑتے ہوئے غول کی طرح نازل ہوتی ہے اس کی زد میں جو کچھ آتا ہے' فنا ہو جاتا ہے۔ مغرب سے اور کیا آتا ہے؟ بے کراں دریاؤں کا بے قابو پانی جو تباہی کی ایک سیاہ دیوار بن کر ابھرتا ہے اور سینکڑوں گاؤں اپنی لپیٹ میں بہا کر لے جاتا ہے۔ مغرب ہی سے نئے پاکستانی حکمران آئے تھے۔ مغربی پاکستان کے کسی شخص کے بارے میں یہ بات کرتے ہوئے بنگالی نوجوان اسے ''پوشچیما'' ہی کہتے ہیں۔ یہ لفظ ظلم اور نوآبادیاتی نظام حکومت کی علامت تھا۔

کوئی یہ نہ سوچتا کہ مغربی پاکستان کے لوگ اگر بھائی نہیں' تو ایک ہی ملک کے باشندے تو ہیں اور جن حالات میں وہ اپنے گھروں سے دور کام کر رہے ہیں اسے اگر خدمت کا درجہ نہ دیا جائے تو کم از کم ایک شہری حق تو ضرور گردانا جائے۔

وہ عناصر جو تحریک پاکستان کے اصل روح تھے۔ ایک ایمان' ایک عقیدہ' ایک زبان' رفتہ رفتہ پس منظر میں چلے گئے اور یوں دلوں سے قناعت اٹھ گئی اور اس کی جگہ مال و دولت دنیا کی ہوس نے لی۔ محبت کے چشمے سوکھ گئے اور ان کی جگہ کدورت کے سڑتے ہوئے تالاب بھرنے لگے۔

ان حالات میں شیخ مجیب الرحمٰن سیاسی افق پر ابھرے اور دیکھتے ہی دیکھتے کالی گھٹا کی طرح چھا گئے اور پھر وہ بنگالی نوجوانوں کے شکوک و شبہات' خوف' بے اطمینانی اور ہوس کے علمبردار بن گئے۔

شیخ مجیب الرحمٰن فرید پور کے تھانے گوپال گنج میں پیدا ہوئے۔ گوپال گنج کے اردگرد دلدل' ایک جھیل کی طرح پھیلی ہوئی ہے۔ موٹر لانچ اس میں سے نہیں گزرتی۔ میں پہلی دفعہ ایک ناؤ میں بیٹھ کر وہاں تک پہنچا۔ اس علاقے میں آبادی کا ایک بڑا حصہ شودروں پر مشتمل ہے۔ مجھے گوپال گنج کے ہائی اسکول کا معائنہ کرنا تھا۔ اتنا مجھے سمجھا دیا گیا تھا کہ وہاں دو بڑے گھرانے ہیں۔

www.bhutto.org

ایک وحید الزماں (جو بعد میں مرکزی وزیر تجارت بنے) کا اور دوسرا شیخ مجیب الرحمٰن کا۔ وحید الزمان کے والد اور بھائی تو اسکول کی تقریب میں موجود تھے' شیخ مجیب کے وہاں آنے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔ وہ بڑی ہواؤں میں تھے۔ طالب علموں کی لیڈری سے ابھر کر صوبائی سیاست میں اڑانیں لے رہے تھے۔ 1954ء کے الیکشن کا زمانہ آ رہا تھا۔ ووٹ ڈالنے کے لئے علاقہ بندی ہو رہی تھی۔ موہن میاں اور مجیب الرحمٰن کا آپس میں بیر تھا مگر نور الامین کی مخالفت میں دونوں ہم زبان۔ مجیب الرحمٰن کی تقریروں میں ترشی بڑھتے بڑھتے بدکلامی کی حد تک جا پہنچی تھی۔ مجھے ہدایت کی گئی کہ مجیب کے خلاف کارروائی کی جائے ایک تقریر میں اس نے کہا تھا ''میں نور الامین کی کھال کا جوتا بناؤں گا''۔

اس جملے پر وزیر اعلیٰ بہت برہم تھے۔ سیکرٹریٹ کے دوسرے سینئر افسر جو سب مغربی پاکستان' بہار یا یوپی سے تعلق رکھتے تھے' وزیر اعلیٰ کو بہت چاہتے تھے۔ یہ چاہت نور الامین کو بڑی مہنگی پڑی۔ اردو بنگلہ فساد کے بعد ہر طرف یہ نعرے تو لگ رہے تھے۔ ''نور الامیز رکتو چائی۔'' (نور الامین کا خون چاہئے) اب نور الامین کو یہ خطاب بھی مل گیا کہ پوچھماؤں کے دلال ہیں۔

میں نے مجیب الرحمٰن کو دفتر میں طلب کیا۔ وہ بلا تامل حاضر ہو گئے۔ ان کا بات چیت کا انداز بڑا دوستانہ تھا۔ انہوں نے یہ بھی آسانی سے مان لیا کہ ان کی تقریریں شائستگی کا اعلیٰ ترین نمونہ قرار نہیں دی جاسکتیں' مگر اس بات پر اصرار کیا کہ الیکشن کی تیاریاں ہو رہی ہیں اور یہ ان کا جمہوری حق ہے کہ وہ اپنے حریف پر بھرپور وار کریں البتہ وعدہ کیا کہ وہ ذاتی حملوں اور گالی گلوچ سے احتراز کریں۔

الیکشن میں مسلم لیگ بری طرح پٹی۔ جب نور الامین ایک طالب علم سے ہار گئے تو باقی امیدواروں کا کیا ذکر؟ جگتو فرنٹ نے الیکشن' مغرب دشمنی کے پلیٹ فارم پر لڑا تھا اور سارے صوبے میں چرچا ہونے لگا تھا کہ مغربی پاکستان (بالخصوص) پنجابیوں نے مشرقی پاکستان کو لوٹ کھایا ہے۔ نور الامین صاحب کے سوا مسلم لیگی لیڈروں' وزیروں اور کارکنوں میں سے بیشتر کا ذاتی کردار بڑا داغدار تھا۔ ان میں سے کسی میں یہ ہمت نہ تھی کہ وہ پاکستان کی حمایت میں کچھ کہہ سکتا۔ دو چار کو چھوڑ کر مسلم لیگی کارکن خود بھی در پردہ مغربی پاکستان والوں کی شکایت ہی کرتے تھے۔

الیکشن کے نتائج چھ مہینے پہلے سے نظر آ رہے تھے۔ صوبائی حکومت نے ضلع افسروں کو ایک

www.bhutto.org

فارم بھرنے کو کہا جس میں مختلف سیاسی جماعتوں کی شکست و فتح کے خانے بنے ہوئے تھے۔ فرید پور سے میں نے جو فارم بھر کر بھیجا' اس میں مسلم لیگ کا خانہ خالی تھا۔ باریسال کے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ڈیوڈ پاور کا بھی یہی اندازہ تھا البتہ بنگالی افسروں نے بڑے اعتماد سے مسلم لیگ کی سو فیصد کامیابی کی پیشین گوئی کی۔

مرکزی حکومت صوبے کے حالات سے بے خبر تھی۔ مغربی پاکستان کے لوگوں کو اتنی فرصت ہی نہ تھی کہ وہ مشرقی پاکستان میں جو سیاسی کشمکش ہو رہی تھی' اس کا تجزیہ کرتے۔ مجھے یاد ہے جب محترمہ فاطمہ جناح مسلم لیگ کی حمایت کے لئے ڈھاکہ تشریف لائیں تو مغربی پاکستان کے اخباروں میں یہ سرخیاں جمائی گئیں کہ جگتو فرنٹ کا تیا پانچا ہو گیا اور جب مسلم لیگ ہار گئی تو مغربی پاکستان میں یہ نتیجہ برآمد کیا گیا کہ جگتو فرنٹ کے لیڈر ملک دشمن ہیں اور انہوں نے ہندوستان کی شہ پر مسلم لیگ کے خلاف گٹھ جوڑ کیا ہے۔

لاہور اور کراچی میں پڑھے لکھے لوگ ہر وقت اسی فکر میں رہتے۔ کیا فضل الحق محب الوطن ہے؟ کیا موہن میاں دل سے پاکستانی ہیں۔ مسلم لیگ کی شکست ایک سیاسی جماعت کی شکست نہیں نظریہ پاکستان کی شکست سمجھی گئی اور بنگال کے ہر لیڈر کی حب الوطنی ایک سوالیہ نشان بن گئی۔

جگتو فرنٹ کی حکومت چلنے والی چیز نہ تھی۔ دو ہفتے بھی نہ گزرے تھے کہ جوتیوں میں دال بٹنے لگی۔ شیخ مجیب الرحمٰن اب اس فکر میں تھے کہ فضل الحق نکلے تو عوامی لیگ کی حکومت بنے۔ موہن میاں فضل الحق ایک طرف' مجیب الرحمٰن اور عطاء الرحمٰن دوسری طرف۔ ادھر سہروردی صاحب مغربی پاکستان میں اپنا اثر و رسوخ بڑھا رہے تھے تا کہ عوامی لیگ کی حکومت مرکز کے لئے قابل قبول ہو سکے۔ یہ تگ و دو جاری تھی کہ مشرقی پاکستان کا امن درہم برہم ہو گیا۔ پہلا فساد چندر گونا میں ہوا جہاں نوا کھالی کے مزدوروں نے مغربی پاکستان کے انجینئروں کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا۔ خورشید مرحوم کی لاش ٹکڑے ٹکڑے کر کے دریا کے سپرد کر دی گئی۔ ایک جھڑپ کھلنا میں ہوئی۔ ڈھاکے میں بنگالی غیر بنگالی تناؤ بڑھا۔ شمس الضحیٰ اس زمانے میں آئی جی پولیس تھے اور ان کے داماد ادریس ڈھاکے میں پولیس سپرنٹنڈنٹ......

شمس الضحیٰ مغربی پاکستان کے افسروں سے میل جول تو بہت رکھتے تھے مگر ان کے خلاف الزام تراشی میں کسی سے پیچھے نہ تھے۔ چندر گونا کے فساد کے بعد انہوں نے مجھ سے کہا بھئی! میں

www.bhutto.org

نے تو پولیس کو دخل دینے سے روک دیا تھا۔ یہ بات انہوں نے ایسے سرسری انداز میں کہی کہ مجھے کئی دن تک یہ خیال رہا کہ شاید مجھے سننے میں غلطی ہوئی ورنہ پولیس کا انسپکٹر جنرل اس قسم کا بیان کیسے دے سکتا ہے؟ تھوڑے ہی دنوں میں معاملہ واضح ہو گیا۔ رمضان کا مہینہ تھا میں ہوم پولیٹیکل ڈیپارٹمنٹ میں ڈپٹی سیکرٹری تھا۔ دوپہر کے بعد یہ خبر سنی کہ نارائن گنج جوٹ ملز میں فساد ہو گیا ہے' میں نے جوٹ ملز کے جتنے ٹیلی فون نمبر تھے گھمانا شروع کر دیئے۔ آخر کوئی تو بولے گا۔ ایک نمبر سے جواب ملا۔ میں نے فوراً ہی آواز پہچان لی اور کہا۔ ''دوہا صاحب کیا ہوا؟''

وہ حیران سے ہو گئے اور واقعے کی تفصیلات بتانے لگے جو کچھ وہ کہہ رہے تھے میں اسے لکھتا جاتا۔ میں نے پوچھا۔ ''پولیس نے کتنے راؤنڈ فائر کئے؟''

انہوں نے کہا ''پولیس نے کوئی فائرنگ نہیں کی' انہوں نے مجھے تاثر دیا کہ فساد کی نوعیت کچھ ایسی سنگین نہیں۔

کوئی دو گھنٹے کے بعد آئی بی (IB) کے سپرنٹنڈنٹ محمد علی (بابا) کی تحریری رپورٹ بھی آ گئی اس میں بھی یہی درج تھا کہ پولیس نے کسی موقع پر فائرنگ نہیں کی۔ دوہا سے میری اس اتفاقی گفتگو کے بڑے اہم نتائج نکلے۔ حافظ اسحاق چیف سیکرٹری تھے۔ انہوں نے اکرام احمد خان کو اور مجھے یہ فرض سونپا کہ ہم نارائن گنج جا کر حالات کا جائزہ لیں۔ شام کے جھٹ پٹے میں میری جیپ نارائن گنج کے قریب پہنچی' دوسری طرف سے زخمیوں کے ٹرک چلے آ رہے تھے۔ جوٹ ملز کے احاطے میں داخل ہوتے ہی مجھے یوں لگا جیسے میرے دونوں طرف ملبے کے ڈھیر لگے ہوں۔ معاً میں نے دیکھا کہ ملبہ انسانی جسموں' بازوؤں' گردنوں اور ٹانگوں کا ہے۔

فسادیوں نے ایک دوسرے کو کاٹ کاٹ کر کشتوں کے پشتے لگا دیئے۔ جی اے مدنی کمشنر تھے۔ وہ ایک بھونپو پر علاقے میں کرفیو کے نفاذ کا اعلان کر رہے تھے میں جنرل مینجر کے کمرے میں پہنچا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ڈھاکے کے اے۔ ڈی۔ ایم اور علاقے کے دوسرے افسر جمع ہیں۔ نارائن گنج کے ایس ڈی او معظم حسین چودھری پاگلوں کی طرح ادھر سے ادھر بھاگ رہے تھے۔ دوہا ایک کرسی پر دراز تھے۔ اتنے میں ایس پی ادریس کمرے میں آئے اور انہوں نے ٹوپی اتار کر میز پر دے ماری اور کہا۔ ''اب کوئی مجھ سے پوچھے گا کہ گولی کیوں نہیں چلائی تو میں اس کو سمجھ لوں گا۔'' مطلب ان کا یہ تھا کہ اردو بنگلہ فساد کے موقع پر گولی چلانے کی وجہ سے پولیس کے خلاف جو

www.bhutto.org

انکوائری ہوئی تھی۔ اس کے جواب میں آج انہوں نے مزدوروں کے قتل عام کی کھلی چھٹی دے دی تھی۔ کم از کم چھ سو آدمی مارے گئے۔ ہر طرف لاشیں ہی لاشیں تھیں۔ دریا میں' تالاب میں' راستے میں' گھروں میں' کئی دن تک لاشیں نکالی نہ جا سکیں۔ آخر آئی اے امتیازی کی ہمت سے ان کے کفن دفن کا انتظام ہوا۔

نارائن گنج سے واپسی پر میں نے چیف سیکرٹری کو رپورٹ دی انہوں نے۔ ''محمد علی کی رپورٹ واپس کر دی جائے اور اس کی جگہ جو نئی رپورٹ آئی ہے اسے لے لیا جائے۔'' نئی رپورٹ میں لکھا تھا کہ پولیس نے فساد روکنے کی ہر ممکن کوشش کی اور ایک سو سے زائد راؤنڈ فائر کئے۔ میں نے کہا رپورٹ تبدیل کرنا مناسب نہ ہو گا۔ اس پر حافظ اسحٰق نے پہلی رپورٹ کی ایک کاپی بنوائی اور اس کی خود تصدیق کر دی۔ میں نے وہ کاپی محفوظ کر لی اور پہلی رپورٹ پولیس والوں کو لوٹا دی گئی۔ اس کاپی کی مدد سے بعد میں چیف جسٹس سر ٹامس ایلس واقعات کا صحیح اندازہ لگا سکے۔

آخر جگتو فرنٹ گورنمنٹ ٹوٹ' فضل الحق ایک بار پھر غدار قرار پائے اور اسکندر مرزا مشرقی پاکستان کے گورنر مقرر ہوئے۔ این ایم خان چیف سیکرٹری بنے اور سیکشن 92 الف گورنمنٹ بڑے زوروں سے صوبے پر مسلط کی گئی۔ اسکندر مرزا کے پہنچتے ہی نقشہ بدل گیا۔ لوگ سہم گئے وہ دوپہر کے بعد ڈھاکے پہنچے۔ شام کو انہوں نے حلف اٹھایا۔ رات کے دس بجے مجھے مانگ ہاؤس طلب کیا گیا۔ این ایم خان کچھ کاغذ لئے بیٹھے تھے اسکندر مرزا شب خوابی کے لباس میں تھے۔ انہوں نے مجھ سے کہا ہر ضلع کے ڈی ایم اور ایس پی سے فون پر کہہ دیا جائے کہ صبح ہونے سے پہلے شرپسند گرفتار کر لئے جائیں۔

ہر ضلع میں کم از کم ایک سو بیس آدمی پکڑے جانے چاہئیں۔ معلوم نہیں یہ 120 کا ہندسہ انہوں نے کیوں منتخب کیا؟ بہر حال صبح تک صوبے بھر میں کوئی دو ڈھائی ہزار آدمی گھروں سے نکال کر جیل خانوں میں پہنچا دیئے گئے۔ گرفتار ہونے والوں میں شیخ مجیب سرفہرست تھے۔ جب تک اسکندر مرزا کی حکومت رہی سطحی طور پر حالات پر امن نظر آتے رہے' مگر دلوں میں نفرت بڑھتی رہی اور اب کسی بنگالی کو یہ شبہ نہ رہا کہ مغربی پاکستان والے ان پر زور بازو سے حکومت کرنے کا تہیہ کئے ہوئے ہیں۔ جگتو فرنٹ گورنمنٹ کی نااہلی کا کسی بنگالی کو قطعاً احساس نہ تھا اور نہ چندر گونا اور نارائن گنج کے فسادات کی وجہ سے انہیں کوئی ندامت تھی۔ وہی پروفیسر اور صحافی جو معمولی سے معمولی ہندو

www.bhutto.org

مسلم فساد کا سنتے ہی سڑکوں پر احتجاجی جلوس لے کر نکلے آتے تھے چندر گونا اور نارائن گنج کے دلخراش واقعات خاموش سے دیکھتے رہے اور ایک حرف مذمت ان کی زبان تک نہ آیا۔

مرکزی حکومت خوش تھی کہ لا اینڈ آرڈر کا مسئلہ تو طے ہو گیا اور یہ بات اس کیلئے اور بھی اطمینان بخش تھی کہ مشرقی پاکستان ک سربرآوردہ خاندان سب مرکزی حکومت اور اس کی پالیسیوں کے حامی ہیں۔ چٹا گانگ کے اے۔ کے اور فضل القادر چودھری' ڈھاکے کے نواب فیملی' کھلنا کے خان عبدالصبور خان' فرید پور کے وحید الزمان' بوگرہ کے محمد علی' یہ لوگ اگر ساتھ تھے تو مخالفت کرنے والوں کی کیا حیثیت تھی؟ اسکولوں اور کالجوں کے لونڈے' کچھ قلم گھسیٹو' چند بد دماغ استاد' جوتیاں چٹخانے والے بعض وکیل دو دو پیسے کے بے کار لوگ' آخر ان کی کیا مجال کہ حکومت کے سامنے دم مار سکیں۔

آزادی کے بعد مرکزی حکومت میں شاید ہی مغربی پاکستان کا کوئی ایسا سیاستدان شامل رہا جو مسلم بنگال کے مزاج سے صحیح طور پر آشنا تھا۔ لیاقت علی' محمد علی' چندریگر' فیروز خان نون' ایوب خان' یحییٰ خان ان میں سے کوئی بھی بنگلہ زبان سے واقف نہ تھا۔ نہ ان میں سے کسی کو بنگال کی مسلم لیڈر شپ سے کوئی واسطہ تھا ان کے نزدیک اس لیڈر شپ کا کوئی وجود ہی نہ تھا۔ یہی حال وزیروں کا تھا۔ یہ لوگ جب کبھی دورے پر ڈھاکے تشریف لے جاتے' تو وہاں کی ہریالی کی تعریف کرتے' دو چار پرانے گھرانوں میں دعوتیں کھاتے' ساڑھیاں خریدتے اور مغربی پاکستان پہنچ کر خدا کا شکر ادا کرتے۔ نواب کالا باغ مشرقی پاکستان بہت کم جاتے۔

ایک دفعہ گورنر کانفرنس کے لئے گئے' مجھے رات کے کھانے پر بلایا اور اس بات کی وضاحت کر دی کہ میں اپنا باورچی' سبزی' گوشت' مصالحے اور پانی ساتھ لایا ہوں۔ آپ نے دیکھا ہو گا کہ کوئی امریکن یا انگریز ہم لوگوں کے ہاں دودھ یا پانی نہیں پیتا' مشرقی پاکستان کے معاملے میں ہم بھی یہی احتیاط برتتے تھے۔

مشرقی پاکستان کی نوجوان لیڈر شپ اسلام سے قطعی نابلد تھی۔ وہ جس نظام تعلیم کے زیر اثر پروان چڑھی تھی اسے اسلام اور نظریہ پاکستان سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ ماحول پر مادہ پرستی کی گھنی گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں۔ جہاں تک مشرقی پاکستان کی پرانی لیڈر شپ کا تعلق تھا وہ اپنی نااہلی اور خود غرضی کا شکار تھی۔ مشرقی پاکستان کے چوٹی کے بزرگ لیڈر کون تھے؟

www.bhutto.org

فضل الحق، سہروردی، ناظم الدین، محمد علی بوگرہ، نور الامین اور مولانا بھاشانی۔ فضل الحق بنگال کے مسلمانوں میں بے حد ہر دلعزیز تھے۔ مگر ان کی زندگی کا محور کوئی اصول نہیں بلکہ سیاسی چالبازی اور حریف کشی تھا۔ وہ بے تکان جھوٹ بولتے آج تقریر کرتے کل اس کی تردید کرتے۔ ایک دفعہ تنگ آکر چلا اٹھے۔ ''آخر کہاں تک تردیدیں کرتا جاؤں؟'' جگتو فرنٹ حکومت کے مختصر سے دور میں مجھے ان کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا۔ وہ مجھ سے ایک بات کہتے اور ملاقاتی سے دوسری اور پھر آنکھ مار کر مجھے سے داد چاہتے اس زمانے میں سعودی عرب کے شاہ کے استقبال کی تیاریاں بڑے زوروں پر تھیں۔ اتنے میں سیلاب نے صوبے کے کئی علاقوں میں تباہی مچادی، ہر طرف سے یہ مطالبہ ہونے لگا کہ تمام تقریبات منسوخ کر دی جائیں۔ مرکزی حکومت مصر تھی کہ پروگرام میں کوئی تبدیلی نہیں کی جاسکتی۔ فضل الحق نے ڈھاکے کے تمام محلہ سردار بلائے۔ خود تہبند باندھے بنیان پہنے تخت پوش پر براجمان تھے۔ میں کارروائی لکھ رہا تھا۔ ہر سردار اٹھتا اور بڑی پاٹ دار آواز میں عوام کی حالت کا ذکر کرتا۔ غلو کے امکانات اردو زبان میں بھی کچھ کم نہیں مگر جو واویلا بنگلہ زبان میں مچایا جاسکتا ہے وہ بھی دیکھنے اور سننے کی چیز ہے۔ یوں معلوم ہوتا جیسے سیلاب نہیں قیامت آگئی ہے اور ہر شخص اپنا اپنا نامہ اعمال لئے کھڑا ہے اور مصروف آہ و فغاں ہے۔ اتنے میں فضل الحق نے دونوں ہاتھ ہوا میں اٹھائے اور پھر اپنا سر تھام لیا، زور زور سے رونے لگے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔ بنیان کو توند سے کھینچ کر آنکھوں تک لے جاتے اور پھر بے اختیار آہ و بکا کرنے لگتے۔ محلہ سردار اپنے مطالبے اور احتجاج بھول گئے اور سب کے سب وزیر اعلیٰ کی دلجوئی کرنے لگے۔ آخر ہوا کیا؟ وزیر اعلیٰ کو کس بات سے دکھ پہنچا؟ جب کمرے میں مکمل خاموشی ہوگئی تو فضل الحق بولے۔

بھائیو! مجھے آپ کی کسی بات کا دکھ نہیں، مگر میں کیا کروں آنے والا کوئی سرکاری مہمان نہیں حرمین شریفین کا محافظ ہے، مسجد نبوی کا محافظ ہے میرے رسول ﷺ کے روضے کا محافظ ہے۔ میں جب یہ سوچتا ہوں، تو بے قابو ہو جاتا ہوں۔ ساری میٹنگ رونے لگی۔

اپنے کیے پر پچھتاتے ہوئے شرم سے سر جھکائے ایک ایک کر کے محلہ سردار سدھارے۔ جب فضل الحق نے اطمینان کر لیا کہ سب چلے گئے تو مجھ سے کہنے لگے۔ ''کہو کیسی رہی؟ کراچی والوں سے کہہ دو کہ پروگرام میں کسی تبدیلی کی ضرورت نہیں۔''

1954ء کے الیکشن میں فضل الحق ہر جلسے میں پہلے ایک تار کا فارم دکھاتے اور کہتے ''جانتے

www.bhutto.org

ہو یہ کیا ہے؟ یہ تار کا فارم ہے' مغربی پاکستان کے امیر لوگ جب کسی کو کوئی پیغام بھیجتے ہیں تو یہ فارم انہیں مفت ملتا ہے۔ جب انہیں کہیں روپیہ بھیجنا ہوتا ہے تو منی آرڈر فارم بھی انہیں مفت ملتا ہے' مگر آپ کو جب یہ اطلاع ملتی ہے کہ آپ کا بیٹا بہت بیمار ہے اور آپ اسے ایک معمولی کارڈ بھیجنا چاہتے ہیں تو وہ کارڈ آپ کو تین پیسے میں ملتا ہے۔'' گاؤں گاؤں' قصبے قصبے یہ عظیم لیڈر نفرت کا پیغام پہنچا رہے تھے۔ جب اقتدار میں ہوتے تو پاکستان کا دم بھرتے اور اقتدار سے محروم ہوتے ہی کسانوں' مزدوروں اور طالب علموں کو یہ سمجھاتے کہ ان کی پسماندگی کا واحد سبب مغربی پاکستان ہے اس نے لئے سیاست میں یہ سب کچھ نہ صرف جائز بلکہ ضروری ہے۔

سہروردی کو اللہ نے بڑا اعلیٰ دماغ دیا تھا۔ ہر قسم کی صوبہ پرستی سے مبرا اسیکولرازم کا نمونہ سیاست کے میدان میں صاحب فن خوش مزاج' خوش گفتار اور اعلیٰ پائے کے ایکٹر معاملے کے دونوں پہلو خوب سمجھتے اور جب چاہتے دونوں میں سے کوئی ایک اختیار کر لیتے۔ ان کا کردار دورخی چہاررخی کا شکار نہیں۔ بسیار رخی کا مرقع تھا۔ انتہائی باہمت اور یاروں کے یار۔ مگر ان کے مزاج میں ایک کھلنڈرا پن بھی تھا جو سیاست اور اقتدار کے سارے کھیل کو بے معنی بنا دیتا۔ جب وہ وزیراعظم کے عہدے سے مستعفی ہوئے تو واپس آ کر اطمینان سے اخبار پڑھنے لگے ابوامنصور اور دوسرے مرکزی وزیر جو ان کے انتظار میں بیٹھے سوکھ رہے تھے ان کی طرف لپکے کیا ہوا؟ اسکندر مرزا نے کہا؟ کیا فیصلہ کیا؟ سہروردی بدستور اخبار پڑھتے رہے۔ میری ان سے آخری ملاقات چٹا گانگ کے ہوائی اڈے پر ہوئی۔ جہاز میں کوئی خرابی پیدا ہوگئی تھی جس کی وجہ سے ہمیں ڈیڑھ گھنٹے وہیں ٹھہرنا پڑا۔ انہوں نے کہا چلو چھت پر چل کر بیٹھتے ہیں۔ وہ دیر تک اپنے اقتدار کے زمانے کی باتیں کرتے رہے۔ کہنے لگے۔'' دیکھو چاٹگام میں جتنی ترقی ہوئی ہے وہ سب میرے زمانے میں ہوئی ہے۔'' وہ برصغیر کے مستقبل سے بہت مایوس تھے برصغیر ہی کیا ساری دنیا کا نقشہ دوبارہ بنانا چاہتے تھے۔ نئی لسانی سرحدیں کھینچنا چاہئیں۔ وہ کہتے دنیا کو جس معیار کی لیڈر شپ فی الحال میسر ہے اس سے کوئی امید رکھنا بے سود ہے۔ کتنا بڑا ملک ہے ہندوستان اور اس کو نہرو جیسا لیڈر ملا ہے۔

سہروردی سیاسی فلسفے کی باتیں تو بڑے خیال افروز انداز میں کرتے لیکن ان کا سیاسی دین و ایمان کوئی نہ تھا۔ وہ ذہنی اور جذباتی طور پر پاکستان سے بالکل الگ تھلگ بھی ہو سکتے تھے اور اسی

www.bhutto.org

آسانی سے پاکستان کے عشق میں وزیراعظم کا عہدہ بھی سنبھال سکتے تھے۔انہوں نے جب مغربی پاکستان میں آ کر ڈیرہ جمایا تو اس کا واحد مقصد عوامی لیگ کو مرکزی حکومت کے لئے پسندیدہ بنانا تھا۔انہوں نے پنجاب' سندھ اور فرنٹیئر کے بہت سے سیاسی کارندوں سے تعلقات بڑھائے اور وزیراعظم بننے کے بعد یہ اعلان بھی کر دیا کہ مشرقی پاکستان کا معاشی برابری کا مطالبہ پورا ہو چکا ہے۔اس اعلان کے خلاف نہ اتفاق اخبار کے مانک میاں ہی کچھ بولے اور نہ شیخ مجیب الرحمٰن۔ پاکستان سہروردی کے لئے نہ کوئی نظریہ تھا نہ کوئی قومی حقیقت۔ایک کھلا میدان تھا سیاسی طالع آزمائی کے لئے۔

ناظم الدین بھلے آدمی تھے' مگر مشرقی پاکستان والے نواب فیملی کو سرے سے بنگالی ہی نہ سمجھتے تھے۔وہ رومن یا اردو میں بنگلہ لکھوا کر تقریر کیا کرتے۔اردو بنگلہ فساد کی ایک وجہ یہ بتائی جاتی تھی کہ وہ کسی اہم معاملے میں فیصلہ نہ کر پاتے تھے یہ لطیفہ بھی ڈھاکے میں مشہور تھا کہ جب وہ وزیراعظم بنے' تو ڈھاکہ میں ایک گوالے نے پوچھا ''کون ناظم الدین؟ وہ ڈھکیا؟'' اور جب اسے بتایا گیا کہ ہاں وہی ڈھاکے والا ناظم الدین تو اس نے مایوسی سے سر ہلایا اور کہا ''سکے گا نہیں۔'' (یعنی یہ کام اس کے بس کا نہیں) جہاں تک مشرقی پاکستان کی ابھرتی ہوئی سیاست اور نئی پود کا تعلق تھا ناظم الدین اس پر کسی طرح اثر انداز نہ ہو سکے ان کی پاکستانی اور اسلام دوستی ان کی ذاتی تک محدود تھی۔

محمد علی بوگرہ کی حیثیت غلام محمد کے ہرکارے کی سی تھی۔ان کی عادات ان کا مزاج' ان کا طرز زندگی امریکی بود و باش کی نقالی کی ایک ادنیٰ سی کوشش تھی۔ایک دفعہ ڈھاکے تشریف لائے تو مجھے یہ حکم ملا کہ انہیں بنگال کی مصوری کے نمونے دکھائے جائیں۔ان دنوں تصویروں کی ایک نمائش ہو رہی تھی۔میں انہیں ساتھ لے گیا ان کی سوشل سیکرٹری جو بعد میں بیگم عالیہ محمد علی بنیں۔ ہمراہ تھیں وہ نمائش کے مختلف کمروں اور برآمدوں سے تیزی سے گزرتے جاتے اور تصویریں چنتے جاتے۔''یہ'' اور ''ہاں' وہ'' اور ''وہ والی'' انہوں نے کوئی پندرہ تصویریں اپنے ذاتی استعمال کے لئے خریدیں جو تصویریں انہوں نے منتخب کیں وہ نمائش میں سب سے معمولی سمجھی گئیں تھیں۔شاید اسی لئے انہوں نے آخری دم تک ان تصویروں کی قیمت ادا نہ کی اور مصور انہیں کوستے رہے۔

نورالامین بڑی سلجھی ہوئی طبیعت کے آدمی تھے اور انتظامی امور میں انہیں بڑی دسترس تھی' بدقسمتی سے ان کی سیاسی زندگی اردو بنگلہ فسادات کے ساتھ ہی ختم ہو گئی۔

www.bhutto.org

رہ گئے مولانا بھاشانی' انہوں نے اپنی سیاسی زندگی اس جھوٹ پر استوار کر رکھی تھی کہ اسلام اور سوشلزم لازم وملزوم ہیں وہ مزدوروں اور جاشی بھائیوں کو لقمہ تو اسلام کا دیتے اور پرچار سوشلزم کا کرتے بنگال کے مسلمان لیڈروں میں جس شخص کو مغربی پاکستان اور خصوصاً پنجاب سے سب سے زیادہ نفرت تھی وہ مولانا بھاشانی ہی تھے۔ مغربی پاکستان کو ''السلام وعلیکم'' کا نعرہ بھی انہوں نے لگایا اور ہر اس تحریک کی حوصلہ افزائی بھی انہوں نے کی جو مغربی اور مشرقی پاکستان کو ایک دوسرے سے علیحدہ کرنے میں مددگار ثابت ہوسکتی تھی۔

اس لیڈر شپ نے پاکستان کو کیا دیا؟ شیخ مجیب الرحمٰن۔

وہ ساری رنجشیں اور غلط فہمیاں جوان بزرگ سیاستدانوں نے ملک کے دونوں حصوں کے لوگوں کے دلوں میں پیدا کردی تھیں شیخ مجیب الرحمٰن ان کے اظہار کا ذریعہ بن گئے۔

شیخ مجیب الرحمٰن ایک بگولہ تھے ان کا ذہن' ان کی شخصیت ان کی ساری قوت فکر وعمل ایک جذبے پر موقوف تھی میرے لوگ بھوکے مر رہے ہیں۔ انہیں تباہ و برباد کیا جارہا ہے مجھے اپنے لوگوں سے محبت ہے' میرے لوگ کہاں جائیں' کیا کریں؟ وہ مجمع کے سامنے آتے تو ان پر جنون کی کیفیت طاری ہوجاتی۔ ان کی آواز میں گرج اور رقت بے پناہ اثر پیدا کردیتی۔ وہ بار بار کہے جاتے۔ ''ذرا سڑکوں کے دائیں بائیں دیکھو ندی کے کناروں پر دیکھو کھیتوں میں دیکھو بازاروں میں دیکھو' لوگ مر رہے ہیں' میرے بھائی' میرے دوست' میرے بچے مر رہے ہیں۔

تقریر کے بعد وہ اپنے طالب علم ساتھیوں کے ساتھ بیٹھتے اور بڑی بے تکلفی سے باتیں کرتے۔ نوجوان دل ان کی آواز کے زیروبم کے ساتھ دھڑکتے تھے وہ سالہا سال جیل میں رہے مگر ان کا جوش برقرار رہا۔ اسکندر مرزا کے آتے ہی جب وہ گرفتار ہوئے تو انہیں ڈھاکہ جیل میں رکھا گیا۔ ایک روز عطاء الرحمٰن خان میرے پاس آئے اور کہنے لگے مجیب کا باپ بہت سخت بیمار ہے' اگر اسے ایک ہفتے کا پیرول مل جائے تو بہت ہی اچھا ہو میں نے سفارش کردی۔ اسکندر مرزا مان گئے۔ مجیب جیل سے نکلتے ہی سیدھے میرے گھر آئے اور جذباتی انداز میں مجھ سے لپٹ گئے۔ صوبائی نقطہ نظر مجیب کے ذاتی تعلقات میں کبھی حائل نہ ہوا۔

اسکندر مرزا کی گورنری کا زمانہ بظاہر بڑا ہی امن اور آشتی کا زمانہ تھا مگر مشرق و مغرب کی صف آرائی اسی زمانے میں ہوئی۔ بنگالی حضرات سرکاری اور ثقافتی تقریبات میں حصہ لیتے' لیکن

www.bhutto.org

ان کے دلوں پر ایک موہوم خوف ہر وقت سوار رہتا۔ زیر زمین ایک خاموش، مگر معظم مدافعت کی رو چل رہی تھی۔ ہر گھر کے دروازے زیر زمین کام کرنے والوں کے لئے کھلے تھے۔ پولیس خفیہ ورکروں کی تلاش میں مہینوں سرگرداں رہتی اور وہ سرکاری دفتروں اور گھروں میں مہمان بنے بیٹھے رہتے۔

21 فروری کا دن مشرقی پاکستان میں لسانی تحریک کے شہیدوں کی یاد کا دن ہے۔ اسکندر مرزا نے کہا کہ اس روز کسی قسم کے جلسے جلوس کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ میں نے عطاء الرحمٰن خاں سے رابطہ قائم کیا۔ انہوں نے کہا یہ معاملہ ان کے ہاتھ میں نہیں اس سال سارا انتظام سہلٹ کا صمد کر رہا ہے۔ اس سے بات چیت کرنی چاہئے۔ میں نے کہا کہ صمد تو سال بھر سے روپوش ہے اسے کہاں سے ڈھونڈیں؟ کہنے لگے۔ ''اگر آپ یہ وعدہ کریں کہ اسے گرفتار نہیں کریں گے تو میں اسے لے آتا ہوں۔'' میں نے این ایم خان سے پوچھا انہوں نے گورنر سے مشورہ کیا اور کہا کہ ہاں ٹھیک ہے۔ عطاالرحمٰن خان میرے دفتر میں بیٹھے تھے۔ جونہی میں نے وعدہ کیا وہ اٹھے اور کوئی دو منٹ بعد صمد کو لے کر آ گئے۔ ایڈان بلڈنگ پر، جہاں میرا دفتر تھا، چوبیس گھنٹے پولیس کا پہرہ رہتا تھا اور صمد جس کی تلاش میں وہ سارے صوبے میں چھاپے مار رہی تھی، ساتھ کے کسی کمرے میں بیٹھا چائے پی رہا تھا۔ صمد بڑا تیز آدمی تھا۔ میری تجویز پر کہ 21 فروری کو کوئی جلسہ نہ کیا جائے وہ جوش میں آ گیا۔ عطاء الرحمٰن نے اسے سمجھایا۔ تو وہ مان گیا کہ اچھا جلسہ نہیں ہوگا، لیکن کالی پٹیاں باندھ کر لوگ جلوس کی شکل میں شہید مینار تک ضرور جائیں گے۔ میں نے کہا اس کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ اس نے ''مذاکرات'' یہ کہہ کر ختم کر دیئے کہ ''پھر جو ہو سو ہو۔''

شمس الضحیٰ جو انسپکٹر کے عہدے پر فائز چلے آ رہے تھے، اس زمانے میں بنگالی شرپسندوں کی سرکوبی میں خاصے مستعد تھے۔ پاکستان کی محبت اُن کی زندگی کا حاصل بن چکی تھی۔ ان کے بیٹے بیٹیاں اور داماد سب پاکستان کے سرگرم معمار بن گئے۔ انہوں نے 21 فروری کا دن طلوع ہونے پر طلبہ۔ ہوسٹلوں میں گھس کر انہیں بری طرح پیٹ ڈالا۔ وہی شمس الضحیٰ اور ادریس جو نارائن گنج کے فسادات میں تماشائی بنے رہے اب پاکستان کے سرفروش سپاہی بن کر دندناتے پھرتے تھے۔

اسکندر مرزا کی گورنری کا زمانہ شیخ مجیب الرحمٰن نے جیل میں گزارا جیل سے رہا ہوئے تو مسند وزارت پر متمکن ہوئے یہ واقعہ ان کی آئندہ زندگی کا گرینڈ ریہرسل (GRAND

www.bhutto.org

(REHEARSAL) ثابت ہوا۔ جیل خانے کی صعوبتیں سیاسی مقبولیت کا باعث تو ضرور ہوتی ہیں' لیکن شیخ مجیب کے معاملے میں جیل خانہ قصر اقتدار کا دروازہ تھا عطاء الرحمٰن خاں وزیر اعلیٰ بنے اور صوبے کا محکمہ صنعت و تجارت شیخ مجیب الرحمٰن کے سپرد ہوا۔ سہروردی وزیر اعظم تھے اور ہر طرف عوامی لیگ کا ڈنکا بج رہا تھا۔ مغربی پاکستان میں جگہ جگہ عوامی لیگ کے مراکز اور شاخیں کھل رہی تھیں۔ لائسنس اور پرمٹ بٹ رہے تھے۔ سہروردی صاحب آج حکم دیتے کہ کراچی میں گوشت مقررہ قیمت پر فروخت نہ کرنے والوں کو سخت سزا دی جائے گی۔ دوسرے روز قصابوں کو وزیر اعظم ہاؤس میں بلا کر ترغیب دی جاتی کہ اگر وہ عوامی لیگ میں شامل ہو جائیں تو گوشت کی قیمت پر عائد بندش اٹھالی جائے گی۔

ایسی ہی سودے بازی بسوں کے مالکوں سے ہو رہی تھی۔ ادھر مشرقی پاکستان میں شیخ مجیب الرحمٰن نے اندھیر مچا رکھا تھا۔ صنعت و تجارت کے محکمے میں وہ بے تحاشا دھاندلیاں اس زمانے میں ہوئیں کہ سرکاری خزانہ' خزانہ نہ رہا۔ لنگر خانہ بن گیا۔ عوامی لیگ کا ہر ورکر اس لوٹ میں شامل تھا اور شیخ مجیب نے اقربا پروری' دوست نوازی اور ہر نوع کی بددیانتی کے پٹ کھول دیئے تھے کہا یہ جاتا تھا کہ جو کچھ مل رہا ہے بنگالی بھائیوں کو مل رہا ہے اگر اپنوں کو نہ دیا جاتا تو سارا مال مغربی پاکستان والے ہڑپ کر جاتے۔ حکومت اور نظم و نسق کی جو روایت شیخ مجیب نے اس زمانے میں قائم کی وہی روایت آخر ان کے عبرت ناک انجام کا باعث بنی۔

میں کراچی میں ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ تھا۔ شیخ مجیب دورے پر آئے تو میرے ہاں چائے پینے تشریف لائے۔ دیر تک بیٹھے بچوں سے باتیں کرتے رہے۔ عطاء الرحمٰن خان سے سخت ناراض تھے۔ انہوں نے اسے ''نو گاؤں کا کالا شہزادہ'' کا خطاب دے رکھا تھا۔ عطاء الرحمٰن خان مجیب کی حرکتوں سے نالاں تھے' مگر سہروردی برابر مجیب کی حمایت کرتے۔ اس وجہ سے صوبائی حکومت مختلف دھڑوں میں بٹ گئی۔ سہروردی مجیب کو اپنے سیاسی لاٹھیال کی طرح استعمال کرتے تھے۔ ''اتفاق'' کے مالک بھی شیخ مجیب کے حامیوں میں تھے لہذا وزیر اعلیٰ کی حیثیت روز بروز کمزور ہوتی گئی اور عوامی لیگ رسہ گیروں کی جماعت بن گئی۔

بنگالی افسروں میں کئی ایک شیخ مجیب کے ہم جماعت رہ چکے تھے۔ ان میں سے روح القدوس اور اے کے ایم احسن ان کے بہت قریب تھے۔ روح القدوس اگرتلہ سازش کے سلسلے

www.bhutto.org

میں مجیب کے ساتھ گرفتار ہوئے اور پھر بنگلہ دیش میں شیخ مجیب کے پرنسپل سیکرٹری بنے۔ اے کے ایم احسن بنگلہ دیش بننے کے بعد وہاں پہنچے اور پلاننگ ڈویژن میں منسٹر آف اسٹیٹ مقرر ہوئے۔ عطاء الرحمٰن خان کی وزارت کی ناکامی کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ بہت سے سرکاری ملازم شیخ مجیب کے ہم نوا تھے اور شیخ مجیب کی بدعنوانیوں میں نہ صرف شریک تھے بلکہ ان سے فیض یاب بھی۔

جس طرح 1954ء کے الیکشن سرکاری ملازموں نے مسلم لیگ کے خلاف کام کیا اسی طرح آخری زمانے میں یہ لوگ پاکستان کے خلاف کام کرتے رہے۔ ان کا طرز فکر و عمل واضح تھا۔ مغربی پاکستان سے علیحدگی ان کی ترقی کا راستہ بن سکتی تھی۔ وہ مغربی پاکستان کے ہر افسر پر اعتراض کرتے کہ اس میں آخر کیا خاص بات ہے جو ہم میں نہیں۔ سب کام ہم خود کر سکتے ہیں ہمیں کسی باہر کے افسر کی ضرورت نہیں۔ انہوں نے مل کر یہ معاملہ اتنا الجھا دیا کہ مغربی پاکستان کے کسی افسر کے لئے مشرقی پاکستان میں ملازمت کرنا ناممکن ہو گیا۔ آخر ذاکر حسین نے یہ فیصلہ کروا ہی لیا کہ مغربی پاکستان کے افسر مغربی پاکستان میں رہیں اور مشرقی پاکستان کے افسر مشرقی پاکستان میں۔ اس فیصلے سے مشرقی پاکستان کی علیحدگی کی تحریک کو بڑی تقویت ملی۔

سہروردی گئے چندریگر آئے۔ وہ رخصت ہوئے تو فیروز خان نون تشریف لائے اسکندر مرزا ان سب کو انگلیوں پر نچاتے رہے اور اندر ہی اندر ایک بڑے ڈرامے کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ اکتوبر 1958ء میں یہ تیاریاں مکمل ہو گئیں اور ملک میں سیاست کی بساط الٹ کر رکھ دی گئی۔

مجیب الرحمٰن آج گرفتار ہوئے کل رہا ہوئے۔ آج پکڑے گئے تو کل پھر چھوڑ دیئے گئے۔ دس سال تک یہ چکر چلتا رہا۔ مرکز کی طرف سے جو شخص بھی مشرقی پاکستان کا گورنر بنتا وہ اپنی وفاداری کا ثبوت دینے کے لئے سب سے پہلے شیخ مجیب کو پکڑتا۔ مرکزی حکومت بھی خوش ہو جاتی اور گورنر کو اپنے ایک طاقتور سیاسی حریف سے عارضی طور پر نجات بھی مل جاتی۔

مجھے یاد ہے کہ میٹنگ میں منعم خان نے بڑے فخر سے اعلان کیا۔ ''میں نے مجیب پر اتنے مقدمے بنا دیئے ہیں کہ کوئی مائی کا لال اسے بچا نہیں سکتا۔'' طریقہ یہ اختیار کیا گیا کہ ہر ضلع اور سب ڈویژن میں دو چار مقدمے رجسٹر کرا دیئے جائیں اور شیخ مجیب الرحمٰن تمام وقت پیشیاں بھگتا کرے۔ صدر ایوب کے دور میں مجیب کی طرف سرکاری اور غیر سرکاری رویہ کچھ اس طرح مرتب ہوا۔

www.bhutto.org

1۔ اقتدار سے منسلک بیشتر بنگالی شیخ مجیب کے مخالف تھے۔

2۔ اقتدار کے خواہش مند بنگالی مجیب کی بڑھتی ہوئی مقبولیت سے خائف تھے اور صدر ایوب سے کہتے کہ وہ اس فتنے کا سد باب کریں۔

3۔ عام بنگالی خصوصاً سرکاری ملازم' صحافی طالب علم اور استاد مجیب کے پر زور حامی تھے۔

مغربی پاکستان کے وہ سیاستدان جو صدر ایوب کے طرز حکومت سے نالاں تھے۔ مجیب کے ساتھ گہرا ربطہ رکھے ہوئے تھے اس رابطے کی کئی سطحیں اور پہلو تھے۔ سندھ فرنٹیئر اور بلوچستان کے وہ عناصر جو انتہا پسند تھے اور صوبائی خودمختاری کی سرحدیں پھیلانا چاہتے تھے' قدرتی طور پر مجیب کی تحریک کو ہمدردانہ نگاہ سے دیکھتے تھے۔ مجیب کے مطالبات اگر زور پکڑتے ہیں اور مرکزی حکوت کو انہیں قبول کرنا پڑتا ہے تو اس سے ان کے مخصوص صوبائی مفاد کو لازماً تقویت پہنچے گی۔ بلوچ اور پٹھان لیڈر بالخصوص مجیب سے دوستانہ مراسم بڑھانے اور ایک مشترک سیاسی محاذ بنانے کے خواہش مند تھے۔ ان عناصر کے علاوہ وہ سب لوگ جو ون یونٹ سے تنگ آئے ہوئے تھے۔ عوامی لیگ اور مجیب کی حمایت میں سرگرم تھے۔ مجیب نے ان لوگوں سے کھلے بندوں اور در پردہ یہ وعدہ کر رکھا تھا کہ وہ انہیں ون یونٹ کے چنگل سے آزاد کرائے گا۔ دراصل ون یونٹ کا تجربہ مغربی پاکستان میں چھوٹے صوبوں کے لئے کئی لحاظ سے تکلیف دہ ثابت ہوا تھا۔ انتظامی قوت لاہور میں مرکوز ہو گئی تھی۔ روزمرہ معاملات کے لئے لوگوں کو دور دراز علاقوں سے لاہور آنا پڑتا تھا۔ جن افسروں کے سامنے وہ پیش ہوتے وہ انہیں اجنبی اجنبی نظر آتے ان سے وہ اپنی زبان میں کھل کر بات بھی نہ کر پاتے۔ ان صوبوں کے سیاستدان' پنجابی بالادستی سے پہلے ہی نالاں تھے۔ انہوں نے عوامی شکایات کو انتظامی اعتبار سے حل کرنے کے بجائے سیاسی رنگ دیا اور یوں ون یونٹ' مغربی پاکستان کے چھوٹے صوبوں کے لئے ایک مصیبت بن گیا۔

1956ء اور 1962ء کے آئینی تجربوں نے تین ادارے قائم کئے۔

1۔ مرکز اور صوبوں میں تقسیم اختیارات

2۔ ون یونٹ

3۔ مغربی اور مشرقی پاکستان میں برابری (PARITY)

1968ء تک یہ تینوں ادارے اپنی قومی قبولیت کھو چکے تھے۔ آئین میں جو اختیارات

www.bhutto.org

صوبوں کو دیئے گئے تھے وہ عملاً مرکزی حکومت کے زیر نگرانی آ چکے تھے۔صوبائی حکومتوں کی حیثیت ایک بڑی میونسپلٹی سے زیادہ نہ تھی۔صوبائی حکومت گورنر کے ہاتھ میں تھی اور گورنر مرکز کے ہاتھ میں۔مشرقی پاکستان' سندھ' فرنٹیئر اور بلوچستان کے سیاسی لیڈر اور عوام یہ چاہتے تھے کہ پاکستان کی فیڈریشن میں ان صوبوں کو بھرپور اور برابر اشتراک کا موقع ملے اور یہ اس وقت تک ممکن نہ تھا جب تک مرکز کے بعض اہم اختیارات صوبوں کے سپرد نہ کئے جائیں۔ ہر فیڈریشن میں صوبے اپنے لئے زیادہ سے زیادہ اختیارات کا مطالبہ کرتے ہیں۔پاکستان وہ پہلی فیڈریشن تھی جس کا ایک صوبہ (اور سب سے اہم صوبہ پنجاب) اس بات پر مصر تھا کہ اختیارات سب کے سب مرکز کے پاس ہونے چاہئیں۔ پنجاب والوں کے نزدیک مرکز سے گریز حب الوطنی کے منافی تھا۔ وہ ہر صوبائی مطالبے کو صوبائیت کہہ کر رد کر دیتے۔نوبت یہاں تک پہنچی کہ صوبائی اختیارات کو وسیع کرنے کی کوشش پاکستان دشمنی سمجھی جانے لگی۔

چھوٹے صوبوں والے پنجاب کی حب الوطنی اور مرکز نوازی کا تجزیہ یوں کرتے کہ مرکز کے بیشتر فوجی اور سول ادارے پنجاب والوں کے زیر اثر ہیں لہذا پنجاب والے حب الوطنی کے پردے میں مرکز کی قوت بڑھا کر اپنا سیاسی اقتدار اور غلبہ مستحکم کر رہے ہیں مضبوط مرکز کا سارا ڈھونگ پنجاب کو مضبوط کرنیکے لئے رچایا گیا وہ آپس میں بیٹھتے تو کہتے کہ اگر ملک کا دارالحکومت ڈھاکہ میں واقع ہوتا اور مرکزی حکومت پر پنجاب والوں کے بجائے کسی اور صوبے کا زور چلتا تو پھر ہم دیکھتے کہ حب الوطنی کے جذبے سے سرشار پنجابی کہاں تک مرکز کے استحکام کی دعائیں مانگتے ان کی نظروں میں ''مرکز'' پاکستان دوستی'' اور ''حب الوطنی'' کے جذبے پنجاب کے اپنے مفاد کے نعرے تھے اور یہ نعرے دوسرے صوبوں کو دبانے اور محکوم رکھنے کے حربے تھے مشرقی پاکستان میں یہ تاثر بھی عام تھا مرکزی حکومت پنجاب کا ڈنڈا ہے صوبوں میں جیسے ہی کوئی سیاسی تحریک بڑھتی ہے اسے پنجاب کے ڈنڈے سے کچل کر رکھ دیا جاتا ہے۔

پنجاب کے عوام اس بڑھتی ہوئی سیاسی کشاکش سے بے خبر تھے۔ان کی سمجھ میں نہ آتا کہ دوسرے صوبوں کے لوگ پنجاب میں آکر بیوپار کرتے ہیں ملازمتیں کرتے ہیں مختلف پیشوں میں مقتدر مقام حاصل کرتے ہیں بات چیت میل جول رشتہ ناطہ ان سب معاملات میں پنجاب والے ہر شخص سے بلا امتیاز پیش آتے ہیں پاکستان پر جب کوئی مشکل وقت آتا ہے پنجاب ہر قربانی

www.bhutto.org

کے تیار ہوتا ہے دشمن اگر مشرقی پاکستان کی سرحد کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھتا ہے تو پنجاب کا ہر فرد میجر طفیل شہید کی طرح جذبہ شہادت سے بے قرار ہو جاتا ہے۔

ان سب باتوں کے باوجود پنجاب کو ہدف تنقید بنایا جاتا ہے ان پر گروہ بندی اور صوبہ پرستی کا الزام لگایا جاتا ہے حالانکہ پنجاب پاکستان کا دل ہے اور یہ دل پاکستان کی سانسوں کے ساتھ دھڑکتا ہے۔

پنجاب والے جب یہ دیکھتے کہ ان کے سواء باقی سب اپنے اپنے صوبوں کی بات کرتے ہیں تو انہیں بڑی مایوسی ہوتی ''کیا کسی پنجابی نے بھی کبھی پنجابی صوبے کا نعرہ لگایا ہے؟'' یہ ایک بات ان کے نزدیک پاکستان سے پنجاب کی محبت کی فیصلہ کن دلیل تھی......اور ملک دشمن عناصر اگر ملک کی سالمیت کو نقصان پہنچانے کے درپے ہوں تو ڈنڈا استعمال کرنا ہی پڑتا ہے۔

اموی دور خلافت (ملوکیت) میں دمشق اقتدار کا مرکز تھا اور مملکت اسلامی کے مختلف صوبوں میں شامیوں کے خلاف بڑی نفرت پائی جاتی تھی شامی فوج مردانی قوت کا آلہ کار بن گئی تھی جہاں کسی صوبے میں ذرا شورش ہوئی شامی دستے وہاں پہنچ کر قلع قمع کر دیتے ایک مورخ نے اس پر تبصرہ کیا ہے۔

شامیوں کے خلاف نفرت کا اظہار قابل افسوس تھا کہ ان میں بہت سے لوگ ایسے تھے جنہیں دوسرے صوبوں پر اپنا اقتدار جمانے کا کبھی خیال تک نہ آیا تھا شام ہمیشہ سے مطمئن اور مستحکم صوبہ تھا۔ اگر شام حکمران گھرانے سے وابستہ نہ ہو جاتا تو وہ یقیناً دوسرے صوبوں میں کسی قسم کی مداخلت سے گریز کرتا'' (اسلامک ہسٹری ایم اے شعبان۔ 1971ء صفحہ 125)

جس طرح مرکز چھوٹے صوبوں کی نظر میں پنجاب کے اقتدار کی علامت بن گیا تھا اسی طرح ون یونٹ بھی پنجاب کے مفاد کا آئینہ دار سمجھا جانے لگا۔ ایک اعلیٰ سطح کے اجلاس میں ایک سنیئر پٹھان افسر نے ایک دفعہ کہا کہ میرے گاؤں سے جب کوئی پٹھان بورڈ آف ریونیو میں کسی پیشی کے لئے آتا ہے تو وہ لاہور میں مارا مارا پھرتا ہے اسے نہ راستے معلوم اور نہ کوئی اس کی زبان سمجھتا ہے۔ وہ سیکرٹریٹ کے دروازے پر گھنٹوں کھڑا رہتا ہے اتفاق سے کوئی پٹھان افسر اسے دیکھ لے تو وہ اس کی مشکل کشائی کرتا ہے۔

1961-60ء میں ریٹائرڈ جنرل خالد شیخ کی سربراہی میں ایک کمیٹی قائم کی گئی جس نے ون

www.bhutto.org

یونٹ کے قیام اوراس کی کارکردگی کا جائزہ لیا وہ رپورٹ مرکزی سیکرٹریٹ میں کئی ہفتوں تک طرح طرح کی افواہوں کا موضوع بنی رہی آخر معلوم ہوا رپورٹ کی تمام نقول جلا دینے کا حکم دیا گیا ہے۔ پٹھان افسروں میں مشہور تھا کہ رپورٹ میں چھوٹے صوبوں کے انتظامی اختیارات بحال کرنے کی سفارش کی گئی تھی جسے پنجابی افسروں نے سبوتاژ کر دیا۔

پنجاب کے پرانے سیاست دانوں نے مرکز کے اختیارات اور ون یونٹ کے مسئلوں پر دوغلی پالیسی اپنا رکھی تھی پبلک کے سامنے تو وہ پاکستان کی سلامتی اور ون یونٹ کی نعمتوں کے قصے بیان کرتے اور درون خانہ شیخ مجیب الرحمٰن کو بھی شہ دیتے اور ون یونٹ کے مخالفین کی سرپرستی بھی فرماتے۔

شیخ مجیب الرحمٰن نے 1966ء میں جب اپنے چھ نکات پیش کئے تو مشہور کر دیا گیا کہ یہ نکات خود مرکزی حکومت نے مرتب کئے ہیں ان چھ نکات کی تصنیف کی ذمہ داری مجھ پر ڈالی گئی اور یہ احمقانہ اور بزدلانہ بہتان ہر سطح پر پھیلایا گیا حیرت یہ تھی کہ یہ نکات حزب اختلاف کے جلسے میں پیش کئے گئے اور اس اجلاس میں حزب اختلاف کے کسی قائد کو یہ توفیق نہ ہوئی کہ وہ مجیب الرحمٰن کی مذمت میں کوئی پبلک بیان دیتا یا کوئی ایسا ریزولیوشن پیش کرتا جس سے ظاہر ہوتا کہ حزب اختلاف کا مجیب الرحمٰن کے چھ نکات سے قطعاً کوئی واسطہ نہیں۔

لاہور میں ہر شخص پوچھتا پھرتا تھا یہ نکات کہاں سے آئے؟ کالا باغ نے بنائے ہیں صدر ایوب خان نے بنائے ہیں الطاف گوہر ان کا مصنف ہے کوئی بندہ خدا یہ نہ سوچتا کہ یہ بھی تو ممکن ہے شاید یہ نکات مجیب الرحمٰن ہی نے بنائے ہوں اور آخر ان نکات میں کون سی نئی بات تھی جو عوامی لیگ کے پہلے نکات میں موجود نہ تھی اور ان نکات کے زبان و بیان میں کون سی ایسی بات تھی جو مغربی پاکستان کو کوئی مشاق صاحب قلم ہی پیدا کر سکتا تھا۔

راؤنڈ ٹیبل کانفرنس کے زمانے میں چوہدری محمد علی نے صدر ایوب سے ایک ملاقات میں چھ نکات کی تصنیف کے بارے میں وضاحت چاہی اور اس شبہے کا بھی اظہار کیا کہ یہ نکات الطاف گوہر نے مجیب الرحمٰن کو دیئے تھے صدر ایوب نے چوہدر صاحب کو سمجھایا کہ چھ نکات کوئی خفیہ سازش نہیں بلکہ تقسیم ملک کا واضح پروگرام ہے صدر ایوب تو ملک بھر کے صحافیوں کے ایک اجلاس میں یہ بھی کہہ چکے تھے کہ مجیب الرحمٰن نے اپنے دل کی بات کھل کر کہہ دی ہے اب یہ بنگالی

www.bhutto.org

مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ آنے والے حالات وخطرات سے باخبر ہو کر ان کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو جائیں۔

اس پر پاکستان آبزرور کے عبدالسلام نے کہا ملکی وحدت کی ذمہ داری حکومت پر ہے صدر ایوب نے کہا جی نہیں آپ پر بھی ہے اگر بنگالی مسلمان خود پاکستان کی وحدت اور سالمیت کے لئے کچھ نہیں کرتے تو مجیب الرحمٰن کے عزائم رنگ لا کر رہیں گے صدر ایوب نے مجھ سے کہا کہ میں چوہدری صاحب سے مل کر معاملے کی وضاحت کر دوں چوہدری صاحب مری روڈ پر صلاح الدین کے ہاں فروکش تھے میں نے جب ان سے کہا کہ صدر ایوب نے ان سے اپنی گفتگو کا خلاصہ مجھے بتا دیا ہے اور میں وضاحت کے لئے حاضر ہوں تو وہ کچھ پریشان سے ہو گئے کہنے لگے ساری بات صاف ہو گئی ہے میں نے بڑے ادب سے عرض کیا آپ ملک سے اتنے بڑے عہدوں پر فائز رہ چکے ہیں آپ نے کس طرح بلا تحقیق ایک لغو حکایت کو قابل اعتنا سمجھا۔

چھ نکات میں کوئی نئی بات نہ تھی اصل بات یہ تھی کہ یہ نکات پہلی دفعہ لاہور شہر میں پیش کئے گئے اور وہ بھی ایک ایسے فورم میں جو جمہوریت شہری آزادی پاکستان کی سالمیت اور بقا کی علامت سمجھا جاتا تھا کسی سیاستدان کو یہ خیال نہ آیا کہ ان کی در پردہ حمایت شیخ مجیب کو یہ ہمت بخش دے گی کہ وہ ان کے منہ پر وہ باتیں کہہ دے جن کا مطلب پاکستان کی تقسیم کے سوا اور کچھ نہ تھا کچھ ایسا ہی رویہ ان سیاستدانوں نے ون یونٹ توڑنے کے مسئلے میں اختیار کر رکھا تھا کہیں اچکزئی سے بات چیت ہو رہی ہے کہیں یونٹ توڑنے کے منصوبوں کی سرپرستی ہو رہی ہے کہیں مرکزی حکومت کی غاصبانہ پالیسیوں پر تنقید ہو رہی ہے اور دعوی یہی کہ ون یونٹ پاکستان کے اتحاد کی ضمانت ہے بس انتظامی خرابیاں دور ہو جائیں تو مغربی پاکستان کے لئے ون یونٹ سے بہتر کیا چیز ہو سکتی ہے۔

اس دورخی پالیسی کا جواب مشرقی پاکستان نے یہ دیا کہ لاہور میں شیخ مجیب نے چھ نکات کا اعلان کیا اور مغربی پاکستان کے چھوٹے صوبوں کے اصرار پر لاہور میں 8 مارچ 1969ء کو حزب اختلاف کے ایک جلسے میں یہ قرارداد منظور ہوئی کہ صدر ایوب سے راؤنڈ ٹیبل کانفرنس میں ون یونٹ توڑنے کا مطالبہ کیا جائے۔

مغربی اور مشرقی پاکستان میں برابری کا فارمولا انتہائی دانشمندانہ اقدام تھا یہ برابری دونوں صوبوں میں توازن اور ملک کے استحکام کے لئے لازمی تھی مغربی پاکستان میں یہ مسئلہ پس

www.bhutto.org

منظر ہی میں رہا اس لئے کہ مغربی پاکستان کی اسمبلی میں پنجاب کو نمائندگی اپنی آبادی کے تناسب سے کم ملی تھی اور دوسرے صوبوں کو پیریٹی کے فارمولے سے فائدہ پہنچا تھا۔

68-1969ء میں مشرقی پاکستان میں جب منعم خان کی مخالفت بڑھی تو کونشن مسلم لیگ ہی کے بعض رکن جن میں وحید الزمان اور قاضی قادر پیش پیش تھے یہ شوشہ لے اٹھے کہ نمائندگی پیریٹی کے فارمولے کے مطابق نہیں آبادی کے مطابق ہونی چاہئے یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ یہ نقطہ نظر حزب اختلاف کی طرف سے نہیں خود حکومتی پارٹی کے ایک بددل گروہ کی طرف سے پیش کیا گیا عوامی لیگ کو جرات ہوئی تھی نہ تا کو وہ خود کونشن لیگ دھڑے نے کہہ دی اس سارے معاملے میں پیش پیش بنگال کے وہی مسلمان لیڈر تھے جو اب پاکستان کو دوبارہ متحد کرنے کے حلف اٹھاتے ہیں اور اخباروں کے دفتروں میں جا کر یہ بیان لگواتے ہیں کہ انہوں نے ہمیشہ عوامی لیگ اور شیخ مجیب الرحمٰن کی مخالفت کی اور اب جلاوطنی کے عالم میں پاکستان سے اپنی وفادار محبت کا خمیازہ بھگت رہے ہیں جب کچھ کہنے کا وقت تھا ان کی زبان گنگ رہی جب کبھی انہیں مشرقی پاکستان میں حکومت چلانے کا موقع ملا انہوں نے انتہائی نا اہلی کا مظاہرہ کیا یہاں تک کہ نہ کوئی ان کا اعتبار کرتا نہ ان کا ساتھ دیتا اپنی صفائی میں یہ ہمیشہ مغربی پاکستان والوں کی بے رخی کم توجہی اور مفاد پرستی کا رونا روتے اب فرماتے ہیں ''بنگال کے مسلمان ہمارے ساتھ ہیں'' ''ہمیں بنگلہ دیش کے اندرونی حالات کا پورا علم ہے'' ''لندن سے ہر روز خط آتے ہیں'' انہیں کون خط لکھے گا اور کیوں لکھے گا؟

شیخ مجیب الرحمٰن کے پروگرام کی تکمیل کے لئے حالات آہستہ آہستہ سازگار ہوتے جا رہے تھے سرکاری ملازمتوں کی تقسیم ہو چکی تھی عوامی سطح پر تلخی اتنی بڑھ گئی تھی کہ مغربی پاکستان والے بنگالیوں کی آئے دن کی تکرار سے تنگ آ چکے تھے اور بنگالی مغربی پاکستان والوں سے مکمل طور پر بدظن تھے صدر ایوب نے بنگالی لیڈروں سے کئی دفعہ یہ کہا کہ بات اتنی نہ بڑھاؤ کہ بند قبا ٹوٹنے لگیں پنجاب کے پرانے سیاست دانوں کی دورخی پالیسی کی وجہ سے شیخ مجیب الرحمٰن کی تحریک کو ایک طرف اور ون یونٹ کی مخالفت کو دوسری طرف بڑی شہ مل چکی تھی برابری کا طے شدہ فارمولا پھر زیر بحث آنے لگا تھا مشرقی پاکستان کے پرانے مسلم لیگی لیڈر قطعی طور پر مفلوج ہو چکے تھے اور شیخ مجیب کی نظر عنایت کے منتظر

www.bhutto.org

اتنے میں اگرتلہ کا بم پھٹا.........

میں ڈھاکے میں اے کے ایم احسن کے ہاں رات کے کھانے پر مدعو تھا بہت سے اور بنگالی دوست بھی موجود تھے سنگ باد کے ظہور حسین چوہدری بھی تھے کہنے لگے گوہر بھائی کیا ہو رہا ہے کئی افسر گرفتار ہو گئے ہیں میں نے لاعلمی کا اظہار کیا تو سب کو یہ خیال ہوا کہ میں اس موضوع پر بات کرنے سے احتراز کر رہا ہوں کھانے کے فوراً بعد میں پریذیڈنٹ ہاؤس پہنچا میں نے جنرل رفیع سے کہا کھانے پر لوگ باتیں کر رہے تھے کہ صدر ایوب کا جہاز اغواء کیا جانے لگا تھا اور بہت سے بنگالی افسر گرفتار کر لئے گئے ہیں رفیع کے چہرے پر پریشانی کے ذرا آثار نہ تھے اور نہ پریذیڈنٹ ہاؤس میں مجھے کوئی غیر معمولی بات نظر آئی میں نے رفیع سے ازراہ مذاق کہا اگر کوئی بات ہے تو بتا دو۔

اس نے کہا پنڈی جا کر ڈی آئی جی رضوی سے پوچھ لینا'' کئی دنوں تک سننے میں نہ آیا۔ میں نے رضوی سے فون پر پوچھا بھی مگر وہ بات گول کر گیا صدر ایوب نے بھی طیارے کے اغواء کے بارے میں کوئی بات نہ کی عید سے ایک روز پہلے ایک مختصر سا پریس نوٹ جاری ہوا کہ مشرقی پاکستان میں ایک سازش کا پتہ چلنے پر بہت سی گرفتاریاں عمل میں آئی ہیں اس بات کی احتیاط کی گئی کہ پریس نوٹ غیر نمایاں طور پر شائع ہو پریس نوٹ چھپتے ہی ملک بھر میں افواہوں کا بازار گرم ہو گیا اس خیال سے کہ تفتیش کے دوران کسی کو دخل نہیں دینا چاہئے میں نے اس معاملے میں مزید تجسس مناسب نہ سمجھا۔

ایک روز رضوی میرے پاس آئے اور کہنے لگے میں آپ کی سازش کا خاکہ بتانے آیا ہوں تاکہ آپ اس کے لئے کوئی مناسب نام تجویز کر سکیں انہوں نے کسی کا نام لئے بغیر سازش کی بعض تفصیلات کا ذکر کیا میں نے کہا میرا جی نہیں چاہتا کہ اس سازش سے مشرقی پاکستان کی سرزمین کا نام ملوث ہو اور چونکہ سازش کی ایک اہم کڑی اگرتلہ سے ملی لہٰذا اسے اگرتلہ سازش کہنا چاہئے رضوی شاعری بھی فرماتے تھے بولے تری آواز مکے اور مدینے اور پھر شیخ مجیب الرحمٰن پر اپنی نظم سنانے لگے۔

کچھ عرصے بعد کمانڈران چیف یحییٰ خان نے ایک میٹنگ بلائی جس میں اگرتلہ کیس کی عدالتی کارروائی کا ضابطہ طے کیا جانا تھا صدر ایوب آہستہ آہستہ صحت یاب ہو رہے تھے انہوں نے

مجھے بلا کر کچھ ہدایات دیں یحییٰ خان کی میٹنگ میں سرکاری افسروں کے علاوہ دو وزیر بھی موجود تھے وزیر قانون ایس ایم ظفر اور وزیر داخلہ اے آر خان قاعدے کے مطابق وزیروں کے لئے یہ مناسب نہ تھا کہ وہ کمانڈر انچیف کی سرکاری میٹنگ میں حاضر ہوں ماحول خاصا بوجھل اور بے ترتیب سا تھا............

بحث شروع ہوئی اعوان جو اس وقت ہوم سیکرٹری تھے کہنے لگے کہ عجب بات ہے میں ہوم سیکرٹری ہوں اور مجھے اس معاملے کی کوئی اطلاع نہیں دی گئی اور نہ مجھ سے کبھی مشورہ کیا گیا اعوان اور یحییٰ خان کے تعلقات یوں بھی کشیدہ تھے اس میٹنگ میں بدمزگی اور بڑھی یحییٰ خان مطمئن بیٹھے تھے جنرل پیرزادہ قاضی حسن اور کوئی اور باوردی فوجی افسر موجود تھے یحییٰ خان قاضی سے مخاطب ہوئے او بچو یہ کیا بات ہے لوگ کورٹ مارشل سے کیوں ڈرتے ہیں؟ پیرزادہ کی طرف رخ کیا اور پر بتاتے کیوں نہیں کیسے تفتیش ہوئی۔

آدھے گھنٹے تک ادھر ادھر کی باتیں ہوتی رہیں مگر صاف طور پر کچھ پتہ نہ چلا کہ آخر ہوا کیا...... مجھے سے یحییٰ خان بڑے محتاط رہتے تھے کہنے لگے میں یہ چاہتا ہوں کہ جب عدالتی کارروائی شروع ہو تو اس کا اثر مشرقی پاکستان کے لوگوں پر فول پروف ہونا چاہئے۔

میں نے کہا اس کا انحصار تو اس بات پر ہے کہ عدالت کیا طریقہ کار اختیار کرتی ہے اور عدالت کے سامنے کس قسم کی شہادتیں پیش کی جاتی ہیں۔

انہوں نے بڑے اعتماد سے کہا اس کی آپ فکر مت کریں شہادتیں تو بالکل فول پروف ہیں۔

میں نے جواب دیا تو ردعمل بھی فول پروف ہوگا۔

وہ سمجھے میں ان کے لفظ فول پروف کا مذاق اڑا رہا ہوں رضوی سے کہنے لگے بچو ان کو یقین نہیں دکھاؤ انہیں شہادتوں کا خلاصہ۔

طے ہوا کہ میٹنگ کے بعد میں خلاصہ دیکھ کر اپنے شکوک رفع کر لوں یحییٰ خان ایسے زوروں میں تھے کہ وہ عدالتی کارروائی اخباروں ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر بڑی دھوم دھام سے مشتہر کرنا چاہتے تھے۔

جی ڈبلیو چوہدری صاحب نے اس میٹنگ کے بارے میں اپنی کتاب میں جو کچھ لکھا ہے وہ

www.bhutto.org

صحیح نہیں چوہدری صاحب اس زمانے میں ایک معمولی افسر ہوا کرتے تھے ان کی معلومات کے ذرائع عام گپ شپ کے سوا اور کیا ہو سکتے تھے صدر ایوب کے زمانے کی جن میٹنگوں کا انہوں نے ذکر کیا ہے ان میں سے کسی میں وہ موجود نہ تھے موصوف ڈھاکہ یونیورسٹی میں پڑھاتے تھے اور بیشتر وقت بنیادی جمہورتیوں کی تعریف میں مضامین لکھا کرتے جب ان کے لئے یونیورسٹی کے دوسرے استادوں کو منہ دکھانا مشکل ہو گیا تو پناہ گیر بن کر پنڈی آ گئے اور ان کی دیکھ بھال میرے سپرد کی گئی اب وہ صدر ایوب کے زمانے کے مستند مبصر بن گئے۔

میٹنگ کے بعد میں نے شہادتوں کا خلاصہ دیکھا وزارت اطلاعات کے دو اور ساتھیوں کو بھی دکھایا ہم سب کی رائے تھی کہ جب تک کوئی ٹھوس ثبوت اور نا قابل تردید مواد عدالت کے سامنے پیش نہ ہو جائے اس وقت تک شیخ مجیب کا نام ملزموں کی فہرست میں نہیں آنا چاہئے صدر ایوب نے یہ تجویز منظور کی اور ٹربیونل کے سامنے ملزموں کی جو پہلی فہرست پیش کی گئی اس میں شیخ مجیب کا نام نہ تھا چند روز بعد میں نے اخبار میں دیکھا کہ عدالتی کارروائی شروع ہونے سے پہلے ہی شیخ مجیب کا نام ملزموں کی فہرست میں شامل کر لیا گیا۔

مقدمہ شروع ہوا یحییٰ خان کے اصرار پر استغاثے کی شہادتوں کی پوری تفصیل اخباروں میں شائع کی گئی مشرقی پاکستان کا ردعمل تو ایک طرف مغربی پاکستان میں بھی کوئی سیاسی لیڈر قائل نہ ہوا ہر طرف چہ میگوئیاں ہونے لگیں کہ حکومت نے خواہ مخواہ کا ڈھونگ رچایا ہے ادھر ٹربیونل کے سامنے گواہ منحرف ہونے لگے حضرت رضوی یہ کہتے نہ تھکتے تھے کہ آج تک کسی سازش کے مقدمے میں اتنا دستاویزی مواد نہیں پیش کیا گیا اور لوگ تھے کہ کسی بات پر یقین ہی نہ کرتے تھے جوں جوں صدر ایوب کی صحت بہتر ہو رہی تھی اگرتلہ کا مقدمہ بگڑتا جا رہا تھا۔

اگرتلہ نے مجیب کو مقبولیت کی انتہا تک پہنچا دیا رہی سہی کسر سارجنٹ ظہور الحق کی موت نے پوری کر دی مجیب بہ ہزار وقت اس بات پر آمادہ ہوئے کہ وہ صدر ایوب کے ساتھ حزب اختلاف کے مذاکرات میں شامل ہوں گے کسی نے یہ مشہور کر دیا کہ میں نے مجیب کے مذاکرات میں شمولیت کی خبر پیش از وقت نشر کر دی اس لئے اسے آمادگی کی شرائط اور سخت کرنا پڑیں میرا اس خبر سے یا اس کے نشر ہونے سے کوئی تعلق نہ تھا مگر مغربی پاکستان کے بعض لیڈر شاید یہ ثابت کرنے پر تلے ہوئے تھے کہ مجیب پاکستان کی سالمیت کا محافظ ہے اور اس کے آتے ہی سارے

معاملات طے ہو جائیں گے مجیب کی نیت اور ارادوں کے بارے میں کوئی رائے کیسی دی جاسکتی ہے مگر یہ سمجھنا مشکل نہیں کہ پے در پے مقدمات گرفتاریاں آزادی کے مختصر لمحے اقتدار کا قرب اور پھر اس سے ہزار ہا میل دوری یہ سب باتیں اس کے دل و دماغ پر کیا اثر مرتب کر رہی ہوں گی آخر یہ چیز تو وہ بھی سمجھ گیا ہو گا کہ مغربی پاکستان والے جب چاہتے ہیں اسے پابند سلاسل کر دیتے ہیں اور جب چاہتے ہیں اسے اقتدار میں شریک ہونے کی دعوت دینے لگتے ہیں۔

میں سمجھتا ہوں کہ 1965ء کے زمانے میں مجیب بنگلہ دیش کی آزادی کے بارے میں فیصلہ کن رویہ اختیار کر چکا تھا اس نے طے کر لیا تھا کہ بنگلہ دیش کی فلاح اسی میں ہے کہ وہ مغربی پاکستان سے علیحدہ ہو کر ایک آزاد مملکت کی شکل اختیار کرے میں یہ بات اندازے سے کہہ رہا ہوں مجھے اعتراف ہے کہ میرے پاس اس کا کوئی ثبوت نہیں۔

1965ء کا سال ہماری تاریخ میں بڑی اہمیت کا حامل ہے اس سال بہت سے خواب پریشان ہوئے کئی برسوں کی منصوبہ بندیاں بے کار ثابت ہوئیں مختلف شعبوں میں ہماری خامیوں کمزوریوں اور بد دیانتیوں کا پتہ چلا دشمن کو ہماری طاقت کا اندازہ ہوا اور دشمن کے بارے میں ہماری بہت سی خوش فہمیاں دور ہوئیں قومی اعتماد کو ناقابل بیان دھکا لگا اور سارے نظام حکومت اور معیشت کی بنیادیں کھوکھلی ہو گئیں۔

1965ء ہی میں مشرقی بنگال کے لوگوں کو اپنی جغرافیائی دوری کا بڑے ڈرامائی انداز سے احساس ہوا انہیں یہ بتایا جاتا رہا تھا کہ مشرقی پاکستان کی جنگ مغربی پاکستان کے میدانوں میں لڑی جائے گی مگر جب جنگ کے گہرے بادل ان کے سروں پر منڈلانے لگے اور بمبار طیارے فضا سے غوطہ زن ہو کر ڈھاکہ شہر پر گولیاں برساتے ہوئے نکلنے لگے تو انہیں پتہ چلا کہ ان کے محافظ ان سے بہت دور ہیں یہ بھی سننے میں آیا کہ جنگ کے دنوں میں منعم خان نے سیاسی لیڈروں کی ایک میٹنگ بلائی جس میں شیخ مجیب نے پاکستان کے دفاعی نظام پر نکتہ چینی کی اگر 1965ء کی جنگ میں مشرقی پاکستان کے عام لوگوں کا تاثر یہ تھا کہ انہیں دشمن کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا گیا ہے تو مجیب الرحمٰن نے بھی کچھ ایسا ہی اندازہ لگایا ہو گا یہ دلیل باعث تو بن سکتی تھی مشرقی پاکستان والوں کے لئے درجہ اطمینان ہرگز نہ تھی۔

www.bhutto.org

سیاسی جماعتوں کے رہنما گفت وشنید بھی کرتے رہے اور مرکزی حکومت کے خلاف ہر اقدام میں ان کی حمایت بھی فرماتے رہے جب مغربی پاکستان کے رہنما چھ نکات کا تیر کھا کر بھی نہ تڑپے تو مجیب الرحمٰن نے بنگلہ دیش کی آزادی کے لئے اپنی در پردہ کوششیں تیز کر دیں۔

معاہدہ تاشقند نے ایوب خان کی حکومت کو بری طرح مجروح کیا تھا ہر چند کہ مشرقی پاکستان کے بیشتر لیڈر اس معاہدے سے خوش تھے وہ اس بات سے بے خبر نہ تھے کہ ملک میں ایوب خان کی ہوا اکھڑ گئی ہے اس صورت حال سے دو غداروں نے فائدہ اٹھایا مغربی پاکستان میں یحییٰ خان نے اور مشرقی پاکستان میں مجیب الرحمٰن نے یحییٰ خان کے کردار کا تجزیہ ایک الگ موضوع ہے البتہ مجیب الرحمٰن نے جب مغربی پاکستان میں ایوب خان کی ساکھ گرتی ہوئی دیکھی تو سوچا آخری راؤنڈ کی تیاری کرنی چاہئے اگرتلہ سازش اس راؤنڈ کا آغاز تھا اس نے اپنا اور مشرقی پاکستان کا مستقبل ہندوستان کے ہاتھ دے دیا ایک اور بات جو شیخ مجیب کو ہندوستان کی طرف لے گئی وہ یہ تھی کہ مجیب الرحمٰن کی اپنی زندگی میں اسلام کو کوئی رسمی حیثیت بھی حاصل نہ تھی وہ تو السلام وعلیکم کہنے کے بھی روادار نہ تھے۔

انہوں نے اپنا لباس اپنا انداز اپنا طرز تکلم آہستہ آہستہ اس طرح کا بنا لیا کہ اس میں اسلام کا کوئی نشان تک نہ رہا تھا اسلام ان کے لئے ایک ڈھکوسلا تھا جو مغربی پاکستان والے ان کے خلاف استعمال کرتے تھے اگرتلہ سازش میں مجیب نے دو غلطیاں کیں ایک تو یہ کہ انہوں نے مرکزی حکومت کی طاقت یا بے طاقتی کا غلط اندازہ لگایا یحییٰ خان اپنی تمام فتنہ پردازیوں کے باوجود ابھی اس سطح تک نہ پہنچے تھے کہ ایوب خان کے سامنے سر اٹھانے کی جرات کر سکتے جونہی اگرتلہ سازش کا پتہ چلا ملک کی تمام تفتیشی ایجنسیاں حرکت میں آگئیں اور مجیب الرحمٰن اور ان کے ساتھی پکڑے گئے۔

دوسری غلطی مجیب نے یہ کی کہ انہوں نے مشرقی پاکستان کے عوام کے بارے میں یہ اندازہ لگایا کہ وہ اگرتلہ سازش اور مغربی پاکستان سے علیحدگی کی تحریک کی موافقت کریں گے اگرتلہ کا مقدمہ شروع ہونے سے پہلے عام طور پر بنگالیوں کا نقطہ نظر یہ تھا کہ سازش تو یقیناً ہو رہی تھی لیکن اس میں جو لوگ ملوث تھے وہ ایسے کم ظرف بے بضاعت اور نالائق تھے کہ وہ کسی بڑی سازش کو کامیاب نہ بنا سکتے تھے ظہور حسین چودھری ان دنوں کہا کرتے تھے کہ ان سب کو دو دو جوتے لگا کر

www.bhutto.org

چھوڑ دینا چاہیئے یہ اس سے زیادہ سزا کے مستحق نہیں بدقسمتی سے یحییٰ خان اور ان کے عملے نے سازش کی تفتیش اور مقدمے کی پیروی کے سلسلے میں دانستہ طور پر ایسی ایسی حرکتیں کیں کہ اگرتلہ سازش کا سارا اثر صدر ایوب کی حکومت کے خلاف پڑا اور مجیب الرحمٰن ہیرو بن گئے۔

سازش کا علم ہونے اور اگرتلہ کیس چلنے کے درمیانی عرصے میں ایک ایسا حادثہ پیش آیا جس نے مجیب الرحمٰن اور یحییٰ خان دونوں کو اپنے اپنے ارادوں میں کامیاب ہونے کا موقع فراہم کر دیا اور یہ حادثہ ایوب خان کی دل کی بیماری تھی جو آخر جان لیوا ثابت ہوئی ایوب خان بیمار نہ ہوتے تو یحییٰ خان اور ان کے ساتھ ہار لے اسٹریٹ راولپنڈی میں بیٹھے ہر روز شراب پی کر اودھم تو بہت مچاتے لیکن ملک اور قوم کو تباہ نہ کر سکتے ادھر ایوب خان بیمار ہوئے ادھر یحییٰ خان قصر صدارت پر قابض ہو گئے گیٹ بند کر دیئے گئے ملاقاتوں کا سلسلہ ختم ہوا کابینہ معطل ہو گئی اسپیکر سے کہہ دیا گیا کہ جاؤ سعودی عرب کا دورہ کرو۔

اگر ایوب خان دل کے پہلے دورے سے جانبر نہ ہوتے تو یحییٰ خان اسی وقت ملک پر قابض ہو جاتے اور سب پر ان کی غاصبانہ حیثیت فوراً ہی کھل جاتی مگر قدرت کو یہ منظور تھا کہ پہلے ایوب خان اور ان کے ساتھیوں کو (جن میں میں بھی شامل تھا) ان کی غلطیوں اور کوتاہ بینی کی سزا دی جائے ایوب خان کی بیماری کے پہلے ہفتے ہی میں حکومت کے وزیروں مشیروں اور افسروں کو معلوم ہو گیا کہ اب حکومت کی باگ ڈور کس کے ہاتھ میں ہے لہذا یحییٰ خان جب کوئی میٹنگ بلاتا تو وزیر بھاگے جاتے اور اس کے مہمل جملوں عامیانہ لطیفوں اور گھٹیا حرکتوں کی دل کھول کر داد دیتے۔

یحییٰ خان نے ہر طرح کی شورش کو ہوا دی اور اگرتلہ کیس میں ایک ایسا ٹائم بم رکھ دیا جس کے پھٹتے ہی ایوب خان اور ان کی حکومت پارہ پارہ ہو گئی اس ٹائم بم کے فیوز کو یحییٰ خان نے آگ اس وقت لگائی جب اگرتلہ سازش کے ایک قیدی سارجنٹ ظہور الحق کو فوجی حراست میں گولی سے اڑا دیا گیا پورا بنگال اٹھ آیا مجیب الرحمٰن پیرول میں آنے کو تیار تھے وہ اب ایک فاتح کی حیثیت سے لاہور کے ہوائی اڈے پر اترے وہ سازش جو ان کے ساتھیوں کی نااہلی کی وجہ سے ناکام ہو گئی تھی یک بیک کامیابی میں بدل گئی اور سارا لاہور ان کے استقبال کو موجود تھا عوام ایوب خان کے خلاف تھے اور ایوب خان کا سب سے بڑا دشمن مجیب الرحمٰن ان پر آخری وار کرنے آ پہنچا تھا نعرہ تکبیر اللہ اکبر۔

www.bhutto.org

راؤنڈ ٹیبل کانفرنس کے دنوں میں مجیب الرحمٰن یحییٰ خان سے ملے اور ان کے درمیان جو بات چیت ہوئی اس سے مجیب الرحمٰن نے یہ اندازہ لگایا کہ وہ جو چاہے کریں یحییٰ خان کوئی دخل نہ دیں گے مجیب اور ان کے ہندوستانی صلاح کار شاید اس فیصلے پر پہنچے ہوں کہ بغیر عوامی حمایت کے مشرقی پاکستان کو علیحدہ کرنا ممکن نہ ہوگا لہذا کوشش یہ کرنی چاہئے کہ یحییٰ خان ملک میں امن و امان بحال کر دیں اور پھر آزادانہ اور منصفانہ الیکشن کروا دیں۔

ایک دفعہ الیکشن ہو جائیں تو علیحدگی کی بیل آسانی سے منڈھے چڑھ سکے گی عوامی لیگ دوسری جماعتوں سے کہیں زیادہ اس بات پر مصر تھی کہ ملک بھر میں جلد از جلد الیکشن کرائے جائیں مغربی پاکستان میں پیپلز پارٹی کی مقبولیت مسلم تھی اس کے باوجود اس نے بڑی سوچ بچار کے بعد انتخابات میں حصہ لینے کا فیصلہ کیا عوامی لیگ کو یہ معلوم تھا کہ حکومت کی مداخلت کے باوجود وہ عوام کے جذبات کو ابھار کر بھاری اکثریت حاصل کر لے گی اور مغربی پاکستان کے کارندوں کو آخر تک یہ اندازہ نہ ہو سکے گا کہ عوامی لیگ کس حد تک مشرقی پاکستان کے کونے کونے میں اپنا اثر پیدا کر چکی ہے مغربی پاکستان کے جرنیل وزیر افسر سیاسی کارکن اور صحافی ڈھاکے میں آکر مسلم لیگ برانڈ لوگوں سے ملیں گے وہ ان سے مراعات بھی حاصل کریں گے اور یہ بھی بتائیں گے کہ 20-30 فیصد نشستیں تو مجیب لے جائیں گے مگر باقی نشستیں دوسری جماعتوں میں بٹ جائیں گی 1954ء کے الیکشن میں بھی یہ لوگ ایسے ہی تخمینے جوڑا کرتے تھے البتہ پیپلز پارٹی کو یہ خدشہ ضرور تھا کہ حکومت کی بھرپور مداخلت انتخابات کے نتائج پر اثر انداز ہو سکتی ہے۔

راؤنڈ ٹیبل کانفرنس کے آخری روز مجیب نے پنڈی میں ایک پریس کانفرنس کی اور ڈیمو کریٹک ایکشن کمیٹی (ڈیک) کی ناؤ کو انتشار کی بپھرتی ہوئی لہروں کے سپرد کر دیا اس کا کام بن چکا تھا ایوب خان کی حکومت اوندھے منہ پڑی تھی حزب اختلاف نے اسے ایک قومی ہیرو بنا کر مغربی پاکستان کے عوام کے سامنے لا کھڑا کیا تھا۔ یحییٰ خان سے اس کی بات چیت اور مفاہمت ہو گئی تھی۔ اس نے لاہور میں اپنے بنگالی ساتھیوں سے کہا چھوڑو اب مذاکرات چلو ڈھاکے چلو' سب کچھ طے ہو چکا' مجیب سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر ڈھاکے روانہ ہو گئے اور حزب اختلاف اپنا سامنہ لے کر رہ گئی۔

پارٹی بازی کا شکار تو وہ پہلے تھی' اب اسے احساس ہوا کہ اس کے پاس نہ کوئی لائحہ عمل نہ کوئی

www.bhutto.org

منظم پروگرام چوہدری محمد علی صاحب نے یہ راہ نکالی کہ بنیادی مطالبات تو ایوب خان نے تسلیم کر لئے ہیں' اب اصولاً ان ہی کو موقع دینا چاہیے کہ وہ مطالبات کو عملی صورت بھی دے سکیں قومی اسمبلی کا اجلاس بلایا جائے اور آئین میں مناسب ترامیم کی جائیں اور یہ بھی طے کیا جائے کہ ملک بھر میں عام انتخابات جلد از جلد کب تک کرائے جا سکتے ہیں۔ اس سلسلے میں وہ ایوب خان سے بھی ملے اور چیف الیکشن کمشنر این اے فاروقی سے بھی جو اسوقت راولپنڈی کے گورنمنٹ ہسپتال میں بیمار پڑے تھے۔ اس ضمن میں نے چوہدری صاحب سے عرض کیا حزب اختلاف نے بڑی کامیابی سے ایوب کی حکومت کو مقید کر دیا ہے۔ خود ایوب خاں حد درجہ بددل اور مایوس ہو چکے ہیں۔ ان کی سیاسی جماعت کے لوگ دوسری پارٹیوں میں جا رہے ہیں۔

سندھ کے ایم این اے انتہا پسندی کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ مجیب الرحمٰن اور بھاشانی مشرقی پاکستان میں اودھم مچا رہے ہیں۔ عوام کو ایوب خان پر قطعی اعتماد نہیں رہا۔ خود حزب اختلاف میں ایک گروہ ڈر رہا ہے کہ ایوب خان کو موقع مل گیا تو وہ پھر اپنے پاؤں جمانے کی کوشش کریں گے۔ ان حالات میں یہ کیسے ممکن ہے کہ ایوب خان حزب اختلاف کے پروگرام کو آئینی منظوری بھی دلوا دیں اور اقتدار بھی اسے الاٹ کرا دیں۔ جو بازو حزب اختلاف نے خود مجروح کر دیئے تھے' وہ اب اس کی حمایت میں اٹھنے کے قابل ہی نہیں۔ چوہدری صاحب سمجھتے تھے کہ ایوب خان یہ سب کچھ کر سکتے ہیں۔

حزب اختلاف 23 مارچ کے پبلک جلسوں میں ان کی پوزیشن مستحکم کرے گی تاکہ وہ عوامی مطالبات کو عملی شکل دے کر ملک میں جلد از جلد آزادانہ انتخابات کرا دیں۔ مشرقی پاکستان کے حالات کا حل انہوں نے یہ تجویز فرمایا کہ علماء اور مساجد کو اسلام اور پاکستان کی حمایت میں منظم کیا جائے۔ اس کے لئے تین کروڑ روپے کی رقم مختص کی جائے۔ میں نے پوچھا ''یہ رقم کسے دی جائے؟'' بڑے غور فکر اور مشوروں کے بعد انہوں نے کہا ''موہن میاں کو۔'' میں پنڈی واپس پہنچا تو چودھری صاحب کا فون آیا کہ جس شخص کا نام انہوں نے تجویز کیا تھا' وہ مناسب نہیں' دو چار دن میں کوئی اور نام دیا جائے گا۔ میں نے عرض کیا ''چودھری صاحب' حالات انتہائی سنگین صورت اختیار کر چکے ہیں۔'' میری اور چودھری صاحب کی اس موضوع پر آخری گفتگو تھی جن کا میں بے حد احترام کرتا ہوں۔

www.bhutto.org

25 مارچ 1969ء کی شام راولپنڈی میں بڑے زور کا طوفان آیا۔ درخت جڑوں سے اکھڑ کر سڑکوں کے آر پار آ گرے۔ راستے بند ہو گئے۔ بتیاں گل ہو گئیں۔ ایوب خان نے صدارت سے دستبرداری کا اعلان ریکارڈ کروا دیا تھا اور وہ ریڈیو سے نشر ہونے والا تھا وہ شخص جو ایوب خان کی تقریر کی صاف کاپی بنا رہا تھا جب اس جملے پر پہنچا جہاں ایوب خان قوم اور ملک سے رخصت ہوتے ہیں' تو بے اختیار رونے لگا۔ سارا ملک گوش بر آواز تھا۔ مجھے جی ایچ کیو بلایا گیا۔ جب میں کمانڈر انچیف کے کمرے کے قریب موٹر سے اترا' تو بے تحاشا بارش ہو رہی تھی۔ اس افراتفری میں ایک سپاہی مجھے سی ان سی کے ملٹری سیکرٹری کے کمرے لے گیا۔ میز پر ایک ریڈیو رکھا تھا۔

ایوب خان کی آواز لہروں کے زیر و بم کے ساتھ کبھی ابھرتی کبھی ڈوب جاتی۔ میز کے گرد چار اشخاص ریڈیو سے کان لگائے بیٹھے تھے۔ مجھے دیکھتے ہی سنبھل کر پیچھے ہٹ گئے۔ مجھے یوں لگا جیسے چوروں کی منڈلی ہو۔ وہ بھی یوں محسوس کر رہے تھے جیسے میں نے انہیں رنگے ہاتھوں پکڑ لیا ہو۔ یہ تھے پاکستان کے نئے حکمران یحییٰ خان حمید پیرزادہ اور اسحاق۔ یحییٰ خان کے چلنے پھرنے کا انداز بڑا عاجلانہ تھا۔ ایوب خان کی تقریر تو انہوں نے ریکارڈ ہوتے وقت ہی سن لی تھی۔

اب تو وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ بیٹھے لوٹ کے مال کا اندازہ لگا رہے تھے۔ فوراً ہی یہ لوگ اٹھے اور سی ان سی کے کمرے میں آ گئے جہاں یحییٰ خان کی 26 مارچ کی تقریر کی ریکارڈنگ کا انتظام کیا گیا تھا۔ حمید پیرزادہ' گل حسن اور دو ایک اور فوجی کمرے کی دیوار کے ساتھ رکھی ہوئی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ کرنل صدیقی دروازے کے قریب دست بستہ کھڑے تھے۔ یحییٰ خان کی نظر ان پر پڑی تو بولے۔ "بچو تو کرنل ہو گیا ہے۔" تقریر کی ریکارڈنگ ختم ہو چکی' تو یحییٰ خان نے کہا۔ "کہاں ہے میری وسکی؟" ان کے ساتھی یہ سن کر بہت پریشان ہوئے۔

پیرزادہ نے کہا۔ "ابھی آ رہی ہے سر!" اصل میں وہ لوگ چاہتے تھے کہ اطلاعات اور ریڈیو کا عملہ چلا جائے تو پھر محفل جمے اور یحییٰ خان سب کے سامنے اپنی اور اپنے ساتھیوں کی اصلیت کا مظاہرہ کرنا چاہتے تھے۔ جب شراب پہنچنے میں دیر ہوئی تو یحییٰ خان نے اپنی مخصوص آدھی ہنسی اور آدھی کھانسی دار آواز میں کہا۔ "مجھے نہیں معلوم کوئی اور ہے یا نہیں' مگر میں آج شراب کا مستحق ضرور ہوں۔"

وہی مجیب الرحمٰن جن کی غداری کا یحییٰ خان کے پاس فول پروف ثبوت تھا۔ اب ان کے

www.bhutto.org

دست راست بن گئے۔ خود یحیٰی خان نے ڈھاکے میں یہ اعلان کیا کہ مجیب الرحمٰن پاکستان کی سالمیت کے حامی ہیں۔ ڈرامے کا پہلا ایکٹ ختم ہو چکا تھا۔ یحیٰی خان اقتدار پر غاصبانہ قبضہ جما چکے تھے۔ مجیب کو حب الوطنی اور پاکستان دوستی کا سرٹیفکیٹ مل چکا تھا۔ مغربی پاکستان کی پرانی سیاسی جماعتیں یحیٰی خان کے اشاروں پر ناچ رہی تھیں۔ کئی صحافی یحیٰی خان اور اس کے نافذ کردہ مارشل لاء کے گن گا رہے تھے وہ ایک ایک کر کے مختلف قومی اداروں کی بنیادیں ہلا رہا تھا اور پڑھے لکھے لوگ اپنی ذاتی رنجشوں اور دشمنیوں کی بنا پر اس کے ہر ظالمانہ اور غیر منصفانہ اقدام کی تعریف میں زمین آسمان کے قلابے ملا رہے تھے۔

آزادی' انصاف اور اسلامی انقلاب کی تحریک یحیٰی خاں کے مارشل لاء کا روپ دھار چکی تھی اور تاثر یہ دیا جا رہا تھا کہ عوام کو ان کے حقوق مل گئے۔ مجیب الرحمٰن نے یحیٰی خاں کو قصر صدارت تک پہنچا دیا تھا' اب اس کی باری تھی۔

یحیٰی خان نے اعلان کیا مارشل لاء تو ایک عارضی سی بات ہے۔ جونہی حالات سدھرنے لگیں گے' مارشل لاء اٹھا لیا جائے گا۔ ان کی حکومت تو محض ریل کو پٹڑی پر چڑھانے کے لئے آئی ہے۔ پٹڑی کی مرمت ہو جائے اور دوبارہ ریل کے پہیے اس پر جما دیئے جائیں' تو ریل چلانے کا انتظام عوام کے نمائندوں کے سپرد کر دیا جائے گا۔ مجیب الرحمٰن نے مغربی پاکستان سے اپنے تمام رشتے منقطع کر لئے۔ مغربی پاکستان کا جو شخص انہیں ملتا' وہ اسے مشرقی پاکستان کی بدحالی کے قصے سناتے اور یہ تاثر دیتے کہ مشرقی پاکستان کے لوگ اپنے جائز حقوق چاہتے ہیں۔ مغربی پاکستان سے علیحدگی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ آخر سب سے بڑے صوبے کو کیا ضرورت پڑی ہے کہ وہ حکومت کا حق چھوڑ کر فیڈریشن سے علیحدہ ہو جائے؟

راؤنڈ ٹیبل کانفرنس میں ایوب خان نے اور عوامی مطالبات تو تسلیم کر لئے تھے' مگر دو باتوں پر وہ کسی قسم کی مصالحت کے لئے تیار نہ ہوئے۔

(الف) مغربی اور مشرقی پاکستان میں پیریٹی برقرار رہے گی۔ اور

(ب) ون یونٹ میں انتظامی تبدیلیاں تو کی جا سکتی ہیں اسے توڑا نہیں جا سکتا۔

انہوں نے مغربی پاکستان کے سیاسی لیڈروں سے کہا کہ ایک دفعہ پیریٹی کا اصول ترک کر دیا گیا اور صوبوں کی آبادی کے مطابق نمائندگی دے دی گئی۔ تو ملک انتشار کی نذر ہو جائے گا اور

www.bhutto.org

پیریٹی کے اصول کے لئے یہ لازمی ہے کہ ون یونٹ قائم رکھا جائے۔ پنجاب کے سب سیاست دان ان سے اتفاق کرتے تھے مگر اپنی مصلحتوں کی بنا پر ان کی حمایت میں کچھ کہنے کو تیار نہ تھے انہیں مصلحتوں کا فائدہ اٹھاتے ہوئے یحیٰی خان نے پیریٹی اور ون یونٹ دونوں بیک جنبش قلم منسوخ کر دیئے۔ مشرقی پاکستان' سندھ' فرنٹیئر' اور بلوچستان میں یحیٰی خان راتوں رات ایک عظیم لیڈر بن کر ابھرے۔

ان کے حواریوں نے کہنا شروع کیا کہ صاحب' ذاتی کمزوریاں تو سب میں ہوتی ہیں مگر قائداعظم (علیہ الرحمتہ) کے بعد اگر کسی نے پاکستان کو استحکام بخشا ہے تو وہ یحیٰی خان ہیں۔ بین الاقوامی سطح پر یحیٰی خان اپنے رنگیلے پن کی وجہ سے بڑی شہرت پا رہے تھے۔ رباط کانفرنس میں دن بھر ہندوستان کے ایک سردار جی کے ساتھ بیٹھے رہے بعد میں کہنے لگے'' مجھے کیا معلوم تھا کہ وہ ہندوستان کا نمائندہ ہے۔ میں سمجھا کوئی مولوی ہے۔'' ایران کے جشن میں کھانے کی میز سے لت پت اٹھائے گئے۔ امریکہ میں ایک پریس کانفرنس میں اپنے فارن سیکرٹری سے مخاطب ہوئے۔'' کہاں ہے میرا چمچہ۔''

(STOOGE) ایک اخباری نمائندے نے پوچھا۔'' جناب صدر بحر ہند (INDIAN OCEAN) میں جو بین الاقوامی صورت پیدا ہو رہی ہے اس کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟'' بولے۔'' میرا خیال' میرا کیا خیال ہے۔ انڈین اوشن ہے تو انڈیا سے پوچھو' میں کسی کے معاملے میں دخل نہیں دیتا۔'' امریکہ کی کاسہ لیسی شروع کی' تو ہنری کسنگر کی ڈرائیوری تک قبول کر لی اور کسنگر کے خفیہ چینی مشن کے بارے میں حکومت کی طرف سے ایک غلط پریس نوٹ مشتہر کرنے پر یہ سمجھنے لگے کہ چین اور امریکہ میں دوستی انہی کی کوششوں سے ہوئی۔ ملکی معیشت کی ریڑھ مار کر رکھ دی' انتظامیہ مفلوج ہو گئی' عدلیہ کو پریشان اور ذلیل کیا' صحافت کی رہی سہی ناموس مٹا دی۔ عام آدمی کے لئے ملک چھوڑ کر جانا ایک نعمت بن گئی۔ رات کے اندھیرے میں صدر اور ان کے ساتھی کیا کیا گل نہ کھلاتے۔ کبھی جیپ میں بیٹھ کر کسی ریڈیو آرٹسٹ کے ہاں پہنچے اور اس کا دروازہ پیٹنے لگے۔ کبھی گویے جمع کرتے' کبھی مسخرے' مصاحبین کہتے۔'' حضور! وہ جو آپ نے امریکہ میں اندرا گاندھی کا حلیہ بگاڑا تھا' وہ ضرور سنایئے۔'' صدر یحیٰی فرماتے۔'' کون سا بچو' وہ دیٹ وومن (THAT WOMAN) والا' ہاں میں نے تو کہہ دیا دیٹ وومن۔'' اس پر جام

www.bhutto.org

لنڈھائے جاتے۔

مجیب الرحمٰن اب کھلے بندوں اپنے پیغام کا پرچار کر رہے تھے۔حکومت کے بالائی طبقے میں کوئی شخص ایسا نہ تھا جو مشرقی پاکستان کے حالات سے واقف ہو۔کسی کو یہ تک معلوم نہ تھا کہ مجیب الرحمٰن اپنی تقریروں میں کہہ کیا رہے ہیں۔ ہجوم کے سامنے آتے ہی مجیب پر ایک جنون کی سی کیفیت طاری ہو جاتی۔وہ سننے والوں کو ان کے دکھ درد ان کی مصیبتوں اوران کی ناداری کے قصے کچھ اس طرح سناتے کہ مجمع پر گہری افسردگی چھا جاتی۔پھر وہ انہیں اس آزادی اور عظمت کی جھلک دکھاتے جس سے سننے والوں کی آنکھوں میں چمک آ جاتی اور بے اختیار نعرے لگانے لگتے۔وہ امید کے دریچے کھولتے اور پھر اپنی بے بسی کا ذکر کرتے۔'' کاش! آپ لوگوں کے دکھ کا مداوا میرے ہاتھ میں ہوتا! مگر جنہوں نے دکھ دیا ہے اور جو اس کا علاج کر سکتے ہیں' وہ تو ہزار ہا میل دور اپنے محلوں میں بیٹھے راج کر رہے ہیں۔

1954ء میں آپ لوگوں نے اپنی رائے کا کھل کا اظہار کیا اور عوامی لیگ کی حکومت برسر اقتدار آئی' مگر ظالموں نے اس کا تختہ الٹ دیا اور اس کی جگہ نئے میر جعفر گدی پر بٹھائے گئے۔ ہر شہر' ہر قصبہ' ہر گاؤں مجیب کی گرجدار آواز کی گونج بن گیا۔

مغربی پاکستان میں پرانی سیاسی پارٹیاں اپنی روایتی ڈگر پر چل رہی تھیں۔حکومت سے ساز باز بھی جاری تھی اور آپس میں جوڑ توڑ بھی۔کہیں نمائندوں پر سودا بازی ہو رہی ہے کہیں عوام کو فریب دینے کی چالیں سوچی جا رہی ہیں۔افواہ سازی اور الزام تراشی سب سے محبوب سیاسی مشغلہ تھا' البتہ پیپلز پارٹی اپنا اقتصادی پروگرام لے کر عوام کے پاس جا رہی تھی اس کی مقبولیت کی لہر بڑھتے بڑھتے ایک طوفان کی شکل اختیار کرتی گئی۔

یحییٰ خاں' پیرزادہ اوران کے ساتھی اس پر تکیہ کئے بیٹھے تھے کہ یہ ممکن ہی نہیں کسی جماعت کو واضح اکثریت حاصل ہو سکے۔کوئی پارٹی پندرہ بیس سے زیادہ نشستیں نہ لے سکے گی۔کچھ آزاد امیدوار ہوں گے۔بہت سے امیدوار بکاؤ مال ہیں لہذا آئندہ حکومت اسی طرح کی بنے گی جو یحییٰ خاں پسند فرمائیں گے۔احتیاط کے طور پر یحییٰ خاں نے لیگل فریم ورک آرڈر سے وہ چیزیں حذف کر دی تھیں۔

(الف) اس مدت کا تعین نہ کیا گیا جس میں نومنتخب اسمبلی کا اجلاس بلایا جانا لازمی ہوتا۔

www.bhutto.org

(ب) آئین سازی کے لئے ووٹنگ کا طریق کار طے نہ کیا گیا۔

جب لیگل فریم ورک آرڈر میں یہاں تک کہہ دیا گیا کہ اسمبلی کو ایک سو بیس دن کے اندر اندر آئین بنانا ہوگا تو پھر اجلاس بلائے جانے کی مدت کا تعین نہ کرنا ایک ایسی فروگزاشت تھی جو بدنیتی کی غماز تھی اور اس بات کا تو ہرگز کوئی جواب نہ تھا کہ آئین کی منظوری کے لئے یہ نہ بتایا گیا کہ اکثریت سادہ ہوگی، دو تہائی ہوگی یا تین چوتھائی۔ جی ڈبلیو چودھری صاحب نہ قانون دان تھے نہ انہیں آئین سازی کا کوئی تجربہ تھا اور نہ عمر بھر انہوں نے کوئی انتظامی ذمہ داری سنبھالی تھی۔ انگریزی زبان پر انہیں جو دسترس حاصل تھی وہ اس خط سے ظاہر ہے جو انہوں نے لیگل فرم ورک آرڈر کے سلسلے میں یحییٰ خاں کو لکھا اور جس کا چربہ ان کی کتاب میں شامل ہے۔ مرکزی حکومت میں کوئی کلرک بھی ایسی خوشامدانہ اور بابو مارکہ تحریر کا گناہ گار نہ ہوتا۔

میں نے اس زمانے میں ان دونوں نکات کا ذکر محمود ہارون سے کیا جو یحییٰ خاں کی حکومت میں وزیر خوراک تھے۔ انہوں نے کہا یہ دونوں چیزیں دانستہ طور پر حذف کی گئی ہیں۔ پہلی بات تو یحییٰ خاں کے اصرار پر اور دوسری اس بنا پر کہ اکثریت کی تعداد مقرر کرنے سے کہیں مجیب الرحمٰن خفا نہ ہو جائیں اور مشرقی پاکستان میں یہ تحریک شروع نہ ہو جائے کہ آبادی کے تناسب کا فارمولا سادہ اکثریت کی تعداد مقرر کر کے، بے اثر کیا جا رہا ہے۔

الیکشن ہوئے، حکومت نے ہزار کوشش کی اس کی مداخلت بے کار ثابت ہوئی، مشرقی پاکستان میں عوامی لیگ اور مغربی پاکستان میں پیپلز پارٹی عوام کی کامیاب ترجمان بن کر سامنے آئی۔ مجیب کی سو فیصد کامیابی میں اگر کسی کمی کا امکان تھا بھی تو الیکشن سے پہلے سیلاب کے زمانے میں یحییٰ خاں کی حکومت کی بدعملی سے وہ ختم ہو گیا۔ انتخابات کے نتائج کا اعلان ہوا، قوم میں مسرت کی لہر دوڑ گئی، یحییٰ خاں کی بدکرداری اور بدنیتی کے باوجود ملک بھر میں انتخابات غیر جانبدارانہ قرار دیئے گئے۔ دنیا والوں نے یہ سمجھا کہ پاکستان اب ترقی و کامرانی کی شاہراہ پر گامزن ہوگا۔ جمہوریت کے لئے دو بڑی پارٹیوں کا ہونا ضروری ہے اور عام انتخابات کے نتائج کی وجہ سے پاکستان میں دو عوامی پارٹیاں قائم ہو گئی تھیں مگر یہ صورت حال یحییٰ خاں کو کسی طرح قبول نہ تھی، وہ تو عمر بھر کے لئے صدر رہنا چاہتے تھے اور فوج کے کمانڈر ان چیف بھی۔

مجھے یاد ہے کہ اقتدار غصب کرنے کے بعد جب وہ سرکاری افسروں کی پہلی میٹنگ سے

www.bhutto.org

خطاب کرنے آئے تو قدرے گھبرائے ہوئے تھے۔ کرسی پر بیٹھے تو پیچھے کی طرف لڑھک گئے' پریشانی میں سگریٹ سلگانے لگے اور بولے۔ ''میرے سر پر تین ٹوپیاں ہیں تین۔۔ ایک' دو' تین صدر کی چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کی اور کمانڈر ان چیف کی' مگر جو ٹوپی مجھے پسند ہے وہ کمانڈر انچیف کی ہے۔''

انتخابات کے نتائج کا اعلان ہوتے ہی یحیٰی خاں اتنے غصیلے ہو گئے کہ ان کے ساتھی پاگلوں کی طرح مارے مارے پھرتے رہے' کوئی کہتا ''الیکشن بے ضابطہ قرار دیئے جائیں۔'' کوئی کہتا۔ '' یہ سب سازش ہے' ہمیں صحیح حالات سے بے خبر رکھا گیا ہے۔''

اڑتالیس گھنٹے کے بعد یحیٰی خاں سطح پر ابھرے کامیاب امیدواروں کو مبارک باد کا پیغام بھیجا اور یہ توقع بھی ظاہر کی کہ وہ اپنی نمائندہ حیثیت کو ملک اور قوم کی بہبود اور استحکام کے لئے وقف کر دیں گے۔ وہ مکروفن کے بادشاہ تھے' انہوں نے دو دن کی سوچ بچار کے بعد ایک نیا منصوبہ بنالیا تھا۔ اب انہیں تھوڑا سا وقت چاہئے تھا۔ یہ وقت حاصل کرنے کے لئے انہوں نے لیگل فرم ورک آرڈر کے پہلے سقم سے فائدہ اٹھایا۔ منتخب نمائندے بیٹھے ہیں اور یحیٰی خاں آئین ساز اسمبلی کا اجلاس بلانے میں پس و پیش کر رہے ہیں۔

انتخابات کے بعد یحیٰی خاں کا آئینی رول بالکل واضح تھا' ان کا فرض تھا کہ وہ اسمبلی کا اجلاس بلاتے اور قومی نمائندوں کو 120 دن کے اندر آزادانہ بحث کرنے اور آئین بنانے کی آزادی دیتے مگر انہوں نے تکونی مشاورت کا ایک طویل سلسلہ شروع کر دیا۔ ڈھاکے گئے اور مجیب کو مستقبل کا وزیراعظم نامزد کر آئے' وہاں سے سیدھے لاڑکانے پہنچے اور سارے ملک میں بے اطمینانی اور بدگمانی اور ریشہ دوانی کے عفریت چھوڑ دیئے۔ ان دنوں ورلڈ بینک کے ایک فرانسیسی نژاد افسر مجھ سے ملنے آئے۔

وہ ڈھاکہ سے آرہے تھے اور مجیب الرحمٰن سے بھی ان کی ملاقات ہوئی تھی' ساری شام وہ مختلف طریقوں سے یہی بات دہراتے رہے کہ یحیٰی خاں کو قومی اسمبلی کا اجلاس بلانے پر قانونی نقطہ نظر سے مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ میں نے پوچھا مجیب سے ان کی ملاقات کیسی رہی؟ کہنے لگے۔'' پریشان بھی تھا اور ہنس بھی رہا تھا' کہتا تھا یہ پاکستان ہے امریکہ نہیں کہ انتخاب میں جو کامیاب ہو وہ حکومت بنائے' ابھی دیکھئے کیا کچھ ہوتا ہے۔''

www.bhutto.org

اس عرصے میں یحیٰی خاں نے مشرقی اور مغربی پاکستان کے نمائندوں میں ہر طرح کی غلط فہمیاں پیدا کیں' مغربی پاکستان کے نمائندوں سے کہتے مجیب اس ملک کو ختم کرنے پر تلا ہوا ہے۔ مجیب کو پیغام بھیجتے۔ ''ذرا صبر کرو تم جو چاہتے ہو اس سے زیادہ مل جائے گا۔'' مجیب سے اسمبلی بلانے کی ایک تاریخ طے کرتے' مغربی پاکستان والوں سے دوسری تاریخ ان کے کارندے مشرقی پاکستان میں اکا دکا فسادات کرانے میں بھی کامیاب ہو گئے۔ مشرقی پاکستان میں جیسے آگ لگ گئی۔ مغربی پاکستان اور بہار کے جو لوگ سالہا سال سے مشرقی پاکستان میں رہتے تھے' گھر بار چھوڑ کر بھاگے ہر طرف قتل و غارت اور لوٹ مار کا بازار گرم ہو گیا۔ انتظامیہ کو مجیب الرحمٰن نے مفلوج کر دیا تھا۔ یحیٰی سمجھ رہے تھے کہ ان کا منصوبہ کامیاب ہو رہا ہے اور سرحد پار صیاد مطمئن تھا کہ انتخابات کی مدد سے مغربی اور مشرقی پاکستان میں جس دائمی اشتراک کے مواقع پیدا ہو گئے تھے' وہ جاتے رہے۔ مجیب الرحمٰن اب اس حیثیت میں تھا کہ پاکستان کا آئین اس کی مرضی کے بغیر بن ہی نہ سکتا تھا۔ اب یا تو آئینی علیحدگی ہو گی یا جبری' چت بھی میری ہے پٹ بھی میری ہے۔

25 مارچ 1971ء کو جب یحیٰی خاں نے اپنے انتظامات مکمل کر لئے' تو انہوں نے سیاست دانوں کو ایک جہاز میں بھر کر کراچی بھجوا دیا اور خود احکامات دینے کے فوراً بعد چوروں کی طرح بھیس بدل کر ڈھاکے سے مفرور ہو گئے۔ اس کے بعد انہوں نے پھر ادھر کا رخ نہ کیا' انہیں اپنی جان اتنی عزیز تھی کہ ہزاروں جانیں تلف ہو جانے کے باوجود انہیں یہ توفیق نہ ہوئی کہ وہ مشرقی پاکستان جا کر یہ دیکھتے کہ آخر کیا ہو رہا ہے۔ وہ مشرقی پاکستان کی زیر نگیں رکھنا یا جبری طور پر ختم کر دینا چاہتے تھے۔

مجیب الرحمٰن گرفتار کر لئے گئے' جانے کس مصلحت کی بنا پر انہیں بڑے پراسرار طریقے سے مغربی پاکستان لایا گیا نہ انہیں غداری کی سزا دی گئی نہ کوئی سیاسی مصالحت ہی کی کوشش کی گئی۔ دس مہینے تک پاکستان میں مسلمانوں کا خون بہتا رہا' دس مہینے تک ہر اسلامی حکم کی توہین ہوتی رہی' بچیاں بکتی رہیں' بیٹیاں تباہ ہوتی رہیں' مائیں روتی رہیں' دنیا پھر چلا اٹھی' مگر یحیٰی خاں نے تباہی کا جو راستہ اختیار کیا تھا اس پر گامزن رہے۔ جب ہندوستان کو یقین ہو گیا کہ اب اس کی جارحانہ مداخلت فیصلہ کن ثابت ہو گی تو اس نے مشرقی پاکستان پر بھرپور حملہ کر دیا۔ جس وقت پاکستان کا سرتن سے جدا ہو رہا تھا یحیٰی خاں نے اعلان کیا ''لوکل کمانڈروں نے آپس میں یہ طے کیا ہے کہ ہندوستانی فوجوں کو ڈھاکے میں داخل ہونے دیا جائے۔''

www.bhutto.org

یہ جملے سنتے ہی میرے بدن میں آگ لگ گئی۔ کیا کوئی انسان اس قدر بے حس ظالم اور خود غرض ہو سکتا ہے کہ ہزاروں نوجوان ایک سفاک دشمن کے پاؤں تلے روندے جا رہے ہوں اور وہ کہے کہ یہ سب کچھ ایک مقامی سمجھوتے کے مطابق ہو رہا ہے۔

یحییٰ خاں اپنا کام کر گئے ملک کا ایک حصہ دشمن کے قبضے میں چلا گیا' برصغیر کی تاریخ میں ایک مجاہدانہ تحریک نے اسلام کی سربلندی کے لئے جس مملکت کی تعمیر کی تھی وہ مملکت سازش اور غداری کا شکار ہو گئی۔ تاریخ نے کروٹ بدلی اور چوبیس برس میں جو عمارت بنی تھی وہ راکھ ہو کر اس کے پہلو تلے دب گئی۔

مجیب الرحمٰن بھی اپنا کام کر گئے' ہندوستان کی غلامی ہی میں سہی بنگلہ دیش نے آزادی تو حاصل کر لی۔ وہ راولپنڈی سے رہا ہوئے' تو پہلے فاتح کو خراج پیش کرنے ولی حاضر ہوئے۔ ڈھاکہ پہنچتے ہی انہوں نے لاکھوں انسانوں کے سامنے یہ اقبال کیا کہ میں کئی سال سے بنگلہ دیش کو ایک آزاد مملکت بنانے کی کوشش کر رہا تھا' آج میری کوشش کامیاب ہوئی۔

''آزادی'' ملی تو مشرقی پاکستان کے رہنے والوں پر یہ کھلا کہ ان کے ساتھ کیا ظلم ہوا ہے جنگ کی تباہ کاریوں سے جو کچھ بچا تھا وہ ہندوستانی اٹھا کر لئے گئے۔ معیشت پر مارواڑیوں کا قبضہ ہو گیا۔ سارا نظام ہندوستان کے اشاروں پر چلنے لگا بنگالی مسلمانوں کی وہ صد سالہ جدوجہد جو 1947ء میں تکمیل پذیر ہوئی تھی سب کی سب رائیگاں گئی۔ وہ جنگ جو مغربی پاکستان کے خلاف آزادی کے نام پر لڑی گئی تھی ہمیشہ کے لئے ہندوستان کی غلامی کی صورت اختیار کر گئی۔ بنگلہ بندھو نے پہلے پاکستان سے غداری کی اور پھر ان لوگوں سے جن کی محبت کا تذکرہ کرتے وہ نہ تھکتے تھے......

ہندوستان کے اشارے پر انہوں نے آزادی' جمہوریت اور عدل و انصاف کا ادارہ مسمار کیا اور سیاسی اقتدار کو ذاتی جاگیر بنا لیا۔ اور پھر وہ دن آیا کہ ایک فوجی گروہ نے بنگلہ بندھو کے گھر کا محاصرہ کر لیا اور جب وہ انہیں تنبیہہ کرنے کے لئے گھر سے باہر نکلے تو انہیں سیڑھیوں ہی پر ڈھیر کر دیا گیا۔ ان کی پھٹی پھٹی آنکھیں انتہائی کرب اور حیرت سے آسمان کی طرف دیکھ رہی تھیں۔

پاکستان دولخت ہو گیا۔

مشرقی پاکستان ہندوستان کی غلامی میں چلا گیا۔

دو غدار اپنے منصوبوں کو عملی شکل دینے میں کامیاب ہو گئے اور اسلام اور پاکستان کے نام لیوا اپنی خوش فہمیوں' باہمی رفاقتوں اور اقتدار کے جھمیلوں میں پڑے رہے۔

www.bhutto.org

علیحدگی کے اسباب کیا تھے؟

نواب زادہ نصر اللہ خان کارزار سیاست میں اپنی ایک الگ اور ممتاز شناخت رکھتے ہیں ان کے نظریات سے بحث مقصود نہیں لیکن اس ضمن میں دو آراء نہیں پائی جاتیں کہ وہ ایک محب وطن سیاستدان ہیں اور پاکستانی سیاست میں آج تک اپنے بے داغ ماضی کے ساتھ موجود ہیں مشرقی پاکستان کی علیحدگی کا سانحہ نواب زادہ نصر اللہ خان کے لئے اتنا ہی تکلیف دہ تھا جتنا کہ عام پاکستانی کے لئے ہو سکتا ہے اس سانحے پر موصوف نے اپنے ایک انٹرویو میں تفصیلی روشنی ڈالی یہ انٹرویو ''اسلامی جمہوریہ'' میں شائع ہوا تھا جس کی تلخیص پیش کی جا رہی ہے ملاحظہ کیجئے بزرگ اور باضمیر سیاستدان نواب زادہ نصر اللہ خان نے مشرقی پاکستان کی علیحدگی کا کیا تجزیہ فرمایا ہے۔

چونکہ کہا جاتا ہے کہ مشرقی پاکستان کی علیحدگی کی اصل داستان 1965ء کی جنگ سے شروع ہوتی ہے لہذا میں آسانی کی خاطر اسی مقام سے یہ روداد شروع کرتا ہوں۔

5 ستمبر 1965ء کو راولپنڈی میں چوہدری غلام عباس کی اقامت گاہ پر آل پارٹیز کشمیر کمیٹی کا اجلاس ہوا اس میں مولانا مودودی' چوہدری محمد علی' سردار شوکت حیات اور میں شریک تھے ان دنوں کشمیر کے محاذ پر جنگ جاری تھی چھمب اور جوڑیاں فتح ہو چکے تھے اور ہماری افواج اکھنور کی طرف پیش قدمی کر رہی تھیں چوہدری غلام عباس اس صورت حال پر بے حد خوش تھے ہمارے استفسار پر چوہدری غلام عباس نے بتایا کہ وہ ابھی صدر ایوب سے مل کر آئے ہیں صدر نے ہمیں بتایا ہے کہ انہیں امریکہ کی طرف سے یقین دہانی ملی ہے کہ بین الاقوامی سرحدوں کا احترام کیا جائے گا بعد میں معلوم ہوا کہ صدر کو یقین دہانی وزارت خارجہ نے کرائی تھی اس وقت جناب بھٹو وزیر خارجہ تھے۔

5 اور 6 ستمبر کی درمیانی رات معلوم ہوا بھارت نے پاکستان پر حملہ کر دیا ہے اسی شام حزب اختلاف کے نمائندوں سے ایوب خان نے ملاقات کی انہیں حزب اختلاف کی جانب سے مکمل تعاون کا یقین دلایا گیا۔

گورنر مشرقی پاکستان عبدالمنعم خان نے ایسی ہی میٹنگ ڈھاکہ میں طلب کی اور حزب

www.bhutto.org

اختلاف کے رہنماؤں سے تعاون کی درخواست کی مجیب الرحمان نے منعم خان سے کہا کہ جنگ کی وجہ سے مواصلات منقطع ہونے کا فائدہ اٹھائیں اور مشرقی پاکستان کی خودمختاری کا اعلان کر دیں اس صورت میں انہیں منعم خان کی صدارت پر بھی کوئی اعتراض نہیں ہوگا یہ بات ظاہر کرتی ہے کہ شیخ مجیب کے ان دنوں کیا ارادے تھے۔

حزب اختلاف کے رہنماؤں کا کہنا ہے کہ ایوب کے اعصاب جواب دے چکے تھے انہوں نے عزیز احمد سے کہا کہ ان قائدین کو جنگ کی صورت حال سے آگاہ کریں انہیں بتایا گیا کہ پاکستان اپنے محدود وسائل کے پیش نظر اور گولہ بارود کے ذخائر قریب الاختتام ہونے کی وجہ سے جنگ زیادہ عرصہ تک جاری نہیں رکھ سکتا۔

کچھ عرصہ بعد وزیراعظم روس کوسگین نے صدر ایوب اور بھارتی وزیراعظم لال بہادر شاستری کو تاشقند آنے کی دعوت دی کہ وہاں تصفیہ طلب امور پر مذاکرات کیے جائیں تاشقند کانفرنس کے آغاز میں جو اطلاعات یہاں آتی رہیں ان سے اندازہ ہوتا تھا کہ مذاکرات کامیاب نہیں ہو رہے ہیں اور پاکستان وفد غیر منصفانہ تجاویز قبول کرنے کے بجائے ناکام لوٹنا زیادہ مناسب سمجھتا تھا لیکن اچانک خبر آئی کہ فریقین ایک مشترکہ اعلان پر رضامند ہو گئے ہیں اس اعلان پر لال بہادر شاستری بجا طور پر بے حد خوش ہوئے یہی خوشی ان کی موت کا سبب بنی یعنی یہ بات طے ہوگئی کہ ہم کشمیر سمیت اپنے تمام تنازعات براہ راست مذاکرات کے ذریعے طے کریں گے۔

حزب اختلاف کے رہنماؤں نے طے کیا کہ اعلان تاشقند کی مخالفت کی جائے چنانچہ اکثر شہروں میں جلوس نکالے گئے۔

میں ڈھاکہ گیا اور سیاسی رہنماؤں سے الگ الگ ملاقاتیں کیں اکثر ساتھی تذبذب میں تھے مجیب الرحمان کا رویہ مخالفانہ تھا وہ کوئی ایسا اقدام نہیں کرنا چاہتے تھے جس سے بھارت کے ناراض ہونے کا خطرہ ہو مسز اندرا گاندھی کے وزیراعظم بننے پر سب سے پہلے مجیب الرحمان نے مبارک باد کا تار بھیجا مانک میاں ''اتفاق'' (بنگالی زبان کا سب سے زیادہ چھپنے والا اخبار) کے مالک تھے ان کے مجبور کرنے پر شیخ مجیب لاہور آئے اور تاشقند کے موضوع پر نیشنل کانفرنس میں شامل ہونے پر تیار ہو گئے۔

لاہور میں یہ پہلی کانفرس صرف اعلان تاشقند کے نتائج کا تجزیہ کرنے اور قوم کو اس بارے

www.bhutto.org

میں صحیح رہنمائی دینے کے لئے بلائی گئی تھی لیکن مجیب الرحمان نے سبجیکٹس کمیٹی میں چھ نکاتی پروگرام پیش کر دیا جس کا بھارتی جارحیت مسئلہ کشمیر یا اعلان تاشقند سے کوئی تعلق نہیں تھا ہم نے اس پروگرام کو مسترد کر دیا لیکن حکومت نے ٹرسٹ کے اخبارات کے ذریعے اس پروگرام کی خوب خوب تشہیر کی۔

ایوب خان کے کوتاہ اندیش مشیروں نے حزب اختلاف کی صفوں میں انتشار ثابت کرنے کے لئے چھ نکاتی پروگرام کو مسلسل ہوا دی۔

نیشنل کانفرس سے فراغت کے بعد مجھے ڈی پی آر کے تحت گرفتار کرلیا گیا متعدد اپوزیشن لیڈر بھی پکڑے گئے۔

میری اسیری کے دوران مشرقی پاکستان میں سیاسی صورت حال بالکل مختلف ہو گئی تھی حکومت نے چھ نکاتی پروگرام کو ہوا دی اس کے بعد وزیر خارجہ مسٹر ذوالفقار علی بھٹو نے پلٹن میدان ڈھاکہ میں شیخ مجیب الرحمان کو مناظرے کا چیلنج دے دیا اس سے مجیب کی سیاسی اہمیت مشرقی پاکستان کے عوام پر واضح ہوتی چلی گئی وہ سمجھنے لگے مشرقی اور مغربی پاکستان کے درمیان اقتصادی ناہمواری دور کرنے کا پروگرام کسی بنگالی رہنما کے پاس ہے تو وہ تنہا شیخ مجیب الرحمان ہیں بعد میں مجیب کے خلاف ڈی پی آر کے تحت متعدد مقدمات قائم کئے گئے عدالت انہیں ضمانت پر رہا کر دیتی تو ان کا بہت بڑا جلوس نکالا جاتا پھر کسی اور شہر میں عدالت میں پیش ہوتے رہائی پر جلوس نکلواتے اسی طرح مجیب کا امیج......اجاگر کیا گیا۔

ایک مرتبہ ان پر اگرتلہ سازش کیس کا الزام لگا ان کے علاوہ کچھ ساتھیوں اور فوجی افسروں کو بھی گرفتار کرلیا گیا اس انکشاف پر شروع میں مجیب الرحمان کے خلاف ردعمل ہوا کچھ دنوں کے بعد ان لوگوں کے عدالتی بیانات بڑی تفصیل سے اخبارات میں چھپنا شروع ہوئے ان میں مشرقی پاکستان کے سیاسی اور اقتصادی محرومیوں کا بڑی تفصیل سے ذکر ہوتا اس پر مشرقی پاکستان کے عوام نے محسوس کیا کہ مجیب الرحمان کو اس لئے مجرموں کے کٹہرے میں کھڑا کیا گیا ہے کہ وہ مشرقی پاکستان کی سیاسی محرومیوں اور اقتصادی ناہمواریوں کے خلاف آواز بلند کرتا ہے تھوڑے ہی عرصے میں مجیب نے وہاں کی اکثریت کے لئے قومی ہیرو کا مقام حاصل کرلیا۔

مغربی پاکستان کے لیڈروں کو ساتھ لے کر میں مشرقی پاکستان گیا اور ۳۰ اپریل ۱۹۶۷ء کو

www.bhutto.org

پانچ جماعتوں کا اشتراک معرض وجود میں آیا۔ یہ پانچ جماعتیں تھیں: مسلم لیگ جماعت اسلامی نظام اسلام' آٹھ نکاتی عوامی لیگ نیشنل ڈیموکریٹک فرنٹ اس کا نام پاکستان تحریک جمہوریت (پی ڈی ایم) رکھا گیا۔

لاہور میں چوہدری محمد علی صاحب کی اقامت گاہ پر تحریک جمہوریت کے انتخابات منعقد ہونے سے پہلے میں نے بھٹو صاحب سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی معلوم ہوا کہ کراچی سے لاڑکانہ جا چکے ہیں۔ لاڑکانہ میں ٹیلی فون پر رابطہ قائم کیا۔ انہوں نے کہا وہ ذہنی طور پر بے حد پریشان ہیں۔ انہیں ڈپٹی کمشنر کی طرف اسلحہ واپس کرنے کا نوٹس مل چکا ہے دوستوں عزیزوں کے خلاف مقدمات قائم کئے جا رہے ہیں۔ اس لئے وہ اس قسم کے مذاکرات میں حصہ لینے کے قابل نہیں۔

تحریک کے عہدیداروں کا انتخاب عمل میں آیا مجھے تنظیم کا صدر مسٹر محمود علی قصوری کو جنرل سیکرٹری خواجہ خیر الدین اور مولوی فرید احمد کو نائب صدر اور ایم انور کو خزانچی منتخب کیا گیا۔

1967ء سے 1969ء (راؤنڈ ٹیبل کانفرنس کے انعقاد تک) تحریک کے رہنماؤں میں یک دلی اور یک زبانی کی صورت کارفرما رہی۔

اس دوران ایوب خان پر دل کا دورہ پڑا ان کی بیماری کو چھپانے کی کوشش کی گئی۔ ملک کے سنجیدہ طبقوں میں یہ سوال بڑی شدت سے ابھر رہا تھا کہ ایوب خان کے بعد جو خلا پیدا ہوگا اسے آئین کے تحت کیسے پر کیا جائے گا۔ دوسری جانب جنرل یحییٰ خان نے ایوب خان کی مثال سامنے رکھ کو جی ایچ کیو میں اپنے ہم خیال جرنیلوں مثلاً جنرل حمید جنرل گل حسن' جنرل پیرزادہ جنرل غلام عمر کو اکٹھا کیا۔ وہ سمجھتے تھے ایوب خان کے بعد کرسی اقتدار پر مسلط ہونے کا حق انہیں ہی ملنا چاہئے۔

معلوم ہوا کہ جس روز ایوب خان بیمار ہوئے جنرل یحییٰ خان نے اپنا بستر ایوان صدر میں لگوا لیا تھا۔

ایوب خان شفایاب ہو گئے تو ان طالع آزما جرنیلوں نے خود برسر اقتدار آنے کی سازشیں شروع کر دیں اس کے لئے انہوں نے بعض سیاسی رہنماؤں سے بھی رابطہ قائم کیا اور اپنا آلہ کار بنا لیا۔

www.bhutto.org

ہر طبقے میں بے چینی انتہا کو پہنچ چکی تھی حکومتی جبر اور عوامی صبر میں ایک عرصے سے مقابلہ جاری تھا اور 1967ء میں ریلوے مزدوروں نے ہڑتال کی تو طاقت کے اندھے استعمال سے اسے کچل دیا گیا۔ فروری کے مہینے میں عید تھی۔ کسی نے صدر کو اس وہم میں مبتلا کر دیا کہ عید کی نماز جمعہ کو پڑھی جائے تو مملکت کے سربراہ پر بھاری ہوتی ہے۔ وہ تل گئے کہ عید جمعرات کو ہو چاند نظر نہ آیا لیکن رات تین بجے اعلان کر دیا گیا کہ صبح عید ہو گی علماء نے مزاحمت کی اس پر مساجد میں خطباء کو رسواء کیا گیا۔ چند ہفتے بعد پانچ علماء کو گرفتار کر لیا گیا ان میں مولانا مودودی مولانا احتشام الحق تھانوی، مولانا اظہر حسن زیدی مولانا غلام غوث ہزاروی اور مفتی محمد حسین نعیمی شامل تھے اپریل 1968ء میں ''چٹان'' کا ڈیکلریشن منسوخ کر دیا گیا اور پریس ضبط شورش کاشمیری گرفتار کر لئے گئے۔ عوام میں خاندان منصوبہ بندی اور عائلی قوانین کے خلاف سخت احتجاج ہو رہا تھا۔

اس موقع پر ذوالفقار علی بھٹو جو وزارت سے علیحدگی کے بعد لاہور میں اسٹیشن پر عوامی استقبال کا جواب صرف آنسو بہا کر دے سکے تھے جو حکومت کے کہنے پر کچھ عرصے کے لئے ملک سے باہر بھی چلے گئے تھے اور حزب اختلاف کی مشترکہ جدوجہد میں مسلسل وعدوں کے باوجود شامل ہونے پر آمادہ نہیں ہوئے تھے یک لخت سیاسی میدان میں وارد ہوئے بھٹو صاحب نے مغربی پاکستان میں ہنگامہ آرائی کی سیاست کا آغاز کر دیا۔ مشرقی پاکستان میں مولانا بھاشانی نے بعض فوجی جرنیلوں کے کہنے پر گھیراؤ جلاؤ کا بازار گرم کر دیا وہاں ہزاروں مردوں عورتوں کا قتل عام کیا گیا معصوم بچوں کو آگ کے شعلوں میں جھونک دیا جاتا اور بھاشانی کے چیلے چانٹے یہ منظر دیکھ کر شیطانی رقص کرتے۔ وسط نومبر میں بھٹو صاحب گرفتار کر لئے گئے 17 نومبر کو ریٹائرڈ ائر مارشل اصغر خان بھی میدان سیاست میں آ گئے۔

تحریک جمہورت کے رہنما اصغر خان کے بیانات کو اپنے مقاصد سے ہم آہنگ سمجھتے تھے۔ ان کا سیاسی رویہ بھٹو صاحب کے برعکس متین اور سنجیدہ تھا۔ تحریک جمہوریت نے فراخدلی سے اپنی ضلعی تنظیموں کو ہدایت کی کہ وہ اصغر خان صاحب کے لئے جلسوں کا اہتمام کریں۔

تحریک جمہوریت کے رہنماؤں نے محسوس کیا کہ سیاسی جماعتوں کے اس اتحاد کو مزید وسعت دی جائے اور اب تک جو سیاسی عناصر اس میں شامل نہیں ہوئے انہیں بھی شامل کیا جائے اس مقصد کے لئے نیپ، شیخ مجیب کی چھ نکاتی عوامی لیگ اور جمعیت العلمائے اسلام کے ساتھ

www.bhutto.org

ڈھاکہ میں مذاکرات کئے گئے دو نکات پر ان جماعتوں کے ساتھ اتفاق رائے عمل میں آیا یہ دو نکات تھے۔ وفاقی پرلیمانی نظام کا قیام اور بالغ رائے دہی کی بنیاد پر راہ راست انتخابات نئی تنظیم کا نام جمہوری مجلس عمل ڈیموکریٹک ایکشن کمیٹی ڈی اے سی رکھا گیا مجھے جمہوری مجلس عمل کا کنویز بنایا گیا۔

جمہوری مجلس عمل کے زیر اہتمام ملک کے اکثر مقامات پر عظیم الشان جلوس نکلے لاہور کے تاریخی جلسوں کی قیادمت جمہوری مجلس عمل کی مرکزی قیادت کے ارکان کرتے پیپلز پارٹی اور بائیں بازو سے تعلق رکھنے والے عناصر نے ان جلوسوں میں اشتعال دلانے کی انتہائی کوشش کی۔

جنرل یحییٰ خان اور بائیں بازو کے عناصر ملک میں اتنی افراتفری پیدا کرنا چاہتے تھے کہ ایوب خان کے لئے حکومت چھوڑنے کے سوا کوئی چارہ کار باقی نہ رہے اور عوام کو یقین ہو جائے کہ فوج کے سوا ملک کو تباہی اور انارکی سے کوئی نہیں بچا سکتا اور یوں وہ یحییٰ خان کی مارشل لاء حکومت کو قبول کر لیں۔

اس طرح ایک بار پیپلز پارٹی کے مٹھی بھر غنڈے جو بقول آغا شورش کاشمیری مرحوم پستولوں اور چاقوؤں سے مسلح تھے ہمارے جلوس میں شامل ہو گئے ان کا پروگرام تھا کہ جلوس میں ''سودا بازی نہیں چلے گی'' کے نعرے بلند کریں گے تا کہ لوگ تاثر لیں کہ جمہوری مجلس عمل کے قائدین ایوب خان سے سودا بازی کرنا چاہتے ہیں۔

انہی دنوں مولانا بھاشانی لاہور آئے اس سے پہلے وہ مشرقی پاکستان میں گھیراؤ جلاؤ کا وسیع پیانے پر اہتمام کر چکے تھے لاہور ائیر پورٹ پر اترتے ہی انہوں نے استقبال کے لئے آئے ہوئے بائیں بازو کے کارکنوں سے پوچھا کیا گلبرگ کی کوٹھیاں ابھی تک محفوظ ہیں؟ انہیں آگ نہیں لگی؟۔

ایوب خان کے اعصاب جواب دے گئے انہوں نے یکم فروری کو اپنے نشری خطاب میں اعلان کیا کہ ذمہ دار سیاسی جماعتوں کو بات چیت کے لئے مدعو کریں گے مجلس عمل کے کنویز کی حیثیت سے مجھے دعوت نامہ پہنچا دیا گیا۔

نیشنل عوامی پارٹی ان دنوں دو حصوں میں تقسیم ہو چکی تھی عرف عام میں ایک حصے کو پیکنگ نواز کہا جاتا جس کے قائد مولانا بھاشانی تھے اور دوسرے حصے کو ماسکو نواز جس کی قیادت خان

www.bhutto.org

عبدالولی خان کرتے تھے۔ عبدالولی خان کی پارٹی جمہوری مجلس عمل میں شامل تھی۔ مولانا بھاشانی کی نیپ اور ذوالفقار علی بھٹو کی پیپلز پارٹی اس تنظیم سے باہر اپنا وجود الگ سے قائم کئے ہوئے تھیں۔ میں نے قیام ڈھاکہ کے دوران مولانا بھاشانی سے بھی رابطہ قائم کیا انہیں گول میز کانفرس میں شرکت کے لئے کہا مولانا بھاشانی نے کانفرنس میں شرکت سے معذوری کا اظہار کیا۔

شیخ مجیب الرحمٰن کی خواہش کے مطابق میں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ ڈی پی آر کے تحت نظر بند تمام افراد کو رہا کیا جائے تا کہ وہ جمہوری مجلس عمل کے آئندہ اجلاس میں شرکت کر سکیں۔ نتیجے میں ذوالفقار علی بھٹو عبدالوالی خان اجمل خٹک رسول بخش تالپور اور دوسرے سیاسی نظر بند رہا کر دیئے گئے۔ بھٹو صاحب نے رہائی کے کچھ روز بعد مجھے بذریعہ تار اپنے غیر مشروط تعاون کا یقین دلایا۔

میں نے ائیر مارشل اصغر خان ذوالفقار علی بھٹو اور جسٹس مرشد کے نام دعوت نامے بھیجنے کی تجویز پیش کی میرے اصرار پر ایوب نے رضامندی کا اظہار کر دیا ان حضرات کو بھی گول میز کانفرنس میں شرکت کی باقاعدہ دعوت دی گئی۔

انہی دنوں بھٹو صاحب نے کراچی میں ایک جلسہ عام سے خطاب کیا لوگوں نے پوچھا کہ گول میز کانفرنس میں شرکت کر رہے ہیں یا نہیں۔ انہوں نے جوابدیا میں لاہور جلسہ عام کرونگا وہاں کے لوگوں سے مشورے کے بعد شرکت یا عدم شرکت کا اعلان کروں گا۔ اس کے بعد لاہور میں جلسہ کیا۔ لوگوں سے پوچھا شرکت کروں یا نہیں؟ انہوں نے بیک زبان کہا کہ ضرور شریک ہوں۔ اس پر بھٹو صاحب کہنے لگے مجھے ابھی راولپنڈی اور پشاور کے لوگوں سے اس مسئلے کے بارے میں پوچھنا ہے۔''

چھ نکاتی عوامی لیگ کے دو نمائندوں نے کہا کہ ہمیں کم از کم یہ مطالبہ تو ضرور کرنا چاہئے کہ شیخ مجیب گول میز کانفرنس میں شرکت کے لئے پیرول پر رہا کئے جائیں۔ میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب میاں ممتاز دولتانہ نے کہا کہ ہمیں شیخ مجیب الرحمٰن کی غیر مشروط رہائی کا مطالبہ کرنا چاہئے اور ان کی غیر مشروط رہائی کا مطالبہ کرنا چاہئے اور ان کی عدم شرکت کی صورت میں ہمیں بھی کانفرنس میں شریک نہیں ہونا چاہئے میں نے کہا اکیلے شیخ مجیب کے لئے بارہ کروڑ عوام کے حقوق کی بحالی کو معرض التواء میں ڈالا جاتا ہے تو یہ بات ہر اعتبار سے غلط ہوگی۔ چوہدری محمد علی اور مولانا مودودی

www.bhutto.org

نے میری تائید کی ہم نے 16 فروری کو صدر ایوب خان کو جمہوری مجلس عمل کی طرف سے ان کی دعوت قبول کرنے اور اپنے مندوبین کی اطلاع بھجوادی۔

صدر ایوب کو صورت حال کا علم ہوا تو اپنی مرضی اور منشا کے خلاف مجیب الرحمٰن کو پیرول پر رہا کرنے کا حکم دیا۔شیخ مجیب الرحمٰن نے ایوب خان کے قریبی حلقوں اور جمہوری مجلس عمل کے بعض ارکان کی وجہ سے پیرول پر رہائی سے انکار کر دیا۔اب مجیب کی طرف سے مکمل رہائی اور اگرتلہ سازش کیس واپس لینے کا مطالبہ ہونے لگا۔

مجیب کے اس رویئے سے ہمیں اور زیادہ مشکلات نے گھیر لیا ممتاز دولتانہ اور سردار شوکت حیات نے شدت سے اصرار شروع کر دیا کہ ہمیں مجیب کی غیر مشروط رہائی کا مطالبہ کرنا چاہئے جمہوری مجلس عمل کے اکثر رہنماؤں نے دولتانہ صاحب کو سمجھانے کی کوشش کی مگر ان پر کوئی اثر نہ ہوا نیپ کے نمائندے خان عبدالولی خان اور پروفیسر مظفر احمد بھی دولتانہ کے ہم نوا تھے مفتی محمود صاحب نے بھی دولتانہ کی تائید کی۔

ایوب خان کو اس وقت تک معلوم ہو چکا تھا کہ جنرل یحییٰ خان گول میز کانفرنس کی ناکامی کی صورت میں خود اقتدار پر قابض ہونا چاہتے ہیں۔

انہی ایام میں ایک رات بارہ بجے کے قریب ایوان صدر سے ایک صاحب مجھے ملنے آئے انہوں نے بتایا کہ تینوں دفاعی افواج کے سربراہ جنرل یحییٰ خان ایڈمرل احسن اور ائر مارشل نور خان ایوان صدر میں اکٹھے ہوئے' صدر ایوب نے انہیں ملک میں امن عامہ کی صورت حال سے آگاہ کیا اور خواہش ظاہر کی کہ جن شہروں میں امن عامہ کی صورت حال بہت زیادہ بگڑ چکی ہے وہاں جزوی طور مارشل لاء لگا دیا جائے جنرل یحییٰ خان نے یہ تجویز ماننے سے انکار کر دیا۔یحییٰ خان نے کہا پورے ملک میں مارشل لاء لگایا جائے تو وہ تیار ہیں۔

یحییٰ خان کی اس تجویز کا مفہوم واضح تھا وہ چاہتے تھے کہ اقتدار انہیں منتقل کر دیا جائے انہی صاحب نے مجھے صدر ایوب کا پیغام دیا کہ اس صورت حال کے پیش نظر میں کوشش کروں کہ کسی طرح یہ کانفرنس کامیاب ہو تا کہ یحییٰ خان اپنے عزائم کامیاب کرنے میں کامیاب نہ ہوں۔

صدر ایوب نے کانفرنس کو کامیاب بنانے کے لئے مجیب کی رہائی کا فیصلہ کر لیا۔اور اگرتلہ کیس بھی واپس لے لیا۔

چوہدری محمد علی کے مشورے کے مطابق 21 فروری کو صدر ایوب خان نے اعلان کیا کہ وہ آئندہ صدارتی انتخاب میں امیدوار نہیں ہوں گے بھٹو صاحب نے اسی دن کراچی سے مجھے تار دیا جس میں انہوں نے اپنی اور اپنی پارٹی کی جانب سے مخلصانہ تعاون کی یقین دہائی کرائی 22 فروری کو اگرتلہ کیس واپس ہوگیا شیخ مجیب اور دوسرے ملزم رہا ہو گئے۔

ذوالفقار علی بھٹو مجیب سے ملنے ڈھاکہ پہنچے انہیں کے ساتھ لاہور تک آئے ملک غلام جیلانی لاہور کے ہوائی اڈے پر ان کے استقبال کے لئے موجود تھے وہ انہیں اپنے گھر لے گئے وہاں ممتاز دولتانہ اور شوکت حیات نے ان سے ملاقات کی۔

مجیب راولپنڈی پہنچے اور جمہوری مجلس عمل کے اجلاس میں شرکت کی۔

مجیب نے اصرار کیا کہ چھ نکاتی پروگرام منظور کیا جائے ہم تیار نہ تھے۔ فیصلہ ہوا کہ 19 فروری کو گول میز کانفرنس میں شریک ہو کر بقرعید کے عذر پر التوا مانگیں، پھر نئی تاریخ سے چار پانچ روز پہلے لاہور میں اکٹھے ہوں اور کوئی لائحہ عمل تیار کریں۔

چھ مارچ کے اجلاس کے لئے قائدین لاہور میں جمع ہوئے شیخ مجیب اب کے شاہانہ ٹھاٹھ کے ساتھ وارد ہوئے چالیس مشیروں کی فوج ان کے ساتھ تھی شیخ مجیب نے چھ نکاتی پروگرام کی منظوری کے علاوہ دارالحکومت کی ڈھاکہ منتقلی ڈھاکہ میں تینوں دفاعی افواج کے ہیڈ کوارٹرز کے قیام ون یونٹ کے خاتمے اور مشرقی پاکستان و مغربی پاکستان کے درمیان مساوی نیابت کے اصول کے خاتمے کی تجاویز پیش کیں نیشنل عوامی پارٹی کے مشرقی پاکستان مندوب پروفیسر مظفر احمد نے مجیب کی ان تجاویز کی حمایت کی اور ون یونٹ کے خاتمے پر اصرار کیا۔ میں بہرحال اس امر پر ڈٹا رہا کہ جمہوری مجلس عمل کے دو متفقہ مطالبات کے سوا کسی اور مسئلے پر ایوب خان سے بات نہیں ہو گی۔ اگر کوئی پارٹی مزید کچھ کہنا چاہتی ہے تو اپنے طور پر کہہ سکتی ہے۔

انہی دنوں یحییٰ خان نے فوجی ہیلی کاپٹر لاہور بھیجا، جس کے ذریعے مجیب یحییٰ سے ملنے پنڈی گئے یحییٰ خان نے مجیب کو انتباہ کرنے کی بجائے کہا کہ آپ جو مطالبات بھی مناسب سمجھیں کانفرنس میں پیش کریں فوج ان سیاسی معاملات میں قطعاً غیر جانبدار ہے اس سے مجیب الرحمٰن کو اور زیادہ شہ ملی۔

دولتانہ اور دوسرے سیاسی عناصر کے اصرار پر غیر مشروط رہائی نے مجیب کو مشرقی پاکستان

میں قومی ہیرو بنا دیا تھا۔

دس مارچ کو گول میز کانفرنس کا اجلاس ہوا صدر ایوب نے ابتدائی تقریر کی میں نے جمہوری مجلس عمل کے کنونیر کی حیثیت میں دو متفقہ نکات پیش کیے شیخ مجیب نے چھ نکاتی پروگرام اور دوسرے مطالبات کے بارے میں ٹائپ شدہ آٹھ صفحات کی تقریر پڑھی۔

اس پر صدر ایوب نے بڑی مضبوطی سے دوٹوک جواب دیا ''میں ایسے کسی معاہدے میں حصہ دار بننے کو تیار نہیں جو پاکستان کو کئی ریاستوں میں تقسیم کر دے میں ان مطالبات کو قطعاً تسلیم نہیں کر سکتا۔''

صدر ایوب نے اعلان کیا کہ وہ جمہوری مجلس عمل کے دونوں مطالبات یعنی براہ راست انتخاب اور پارلیمانی نظام حکومت تسلیم کرتے ہیں باقی تمام معاملات نئی منتخب ہونے والی خودمختار اسمبلی پر چھوڑ دیئے۔

مجیب نے اس دن ایک پریس کانفرس سے خطاب کیا اور شدید ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ان کے مطالبات کو درخور اعتنا نہیں سمجھا گیا۔ میرے بارے میں کہا ''آج کے بعد اسے (نواب زادہ نصر اللہ خان کو) مشرقی پاکستان میں قدم رکھنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔''

جمہوری مجلس عمل صرف دو مطالبات منوانے کے لئے قائم کی گئی تھی صدر ایوب نے دونوں مطالبات مان لئے تھے میں اس دن جمہوری مجلس عمل کو ختم کرنے کا اعلان کر دیا ایئر مارشل اصغر خان نے اسی دن اپنی سیاسی جماعت جسٹس پارٹی قائم کرنے کا اعلان کیا۔

مجیب کانفرنس سے لوٹے تو ڈھاکہ ایئر پورٹ پر بیان دیا کہ حمید الحق چوہدری عبدالسلام اور محمود علی اور مولوی فرید احمد نے میرا ساتھ نہ دے کہ مشرقی پاکستان سے غداری کی ہے۔ مجیب نے چوہدری محمد علی مولانا مودودی اور مجھ پر الزام لگایا کہ ہم نے مشرقی پاکستان کے مطالبات کو سبوتاژ کیا محمود علی ڈھاکہ گئے تو انہیں اغواء کر لیا گیا۔ کئی مشرقی پاکستانی رہنما ڈھاکہ جاتے ہوئے ہچکچاتے تھے۔ کیونکہ ہوائی اڈے پر انہیں پٹوانے کا انتظام کیا جا رہا تھا مجیب الرحمٰن لاہور میں کئی دوستوں سے کہہ چکے تھے کہ وہ جو کچھ کر رہے ہیں نہ کریں تو بھاشانی مشرقی پاکستان کے عوام کو اپنے ساتھ لے جائے گا۔

صدر ایوب نے دونوں صوبوں میں نئے گورنر مقرر کیے مغربی پاکستان میں یوسف ہارون

اور مشرقی پاکستان میں مسٹر شمس الضحیٰ کی تقرری ہوئی گول میز کانفرنس کی کامیابی کا عوام پر خاطر خواہ اثر ہوا لیکن یحییٰ خان بہت پریشان ہوئے انہوں نے اپنی ریشہ دوانیوں میں اضافہ کر دیا ملک میں امن عامہ کی صورت بہتر ہو رہی تھی مگر یحییٰ خان نے اپنے بھائی آغا محمد علی جو اس وقت مغربی پاکستان میں سی آئی ڈی کے انچارج تھے اور ملٹری انٹیلی جنس کے ذریعے صدر ایوب کو مسلسل رپورٹیں بھجوائیں کہ صورتحال پہلے سے زیادہ خراب ہے اور صرف ایک صورت باقی رہ گئی ہے کہ فوج براہ راست میدان میں آ جائے۔

میاں دولتانہ نے بعد میں مجھے ایک واقعہ سنایا کہ جس روز یحییٰ خان نے صدارت کا عہدہ سنبھالا اس روز بھٹو صاحب نے انہیں (دولتانہ کو) کھانے کی دعوت دی ہوئی تھی دولتانہ صاحب اور ان کی بیگم کلفٹن (کراچی) میں بھٹو صاحب کی اقامت گاہ پہنچے تو انہیں بتایا گیا کہ بھٹو صاحب کی طبیعت ناساز ہے اور وہ اپنے بیڈ پر ہیں۔ دولتانہ صاحب ان کی عیادت کے لئے بیڈ روم میں گئے بھٹو صاحب نے انہیں کہا ''آپ نے سنا نہیں کہ یحییٰ خان نے صدارت بھی حاصل کر لی ہے۔ اس شخص نے مجھے یقین دلایا تھا کہ وہ ملک کی عام صورت حال کے پیش نظر ایوب خان کو حکومت سے الگ کرنا چاہتا ہے۔ ایوب خان کی علیحدگی کے بعد بھی بدستور ایک سپاہی رہے گا اور مجھے ملک کا صدر بنا دے گا۔''

یحییٰ خان نے اپنی آئینی تجاویز میں مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان کے درمیان مساوی نیابت کو ختم کرنے اور مغربی پاکستان میں ون یونٹ کے خاتمے اور نئی مجلس دستور ساز کے انتخابات کرانے کا اعلان کیا۔ اس دستور ساز اسمبلی کے لئے ضروری قرار دیا گیا کہ چار مہینے کے اندر آئین سازی مکمل کرے بصورت دیگر صدر کو اختیار ہو گا کہ وہ اسمبلی کو توڑ کر از سر نو انتخابات کرائیں۔

ان دو طے شدہ مسائل کو ختم کر کے یحییٰ خان نے علاقائی تعصب کے طوفان کے دروازے کھول دیئے۔ علیحدگی پسند عناصر کی حوصلہ افزائی ہوئی۔ یحییٰ خان کو یقین تھا کہ پندرہ بیس مختلف الخیال سیاسی جماعتوں کے نمائندے تھوڑی تعداد میں منتخب ہو کر اسمبلی میں پہنچیں گے تو افہام و تفہیم کے ساتھ متفقہ دستور بنانے کے قابل نہ رہیں گے۔ چار ماہ کی مقررہ مدت کے اندر آئین نہ بن سکے گا تو وہ اسمبلی ٹوٹنے کی صورت میں رکنیت سے محروم ہونے کے خوف سے یحییٰ خان کا تجویز کردہ آئین کا مسودہ تیار کرنا شروع کر دیا تھا جس میں صدر کے پاس ترکی اور فرانس

کے صدروں کی طرح بے پناہ اختیارات رکھے گئے تھے۔

یکم جنوری 1970ء سے سیاسی جماعتوں کو جلسے کرنے کی اجازت ملی۔ میں نے یحییٰ خان سے مطالبہ کیا کہ انہوں نے ون یونٹ اور مساوی نیابت جیسے طے شدہ آئینی معاملات کو ختم کرنے کا فیصلہ کر دیا ہے تو انہیں صوبائی خودمختاری کی حدود کا تعین بھی کر دینا چاہئے تاکہ انتخابی مہم میں یہ نزاعی مسئلہ نہ بن جائے۔ اگر یہ مطالبہ کر لیا جاتا تو شیخ مجیب اور دوسرے علیحدگی پسند سیاسی رہنماؤں کو انتخابات کے دوران مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان کے چھوٹے صوبوں میں علاقائی تعصبات کو ہوا دینے کا موقع نہ ملتا کونسل مسلم لیگ کے میاں ممتاز دولتانہ اور سردار شوکت حیات خان نے بوجوہ ہمارے ان مطالبات کی حمایت نہ کی اور یحییٰ خان نے بھی انہیں درخور اعتنانہ سمجھا۔

انہی دنوں مولانا بھاشانی نے ٹوبہ ٹیک سنگھ میں کسان کانفرنس منعقد کی کانفرنس کو کامیاب بنانے کے لئے سپیشل ٹرین چلائی گئی۔

بائیں بازو سے تعلق رکھنے والے افراد خاصی تعداد میں کانفرنس میں شامل ہوئے فیض احمد فیض نے وہاں ایک ملحدانہ نظم پڑھی۔ اس سے پیشتر ایوب خان کے آخری دور میں ملتان اور لاہور میں قرآن جلانے کے واقعات ہو چکے تھے۔

پیپلز پارٹی نے اپنے منشور میں مغربی پاکستان کے عوام کو گمراہ کرنے کے لئے ایک طرف ''اسلام ہمارا دین ہے'' کا نعرہ بلند کیا اور دوسری طرف سوشلزم ہماری معیشت ہے کا اعلان کیا اور اس جدوجہد میں بالواسطہ طور پر بائیں بازو کے عناصر کے ہاتھ مضبوط کئے انتخابی مہم میں انہوں نے آئینی مسائل سے قطع نظر روٹی کپڑے اور مکان کے نعروں کو اولیت دی بھٹو صاحب اپنی تقریروں میں کہتے رہے۔ ''آئین کوئی چپل کباب نہیں کہ اس سے عوام کا پیٹ بھر سکے۔ اصل مسئلہ معاشی ہے۔''

دریں حالات میں نے مختلف مکاتب فکر کے علماء اور سیاسی زعماء سے رابطہ قائم کیا اور انہیں اس ضرورت کا احساس دلانے کی کوشش کی کہ بائیں بازو کے عناصر کا مقابلہ کرنے کے لئے آئندہ انتخاب میں محب وطن اور اسلامی ذہن رکھنے والی تنظیمیں مشترکہ امیدوار کھڑے کریں۔

سیاسی جماعتوں کی انتخابی مہم کم و بیش ایک سال جاری رہی۔ پیپلز پارٹی نے لاکھوں کی تعداد میں اپنی پارٹی کے پرچم لوگوں میں تقسیم کئے۔ اس طرح جلسوں کے انعقاد پر بھی بے دریغ سرمایہ خرچ کیا۔

www.bhutto.org

عوامی لیگ نے انتخابی مہم میں بے پناہ اخراجات کئے۔ ڈھاکہ میں عوامی لیگ کا ایک کنونشن ہوا۔ اس میں مندوبین کو صوبے کے مختلف مقامات سے ڈھاکہ لانے' ہوٹلوں میں ٹھہرانے اور رضا کاروں کی وردیاں وغیرہ بنوانے پر 65 لاکھ روپیہ خرچ ہوا۔

انہیں دنوں جنرل یحییٰ نے پشاور میں اخباری نمائندوں کو بتایا کہ کچھ سیاسی جماعتیں اپنی مہم میں غیر ملکی سرمایہ استعمال کر رہی ہیں میں نے لاہور میں فوراً پریس کانفرنس کی جنرل یحییٰ خان سے مطالبہ کیا کہ عام انتخابات میں غیر ملکی امداد لینے والی جماعتوں کو بے نقاب کریں۔ ان پر کھلی عدالت میں مقدمہ چلائیں مگر یحییٰ خان نے اس مطالبے کا نوٹس لینا مناسب نہ سمجھا۔

مشرقی پاکستان میں مجیب الرحمٰن اور مغربی پاکستان میں پیپلز پارٹی لیگل فریم ورک میں طے شدہ اصولوں سے انحراف کرتے ہوئے اشتعال انگیز تقریریں کرتے رہے' فوجی جنتا نے اس کا نوٹس نہ لیا۔

ان دنوں ایک انتہائی افسوسناک واقعہ پیش آیا لاہور کے حلقہ نمبر 3 پر جماعت اسلامی اور ہمارے درمیان اختلافات پیدا ہو گئے وہاں ہماری طرف سے پارٹی کے نائب صدر جنرل سرفراز خان امیدوار تھے اور کونسل مسلم لیگ کی طرف سے ڈاکٹر جاوید اقبال جماعت اسلامی ابتداء ہی سے ڈاکٹر جاوید اقبال کی حمایت کا وعدہ کر چکی تھی۔ اس لئے وہ بھی ہمارے خلاف ڈٹ گئی۔ مجھے اس واقعہ کی اطلاع ملی تو بہت افسوس ہوا۔

اس موقعہ پر الزامات اور جوابی الزامات کا ایسا سلسلہ چل نکلا جس نے مغربی پاکستان میں اسلامی ذہن رکھنے والی تنظیموں کی انتخابی مہم کو ناقابل بیان حد تک نقصان پہنچایا بھٹو صاحب نے ہمارے اختلاف سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہر جگہ اپنی تقریروں میں اس کا حوالہ دیا اور کہا کہ یہ نظریئے کی جنگ نہیں اقتدار کی کش مکش ہے۔

نومبر میں مشرقی پاکستان میں قیامت خیز طوفان آیا۔ سمندری لہروں نے بھولا کے جزائر میں ہزاروں افراد کو نگل لیا مرکزی حکومت بروقت امداد نہ پہنچا سکی۔ شیخ مجیب کو اس طوفان کا بڑا سیاسی فائدہ پہنچا۔ انہوں نے عوام کو تاثر دیا کہ مرکزی حکومت کی قیادت کیونکہ مغربی پاکستان سے تعلق رکھتی ہے' اس لئے اسے مشرقی پاکستان کے عوام کے ساتھ کوئی ہمدردی نہیں --- میں نے ڈھاکہ کے جلسہ عام میں اس کی وضاحت کی اور کہا شیخ مجیب کو چاہئے کہ وہ 1947ء سے پیشتر اپنی

www.bhutto.org

جائداد کی تفصیل اور اب تک جتنی جائیداد حاصل کر چکے ہیں اس کا اعلان بھی فرمائیں یہ ذکر بے جا نہ ہوگا کہ شیخ مجیب الرحمٰن پاکستان بننے سے پہلے گھاس پھونس کے جھونپڑے میں رہا کرتے تھے۔ قیام پاکستان کے فوراً بعد بھی جب وہ مغربی پاکستان آتے تو ان کے پاس لاہور سے کراچی جانے کے لئے تھرڈ کلاس کا کرایہ تک نہ ہوتا لیکن اس کے بعد ڈھاکہ کی دھان منڈی میں جسے وہاں کا گلبرگ کہنا چاہیے ان کی تین منزلہ عالیشان کوٹھی بنی جو بعد میں پرائم منسٹر ہاؤس اور ایوان صدر کے طور پر استعمال میں آئی۔

خلاف توقع ملک کے دونوں حصوں میں انتخابی نتائج محب وطن اور اسلامی ذہن رکھنے والی جماعتوں کے خلاف آئے۔

جنرل یحییٰ خان کے لئے بھی یہ نتائج خلاف توقع تھے وہ چاہتے تھے کوئی پارٹی واضح اکثریت حاصل نہ کرے لیکن مجیب کی عوامی لیگ عددی اعتبار سے ملک کی اکثریتی پارٹی بن چکی تھی۔ مجھے نواب زادہ شیر علی خان نے بتایا کہ نتائج کے اعلان کے بعد دو روز تک یحییٰ خان نے خود کو کمرے میں بند کرلیا اور غم غلط کرنے کے لئے اس دوران مسلسل شراب پیتا رہا۔

شیخ مجیب الرحمٰن نے آئین سازی کے سلسلے میں بعض عجیب وغریب روایات قائم کیں انہوں نے ڈھاکہ کے پلٹن میدان میں دس لاکھ عوام کے اجتماع میں عوامی لیگی ارکان اسمبلی سے حلف لیا کہ وہ چھ نکاتی پروگرام کی بنیاد پر ملک کا آئین بنائیں گے انہوں نے یہ اعلان بھی کیا کہ جو رکن اس پروگرام سے انحراف کرے گا اسے زندہ دفن کردیا جائے گا۔ یحییٰ خان کو ڈھاکہ جانا پڑا وہ 12 رجنوری کو ڈھاکہ پہنچے مجیب سے تفصیلی ملاقات کے بعد اعلان کیا مجیب چونکہ ملک کی منتخب اکثریتی پارٹی کے قائد ہیں اس لئے وہ پاکستان کے آئندہ وزیراعظم ہوں گے اب سیاسی معاملات کے بارے میں انہی کو بیان دینے کا حق ہے۔

مشرقی پاکستان سے واپسی پر یحییٰ خان جنرل حمید اور جنرل پیرزادہ کے ہمراہ بھٹو صاحب سے ملنے لاڑکانہ پہنچے اسکے بعد بھٹو صاحب اپنی پارٹی کے رفقاء کے ہمراہ ڈھاکہ گئے دس دن تک آئینی مسائل اور آئندہ حکومت سازی کے بارے میں شیخ مجیب الرحمان سے باہمی مذاکرات ہوتے رہے اور اس دوران مغربی پاکستان میں خبریں پہنچیں کہ بھٹو صاحب نے چھ نکات میں سے پہلے دو اس کے بعد تین پھر چار بعد میں پانچ نکات تسلیم کرلئے اور چھٹے پر گفتگو کرنے پر رضامند

www.bhutto.org

ہیں اس لئے اندازہ ہوسکتا ہے کہ بھٹو صاحب چھ نکات کے مضمرات سے آگاہ ہونے کے باوجود اور اس حقیقت کے علی الرغم کہ وہ 1966ء میں شیخ مجیب الرحمان کو پلٹن میدان میں ان نکات کے بارے میں مناظرے کی دعوت دے چکے تھے چھ نکات پر بننے والے آئین کی بنیاد پر انتقال اقتدار کو انتقال پاکستان قرار دے چکے تھے.........اس پروگرام کے خلاف کوئی مضبوط رویہ اختیار کرنے سے متعلق سنجیدہ نہیں تھے وہ صرف آئین کی تکمیل کے بعد بننے والی حکومت میں اپنا مقام اور مرتبہ متعین کرانے کے لئے بیتاب تھے شیخ مجیب الرحمان اپنی مخصوص سوچ کے پیش نظر مغربی پاکستان سے منتخب ہونے والے ارکان اسمبلی کے چھوٹے گروہوں سے معاملہ کرنا زیادہ پسند کرتے تھے اس لئے بھٹو مجیب مذاکرات ناکام ہو گئے مجیب کی دھمکیوں اور دباؤ کے پیش نظر صدر نے تین مارچ کو ڈھاکہ میں قومی اسمبلی کا اجلاس طلب کر لیا۔

بھٹو صاحب نے مغربی پاکستان واپس پہنچ کر دولتانہ صاحب سے لاہور میں اور قیوم خان' ولی خان سے پشاور میں مذاکرات کئے وہ چاہتے تھے مغربی پاکستان کے تمام ارکان اسمبلی بالاتفاق 3 مارچ کے مجوزہ سیشن کا بائیکاٹ کرنے کا اعلان کریں تاکہ وہ اس دباؤ کے ذریعے شیخ مجیب سے آئندہ حکومت کی تشکیل کے سلسلے میں اپنے مطالبات منوا سکیں۔

جنرل یحیٰی خان نے بھٹو صاحب کی اس مہم میں بھرپور تعاون کیا ان کی کوششوں کے نتیجے میں عبدالقیوم خان' میاں ممتاز دولتانہ اور جمعیت علماء پاکستان کی طرف سے خواجہ قمرالدین (پیر صاحب سیال شریف) نے سیشن کے بائیکاٹ کا اعلان کر دیا۔

انہی دنوں بھٹو صاحب نے کہا کہ ملک میں دو اکثریتی پارٹیاں ہیں مشرقی پاکستان میں عوامی لیگ اور مغربی پاکستان میں پیپلز پارٹی......بھٹو صاحب نے ایک پریس کانفرنس میں یہ بھی کہا کہ وہ اپنے ارکان اسمبلی کو قومی اسمبلی کے ڈھاکہ سیشن میں بھیج کر دوہرے یرغمال نہیں بنا سکتے ڈھاکہ سیشن کو بھٹو صاحب سلاٹر ہاؤس (مذبح) کا نام دیتے انہوں نے مطالبہ کیا کہ انہیں پہلے یقین دلایا جائے کہ کچھ لو کچھ دو کے اصول پر عمل کیا جائے گا اس صورت میں وہ شرکت پر رضامند ہو سکیں گے بھٹو صاحب نے لاہور کے ایک جلسہ عام میں یہ اعلان بھی کیا کہ اگر پیپلز پارٹی کے کسی رکن نے ڈھاکہ کے مجوزہ اجلاس میں شرکت کی تو اس کی ٹانگیں توڑ دی جائیں گی اور دوسرے گروپوں سے وابستہ ارکان اسمبلی اگر ڈھاکہ جائیں تو انہیں بھی مغربی پاکستان واپس آنے کا ٹکٹ نہیں لینا چاہیے

www.bhutto.org

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مشرقی اور مغربی پاکستان کے دونوں رہنماؤں نے پلٹن میدان ڈھاکہ اور مینار پاکستان لاہور میں اس قسم کے متشددانہ اعلان کر کے آئین کی تشکیل کو تقریباً ناممکن بنا دیا۔

یکم مارچ کو یحییٰ خان نے قومی اسمبلی کا اجلاس ملتوی کرنے کا اعلان کر دیا اس وقت مغربی پاکستان کے بعض ارکان اسمبلی اجلاس میں شرکت کرنے کے لئے ڈھاکہ پہنچ چکے تھے مجھے مولانا ظفر احمد انصاری نے بتایا کہ اس اعلان سے پیشتر ڈھاکہ کی سیاسی فضا بہت خوشگوار تھی وہاں تاثر پایا جاتا تھا کہ اقتدار عوام کے منتخب نمائندوں کو منتقل ہو جائے گا اور ملک فوجی آمریت سے نجات حاصل کرے گا............لیکن جونہی التواء کا اعلان ہوا ڈھاکہ میں مکمل ہڑتال ہو گئی شہر میں جابجا احتجاجی جلوس نکالے گئے دوسرے دن پورے مشرقی پاکستان میں ہڑتال ہوئی وسیع پیمانے پر لوٹ مار اور آتش زنی کے واقعات رونما ہوئے ڈھاکہ میں کرفیو نافذ کر دیا گیا عوامی لیگیوں نے صوبے اور اضلاع کی سطح پر عملاً متوازی حکومت قائم کر دی سرکاری واجبات بھی خود وصول کرنا شروع کر دیئے اس دوران وہاں مغربی پاکستانیوں کو بے دردی سے ہلاک کیا گیا بہاریوں پر ناقابل بیان مظالم ڈھائے گئے ان کی عورتوں اور بچوں کو بھی ستم کا نشانہ بنایا گیا۔

6/ مارچ کو یحییٰ خان نے اعلان کیا کہ قومی اسمبلی کا اجلاس 25 مارچ کو ڈھاکہ میں ہوگا۔ ساتھ ہی اعلان کہ وہ 10/ مارچ کو ڈھاکہ میں قومی اسمبلی کی پارلیمانی پارٹیوں کی ایک آئینی کانفرنس منعقد کریں گے۔

شیخ مجیب الرحمان نے 25 مارچ کو اجلاس میں شرکت کے لئے چار شرائط پیش کیں مطالبہ کیا کہ یہ شرائط 25 مارچ سے پہلے پوری کی جائیں۔

1۔ مارشل لاء فوری طور پر ختم کیا جائے۔

2۔ فوج بیرکوں میں چلی جائے

3۔ فوجی کارروائی کے دوران ہونے والے جانی نقصان کی عدالتی تحقیقات کرائی جائے

4۔ اسمبلی کے اجلاس سے پہلے انتقال اقتدار عمل میں لایا جائے۔

مجیب الرحمان اور ان کے رفقاء چونکہ کافی عرصے تک میرے ساتھ کام کر چکے تھے اس لئے میں ذاتی طور پر یہ سمجھتا تھا کہ اگر انہیں حکومت سپرد کر دی جائے تو وہ مشرقی پاکستان کے عوام کی توقعات پر پورا نہیں اتر سکیں گے نہ انتخابی وعدے پورے کر سکیں گے اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ انتظامی

www.bhutto.org

صلاحیتوں سے یکسر محروم تھے مجیب اوران کے رفقاء ذاتی منفعت اندوزی اور اقربا پروری سے اونچا نہیں اٹھ سکتے تھے ظاہر ہے مشرقی پاکستان کے سیاسی شعور سے بہرہ ور لیکن انتہائی جذباتی عوام انہیں چھ ماہ کی مختصر مدت میں مسترد کر دیتے اس کے بعد محب وطن عناصر کو کام کرنے میں نسبتاً زیادہ آسانی ہو جاتی اور ملکی سالمیت کو درپیش خطرات کا سد باب ہو جاتا۔

بھٹو صاحب نے کراچی میں تقریر کرتے ہوئے ادھر ہم.........ادھر تم کا نعرہ بلند کرتے ہوئے مطالبہ کیا کہ مشرقی پاکستان میں عوامی لیگ اور مغربی پاکستان میں پیپلز پارٹی کو اقتدار سونپ دیا جائے میں نے ایک اخباری بیان میں کہا کہ بھٹو صاحب حصول اقتدار کے لئے اس قدر بے تاب ہو چکے ہیں کہ وہی بات کر رہے ہیں جو علیحدگی پسند رجحانات کے علمبردار مولانا بھاشانی اور عطاء الرحمان ایک مدت سے برملا کہہ رہے ہیں۔

جنرل یحییٰ خان ان دنوں شیخ مجیب الرحمان سے مذاکرات میں مصروف تھے انہوں نے مغربی پاکستان کے پارلیمانی رہنماؤں کو بھی ڈھاکے میں بلالیا تھا.........ان تمام قائدین کو اعتماد میں لئے بغیر 25 اور 26 مارچ کی درمیانی رات فوجی اقدام کا حکم دے دیا شیخ مجیب الرحمان کو گرفتار کر لیا گیا عوامی لیگ سے وابستہ ارکان کی وسیع پیمانے پر گرفتاریاں عمل میں آئیں مگر مجیب الرحمان کے قریبی رفقاء نذر الاسلام تاج دین' قمر الدین وغیرہ فوجی کارروائی کے دوران سرحد پار کر کے کلکتہ پہنچنے میں کامیاب ہو گئے بعد میں انہوں نے وہاں جلاوطن حکومت قائم کرنے کا اعلان کیا۔

پاکستان میں سیاسی سرگرمیوں پر پابندی لگا دی گئی یحییٰ نے عوامی لیگ کو خلاف قانون قرار دے دیا یہ بھی کہا کہ مجیب الرحمان اور انکے ساتھی غدار ہیں فوج کو مشرقی پاکستان میں حکومت کی اتھارٹی بحال کرنے کا حکم دیا دوسرے دن بھٹو صاحب ڈھاکہ سے کراچی پہنچے فوجی کارروائی پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا ''خدا کا شکر ہے پاکستان بچ گیا'' اس دوران مجیب کی مکتی باہنی مشرقی پاکستان کے طول وعرض میں تخریب کاری میں مصروف رہی انہیں بھارت نے اپنے ہاں فوجی تربیت دی اور بڑے پیمانے پر مسلح کیا مشرقی پاکستان میں پروفیسر غلام اعظم مولوی فرید احمد شہید خواجہ خیر الدین عبدالسلام نور الامین مولانا عبدالرحیم اور پیر محسن الدین سرگرم عمل رہے۔ جماعت اسلامی نے ''البدر'' اور ''الشمس'' کے نام سے نوجوان رضا کاروں کی تنظیمیں قائم کیں جنہوں نے اکثر مقامات پر مکتی باہنی کے دانت کھٹے کئے ان تنظیموں کے تعاون سے حکومت نے بڑی حد تک داخلی

www.bhutto.org

حالات پر قابو پالیا۔

عوامی لیگ کے حامی افراد سوچے سمجھے منصوبے کے تحت ملحقہ بھارتی صوبے مغربی بنگال پہنچنا شروع ہو گئے بھارتی حکومت نے ان کی تعداد بتانے میں انتہائی مبالغہ آرائی کی دنیا بھر میں بھارت کے سفارتخانوں نے پاکستان کو بدنام کرنے کی مہم کا آغاز کر دیا فوجی کارروائی کے بعد غیر ملکی اخباری نمائندوں مشرقی پاکستان سے نکال دیا گیا مشرقی پاکستان کے بارے میں غیر ملکی اخبارات کے لئے بھارت سے اطلاعات فراہم کی جاتی تھیں اس سے عالمی رائے عامہ مکمل طور پر پاکستان کے خلاف ہو گئی۔

مسز اندرا گاندھی نے اعلان کیا کہ پاکستان کی فوجی جنتا نے حالیہ انتخابات کے نتائج مسترد کر کے مشرقی پاکستان کو اقتدار میں شریک کرنے سے انکار کیا ہے ان کے منتخب نمائندوں کو گرفتار کر لیا گیا ملٹری ایکشن سے ایسے حالات پیدا کئے گئے ہیں کہ ایک کروڑ افراد بھارت کے صوبے بنگال اور آسام میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے ہیں اس لئے اب یہ پاکستان کا داخلی مسئلہ نہیں ہے ہمارا داخلی مسئلہ بن گیا ہے مسز گاندھی نے اس دوران مشرق وسطیٰ یورپ اور امریکہ کا دورہ کر کے وہاں کی حکومتوں کو بھی متاثر کرنے کی مہم چلائی۔

اکثر و بیشتر عوامی لیگی ارکان اسمبلی بھارت جا چکے تھے یا مشرقی پاکستان میں زیر زمین سرگرمیوں میں مصروف تھے فوجی جنتا نے فیصلہ کیا کہ وہ ان ارکان اسمبلی کی نشستوں کو خالی قرار دے کر ضمنی انتخابات کا اہتمام کرے گی میں سمجھتا تھا کہ یہ تجویز ناممکن العمل ہے۔

اکثر ارکان اسمبلی کی رکنیت کالعدم قرار دے کر ان نشستوں پر ضمنی انتخابات کا انعقاد جمہوری معمولات کے بالکل برعکس ہوگا اس لئے اس پوری قومی اسمبلی کو کالعدم قرار دے دینا چاہئے اور اس دوران ایک قومی عبوری حکومت قائم کی جائے جس کے سربراہ کا تعلق مشرقی پاکستان سے ہو اس طرح ایک طرف فوجی حکومت کا تسلط ختم ہوا گا دوسرے مشرقی پاکستانی عوام کا یہ اعتماد کسی حد تک بحال ہوگا کہ اگر مجیب الرحمان کو پاکستان کی حکومت سپرد نہ کی گئی تو دوسرے مشرقی پاکستانی رہنما کو اس منصب کے اہل سمجھا گیا ہے۔

راولپنڈی میں یحیٰی خان کی ایک مشیر جنرل غلام عمر سے ملاقات ہوئی میں نے انہیں مسز اندرا گاندھی کے بیان کی روشنی میں متوقع جنگ کے بارے میں اپنے خدشات سے آگاہ کیا جنرل عمر نے جنگ کے بارے میں میرے خدشات کو بے بنیاد قرار دیا وہ یہ سمجھتے تے کہ بھارت بین

www.bhutto.org

الاقوامی سرحدوں کی خلاف ورزی کرنے کی جسارت نہیں کرے گا۔

میں اپنے رفقاء میاں غلام دستگیر باری اور ارشاد چوہدری کے ہمراہ مشرقی پاکستان روانہ ہوا۔

پاکستان جمہوری پارٹی کے نورالامین اور مولوی فرید احمد شہید مسلم لیگ قیوم گروپ کے عبدالصبور خان جماعت اسلامی کے مولانا عبدالرحیم اور پروفیسر اعظم نظام اسلام پارٹی کے مولانا صدیق احمد کونسل لیگ کے خواجہ خیر الدین اور شفیق الاسلام سے تفصیلی ملاقاتیں کیں کنونشن مسلم لیگ کے صدر فضل القادر چوہدری ان دنوں چٹاگانگ میں تھے میری دعوت پر وہ بھی ڈھاکہ تشریف لائے۔

باہمی مشورے سے طے پایا کہ مشرقی پاکستان کی محبّ وطن تنظیموں کا ایک وفد صدر یحییٰ خان سے ملے ان سے مطالبہ کیا جائے کہ قومی اسمبلی توڑنے کا اعلان کریں اور ایک عبوری قومی حکومت کی تشکیل کی جائے جس کے سربراہ نورالامین ہوں۔

فوجی حل کی بجائے سیاسی حل کی یہ آخری کوشش تھی جو فوجی جنتا کی ناعاقبت اندیشی کی وجہ سے کامیاب نہ ہوسکی اگر یحییٰ خان ان تجاویز کو قبول کر لیتے تو ملک سقوط مشرقی پاکستان جیسے عظیم المیے سے دوچار نہ ہوتا

فوجی حکمرانوں نے ہماری تجاویز کو تسلیم نہ کیا لیکن جنرل ٹکا خان کی جگہ ڈاکٹر مالک کو گورنر مقرر کر دیا اور محبّ وطن تنظیموں کے کچھ نمائندوں کو صوبائی وزارت میں شامل کرنے کا فیصلہ کیا ضمنی انتخابات کے انعقاد کے بارے میں اپنا سابقہ فیصلہ برقرار رکھا۔

مشرقی پاکستان کی سرحدوں پر حالات روز بروز خراب ہوتے چلے گئے بالآخر یحییٰ خان نے اعلان کیا کہ نورالامین صاحب کو وزیر اعظم بھٹو صاحب کو نائب وزیر اعظم بنایا جائے گا انہی دنوں نورالامین صاحب مغربی پاکستان پہنچے ہم نے مغربی پاکستان کے طول وعرض کا دورہ کیا۔

نورالامین نے مغربی پاکستان کے عوام کو حالات کی سنگینی کا احساس دلانے کی کوشش کی انہی دنوں بھٹو صاحب ایک سرکاری وفد لیکر چین گئے واپسی پر انہوں نے اپنی تقریروں اور بیانات میں تاثر دیا کہ بھارتی جارحیت کی صورت میں چین ہمیں ہر ممکن امداد دے گا انہوں نے مسجد شہدا (ریگل چوک) کے پاس ایک اجتماع سے خطاب کیا اور مبارزت طلبی کے انداز میں ''دمادم مست قلندر کا نعرہ لگایا''

2 دسمبر کو بھارتی افواج نے مشرقی پاکستان کے سات محاذوں پر حملے کا آغاز کر دیا دوسرے

www.bhutto.org

دن بھارتی فوجیں مغربی پاکستان پر بھی حملہ آور ہوئیں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے پاک بھارت جنگ بند کرانے کی قرارداد اکثریت سے منظور کر لی۔ ایک سو چار ممالک کے نمائندوں نے بھارتی جارحیت کے خلاف ووٹ دیا اسی دوران بھٹو کو اقوام متحدہ کے اس اجلاس میں شریک ہونے کے لئے بھیجا گیا قومی اسمبلی کے مختلف پارلیمانی گروپوں پر مشتمل ایک یونائیٹڈ کوالیشن پارٹی تشکیل پا چکی تھی نورالامین صاحب سربراہ تھے اس کے ارکان میں مسلم لیگ قیوم گروپ مسلم لیگ کونسل جمعیت علمائے پاکستان اور پی ڈی پی کے نمائندے شامل تھے جنگ کے دوران بھی یوسی پی کا اجلاس راولپنڈی میں جاری رہا گورنر مالک نے نورالامین صاحب کو فون پر بتایا کہ ڈھاکہ کا ہوائی اڈا تباہ ہونے کے بعد وہاں افواج کو فضائی تحفظ میسر نہیں رہا حالات انتہائی تشویشناک ہو چکے ہیں انہوں نے بتایا کہ فوج کے اندر بھی دو مکتب فکر پیدا ہو چکے ہیں ایک کا خیال ہے کہ جنگ جاری رکھی جائے دوسرا ان حالات میں سعی لاحاصل سمجھتا ہے اس اطلاع پر یوسی پی کے ارکان کو بڑی تشویش ہوئی نورالامین صاحب کو جنگ کی صحیح صورت حاصل معلوم کرنے کے لئے یحییٰ خان کے پاس بھیجا گیا یحییٰ خان نے انہیں بتایا کہ امریکہ کا ساتواں بحری بیڑہ خلیج فارس میں داخل ہو رہا ہے اور چین نے بھی بھارتی سرحدوں پر حملہ کر دیا بھارتی حکومت بے حد پریشان ہے اپنے عوام کو ان خبروں سے دانستہ آگاہ نہیں کر رہی یحییٰ خان نے صریحاً غلط بیانی کر کے نورالامین صاحب کو مطمئن کرنے کی کوشش کی کہ صورت حال پاکستان کے حق میں ہو چکی ہے۔

میں نے چینی سفارت خانے سے رابطہ قائم کیا اور ایک رفیق کار ارشد چوہدری کے ہمراہ چینی سفیر سے ملاقات کی میں نے ان سے کہا ''روس کی بے پایاں فوجی امداد اور اس کے ساتھ دفاعی معاہدے کی بنا پر بھارت کو مشرقی پاکستان پر حملے کی جرات ہوئی وہاں ہماری افواج اب فضائی تحفظ سے محروم ہو چکی ہیں بھارت ڈھاکہ اور دوسرے شہروں کی آبادیوں پر بلا روک ٹوک اندھا دھند بمباری کر رہا ہے ان حالات میں ہماری افواج کا زیادہ دیر تک مزاحمت کرتے رہنا تقریباً ناممکن ہو چکا ہے مغربی پاکستان سے بوجوہ فوجی امداد وہاں نہیں پہنچ سکتی ایسے میں ہم چین سے توقع رکھتے ہیں کہ اس مشکل وقت میں ہماری امداد و اعانت میں ہمیں ہوائی اڈے اور جنگی طیارے دیئے جائیں جنہیں ہمارے پائلٹ استعمال میں لاسکیں اور مشرقی پاکستان کی مداخلت کا سامان ہو سکے چینی سفیر نے جواب دیا اس سے پیشتر حکومت پاکستان کی طرف سے اس قسم کا مطالبہ کبھی نہیں کیا گیا ہمارے لئے اس قسم کی کارروائی چونکہ بھارت کے خلاف اعلان جنگ کے

www.bhutto.org

مترادف ہوگی اس لئے اس قدر جلد اس کا فیصلہ کرنا ممکن نہیں چینی سفیر نے بھارت اور روس کے پاکستان دشمن اقدامات کی کھل کر مذمت کی۔

بھٹو صاحب نے اقوام متحدہ میں شرکت کے لئے نیویارک جاتے ہوئے فرینکفرٹ اخباری نمائندوں سے خطاب کیا انہوں نے کہا پاکستان اقوام متحدہ سے امن کی بھیک نہیں مانگے گا اقوام متحدہ میں بھٹو صاحب نے بے حد سخت رویہ اختیار کیا پولینڈ کی اس قرارداد کو پھاڑ کر پھینک دیا جس میں جنگ بندی اور سیاسی تصفیے کا مطالبہ کیا گیا تھا یہ بھی اعلان کیا کہ وہ دشمن سے لڑنے کے لئے اپنے وطن واپس جا رہے ہیں باہر آ کر اخباری نمائندوں کو بتایا کہ مزید دو دن نیویارک میں قیام فرمائیں گے۔

جنگ کے دوران مغربی پاکستان میں ہماری افواج کسی محاذ پر موثر پیش قدمی نہ کر سکیں ہمارے آرمرڈ ڈویژن منصوبے کے تحت کوئی کارروائی نہ کر سکے فضائیہ مغربی پاکستان کے شہریوں اور مواصلات کو بچانے کے لئے کچھ نہ کر سکی یوں محسوس ہوتا تھا فوجی جنتا سوچے سمجھے منصوبے کے تحت ملک پر شکست کو مسلط کرنا چاہتی ہے۔

ڈھاکہ میں ہتھیار ڈال دینے کا فیصلہ ہو گیا امریکی حکومت کو بھی اس امر کی اطلاع دے دی گئی لیکن پاکستانی عوام کو اس عظیم سانحے سے بے خبر رکھنے کی کوشش کی گئی اس کے بعد یحییٰ خان کی طرف سے اعلان ہوا ہمیں ایک محاذ پر شکست ہوئی ہے ہم دوسرے محاذوں پر پوری شدت کے ساتھ جنگ جاری رکھیں گے اور دوسرے ہی دن مغربی پاکستان میں بھی جنگ بندی قبول کر لی گئی۔

سقوط مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان میں جنگ بندی کے بعد مغربی پاکستان میں بحران برپا ہو گیا غم و غصے سے بھرے شہریوں نے پورے مغربی پاکستان میں یحییٰ خان سے فوری طور پر مستعفی ہونے کا مطالبہ کیا گیا

بھٹو صاحب نیویارک سے روانہ ہو چکے تھے روم میں پاکستان ایئر فورس کا جہاز بھیج کر پاکستان بلوایا گیا اسلام آباد ایئر پورٹ سے سیدھا انہیں ایوان صدر پہنچایا گیا جہاں جی ایچ کیو کا اہم عنصر یحییٰ خان کو صدارت سے علیحدہ کرنے کا فیصلہ کر چکا تھا فوجی جنتا کے ارکان نے اس مرحلے پر ملک کے نامزد وزیراعظم جناب نورالامین کو اعتماد میں لینے کی ضرورت محسوس نہ کی یحییٰ خان نے مستعفی ہونے کا اعلان کیا اور جناب بھٹو نے چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر اور صدر کی حیثیت سے اقتدار سنبھال لیا اس کے بعد کی داستان آپ کے سامنے ہی۔

www.bhutto.org

چین نے 71ء میں ہماری مدد کیوں نہیں کی؟

ستمبر 65ء میں جب بھارت نے پاکستان پر حملہ کیا اور اس کے اندازوں کے بالکل برعکس جواب میں ایک ذلت آمیز شکست بھارت کا مقدر بنی تو اس جنگ میں جہاں پاکستانی مسلح افواج کے محیر العقول بہادری کے معجزہ نما واقعات کا ذکر تاریخ کا حصہ ہے۔ اسی طرح یہ بات بھی کسی شک وشبے کے بغیر کہی جا سکتی ہے کہ چین نے اس جنگ میں ساری دنیا خصوصاً روس اور امریکہ کی دشمنی مول لے کر پاکستان کی حمایت کی اور اپنی مسلح افواج کا نیفا پر اجتماع کر کے بھارتی افواج کی توجہ کو تقسیم کر دیا۔ جس کے بعد سے ''پاک چین دوستی'' کا نعرہ حقیقت کا روپ دھار چکا ہے۔

71ء کی جنگ میں چین نے پاکستان کی مدد اس انداز میں نہ کی جس کی اس سے توقع کی جا رہی تھی۔ اس کی وجہ آخر کیا تھی؟ ہمارے اس عظیم دوست کی خاموشی کا کیا مطلب لیا جاتا۔ اس سوال کا جواب ممتاز دانشور اور پاک چین دوستی کی انجمن کے بانی جناب ممتاز احمد خان نے دیا تھا۔ ان کی زبانی اس اہم سوال کا جواب خود ہمارے لئے کئی سوالیہ نشان چھوڑ گیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

چین نے پاکستان کی امداد کیوں نہیں کی یہ ایک ایسا سوال ہے جس کا جواب دینے سے پہلے مجھے پاک چین دوستی کا پس منظر پیش کرنا ہو گا۔

پاکستان اور چین کے مابین تعلقات پہلی بار سرکاری سطح پر ایوب خان کے زمانے میں بنے۔ نہ بانی طور پر ایوب خان چین کے حامی نہ تھے لیکن 1962ء میں چین اور بھارت کی جنگ ہوئی اور امریکہ نے بھارت کی اسلحے سے بے انتہا مدد کی تو ایوب خان نے شدید اعتراض کیا اس پر امریکی صدر کینیڈی نے جواب دیا کہ یہ اسلحہ آپ کے خلاف استعمال نہ ہو گا بلکہ چین کے خلاف استعمال ہو گا لیکن پاکستان میں ہر شخص بخوبی سمجھ سکتا تھا کہ بھارت اتنا بھاری اسلحہ چین کے ساتھ سرحدی جھڑپوں اور دشوار گزار پہاڑی راستوں میں نہیں پاکستان کے خلاف کھلے میدان جنگ میں استعمال کرے گا۔ چنانچہ ان حالات میں جبکہ بھارت اور چین کے مابین تنازعہ اپنے عروج پر تھا اور امریکہ جو اب تک پاکستان دوستی کا دم بھرتا تھا بھارت کو اسلحہ دے رہا تھا' پاکستان کا چین کی

www.bhutto.org

طرف جھکاؤ فطری تھا۔ چنانچہ پاکستان کی خارجہ پالیسی میں ایک نمایاں تبدیلی آئی اور ایوب خان نے سرکاری سطح پر چین کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا۔ چین نے آگے بڑھ کر خیر مقدم کیا۔ اس سے پہلے بھی پاکستان کے ساتھ چین کا کوئی سرحدی تنازعہ نہ تھا اور چین سے تعلقات کبھی کشیدہ نہ ہوئے تھے۔ لہٰذا یہ دوستی جلد ہی مستحکم ہوگئی۔ چین کے ساتھ پاکستان نے دوستی رکھی اور حقیقت یہ ہے کہ اندرون ملک ایوب خان کی پالیسیوں کے بارے کسی کو اتفاق ہو یا نہ ہو پاک چین دوستی کے سلسلے میں وہ آخر تک مخلص اور ثابت قدم رہے اور چینی بھی ان کا احترام کرتے رہے۔

یہی وجہ ہے کہ جب 1968 میں ایوب خان کے خلاف تحریک کا آغاز ہوا تو چینی حلقوں میں سخت اضطراب پھیل گیا۔ اس اضطراب کی دو وجوہ تھیں۔ ایک تو یہ کہ انہیں اس بارے میں شک تھا کہ یہ تحریک پاک چین دوستی کے خلاف ایوب خان کو گرانے کے لئے تو نہیں اٹھی اور امریکہ اس کی حمایت تو نہیں کررہا۔ دوسرے اسے یہ خوف تھا کہ پاکستان جوان کا ایک دوست اور پڑوسی ملک ہے وہاں ایوب خان کے بعد کوئی ایسا حکمران نہ آجائے جو سرکاری سطح پر پاک چین دوستی کا مخالف ہو اور ان تعلقات کا جو دونوں ملکوں کے مابین قائم ہوئے تھے' نقصان پہنچے۔ اس اندیشے کے پیش نظر چین کے پریس اور ریڈیو نے ایوب خان کے خلاف جو تحریک چلی اس کو مکمل طور پر دبایا اور اس سلسلے میں کوئی رائے زنی تک نہیں کی۔ اس کے برعکس 23/ مارچ 1969ء کو یعنی ایوب خان کی استعفیٰ سے صرف دو روز قبل چو این لائی نے ایک استقبالیہ دعوت میں تقریر کرتے ہوئے پاکستانی صدر ایوب کی بہت تعریف کی اور یوں بالواسطہ اس تحریک کے بارے میں جو ایوب خان کے خلاف چل رہی تھی چین کی پالیسی واضح کردی لیکن پاکستان میں حالات مختلف تھے۔ 25/ مارچ 1969ء کو ایوب خان نے استعفیٰ دیا اور یحییٰ خان نے حکومت سنبھالی۔ چین خاموش رہا اور انتظار کرتا رہا کہ پاکستان کا نیا صدر چین کے بارے میں کیا طرز عمل اختیار کرتا ہے لیکن یحییٰ خان نے بھی چین سے دوستی کی ضرورت کا احساس کرتے ہوئے ستمبر 1969ء میں ایئر مارشل نور خان کو چین بھیجا۔ چینیوں نے نور خان کا شایان شان استقبال کیا اور نور خان کی اس ملاقات کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا کہ پاکستان چین دوستی کے بارے میں اپنے سابقہ موقف پر قائم ہے۔

اس دورے سے صرف ایک ماہ بعد اکتوبر 1969ء کو میں چین گیا تو نہ صرف مجھے ان سارے حالات کا اور چینیوں کی سوچ کا علم ہوا بلکہ پاکستانی سفیر مسٹر کے ایم قیصر نے ایوب خان

www.bhutto.org

کے بارے میں چینیوں کی تشویش کا مجھ سے تفصیل کے ساتھ ذکر کیا۔

1970ء میں عام انتخابات سے قبل یحییٰ خان چین گئے۔ اس وقت تک مشرقی پاکستان میں عوامی لیگ اپنے چھ نکات کے ساتھ انتخابی مہم کا آغاز کر چکی تھی۔ ڈھاکہ میں چینی کونسلیٹ جنرل کا دفتر موجود تھا اور چین کو اس امر پر تشویش تھی کہ پاکستان میں ملکی اتحاد تیزی سے ختم ہو رہا ہے۔ میری معلومات کے مطابق اس ملاقات میں بھی چو این لائی نے صدر پاکستان یحییٰ خان سے مشرقی پاکستان کی صورتحال پر تفصیل سے بات کی اور یہ کہا کہ مشرقی پاکستان میں ایک سازش ہو رہی ہے اور سیاسی اور معاشی مسائل کو بنیاد بنا کر علیحدگی کے لئے راستہ ہموار کیا جا رہا ہے۔ اسے سیاسی اور اقتصادی طور پر حل کرنا چاہئے۔

اس موقع پر چو این لائی نے پاکستانی صدر کو چین میں قومیتوں کے بارے میں بھی تفصیلات بیان کیں۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے ہاں چین میں بھی یہ مسئلہ درپیش تھا۔ تبت کے لوگ بدھ تھے۔ تبتی بولتے تھے، سنکیانگ میں زیادہ آبادی مسلمانوں کی تھی، یہ لوگ سنکیانگ کی زبان بولتے تھے، آزاد منگولستان میں منگول نسل اور منگولی زبان تھی۔ ان سب علاقوں کو ہم نے چین کے اندر رکھ کر جہاں تک ممکن ہو سکتا تھا، خود مختاری دی ہے، تاکہ ان کی ثقافت محفوظ رہے اور اقتصادی مسائل کی طرف بھی بطور خاص توجہ دی ہے کہ انہیں احساس محرومی نہ ہو۔ پس آپ پاکستان کے ایک دوست کی حیثیت سے ہمارا یہ مشورہ قبول کریں کہ مشرقی پاکستان کے ساتھ بھی ایسا ہی طرز عمل اختیار کریں کہ جس سے انہیں زیادہ سے زیادہ خود مختاری ایک پاکستان کی شرط پر مل جائے اور آپ کا ملک اندرونی طور پر متحدہ رہ سکے۔

اس ملاقات میں چو این لائی نے واضح طور پر تین خطرات کی نشاندہی کی تھی:

1۔ آپ کا اصل دشمن بنگالی نہیں بھارت ہے۔ لہٰذا بنگالی پاکستانیوں کو ایسا موقع نہ دیں کہ بھارت انہیں آپ کے خلاف استعمال کر سکے۔

2۔ بھارت سے کنفرنٹیشن کی شکل میں آپ کو پرانے طریقوں سے فوج رکھ کر کامیابی نہیں ہو سکتی۔ آپ اپنی قوم کو فوجی تربیت نہ دیں تاکہ الجزائر اور ویت نام کی طرح اٹھارہ سال سے اوپر ہر شخص فوراً فوجی بن کر ملک کا دفاع کر سکے۔ انہوں نے کہا تھا کہ پاکستان اگر لازمی فوجی تربیت رائج کرے تو ہر گھر مورچہ بن سکتا ہے۔ اس سلسلے میں بھرپور دفاعی

www.bhutto.org

امداد وہ دیں گے۔

3۔ بھارت سے کنفرنٹیشن کی وجہ سے پاکستان کو اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کی بہت ضرورت ہے۔ غیر ملکی قرضوں پر چلنے والے کارخانے' صنعتیں اور ترقیاتی پروگرام آپ کے ملک کو کسی بھی وقت غیر کے آگے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر سکتے ہیں۔ کیونکہ امداد خواہ کتنی ہی غیر مشروط ہو' بالآخر دباؤ اپنے ساتھ لاتی ہے۔ لہٰذا آپ اپنی سارے وسائل مجتمع کر کے اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کی کوشش کریں اور سا کے لئے جو قربانی بھی دینا پڑے اسے ہنسی خوشی دیں' لیکن یحیٰی خان نے چینی دوستوں کے مشورے کو نہ مانا اور یہ کہا کہ صورتحال ہمارے کنٹرول میں ہے۔

انتخابات کے نتائج میں شیخ مجیب الرحمٰن اتنی بھاری اکثریت سے منتخب ہوئے اور یحیٰی خان اور بھٹو صاحب سے مذاکرات کے نتیجے میں یحیٰی خان کی طرف سے اقتدار منتقل کرنے میں پس و پیش اور بعدازاں عوامی لیگ پر پابندی اور شیخ مجیب کی گرفتاری اور بعدازاں مشرقی پاکستان سے اٹھنے والی تحریک کو چینیوں نے تشویش کی نظر سے دیکھا۔ مشرقی پاکستان میں یحیٰی خان حکومت کے خلاف اٹھنے والی تحریک کے بارے میں چین کا موقف یہ تھا کہ یہ آزادی کی تحریک نہیں بلکہ علیحدگی کی تحریک ہے اور اس بارے میں روس نواز سوشلسٹ چین کو موردالزام بھی ٹھہراتے ہیں۔ لیکن چین کے دلائل بہت مضبوط ہیں۔ مجیب کے ساتھیوں کی تحریک کو اس لئے قومی آزادی کی جنگ قرار نہیں دیا جاسکتا کہ مجیب امریکہ اور بھارت کا ایجنٹ تھا اور انہی دو طاقتوں کی شہ پر علیحدگی چاہتا تھا۔ اگر کوئی بیرونی طاقت مجیب کی حمایت نہ کرتی اور یہ تحریک خالصتاً اندرونی معاملہ ہوتی تو چین اس میں کبھی واضح طور پر دخل نہ دیتا لیکن یہ اندرونی معاملہ نہیں رہا تھا کہ دو سامراجی ملک اس سلسلے میں پاکستان کے ایک حصے کو دوسرے حصے سے الگ کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔

1954ء میں بنڈونگ کانفرنس کے بعد سے چین نے اپنے لئے جو خارجہ پالیسی اختیار کی اس کی دو واضح شکلیں ہیں۔ کمیونسٹ ممالک کے سلسلے میں وہ اس پالیسی پر عمل کرتا ہے کہ ان کے داخلی معاملات میں کڑی تنقید کرے اور جو عمل اسے سوشلزم کے خلاف نظر آتا ہے اس کا پوسٹ مارٹم کرے لیکن غیر کمیونسٹ ممالک کے بارے میں یہ پالیسی ہے کہ ان کے اندرونی معاملات میں کبھی دخل نہ دے اور اگر انہیں کسی مشکل میں دیکھے تو مکمل اور بھرپور حمایت کرے اور مخلصانہ مشورہ

www.bhutto.org

دے۔ جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے چین نے یحییٰ خان کی حکومت کی مشرقی پاکستان میں جنگ شروع ہونے پر اپریل سے نومبر تک بھرپور حمایت کی۔ پیکنگ ریویو، پیپلز ڈیلی، ریڈیو کے ذریعے اور ہر مناسب وموزوں موقع پر سفارتی تقاریب میں اس نے پاکستان کے موقف کو درست قرار دیا۔

9/اگست 1971ء کو روس اور بھارت میں فوجی معاہدہ ہوا تو چین نے اس پر سخت نکتہ چینی کی اور اسے پاکستان کی سالمیت کے خلاف ایک سازش قرار دیا۔ آپ کو یاد ہوگا کہ اس معاہدے پر پاکستان میں بھی شدید ردعمل ہوا تھا اور عوام کے اندر از خود یہ خواہش پیدا ہونے لگی تھی کہ ان دو بڑی سامراجی طاقتوں کے مقابلے میں ہمیں بھی چین سے معاہدہ کر لینا چاہئے تاکہ برصغیر میں طاقت کا توازن بگڑنے نہ پائے۔ چنانچہ یحییٰ خان نے اعلیٰ اختیارات کا ایک وفد تشکیل دیا اور جناب ذوالفقار علی بھٹو کو (جن کے بارے میں یہ تاثر لیا جاتا تھا کہ وہ سوشلزم کے نام پر عوام میں آئے اور ووٹ لئے اور ان کی چین کے ساتھ نظریاتی وابستگی ہوگی) اس وفد کی سربراہی سونپ دی گئی۔

بھٹو صاحب اس وفد کے ساتھ چین پہنچے اور وہاں سے لوٹے تو ملک بھر میں پیپلز پارٹی کی طرف سے ان کا یوں خیر مقدم کیا گیا جیسے وہ اس دوسرے میں سب کچھ لوٹ کر لئے آئے ہیں۔ چین کی اس یقین دہانی کو جو وہ پہلے بھی کئی بار دے چکا تھا کہ ہر مشکل وقت میں ہم آپ کا ساتھ دیں گے، اس طرح بڑھا چڑھا کر پیش کیا گیا جیسے فوجی معاہدے کی اس خواہش کو جو پاکستانی عوام کے ذہنوں میں تھی، پورا کر دیا گیا ہے۔ ''اور بھارت سے جنگ ہوئی تو پھر ہوگا دما دم مست قلندر'' یہ مشہور جملہ بھٹو صاحب نے اس دورہ سے واپسی پر ہی کہا تھا۔

میں اپنی معلومات کی بنیاد پر جو کچھ کہہ سکتا ہوں وہ محض یہ ہے (اور اکثر عمائدین اس کی تصدیق کر چکے ہیں) کہ چین نے اس دورے میں بھی پاکستانی وفد کو یہ مشورہ دیا تھا کہ:

1۔ مشرقی پاکستان کا مسئلہ ایک سیاسی اقتصادی مسئلہ ہے۔ اس مسئلے کو سیاسی اور اقتصادی طور پر حل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے تھی اور بھارت کو موقع نہیں دینا چاہئے تھا کہ وہ براہ راست مداخلت کرنے کی پوزیشن لے۔ آپ کا دشمن بنگالی نہیں بلکہ بھارتی ہندو ہے لہٰذا بنگالی سے سیاسی اور اقتصادی سمجھوتہ کر لینا چاہئے۔

2۔ اگر بھارت سے جنگ کے بغیر چارہ نہ تھا تو سردیاں شروع ہونے سے پہلے ہی آگے

www.bhutto.org

بڑھ کران کی زمین پر انہیں شکست دینی چاہئے تھی۔

3۔ سردیاں شروع ہوگئی ہیں' اس لئے فی الحال بڑی جنگ کا آغاز نہ کریں کیونکہ ہم آپ کی کسی قسم کی مدد نہ کرسکیں گے۔ سردیوں میں پہاڑوں پر سخت قسم کی برف باری ہوتی ہے اور تمام راستے بند ہو جاتے ہیں حتیٰ کہ جو سرحدی دستے متعین ہوتے ہیں ان کے لئے بھی زندگی کا سلسلہ برقرار رکھنا بہت مشکل ہو جاتا ہے اور پہاڑی راستوں میں گلہری تک نہیں چل سکتی۔ اس حالت میں چینی فوج بھارت کی سرحد تک محض دباؤ ڈالنے کے لئے بھی نہ پہنچ سکے گی' براہ راست مداخلت تو بہت دور کی بات ہے۔ لہٰذا پاکستان کو چاہئے کہ سردیوں کا سارا موسم اپنے مورچوں میں گزارے اور مدافعانہ جنگ لڑے اور جب گرمیاں شروع ہوں اور برف پگھل جائے تو وہ جارحانہ جنگ کا آغاز کرسکتا ہے کیونکہ اس وقت تک پہاڑی راستے کھل جانے کے سبب چین کی فوجیں سرحد پر آسکیں گی۔

سردیوں کے موسم میں مدافعانہ جنگ کے لئے پاکستان کو خوراک اور اسلحے کے ذخائر کی ضرورت تھی جو چین سے مشرقی پاکستان میں سردیاں شروع ہونے سے پہلے اور بھارت اور روس کی طرف سے بحری ناکہ بندی سے قبل پہنچا دیئے گئے۔ چنانچہ ڈبوں میں بند خوراک اور خود کار اسلحہ اس قدر مشرقی پاکستان میں موجود تھا کہ پاکستانی فوج ایک طویل مدت تک مقابلہ کرسکتی تھی اور مدافعانہ جنگ کی شکل میں اپنی پوزیشن مضبوط کر کے کئی ماہ تو ایک طرف رہے' کئی سال تک مار نہ کھا سکتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ڈھاکہ میں پاکستانی فوجوں کا ہتھیار ڈالنا ایک ایسا فعل تھا جس پر غیر ملکیوں میں سے چینیوں کو سب سے زیادہ حیرت ہوئی۔ ان کا کہنا ہے کہ ہم سوچ بھی نہ سکتے تھے کہ ایسا ہوگا' بالخصوص اس شکل میں کہ جنگ مشرقی پاکستان میں بھی کوئی خاص نہیں ہوئی اور شہیدوں کی تعداد اور نقصان اتنا معمولی تھا کہ ہتھیار ڈالنے کی تک سمجھ میں نہیں آتی۔

اس وضاحت کے بعد کہ سردیوں میں جنگ نہ کی جائے کیونکہ چین اپنی فوجیں بھارت کی سرحدوں پر نہیں لا سکے گا' چین نے سفارتی محاذ پر پاکستان کے موقف کی حمایت جاری رکھی۔ چنانچہ نومبر اور دسمبر 1971ء میں بھی پیکنگ میں دو ایسی تقاریب ہوئیں جن سے چو این لائی نے خطاب کرتے ہوئے پاکستان کے موقف کی تائید اور بھارت اور روس کی ایسی مذمت کی کہ ان

دونوں ملکوں کے سفیروں کو واک آؤٹ کرنا پڑا۔

میں سمجھتا ہوں کہ چین نے پاکستان کی دوستی کے لئے اور جس بات کو وہ حق سمجھتا تھا اس کا ساتھ دینے کے لئے ایک اور قربانی بھی دی۔ مشرقی پاکستان میں چین نواز سوشلسٹوں کی طاقت کافی مضبوط تھی، لیکن بنگلہ نیشلزم کے سوال پر وہ شیخ مجیب کے ہم نوا بن گئے تھے، چین چاہتا تو پاکستان چاہتا تو پاکستان کی دوستی کو نظر انداز کر کے وہاں ان سوشلسٹوں کی مدد کر سکتا تھا اور اسی ''بہتی گنگا'' سے جس میں ہاتھ دھونے کے لئے روس بھارت اور امریکہ تک بے چین تھے، سب سے زیادہ فائدہ اٹھا سکتا تھا لیکن اس بارے میں چین نے بھاشانی سے طہٰ تک کسی کی تائید نہیں کی اور اسلام آباد حکومت کی کوششیں قابل قدر اور جائز لیکن بھارت امریکہ اور روس کی مدد سے علیحدگی کی کوششیں ایک ملک کے خلاف بغاوت اور اس اعتبار سے شدید طور پر قابل مذمت ہیں اگر چین توسیع پسند ہوتا تو وہ آسانی سے مشرقی پاکستان پر اپنا تسلط جما سکتا اس کا اندازہ کرنا کچھ زیادہ مشکل نہیں۔

چین پر ایک الزام بالخصوص روز نواس حلقوں کی طرف سے یہ لگایا جاتا ہے کہ پولینڈ کی قرارداد پر ویٹو کر کے جس میں جنگ بندی پر زور دیا گیا تھا اور فوجیں جہاں ہیں وہیں روک دینے اور سیاسی حل تلاش کرنے کا مشورہ دیا گیا تھا، چین نے ایک طرح سے پاکستان کو نقصان پہنچایا ہے۔ بظاہر اس اعتراض میں خاصا وزن ہے کیونکہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اگر پاکستان کی حالت اتنی ہی خراب تھی اور مشرقی پاکستان میں پاکستانی فوج کے جرنیل ہتھیار ڈالنے کی کوشش کر رہے تھے تو غیر مشروط ہتھیار ڈالنے سے کہیں بہتر یہ تھا کہ پاکستان پولینڈ کی قرارداد تسلیم کر لیتا اور چین اس پر ویٹو نہ کرتا۔ اس قرارداد کے تحت جنگ بھی بند ہو جاتی اور بعد ازاں سیاسی حل کے لئے مذاکرات بھی ہوتے۔ اس طرح پاکستان اس شرمناک شکست سے بچ سکتا تھا جس سے ہم آج دو چار ہیں۔

میں اصولی طور پر اعتراض سے متفق ہوں کہ اگر چین ویٹو نہ کرتا اور پاکستان پولینڈ کی قرارداد کو قبول کر لیتا تو جنگ بھی بند ہو جاتی اور ہم شکست کے داغ سے بھی بچ جاتے اور سیاسی مذاکرات کا آغاز بھی ہو جاتا، لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا چین نے ویٹو کا استعمال محض اپنی مرضی سے کیا تھا اور اس میں پاکستانی حکومت کی مرضی شامل نہیں تھی اور یہ کیسے ممکن ہے کہ حکومت

www.bhutto.org

پاکستان چین کو ویٹو نہ کرنے کا کہتی اور چین ویٹو کر دیتا۔

اس سلسلے میں سب سے بہتر روشنی اس وقت کے نامزد وزیر خارجہ نائب وزیر اعظم ہم اور پاکستان پیپلز پارٹی کے چیئر مین مسٹر بھٹو ڈال سکتے ہیں' وہ اس وفد کی سربراہی کر رہے تھے جو سلامتی کونسل میں پاکستان کی طرف سے بھیجا گیا۔

اصولی طور پر چین جو کچھ بھی کر رہا تھا' اسلام آباد کے مشورے اور اقوام متحدہ میں پاکستان ہائی کمیشن کے مشورے سے کر رہا تھا' اگر پاکستان ہائی کمیشن اور اسلام آباد حکومت چین کو اعتماد میں لے کر یہ بتا دیتی کہ مشرقی پاکستان میں فوجیں مشکل میں ہیں یا وہ مزید جنگ کرنا نہیں چاہتیں یا ہم مزید جنگ کرنا نہیں چاہتے اور چین کو چاہئے کہ پولینڈ کی قرارداد منظور ہو لینے دے تو یقیناً چین کو ویٹو استعمال کرنے کا شوق نہ تھا۔

میں سمجھتا ہوں کہ اصل سازش اس وقت ہوئی کہ پاکستان کی عزت بھی بحال ہو سکتی تھی اور دنیا بھر میں سرخرو بھی ہوا جا سکتا تھا کہ اگر ہم کسی وجہ سے جنگ بندی کرنا ہی چاہتے تھے تو پولینڈ کی قرارداد پر چین سے ویٹو نہ کراتے لیکن چین کو آخر وقت تک یہ تاثر دیا جاتا رہا ہے کہ ہم ہرگز اپنے ذاتی معاملات میں مداخلت برداشت نہیں کریں گے اور روس جس ''سیاسی حل'' پر زور دے رہا ہے اسے نہیں مانیں گے اور ہتھیار ڈال دیئے گئے۔ جبکہ کوئی ایسا بڑا معرکہ یا جنگ بھی نہیں ہوئی جس میں زیادہ جانی نقصان ہوا ہو۔ چنانچہ اس سلسلے میں چین کو مورد الزام ٹھہرانا محض بچپنا ہوگا۔ ہمیں خود یہ معلوم کرنا چاہئے کہ اس سازش میں کون کون افراد شریک تھے۔ اسلام آباد میں یحییٰ خان اور دفتر خارجہ کے ذمہ دار لوگ' سلامتی کونسل میں پاکستان ہائی کمیشن کے آغا شاہی اور پاکستانی وفد کے سربراہ مسٹر بھٹو ڈھاکہ میں جنرل نیازی اور راؤ فرمان علی اس مسئلے پر روشنی ڈال سکتے ہیں کہ یہ کیا گھپلا تھا۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ اب تک اس موضوع پر کوئی زبان نہیں کھولتا۔

چین نے پاکستان سے فوجی معاہدہ کیوں نہیں کیا۔ یہ ایک اہم سوال ہے اور نازک بھی۔ میری معلومات کے مطابق پاکستان نے کبھی فوجی معاہدے کے لئے خواہش ظاہر نہیں کی اور اس کا ثبوت مجھے یحییٰ خان کے دور میں بھٹو صاحب کی سربراہی میں چین جانے والے وفد کی واپسی پر بھی ملا' جب میں اس وفد میں شامل دو اعلیٰ افسروں سے بات کر رہا تھا۔ ان میں سے ایک نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا ''چین تو ہماری توقعات سے بہت آگے جا کر مدد کرنا چاہتا تھا مگر پس و پیش ہماری

www.bhutto.org

طرف سے تھی۔''

جہاں تک فوجی معاہدے کا تعلق ہے اس کی کچھ شرائط ہوتی ہیں۔ ایک ابھرتی ہوئی طاقت کسی بھی ملک سے فوجی معاہدہ کرے گی تو اسے یقیناً سامان تعیشات کو ختم کرنے سادگی اختیار کرنے' عوام کو فوجی تربیت دینے اور غیر ملکی امداد کے سہارے جینے کے بجائے اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کی نصیحت کرے گی۔ اب یہ سوچنا ہمارا کام ہے کہ آیا ہم ان شرائط کو پورا کر سکیں گے یا نہیں۔ رہی یہ بات کہ چینی فوجیں آ کر ہمارے لئے لڑتیں تو اس کے بھی کچھ قواعد وضوابط ہوتے ہیں اور مشترکہ کمان کے لئے باقاعدہ اصول طے کئے جاتے ہیں۔ چین تو شاید اس بات کے لئے بھی تیار ہو جاتا لیکن خود ہمارے ہاں سے لوگ اس کے لئے تیار نہ تھے اور نہ مشترکہ کمان کی شرائط کو پورا کرنے کی ہامی بھر سکتے تھے۔ لہٰذا مجموعی طور پر چین کو اس سلسلے میں موردالزام ٹھہرانا کسی صورت مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ خاص طور پر اس صورت میں کہ ہمارے فیصلے درست نہ ہوں اور ہم دوسروں کو الزام دیتے پھریں۔

☆☆☆☆☆

www.bhutto.org

www.bhutto.org

ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن کورٹ ڈھاکہ سے شیخ مجیب الرحمٰن کے قتل کے جرم میں سزائے موت پانے والے لیفٹیننٹ کرنل (ر) محی الدین احمد اور لیفٹیننٹ کرنل (ر) شہریار رشید خان

www.bhutto.org

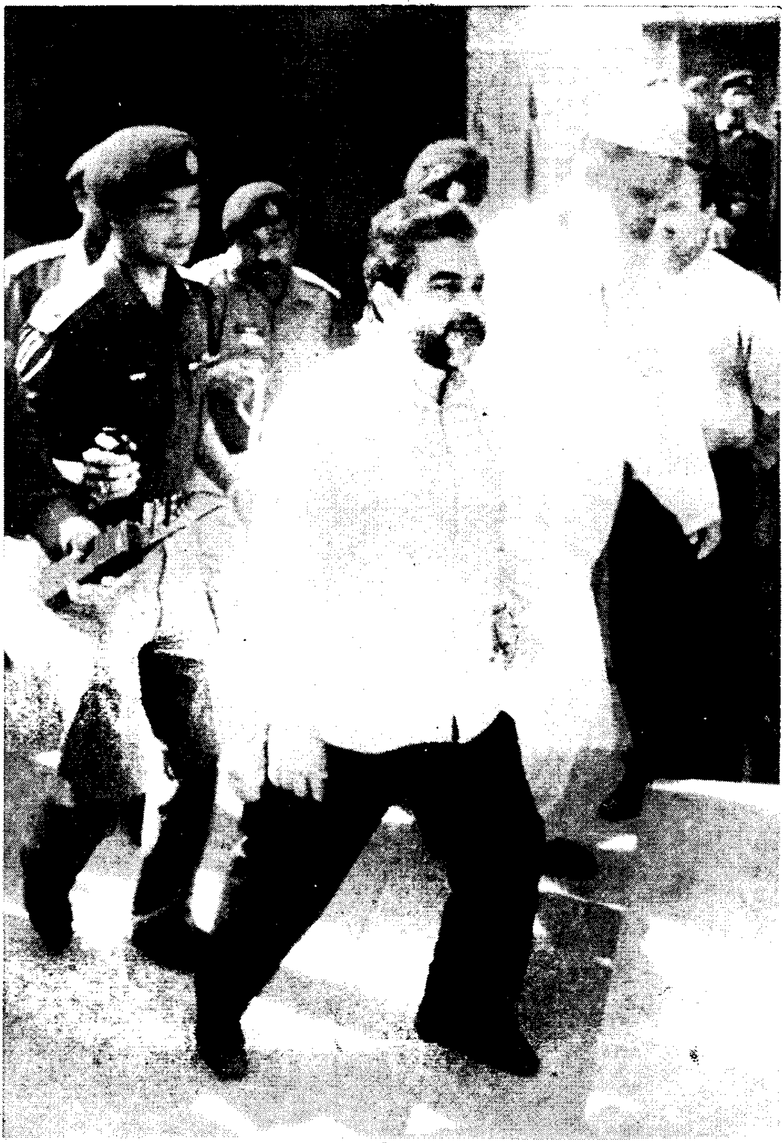

لیفٹیننٹ کرنل (ر) سید فاروق رحمٰن جنہیں قتل کا ذمہ دار قرار دیا گیا اور لیفٹیننٹ کرنل (ر) عبدالوہاب جواردد جو قتل کے الزام سے بری قرار پائے۔

www.bhutto.org

شیخ مجیب الرحمٰن کابینہ کے وزیر مملکت برائے اطلاعات طاہرالدین ٹھاکر جنہیں شیخ مجیب قتل سازش میں گرفتار کیا گیالیکن عدالت نے رہا کر دیا شیخ مجیب الرحمٰن قتل کیس کی کارروائی ان کے قتل سے 22 سال بعد شروع ہوئی تھی۔

www.bhutto.org

شیخ مجیب الرحمٰن کی موت کے بعد اب تک بنگلہ دیش میں برسر اقتدار آنے والے چھ حکمران پہلی قطار سے بائیں ہاتھ سے خوندکر مشتاق احمد، جنرل ضیاء الرحمٰن، جسٹس عبدالستار، نچلی قطار میں جنرل ایچ ایم ارشاد، بیگم خالدہ ضیاء، شیخ حسینہ مجیب الرحمٰن، تصویر میں جسٹس اے۔ایم، صائم موجود نہیں جنہوں نے مشتاق احمد سے بطور صدر چارج سنبھالا تھا۔

www.bhutto.org

16 دسمبر 1971ء کی شام غریباں لیفٹیننٹ جنرل (تب) اے۔اے۔ کے۔ نیازی چیف آف پاکستان ایسٹرن کمانڈ اور لیفٹیننٹ جنرل جے۔ ایس۔ اروڑہ انڈین آرمی اس شرمناک دستاویز پر دستخط کر رہے ہیں جس کی رو سے پاکستانی افواج نے مشرقی پاکستان میں بھارتی فوج کے سامنے غیر مشروط ہتھیار ڈالے۔

www.bhutto.org

677دھان منڈی پر شیخ مجیب الرحمٰن کی رہائش گاہ جہاں انہیں خاندان کے دیگر افراد سمیت باغیوں نے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

www.bhutto.org

شیخ مجیب الرحمٰن کے ساتھ باغیوں کے ہاتھوں قتل ہونے والے اوپر بائیں سے مسز فضیلت النساء مجیب، بڑا بیٹا شیخ کمال، مسز سلطانہ کمال، دوسری قطار میں مجیب الرحمٰن کا دوسرا بیٹا شیخ جمال، مسز پروین جمال روشی، اور مجیب الرحمٰن کا چھوٹا بھائی عبدالنصیر۔

www.bhutto.org

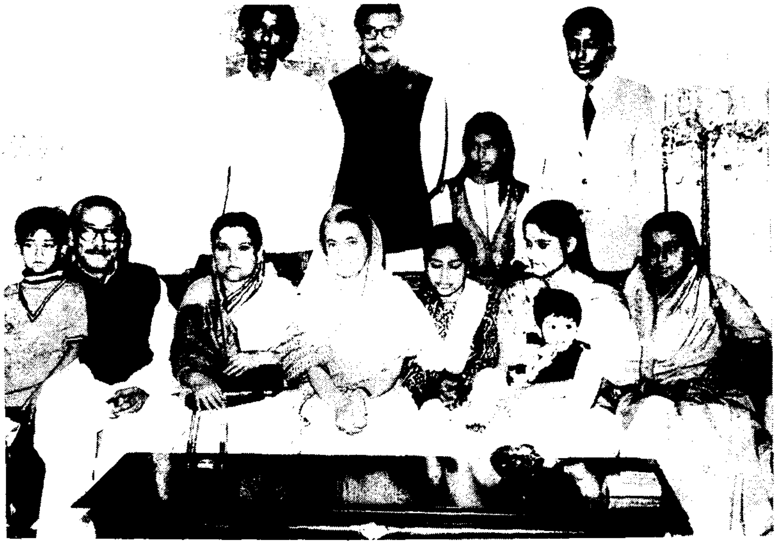

مارچ 1972ء بھارتی وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی اور شیخ مجیب الرحمٰن کے اہل خانہ

www.bhutto.org

THE following are the excerpts of the Hamoodur Rahman Commission Report, published in the latest issue of weekly magazine *India Today*:

THIS commission of Inquiry was appointed by the President of Pakistan in December, 1971 to inquire into and find out "the circumstances in which the Commander, Eastern command, surrendered and the members of the Armed Forces of Pakistan under his command laid down their arms and a ceasefire was ordered along the borders of West Pakistan and India and along the ceasefire line in the State of Jammu and Kashmir." After having examined 213 witnesses the Commission submitted its report in July 1972.

2. Before we submitted that report of necessity we did not have the evidence of most of the persons taken as prisoners of war, including the major personalities, who played a part in the final events culminating in the surrender in East Pakistan with the exception only of Major General Rahim. Although we did our best to reconstruct the East Pakistan story with the help of such material, as was then available, inevitably our conclusions had to be of a tentative character. We also felt that since we had found reasons adversely to comment upon the performance of some of the major figures involved it would have been unfair to pass any final judgment upon them without giving them an opportunity of explaining their own view point. For this reason we said that "our observations and conclusions regarding the surrender in East Pakistan and other allied matters should be regarded as provisional and subject to modification in the light of the evidence of the Commander, Eastern Command, and his senior officers as and when such evidence becomes available." (Page 242 of the Main Report).

Commission Reactivated

3. Accordingly, after the prisoners of war and the civil personnel who had also been interned with the military personnel in India returned to Pakistan, the Federal government issued a notification directing "that the Commission shall start inquiry at a place and on a date to be fixed by it and complete the inquiry and submit its report to the President of Pakistan, with its findings as to the matters aforesaid, within a period of two months commencing from the date the commission starts functioning." A copy of this notification is annexed as Annexure A to this Chapter. Lt. Gen.(Retd.) Altaf Qadir, who had also previously acted as Military Adviser to the Commission, was re-appointed as such as also was Mr. M.A Latif as Secretary to the Commission. At the request of the commission the government also appointed Col. M.A Hassan as Legal Advisor.

4. The commission issued a Press Release on the 1st June, 1974 offering an opportunity to the prisoners of War and others repatriated from East Pakistan to furnish such information as might be within their knowledge and relevant to the purposes of the Commission. A copy of this Press Release is in Annexure B to this Chapter.

Proceedings

5. Commission held an informal meeting at Lahore on the 3rd June, 1974 to consider various preliminary matters and then decided to resume proceedings at Abbottabad from the 16th July, 1974. In the meantime a number of questionnaires were issued to various persons, including those who were at the helm of affairs in East Pakistan, at the relevant time and others whom we considered likely to have relevant knowledge. Statements were also sent from members of armed forces, civil services and the police services involved and we then proceeded after scrutiny of these statements to summon the witnesses.

We recorded evidence of as many as 72 persons and these included particularly Lt. Gen. A.A.K. Niazi, Commander Eastern Command, Major Generals Farman Ali, Jamshed ad the generals who held during the relevant time commands of divisions, Rear Admiral Sharif, who was the senior most Naval Officer, Air Commodore Inam the senior most Air Officer, and civilian personnel, including the then Chief Secretary Mr. Muzaffar Hussain and the Inspector General of Police Mr. Mahmood Ali Chaudhry. Besides, Maj. Gen. Rahim was reexamined. The only exception which was unavoidable was that Dr. Malik who till very nearly the end was the Governor of East Pakistan, but in his case also we had firsthand evidence of every important event and we, therefore, now feel ourselves competent to submit our final conclusions.

6. After the examination of evidence the Commission, finding itself unable to submit its report for a number of reasons by

www.bhutto.org

the 15th of September 1974, asked for time which was extended till the 15th of November 1974 and again till the 30th November 1974. At the conclusion of the recording of evidence on the 5th September 1974 we had to disperse principally because two of us were required to attend the special session of the Supreme Court at Karachi from the 9th to the 21st September, 1974 and the President had also to proceeded to Geneva to attend an International Conference. We, therefore, reassembled on the 23rd of October, 1974 at Abbottabad to prepare this Supplement to our main report.

Scheme of the suppl report

7. In general although we have examined a considerable volume of fresh evidence we have found no reason whatever to modify the conclusions that we reached and stated in the Main Report; if anything by reasons of more detailed information we are confirmed in those conclusions. We, therefore, propose to avoid a repetition of what we stated in the Main Report except to some slight degree necessary for restating briefly some of the conclusions with which we are principally concerned in this supplement.

There are also some matters upon which our information was then scanty if not negligible and, these we, therefore, propose to deal with in some detail. We do, however, propose to write this, supplement, following the same pattern as far as is practicable, as we did in the main report. In Part II of that report we dealt with the political background and to this we now intend to add only matters which occurred in 1971, or to be more specific on and after the 25th March, 1971. We have nothing to add to Part III of the Main Report dealing with International Relations. As to Part IV we propose to say nothing in regard to the military aspect in so far as it concerned West Pakistan except to a limited extent as to its repercussions in East Pakistan and as to some controversy that has been raised before us as to the wisdom of opening the Western Front at all.

Of necessity in this part, however, we shall deal in greater detail with the matters dealt with in Chapters II, III, IV, V, VI, VII, VIII and IX of the Main Report in so far as they concern East Pakistan. We then propose to deal with the subject of discipline of the armed forces in East Pakistan which would include the questions of alleged military atrocities in East Pakistan. We shall of necessity, mainly in this part, have to deal with the individual conduct of several persons though aspects of this will emerge from earlier Chapters. We shall then need to discuss some evidence which has come before us suggesting that there were, during the period of captivity in India, concerted efforts on the part of some high officers to present a consistent, if it necessarily accurate, account of what took place. We propose finally to wind up this supplement by making the recommendations.

(Cabinet Division) Rawalpindi, the 25th May, 1974

No. 107/19/74-Min -Whereas the Commission of Inquiry appointed under the late Ministry of Presidential Affairs Notification No. 632 (1)/71, dated the 26th December, 1971, had, in its report of 8th July, 1972, submitted, inter alia, that the Commission's findings with regard to the courses of events in East Pakistan were only tentative and recommended that "as and when the Commander Eastern Command and other senior officers now prisoners of war in India are available, a further Inquiry should be held into the circumstances which led to the surrender in East Pakistan";

AND WHEREAS all the prisoners of war and civil internees have now returned to Pakistan;

AND WHEREAS the Federal Government is of the opinion that it is necessary in the light of the recommendations of the Commission of Inquiry to finalise the said inquiry as to the circumstances which led to the surrender in East Pakistan, after examining any of the said prisoners of war and civil internees whose examination is considered necessary by the Commission;

Now, THEREFORE, in exercise of the powers conferred by sub-section (I) of Section 3 o the Pakistan Commissions of Inquiry Act, 1956 (VI of 1956) the federal government is pleased to direct that the commission shall start inquiry at a place and on a date to be fixed by it and complete the inquiry and submit its report to the President of Pakistan, with its findings as to the matter aforesaid, within a period of two months commencing from the date the Commission starts functioning.

Sd/
VAQAR AHMAD
Cabinet Secretary

www.bhutto.org

Lahore, the 1st June, 1974 press release

The War Inquiry Commission which has been asked by the government of Pakistan to resume its deliberations and submit a final report was appointed by the then President of Pakistan, Mr. Zulfikar Ali Bhutto, on the 26th December, 1971 to enquire into the circumstances in which the Commander, Eastern Command surrendered and the members of the armed forces of Pakistan under his command laid down their arms and a ceasefire was ordered along the borders of West Pakistan and India and along the ceasefire line in the State of Jammu and Kashmir. The Commission is headed by the Chief Justice of Pakistan, Mr. Justice Hamoodur Rahman. The other two members of the Commission are Mr. Justice S. Anwarul Haq, Judge, Supreme Court of Pakistan and Mr. Justice Tufaif Ali Abdur Rahman, Chief Justice of Sid and Baluchistan High Court. Lt. Gen (Rtd) Altaf Qadir and Mr. M.A Latif, Assistant Registrar of the Supreme Court of Pakistan are Military Adviser and Secretary of the Commission, respectively.

The Commission which had started its proceedings in camera in Rawalpindi on the 1st February, 1972 recorded evidence of 213 witnesses. It had submitted its report to the then President of Pakistan on the 12th July, 1972. In the Report the Commission had observed that its findings with regard to the causes of surrender in East Pakistan were only tentative. It, therefore, recommended that as and when the Commander, Eastern Command and other senior officers who were in India at that time were available, a further inquiry should be held into the circumstances which led to the surrender in East Pakistan. Now that all the prisoners of war and civil internees have returned to Pakistan, the Government has asked the Commission to complete this part of its inquiry.

A temporary office of the Commission has been set up for the present in the Supreme Court building at Lahore and the Commission has decided that before commencing its proceeding a place to be announced later on the members of the public civil services and the armed forces who were either prisoners of war in India or were otherwise repatriated from East Pakistan should be given an opportunity to furnish to the commission such relevant information as may be within their knowledge relating to the causes of surrender in East Pakistan. This information should be submitted in writing, preferably 5 copies, as briefly as possible by the 30th June, 1974 at the latest to the Secretary of the Inquiry Commission care of Supreme Court of Pakistan, Lahore. The informant should also state whether he will be willing to appear before the Commission.

All such information and particulars of the persons given the information will be strictly confidential. It may be mentioned that according to a public announcement of the Government of Pakistan published in newspapers on the 11th January, 1972 all proceedings before the Commission would be in camera and the statements made before and addressed to it would be absolutely privileged and would not render a person making any such statement liable to any civil or criminal proceedings except when such statement is false. The Commission is empowered to call before it any citizen of Pakistan to seek information. The Commission can if necessary even issue warrants to secure the attendance of any person unless he is otherwise exempted by law from personal appearance before a Court. The serving personnel of defence services who are willing to give evidence before the Commission should have no apprehension of victimization for assisting the Commission in its task.

The moral aspect: introductory

In Chapter I of Part V of the Main Report, we have dealt at some length with the moral aspect of the causes of our defeat in the 1971 War. This became necessary in view of the vehement assertions made before the Commission by a large number of respectable witnesses drawn from various sections of society, including highly placed and responsible Service Officers, to the effect that due to corruption arising out of the performance of Martial Law duties, lust for wine and women and greed for lands and houses, a large number of senior Army Officers, particularly those occupying the highest positions, had not only lost the will to fight but also the professional competence necessary for taking the vital and critical decisions demanded of them for the successful prosecution of the war. It was asserted by these witnesses that men given to a disreputable way of life could hardly be expected to lead the Pakistan Army to victory.

2. After analysing the evidence brought before the Commission, we came to the conclusion that the process of moral degeneration among the senior ranks of the Armed Forces was set in motion by their involvement in Martial Law duties in 1958, that these tendencies reappeared

www.bhutto.org

and were, in fact, intensified when Martial Law was imposed in the country once again in March 1969 by General Yahya Khan, and that there was indeed substance in the allegations that a considerable number of senior Army Officers had not only indulged in large scale acquisition of lands and houses and other commercial activities, but had also adopted highly immoral and licentious ways of life which seriously affected their professional capabilities and their qualities of leadership.

3. We then offered specific comments on the conduct of certain high officers including the Commander, Eastern Command, Lt. Gen A.A.K. Niazi. However, we observed, in Paragraph 35 of that Chapter, that "as we have not had the opportunity of putting these allegations to Lt. Gen. A.A.K. Niazi any finding in this behalf must await his return from India where he is at present held as a prisoner of war". We have now examined not only Lt. Gen. Niazi but certain other witnesses as well in relation to his personal conduct, and the general allegations made against the Pakistan Army during its operations in the former East Pakistan, and are accordingly in a position to formulate our final conclusions in the matter.

Effect of martial law duties

4. In the situation that developed after the military action of the 25th of March 1971, the civil administration in East Pakistan practically came to a standstill, and the burden of running the Province fell heavily upon the Army Officers. Their involvement in civil administration continued unabated even after the induction of a sizable number of senior civil servants from West Pakistan, including the Chief Secretary, the Inspector General of Police and at least two Division Commissioners.

5. According to the Inspector General of Police, Mr. M.A.K Chaudhry (Witness No. 219), "after the disturbances of March-April 1971, there was a Military Governor with a Major General as his adviser at the head of the civil administration. There was a parallel Martial Law administration at all levels. All wings of administration, relating to law and order were under the control of Martial Law Authorities. A West Pakistan Deputy Inspector General of Police in the field was not permitted by the local Martial Law Authorities to come to the Provincial Headquarters" for a conference with the Inspector General of Police. In the view of Syed Alamdar Raza (Witness No. 226), Commissioner of Dacca Division, "efforts were made to make civilian officers responsible or at least routine matters within the general supervision and control of the Army Officers, but no substantial results could be achieved. Those Bengali Officers who had been restored lacked confidence and were not sure if their loyalties were not suspected. Action was taken against them, even their arrests were ordered without any body knowing about it, including their superiors or the Government of East Pakistan."

6. The Army's involvement in civil administration did not come to an end even with the installation of a civilian governor (viz. Dr. A.M Malik), and the ministers appointed by him. The observations made in this behalf by Maj Gen. Rao Farman Ali (Witness No. 284), who held the appointment of Maj General (Civil Affairs) in the governor's Secretariat are worth quoting:

"A fully civil government could not be formed in East Pakistan as had been announced by the ex-President. Dr. Malik an old man and politician, had a weak personality. He could not annoy, the Martial Law Administrator (Lt. Gen. A.A.K. Niazi) also because of the unsettled conditions obtaining in the Wing. Gen Niazi, on the other hand, cherished and liked power, but did not have the breadth of vision or ability to understand political implications. He did not display much respect for the civilian Governor,..... The Army virtually continued to control civil administration".

7. The impression created on the mind of the West Pakistani civilian officials, then serving in East Pakistan, has been stated thus by Mr. Mohammad Ashraf, (Witness No. 275), former Additional Deputy Commissioner, Dacca: "The installation of a civilian governor in September 1971 was merely to hoodwink public opinion at home and abroad. Poor Dr. Malik and his ministers were figureheads only. Real decisions in all important matters still lay with the Army. I remember the first picture of the new Cabinet. Maj. Gen Farman Ali was prominently visible sitting on the right side of the Governor, although he was not a member of the Cabinet."

8. This impression is fortified by the fact that at a later stage even the selection of candidates for the by-elections ordered by General Yahya Khan was made by Maj Gen Farman Ali. Lt. Gen Niazi and some of his subordinate Martial Law Administrators have no doubt claimed that they allowed full liberty of action to the civilian officials at various levels, but even they have conceded that in the peculiar situation prevailing in East Pakistan after the military action the

www.bhutto.org

Army necessarily continued to be deeply concerned with the maintenance of law and order, the restoration of communications and the revival of economic activity in the Province.

9. The evidence of Officers repatriated from India leaves no doubt that this extensive and prolonged involvement of the Pakistan Army in Martial Law duties and civil administration had a disastrous effect on its professional and moral standards. According to Brig. M. Salcemullah, who was commanding 203 (A) Brigade in East Pakistan, "prolonged commitment on Martial Law duties and interment security roles had affected the professional standards of the Army." According to Rear Admiral M. Sharif (Witness No. 283) who was the Flag Officer Commanding the Pakistan Navy in East Pakistan, "the foundation of this defeat was laid way back in 1958 when the Armed Forces took over the country ..." While learning the art of politics in this newly assigned role to themselves, they gradually abandoned their primary function of the art of soldiering, they also started amassing wealth and usurping status for themselves." Similar views were expressed before us by Commodore I.H. Malik (Witness No. 272) who was the Chairman of the Chittagong Port Trust until the day of surrender, Brigadier S.S.A Qasim, former Commander Artillery, Eastern Command, Col. Mansoorul Haw Malik, former GS-I, 9 division, East Pakistan, and Col. Ijaz Ahmad (Witness No. 247) former Colonel Staff (GS) Eastern Command, to mention only a few.

10. The fresh evidence coming before the Commission has thus served only to reinforce the conclusions reached by us in the Main Report that the involvement of the Pakistan Army in Martial Law duties and civil administration had a highly corrupting influence, seriously detracting from the professional duties of the Army and affecting the quality of training which the Officers could impart to their units and formations, for the obvious reason that they did not have enough time available for this purpose, and many of them also lost the inclination to do so.

Living off the land

11. A new aggravating factor made its appearance in East Pakistan in the wake of the military action of the 25th of March 1971, when units of the Pakistan Army undertook "sweep operations" throughout the Province to deal with the Awami League insurgents. The Army had to go out into the countryside without adequate logistic arrangements, and was compelled, at least in the early stages of its operations to take its requirements of foodgrains and other essential supplies from civilian sources. Unfortunately, however, the practice appears to have persisted even when it became possible to make proper logistic arrangements. There is evidence to the effect that civilian shops and stores were broken into by the troops without preparing any record of what was taken and from where. The need for commandeering vehicles, foodstuffs, medicines and other essential supplies can certainly be appreciated, but this should have been done under a proper method of accounting so that compensation could be paid on return of normal conditions. As no such procedure was adopted, it led to a general feeling among the troops, including their officers that they were entitled to take whatever they wanted from wherever they liked. This appears to us to be the genesis of the looting alleged to have been indulged in by the Army in East Pakistan.

12. In the early stages this method of procurement seems to have been encouraged by senior commanders, including Lt. Gen Niazi, whose remarks on the very first day of his taking over command from Gen Tikka Khan have already been quoted by us in an earlier chapter, viz: "what have I been hearing about shortage of rations? Are not there any cows and goats in this country? This is enemy territory. Get what you want. This is what we used to do in Burma." (vide Maj Gen Farman Ali's Evidence). Gen Niazi did not, of course, accept having made any such statement and asserted that "whatever we took we gave a chit so that civil government should pay for that". This assertion is not supported by other officers. On the contrary, some officers like Lt. Col. Bukhori, (Witness No. 244) have made a positive statement that even written orders were received by them emanating from the Eastern Command to live of the land during sweep operations.

13. However, at a later stage the Eastern Command and the divisional Commanders issued strict instructions in an effort to stop such practices, and some Commanders caused searches to be carried out of the barracks occupied by the troops for the recovery of looted material which included television sets, refrigerators, typewriters, watches, gold, airconditioners and other attractive items. We were informed that in several cases disciplinary action by way of Courts of Inquiries was initiated but the cases could not be finalised for one reasons or the other before the surrender on the 16th of December 1971.

www.bhutto.org

Glaring cases of moral lapses amongst officers posted in East Pakistan

(1) Lt. Gen A.A.K. Niazi

14. In the Main Report we have mentioned the allegations, and the evidence relating thereto as regards the personal conduct of Gen Yahya Khan, Gen. Abdul Hamid Khan the late Maj Gen (Retd) Khuda Dad Khan, Lt. Gen A.A.K. Niazi, Maj Gen Jehanzeb and Brig Hayatullah. We wish to supplement those observations as regards Lt. Gen Niazi.

15. From a perusal of Paragraphs 30 to 34 of Chapter 1 of Part V of the Main Report, it will be seen that the graveness of the allegations made against Lt. Gen. Niazi is that he was making money in the handling of Martial Law cases while posted as G.O.C Sialkot and later as G.O.C and Martial Law Administrator at Lahore; that he was on intimate terms with one Mrs. Saeeda Bukhari of Gulberg, Lahore, who was running a brothel under the name of Senorita Home, and was also acting as the General's tout for receiving bribes and getting things done; that he was also friendly with another woman called Shamini Firdaus of Sialkot who was said to be playing the same role as Mrs. Saeeda Bukhari of Lahore; that during his stay in East Pakistan he came to acquire a stinking reputation owing to his association with women of bad repute, and his nocturnal visits to places also frequented by several junior officers under his command; and that he indulged in the smuggling of Pan from East Pakistan to West Pakistan. These allegations were made before the Commission by Abdul Qayyum Arif (witness No. 6), Munawar Hussain, Advocate of Sialkot (Witness No. 13), Abdul Hafiz Kardar (Witness No. 25), Maj Sajjadul Haq (Witness No. 164), Squadron Leader C.A Wahid (Witness No. 57) and Lt. Col Haliz Ahmad (Witness NO. 147).

16. During the present phase of our inquiry damaging evidence has come on the record regarding the ill repute of General Niazi in sex matters, and his indulgence in the smuggling of Pan. A mention may be made in this behalf of the statements made before us by Lt. Col. Mansoorul Haq (Witness No. 260), ex GSO-I, 9 div. Lt Cdr. A.A. Khan (Witness No. 262), of Pakistan navy, Brig I.R Shariff (Witness No. 269) former Comd. Engrs. Eastern Command, Mr. Mohammad Ashraf (Witness No. 275) former Addl. D.C. Dacca, and Lt. Col. Aziz Ahmad Khan (Witness No. 276). The remarks made by this last witness are highly significant: "The troops used to say that when the Commander (Lt. Gen. Niazi) was himself a raper, how could they be stopped. Gen. Niazi enjoyed the same reputation at Sialkot and Lahore."

17. Maj Gen Qazi Abdul Majid Khan (Witness No. 254) and Maj Gen Farman Ali (Witness No. 284) have also spoken of Gen Niazi's indulgence in the export of Pan. According to Maj Gen Abdul Majid, Brig Aslam Niazi, commanding 53 Bde, and Senior Superintendent of Police Diljan, who was residing with Gen Niazi in the Flag Staff House at Dacca, were helping Gen Niazi in the export of Pan. Maj Gen Farman Ali has gone to the extent of stating that "Gen Niazi was annoyed with me because I had not helped him in Pan business. Brig Hamiduddin of PIA had complained to me that Corps Headquarter was interfering in transportation of Pan to West Pakistan by placing limitation on poundage. I told ADC to Gen Niazi, who visited me in my office, that this was a commercial matter and should be left to the arrangements arrived at between PIA and Pan exporters." We understand that the insinuation is that a son of Gen Niazi was engaged in the export of Pan from East Pakistan to West Pakistan. According to Major S.S. Haider (Witness NO. 259) and Brig Atta Mohammed (Witness No. 257) even Brig Baqir Siddiqui, Chief of Staff, Eastern Command, was a partner of Gen Niazi in the export of Pan.

18. The allegations mentioned in the preceding paragraphs were put to Lt. Gen. Niazi during his appearance before us, and he naturally denied them. When asked about his weakness for the fair sex, he replied, "I say no. I have been doing Martial Law duties. I never stopped anybody coming to see me. I became very religious during the East Pakistan trouble. I was not so before. I though more of death than these things."

19. As regards the allegation that he was indulging in the export of Pan, he stated that he had ordered an enquiry into the matter on the complaint of a man called Bhuiyan who was aggrieved by the monopoly position occupied by the Pan exporters. He alleged that in fact Brig Hamiduddin and PIA staff were themselves involved in the smuggling of Pan.

20. From the mass of evidence coming before the Commission from witnesses, both civil and military, there is little doubt that Gen. Niazi unfortunately came to acquire a bad reputation in sex matters, and this reputation has been consistent during his postings in Sialkot, Lahore and East Pakistan. The allegations regarding his indulgence in the export of Pan by using or abusing his position in the Eastern Command and as Zonal Martial Law Administrator also prima facie appear to be well-founded, although it was

www.bhutto.org

not our function to hold a detailed inquiry into the matter. It is for the Government to decide whether these matters should also form the subject of any inquiry or trial which may have to be ultimately held against this officer.

(2) Maj Gen Mohammad Jamshed, former GOC 36 (A) Division, East Pakistan

21. Col. Bashir Ahmad Khan (Witness No. 263) who was posted as DDML, Eastern Command, stated before the Commission that the wife of Maj Gen Jamshed Khan had brought some currency with her while being evacuated from Dacca on the morning of 16th of December 1971. He further alleged that Lt. Col Rashid, Col. Staff o the East Pakistan Civil Armed Forces, commanded by Maj Gen Jamshed Khan, was also reported to have been involved in the misappropriation of currency. It further came to our notice that the General had distributed some money among persons who left East Pakistan by helicopters on the morning of 15th or 16th of December 1971.

22. An inquiry was made from Maj Gen Jamshed Khan in this behalf, and his reply is as under. :

The total sum involved was Rs. 50,000 which I had ordered to be drawn from the currency that was being destroyed under Government instructions and the total amount was distributed by the officers detailed by me and strictly according to the instruction/rules and regulations to the Binaries and Bengalis, informers, and to the needy on night 15/16th December 1971.

A secret fund was placed at my disposal by the Government of East Pakistan for the purpose of payment of rewards and purchase of information and in this case the expenditure was from the secret fund at my disposal. This fund was non-auditable. The money given to the needy families who were dispatched by helicopters on night 15th/16th December, 1971 was from the EPCAF Director General's Fund. I was the sole authority to sanction from this fund and considering the circumstances under which this expenditure was made I had no intention to recommend recovery from persons concerned.

From the above clarification it will be appreciated that there was no requirement to furnish details of the above expenditure to any accounts department."

23. We regret we cannot regard the reply given by Maj. Gen Jasmhed as satisfactory. Even though the funds disbursed by him may not be auditable in ordinary circumstances, it would have been appropriate and advisable for him to supply such information as was possible for him to do in the circumstances once the question of the disposal of these funds had arisen on the basis of information supplied to the Commission by officers who heard of these transactions in East Pakistan and later in the prisoners of war camps We suggest, therefore, without necessarily implying any dereliction on the part of the general, that the matter should be enquired into further so that the suspicion surrounding the same is cleared in the General's own interest.

(3) Brig Jehanzeb Arbab, former Commander 57 Brigade.

(4) Lt. Col. (Now Brig) Muzaffar Ali Khan Zahid, former CO 31 field Regiment.

(5) Lt. Col. Basharat Ahmad, former CO 18 Punjab

(6) Lt. Col. Mohammad Taj, CO 32 Punjab

(7) Lt. Col Mohammad Tufail, Col 55 Field Regiment

(8) Major Madad Hussain Shah, 18 Punjab

24. The evidence of Maj Gen Nazar Hussain Shah (Witness No. 242 GOC 16 Div, Maj Gen M.H Ansari (Witness NO. 233) GOC, 9 Div, as well as of Brig Baqir Siddiqui (Witness No. 218) Chief of Staff, Eastern Command, disclosed that these officers and their units were involved in large scale looting, including the theft of Rs. 1,35,00,000 from the National Bank Treasury at Siraj Gaj. This amount was intercepted by a JCO at the Paksi Bridge crossing when it was being carried in the lower part of the body of a truck. The driver of the truck produced a chit reading "released by Major Maddad". We were informed that a Court o Inquiry was conveyed under the Chairmanship of Maj Gen M.H Ansari who had recorded some evidence, but could not complete the inquiry owing to the outbreak of war.

25. The GHQ representative was not able to inform us as to what action had ultimately been taken by GHQ in respect of these officers, except that Brig Jehanzeb Arabab had been appointed to officiate as GOC of a Division. The Commission feels that this appointment, before the completion of the inquiry and exoneration of the officer from any blame, was highly inadvisable on the part of the GHQ. We recommend that action should now be taken without delay to finalise the proceedings of the inquiry commenced by Maj Gen Ansari in? East Pakistan. There

www.bhutto.org

should be no difficulty in re-constructing the record, if necessary as the material witness appear to be now available in Pakistan.

26. Before we conclude this Chapter, we would like to state that we had no desire to embark on any inquiry into personal allegations of immorality an dishonestly against senior Army Commanders, but were persuaded to examine these matters owing to the universal belief that such infamous conduct had a direct hearing on the qualities of determination and leadership displayed by these officers in the 1971 war. We have regretfully found that this was indeed so. It is, therefore, imperative that deterrent action should be taken by the Government, wherever it is justified by the facts, in order to maintain the high moral standards and traditions for which the Muslim Army of Pakistan was justly proud before degeneration set in.

Alleged atrocities by the Pakistan army

As is well-known, the conduct of the Pakistani army, while engaged in counter-insurgency measures is East Pakistan since March 1971, has come in for a lot of criticism from several quarters. We had occasion to deal with the subject in Paragraphs 5-8 of Chapter II of Part V of the main report. We have examined this question further in the light of fresh evidence recorded by us.

Misdeeds of the Awami League Militants:

2. It is necessary that this painful chapter of the events in East Pakistan be looked at in its proper perspective. Let it not be forgotten that the initiative in resorting to violence and cruelty was taken by the militants of the Awami League, during the month of March, 1971, following General Yahya Khan's announcement of the Ist of March regarding the postponement of the session of the National Assembly scheduled for the 3rd of March 1971. It will be recalled that from the 1st of March to the 3rd of March 1971, the Awami League had taken complete control of East Pakistan, paralysing the authority of the federal government. There is reliable evidence to show that during this period the miscreants indulged in large scale massacres and rape against pro-Pakistan elements, in the towns of Dacca, Narayanganj, Chittagong, Chandragona, Rungamati, Khulna, Dinajpur, Dhakargaoa, Kushtia, Ishuali, Noakhali, sylhet, Maulvi Bazaar, Rangpur, Saidpur, Jessore, Barisal, Mymensingh, Rajshal??, Pabna, Sirojgonj, Comilla, Brahman, Baria, Bogra, Naugaon, Santapur and several other smaller places.

3. Harrowing tales of these atrocities were narrated by the large number of West Pakistanis and Biharis who were able to escape from these places and reach the safety of West Pakistan. For days on end, all through the troubled month of March 1971, swarms of terrorised non-Bengalis lay at the Army-controlled Dacca airport awaiting their turn to be taken to the safety of West Pakistan. Families of West Pakistani officers and other ranks serving with East Bengal units were subjected to inhuman treatment, and a large number of West Pakistani officers were butchered by the erstwhile Bengali colleagues.

4. These atrocities were completely blacked out at the time by the Government of Pakistan for fear of retaliation by the Bengalis living in West Pakistan. The Federal Government did issue a White Paper in this behalf in August 1971, but unfortunately it did not create much impact for the reason that it was highly belated, and adequate publicity was not given to it in the national and international press.

5. However, recently, a renowned journalist of high-standing, Mr Qutubuddin Aziz, has taken pains to marshal the evidence in a publication called "Blood and Tears". The book contains the harrowing tales of inhuman crimes committed on the helpless Biharis, West Pakistanis and patriotic Bengalis living in East Pakistan during that period. According to various estimates mentioned by Mr. Qutubuddin Aziz, between 100,000 and 500,000 persons were slaughtered during this period by the Awami League militants.

6. As far as we can judge, Mr Qutubuddin Aziz has made use of authentic personal accounts furnished by the repatriates whose families, have actually suffered at the hands of the Awami League militants. He has also extensively referred to the contemporary accounts of foreign correspondents then stationed in East Pakistan. The plight of the non-Bengali elements still living in Bangladesh and the insistence of that Government on their large-scale repatriation to Pakistan, are factors which appear to confirm the correctness of the allegations made against the Awami League in this behalf.

Provocation of the army

7. We mention these facts not in justification of the atrocities or other crimes alleged to have been committed by the Pakistani Army during its operations in East Pakistan, but only to put the record

www.bhutto.org

straight and to enable the allegations to be judged in their correct perspective. The crimes committed by the Awami League miscreants were bound to arouse anger and bitterness in the minds of the troops, especially when they were not confined to barracks during these weeks immediately preceding the military action, but were also subjected to the severest of humiliations. They had seen their comrades insulted, deprived of food and ration, and even killed without rhyme or reason. Tales of wholesale slaughter of families of West Pakistani officers and personnel of several units had also reached the soldiers who were after all only human, and reacted violently in the process of restoring the authority of the Central Government

The nature of allegations

8. According to the allegations generally made, the excesses committed by the Pakistani Army fall into the following categories:-

a) Excessive use of force and fire power in Dacca during the night of the 25th and 26th of March 1971 when the military operation was launched.

b) Senseless and wanton arson and killings in the countryside during the course of the "sweeping operations" following the military action.

c) Killing of intellectuals and professionals like doctors, engineers, etc and burying them in mass graves not only during early phases of the military action but also during the critical days of the war in December 1971.

d) Killing of Bengali Officers and men of the units of the East Bengal Regiment, East Pakistan Rifles and the East Pakistan Police Force in the process of disarming them, or on pretence of quelling their rebellion.

e) Killing of East Pakistani civilian officers, businessmen and industrialists, or their mysterious disappearance from their homes by or at the instance of Army Officers performing Martial Law duties.

f) Raping of a large number of East Pakistani women by the officers and men of the Pakistan army as a deliberate act of revenge, retaliation and torture.

g) Deliberate killing of members of the Hindu minority.

Substance of evidence

9. In view of the seriousness of the allegations, their persistence and their international impact as well as their fundamental importance from the point of view of moral and mental discipline of the Pakistan Army, we made it a point of questioning the repatriated officers at some length in this behalf. We feel that a brief reference to some typical statements made before us by responsible military and civil officers will be instructive, and helpful in reaching the necessary conclusions.

10) Lt. Gen. A.A.K. Niazi, apparently in an endeavour to put the blame on his predecessor, then Lt. Gen. Tikka Khan, stated that "military action was based on use of force primarily, and at many places indiscriminate use of force was resorted to which alienated the public against the Army. Damage done during those early days of the military action could never be repaired, and earned for the military leaders names such as "Changez Khan" and "Butcher of East Pakistan." While the military action was on, the then Martial Law Administration alienated the world press by unceremoniously hounding out foreign correspondents from East Pakistan, thus losing out in the propaganda war to the Indians completely." He went on to add: "on the assumption of command I was very much concerned with the discipline of troops, and on 15th of April, 1971, that is within four days of my command, I addressed a letter to all formations located in the area and insisted that loot, rape, arson, killing of people at random must stop and a high standard of discipline of troops, and on 15th of April, 1971; that is within four days of my command, I addressed a letter to all formations located in the area and insisted that loot, rape, arson, killing of people at random must stop and a high standard of discipline should be maintained. I had come to know that looted material had been sent to West Pakistan which included cars, refrigerators and air conditioners etc." When asked about the alleged killing of East Pakistani officers and men during the process of disarming, the General replied that he had heard something of the kind but all these things had happened in the initial stages of the military action before his time. He denied the allegation that he ever ordered his subordinates to exterminate the Hindu minority. He denied that any intellectuals were killed during December, 1971. He admitted that there were a few cases of rape, but asserted that the guilty persons were duly punished. He also stated that "these things do happen when troops are spread over. My orders were that there would not be less than a company. When a company is there, there is an officer with them to control them but if there is a small picket like section, then it is very difficult to control. In Dacca jail we had about 80 persons punished for

www.bhutto.org

excesses."

11. Another significant statement was made in this regard by Maj. Gen. Rao Barman Ali, Adviser to the Governor of East Pakistan namely: "Harrowing tales of rape, loot, arson, harassment, and of insulting and degrading behaviour were narrated in general terms.... I wrote out an instruction to act as a guide for decent behaviour and recommended action required to be taken to win over the hearts of the people. This instruction under General Tikka Khan's signature was sent to Eastern Command. I found that General Tikka's position was also deliberately undermined and his instructions ignored...excesses were explained away by false and concocted stories and figures."

12. About the use of excessive force on the night between the 25th and 26th March 1971, we have a statement from Brigadier Shah Abdul Qasim (witness No. 267) to the effect that "no pitched battle was fought on the 25th of March in Dacca. Excessive force was used on that night. Army personnel acted under the influence of revenge and anger during the military operation." It has also been alleged that mortars were used to blast two Residence Halls, thus causing excessive casualties. In defence, it has been stated that these Halls were at the relevant time not occupied by the students but by Awami League insurgents, and were also being used as dumps for arms and ammunition stored by the Awami League for its armed rebellion.

13. Still another significant statement came from Brigadier Mian Taskeenuddin (Witness No. 282): "Many junior and other officers took the law into their own hands to deal with the so-called miscreants. There have been cases of interrogation of miscreants which were far more severe in character than normal and in some cases blatantly in front of the public. The discipline of the Pakistani army as was generally understood had broken down. In a command area (Dhoom Ghat) between September and October miscreants were killed by firing squads. On coming to know about it I stopped the same forthwith."

14. Maj. Gen. Nazar Hussain Shah, GOC 16 Division, conceded that "there were rumours that Bengalis were disposed of without trial." Similarly, Brigadier Abdul Qadir Khan (Witness No. 243) Commander 93 (A)? admitted that "a number of instance of picking up Bengalis did take place." Lt. Col. S. S. H. Bokhari, CO of 29 Cavalry, appearing as Witness no 244, stated that "In Rangpur two officers and 30 men were disposed of without trial. It may have happened in other stations as well." An admission was also made by Lt. Col. S. M. Naeem (Witness No 258) CO of 39 Baluch that "innocent people were killed by us during sweep operations and it created estrangement amongst the public."

15. Lt Col. Mansoorul Haq, GSO-I, Division, appearing as Witness No 260, has made detailed and specific allegations as follows:

"A Bengali, who was alleged to be a Mukti Bahini or Awami Leaguer, was being sent to Bangladesh-a code name for death without trial, without detailed investigations and without any written order by any authorised authority."

Indiscriminate killing and looting could only serve the cause of the enemies of Pakistan. In the harshness, we lost the support of the silent majority of the people of East Pakistan.... The Comilla Cantt massacre (on 27th/28th of March, 1971) under the orders of CO 53 Field Regiment, Lt. Gen. Yakub Malik, in which 17 Bengali Officers and 915 men were just slain by a flick of one Officer's fingers should suffice as an example.

There was a general feeling of hatred against Bengalis amongst the soldiers and officers including Generals. There were verbal instructions to eliminate Hindus.

In Salda Nadi area about 500 persons were killed.

When the army moved to clear the rural areas and small towns, it moved in a ruthless manner, destroying, burning and killing. The rebels while retreating carried out reprisals against non-Bengalis.

16. Several civilian officers have also deposed in a similar vein, and it would suffice to quote here the words of Mr. Mohammad Ashraf, Additional Deputy Commissioner, Dacca, to whose evidence we have also referred earlier in another context. He stated that "after the military action the Bengalis were made aliens in their own homeland. The life, property, and honour of even the most highly placed among them were not safe. People were picked up from their homes on suspicion and dispatched to Bangladesh, a term used to describe summary executions. .... The victims included Army and Police Officers, businessmen, civilian officers etc....There was no Rule of Law in East Pakistan. A man had no remedy if he was on the wanted list of the Army.... Army Officers who were doing intelligence were raw hands, ignorant of the local language and callous of Bengali sensibilities."

17. About the attitude of senior officers in this behalf, Brigadier Iqbalur Rehman Shariff (Witness no. 269), has alleged that during his visit to formations in East Pakistan General Gul Hassan used to ask the soldiers "how many Bengalis have you shot".

18. The statements appearing in the evidence of Lt. Col. Aziz Ahmed Khan

www.bhutto.org

(Witness no 276) who was Commanding Officer 8 Baluch and then CO 86 Mujahid Battalion are also directly relevant. "Brigadier Arbbab also told me to destroy all houses in Joydepur. To a great extent I executed this order. General Niazi visited my unit at Thakargaon and Bogra. He asked us how many Hindus we had killed. In May, there was an order in writing to kill Hindus. This order was from Brigadier Abdullah Malik of 23 Brigade."

19. While the extracts of evidence given above reflect the general position in regard to the allegations we are considering, it appears to be necessary to deal specifically with certain matters brought to the notice of the Prime Minister of Pakistan by the Bangladesh authorities, or which have otherwise been particularly mentioned by certain witnesses appearing before the Commission during the present session.

Painting the green of East Pakistan red

20. During his meeting with the Prime Minister of Pakistan at Dacca on Friday, the 28th of June 1974, the Bangladesh Prime Minister Sh. Mujibur Rehman, complained inter-alia that Maj Gen Rao Farman Ali had written in his own hand on Government stationery that "The green of East Pakistan will have to be painted red." Sh. Mujibur Rehman promised to supply a photostat copy of this document to the Government of Pakistan." The same has since been received and is added to annexure "A" to this chapter. The insinuation is that this writing amounted to a written declaration of the intentions of the Pakistan Army and the martial law administration in East Pakistan to indulge in large-scale bloodshed in order to suppress the movement for Bangladesh. This writing is being put forward as a proof of the killings alleged to have been carried out in East Pakistan during the military operations.

21. We asked Maj. Gen. Farman Ali to explain the significance of this writing and the circumstances under which it came to me made by him. He has stated that the words "the green of East Pakistan will have to be painted red" were uttered by one of the NPA leaders in Paltan Maidan, Dacca in a public speech during June 1970. The Martial Law headquarters thought that these words had been uttered by Mr Mohammad Toha of the NAP, and the General was asked to call for the explanation of Mr Tolia and warn him not to say things prejudicial to public peace. To remind himself he wrote these words down on the back of his table diary, when they were repeated to him on telephone by Lt. Gen. Yakub, the then Zonal Martial Law administrator in East Pakistan. Toha later denied having uttered these words and mentioned the names of Qazi Zafar and Rashid Memon in this connection. As these gentlemen had gone underground, General Farman Ali could not take any further action against them. The General has further explained that as Mr Toha and his associates had communist leanings, these words were intended to convey their conviction and objective that East Pakistan would be turned into a communist state, and not that there would be bloodshed. Finally, Maj. Gen. Farman Ali has stated that he did not give any importance to this note and it must have fallen into the hands of his Bengali Personal Assistant, when the diary for the year 1970 was replaced at the close of that year.

22. From the photostat copy sent to the Government of Pakistan by the Government of Bangladesh, it becomes clear that the paper on which these words are written was apparently in the nature of a writing pad on which notes are jotted down as an aid to memory. The paper bears the heading:-

"Governor's secretariat, East Pakistan"

Then there are miscellaneous entries, which do not have any connection with each other, for instance,

"Siraj-Iqbal Hall, D.C."

Below these words a line in ink is drawn and then appear the words "Case against Mr. Toha and others". These words are followed by the telephone number of the Chief Justice and then by some other entries relating to some accommodation and the name of one Mr. Karamat. Then appear the words in question, enclosed by a circle in black ink. There is a further entry of an Officer's name below these words, which apparently has no connection with this matter.

23. A perusal of this document leave no doubt in our mind that it was indeed in the nature of a writing pad or table diary on which the General made miscellaneous notes during course of his work. The words "Case against Mr Teha and others", appearing in the same page, do support Maj. Gen. Farman Ali's contention that it was in this connection that he noted these words to remind himself, while con-

www.bhutto.org

fronting Mr Toha as directed by the Martial Law Administrator. We consider that it is highly fanciful to regard this note as being in the nature of a solemn declaration of Maj. Gen. Farman Ali's intention to shed blood on the soil of East Pakistan. The explanation given by the General appears to us to be correct.

Alleged killing of intellectuals during December 1971

24. This again is a matter, which was specifically raised by Sh. Mujibur Rehman during his meeting with the Prime Minister at Dacca. According to Maj. Gen. Farman Ali it was on the 9th and 10th of December 1971 that he was rung up in the evening by Maj. Gen. Jamshed, who was the Deputy Martial Law Administrator for Dacca Division and asked to come to his headquarters in Peelkhana. On reaching the headquarters he saw a large number of vehicles parked there. Maj. Gen. Jamshed was getting into a car and he asked Maj. Gen. Farman Ali to come along. They both drove to Headquarters of Eastern Command to meet Gen. Niazi and on the way Maj. Gen. Jamshed informed Gen. Farman that they were thinking of arresting certain people. Gen. Farman Ali advised against it. On reaching General Niazi's headquarters he repeated his advice, on which Gen. Niazi kept quiet and so did Gen. Jamshed. Gen. Farman Ali has stated that he cannot say anything as to what happened after he came away from the headquarters but he thinks that no further action was taken.

25. When questioned on this point, Lt. Gen. A. A. K. Niazi stated that the local Commanders had, on the 9th of December 1971, brought a list to him which included the names of miscreants, heads of Mukti Bahini etc but not any intellectuals but he had stopped them from collecting and arresting these people. He denied the allegation that any intellectuals were in fact arrested and killed on the 9th December 1971 or thereafter.

26. Maj. Gen. Jamshed has, however, a slightly different version to offer. He says that it was on the 9th and 10th of December 1971 that General Niazi expressed his apprehension of a general uprising in the Dacca city and ordered him to examine the possibility of arresting certain persons according to lists which were already with the various agencies, namely the Martial Law Authorities and the Intelligence Branch. A conference was held on the 9th and 10th of December 1971 in which these lists were produced by the agencies concerned and the total number of persons to be arrested came to about two or three thousand. According to him, arrangements for accommodation, security guards, missing and the safety of the arrested persons from bombing/strafing by the Indian Air Force presented insurmountable problems and therefore, he reported back to Gen. Niazi that the proposal be dropped. He states that thereafter no further action was taken in this matter.

27. From the statements made by the three Generals who appear to be directly concerned in the matter, it seems that although there was some talks of arresting persons known to be leaders of the Awami League or Mukti Bahini so as to prevent chances o a general uprising in Dacca during the closing phases of the war with India, yet no practical action was taken in view of the circumstances then prevailing, namely the precarious position of the Pakistan Army and the impending surrender. We consider, therefore, that unless the Bangladesh authorities can produce some convincing evidence, it is not possible to record a finding that any intellectuals or professionals were indeed arrested and killed by the Pakistan Army during December 1971.

Killings during disarming of East Pakistan units

28. In the evidence specific allegations were made before the Commission that Lt. Col. Yakub Malik, CO of 53 Field Regiment was responsible for the killing of 17 Officers and 915 other ranks at Comilla Cantt., while disarming 4 EBR, 40 Field Ambulance and Bengali SSG personnel. An explanation was accordingly called from this officer, in which he has denied the allegation, and has asserted that resistance was put up by the particular units aforementioned as a result of which casualties were sustained on both sides. He asserts, however, that in April 1971 when the situation stabilised a large number of disarmed Bengali personnel detained in the barracks were reported to Headquarters 9 Div., thus implying that no such killing took place during the disarming process towards the end of March 1971.

29. Similar allegations have also been made before the Commission regarding the disarming of East Pakistani personnel of 29 Cavalry at Rangpur, although the number of persons said to have been killed is mentioned as being only two officers and 30 other ranks. An explanation was called from the Commanding Officer,

www.bhutto.org

Brigadier, Saghir Hussain and he has denied the allegation stating that all the personnel, barring a few who had either deserted or did not return from leave, were safely evacuated to West Pakistan under arrangements of Eastern Command, and they were later repatriated to Bangladesh along with other East Pakistani personnel.

30. The evidence before the Commission in respect of these allegations is obviously not conclusive, It is possible that there may have been other instances of casualties inflicted during the disarming of East Pakistani personnel. The Commission feels that the Army authorities must conduct a thorough inquiry into these matters so as to elicit the truth and fix responsibility.

Magnitude of atrocities

31. In the circumstances that prevailed in East Pakistan from the 1st of March to the 16th of December 1971, it was hardly possible to obtain an accurate estimate of the toll of death and destruction caused by the Awami League militants and later by the Pakistan Army. It must also be remembered that even after the military action of the 25th of march 1971, Indian infiltrators and members of the Mukti Bahini sponsored by the Awami League continued to indulge in killings, rape and arson during their raids on peaceful villages in east Pakistan, not only in order to cause panic and disruption and carry out their plans of subversion, but also to punish those East Pakistanis who were not willing to go along with them. In any estimate of the extent of atrocities alleged to have been committed on the East Pakistani people, the death and destruction caused by the Awami League militants throughout this period and the atrocities committed by them on their own brothers and sisters must, therefore, be always be kept in view.

32. According to the Bangladesh authorities, the Pakistan Army was responsible for killing three million Bengalis and raping 200,000 East Pakistani women. It does not need any elaborate argument to see that these figures are obviously highly exaggerated. So much damage could not have been caused by the entire strength of the Pakistan Army then stationed in East Pakistan even if it had nothing else to do. In fact, however, the army was constantly engaged in fighting the Mukti Bahini, the Indian infiltrators, and later the Indian army. It has also the task of running the civil administration, maintaining communications and feeding 70 million people of East Pakistan. It is, therefore, clear that the figures mentioned by the Dacca authorities are altogether fantastic and fanciful.

33. Different figures were mentioned by different persons in authority but the latest statement supplied to us by the GHQ shows approximately 26,000 persons killed during the action by the Pakistan Army. This figure is based on situation reports submitted from time to time by the Eastern Command to the General Headquarters. It is possible that even these figures may contain an element of exaggeration as the lower formations may have magnified their own achievements in quelling the rebellion. However, in the absence of any other reliable date, the Commission is of the view that the latest figure supplied by the GHQ should be accepted. An important consideration which has influenced us in accepting this figure as reasonably correct is the fact that the reports were sent from East Pakistan to GHQ at a time when the Army Officers in East Pakistan could have had no notion whatsoever of any accountability in this behalf.

34. The falsity of Sheikh Mujibur Rahman's repeated allegation that Pakistani troops had raped 200,000 Bengali girls in 1971 was borne out when the abortion team he had commissioned from Britain in early 1972 found that its workload involved the termination of only a hundred or more pregnancies. Question of Responsibility

Question of Responsibility

35. For almost three years now, the world has repeatedly heard a list of 195 names said to have been prepared by the Dacca authorities in connection with the commission of these atrocities and crimes. As the Commission has not been supplied with a copy of this list, it is not possible for us to comment upon the justification or otherwise of the inclusion of any particular names therein. It is, however, clear that the final and overall responsibility must rest on General Yahya Khan, Lt. Gen. Pirazada, Maj Gen. Umar, Lt. Gen. Mitha. It has been brought out in evidence that Maj. Gen. Mitha was particularly active in East Pakistan in the days preceding the military action of the 25th of March 1971, and even the other Generals just mentioned were present in Dacca along with Yahya Khan, and secretly departed there on the evening of that fateful day after fixing the deadline for the military action. Maj. Gen. Mitha is said to have remained behind. There is also evidence that Lt. Gen Tikka Khan, Major Gen. Farman Ali and Maj. Gen

www.bhutto.org

Khadim Hussain were associated with the planning of the military action. There is, however, nothing to show that they contemplated the use of excessive force or the Commission of atrocities and excesses on the people of East Pakistan.

36. The immediate responsibility for executing the plan of this action fell on Lt. Gen. Tikka Khan who succeeded Lt. Gen. Mohammad Yakub on the 7th of March 1971 as Zonal Administrator, Martial Law, as well as Commander Eastern Command. This last responsibility was passed on by him to Lt. Gen. A.A.K. Niazi on the 7th of April 1971. From that day until the day of surrender the troops in East Pakistan remained under the operational control of Lt. Gen. Niazi who also assumed powers of the Martial Law administrator on the appointment of a civilian Governor in August 1971. It is a question for determination as to what share of responsibility must rest on these commanders for the excesses allegedly committed by the troops under their Command. It is in evidence that Lt. Gen. Tikka Khan was always willing to redress grievances and take disciplinary action whenever complaints of excesses were brought to his notice. It has also to be said that both these Generals had issued repeated warnings to troops to refrain from acts of violence and immorality. At the same time there is some evidence to suggest that the words and personal actions of Lt. Gen. Niazi were calculated to encourage the killings and rape.

37. The direct responsibility of the alleged excesses and atrocities must, of course, rest on those officers and men who physically perpetuated them or knowingly and deliberately allowed them to be so perpetuated. These officers and men not only showed lack of discipline in disobeying the directives of the Eastern Command and Zonal Martial Law Administrator, but also indulged in criminal acts punishable under the Army Act as well as the ordinary law of the land.

Conclusions and recommendations

38. From what we have said in the preceding paragraphs it is clear that there is substance in the allegations that during and after the military action excesses were indeed committed on the people of East Pakistan, but the versions and estimates put forward by the Dacca authorities are highly coloured and exaggerated. Some of the incidents alleged by those authorities did not take place at all, and on others fanciful interpretations have been deliberately placed for the purpose of maligning the Pakistan army and gaining world sympathy. We have also found that the strong provocation was offered to the army owing to the misdeeds of the Awami League. It has also been stated that use of force was undoubtedly inherent in the military action required to restore the authority of the Federal Government. Nevertheless, inspite of all these factors we are of the view that the officers charged with the task of restoring law and order were under an obligation to act with restraint and to employ only the minimum force necessary for the purpose. No amount of provocation by the militants of the Awami League or other miscreants could justify retaliation by a disciplined army against its own people. The Pakistan Army was called upon to operate in Pakistan territory, and could not, therefore, be permitted to behave as if it was dealing with external aggression or operating on enemy soil. Irrespective, therefore, of the magnitude of the atrocities, we are of the considered opinion that it's necessary for the Government of Pakistan to take effective action to punish this who were responsible for the commission of these alleged excesses and atrocities.

Inquiries and trials

39. On the basis of the evidence coming before the Commission, we have been able to indicate only in general terms the direct and indirect responsibility of certain senior commanders and others, but the question of fixing individual responsibility and awarding punishment appropriate thereto need to be determined according to the prescribed procedures available under the Pakistan Army Act and other applicable laws of the land. We would, accordingly, reiterate the recommendation made by us in Paragraph 7 of Chapter III of Para V of the main report that the Government of Pakistan should set up a high-powered Court or Commission of Inquiry to investigate these allegations, and to hold trials of those who indulged in these atrocities, brought a bad name to the Pakistan Army and alienated the sympathies of the local population by their acts of wanton cruelty and immorality against our own people. The composition of the Court of Inquiry, if not its proceedings, should be publicly announced so as to satisfy national conscience and international opinion.

40. The Commission feels that sufficient evidence is now available in Pakistan for a fruitful inquiry to be undertaken in this regard. As the Government of Bangladesh has been recognised by Pakistan, it may be feasible to request the Dacca authorities to forward to this Court of Inquiry

www.bhutto.org

whatever evidence may be available with them.

Professional responsibilities of certains senior army commanders

In Chapters 1, 2 and 5 of Part 5 of the main report we have dealt with the moral and disciplinary aspects of tee events and causes leading to the defeat of the Pakistan Army in the 1971 war, and have also touched upon the individual responsibility of certain senior officers. In the preceding two chapters of the Supplementary Report, we have offered further observations on these aspects and have commented upon the conduct of certain Army Officers posted in East Pakistan. There, however, still remains the question of determining whether any disciplinary action is called for against certain senior army commanders for their failings in the discharge of their professional duties in the conduct ad prosecution of the war in East Pakistan.

Nature of disciplinary action

2. In view of the glaring weaknesses and negligence displayed by some of the senior officers operating in East Pakistan, we have anxiously considered the nature of the disciplinary action required in the case. We find that there are several provisions in the the Pakistan Army Act 1952 having a direct bearing on this matter. In the first place, there is section 24 which is in the following terms:- "24. Offences in relation to enemy and punishable with death. Any person to this Act who commits any of the following offenses, that is to say,-

(a) Shamefully abandons or delivers up any garrison, fortress, airfield, place, post or guard committed to his charge or which it is his duty to defend, or uses any means to compel or induce any commanding officer or any other person to do any of the said acts;

or (b) in the presence of any enemy, shamefully casts away his arms, ammunition, tools or equipment, or misbehaves in such manner as to show cowardice;

or (c) intentionally uses word or any other means to compel or induce any person subject to this Act, or to the Indian Air Force Act, 1932 (XIV of 1932) or Pakistan Air Force Act 1953 or too the Pakistan Navy Ordinance, 1961, t abstain from acting against the enemy or to discourage such persons from acting against the enemy;

or (d) directly or indirectly, treacherously holds correspondence with or communicates intelligence to, the enemy or who coming to the knowledge of such correspondence or communication treacherously omits to discover it to his commanding or other superior officer;

or (e) directly or indirectly assists or relies the enemy with arm, ammunition, equipment, supplies or money or knowingly harbours or protects an enemy not being a prisoner;

or (f)treacherously or through cowardice sends a flag of truce to the enemy;

or (g) in time of war, of during any operation, intentionally occasions a false alarm in action, camp, garrision or quarters, or spreads reports calculated to create alarm or despondency;

or (h) in time of action, leaves his commanding officer, or quits his post, guard, picquet, patrol or party without being regularly relieved or without leave;

or (i) having being made a prisoner of war, voluntarily serves with or aids the enemy;

or (j) knowingly does when on active service any act calculated to imperil success of the Pakistan forces or any forces-operating therewith or of any part of such forces' shall, on conviction by court martial, be punished with death or with such less punishment as it is in this Act mentioned",

3. Section 25 is also relevant, and reads as under:-

25. Offences in relation to the enemy and not punishable with death. Any person subject to this Act who, on active service -

(a) without order from his superior officer leaves the ranks in order to secure prisoner, animals or materials, or on the pretence of taking wounded men to the rear;

or (b) without orders from his superior officer, willfully destroys or damages any property;

or (c) is taken prisoner for want of due precaution or through disobedience of orders or wilful neglect of duty, or, having been taken prisoner, fails to rejoin service when he is

www.bhutto.org

able to do so;

or (d) without due authority, either holds correspondence with, or communicates intelligence, or sends a flag of truce to the enemy;

or (e) by words of mouth, or in writing, or by signals, or otherwise spreads reports calculated to create alarm or despondency;

or (f) in action, or previously to going into action, uses words calculated to create alarm or despondency; shall on conviction by court martial, be punished with rigorous imprisonment for a term which may extend to fourteen years, or with much less punishment as is in this Act mentioned".

4. Finally, there is section 55 which is of a general nature, and provides;- "55. Violation of good order and discipline-Any person subject to this Act who is guilty of any act, conduct, disorder and of military discipline shall , on conviction by court martial, be punished with rigorous imprisonment for a term which may extend to five years, or with such less punishment as is in this Act mentioned"

5. We are fully cognizant of the fact that defeat in war, even entailing surrender, is not necessarily punishable as a military offence unless it has been occasioned by wilful neglect of the Commander concerned in the performance of his duties in respect of the appreciation of the situation regarding the enemy's intention, strength, own resources, terrain, etc; or in the planning and conduct of the operations; or a wilful failure to take action as required under the circumstances. A callous disregard of the recognised techniques and principles of warfare would clearly amount to culpable negligence, and could not be excused as an honest error of judgement. A deliberate failure to adopt the proper courseof action to meet a certain contingency cannot be covered by taking shelter behind the plea that his superiors did not advise him properly in time. It further appears to us that every Commander must be presumed to possess the calibre and quality, appurtenant to his rank, and he must per force bear full responsibility for all the acts of omission and commission, leading to his defeat in war, which are clearly attributable to culpable negligence on his part to take the right action at the right time, as distinguished from (illegible) or circumstances beyond his control. He would also be liable to be punished if he shows a lack of will to fight and surrenders to the enemy at a juncture when he still had the resources and the capability to put up resistance. Such an act would appear to fall clearly under clause (a) of section 24 of the Pakistan Army Act.

Need and justification for trial and punishment

6. Having heard the views of a large number of witnesses drawn fro m all sections of society, professions and services, the Commission feels that there is consensus on the imperative need to book these senior army commanders who have brought disgrace and defeat to Pakistan by their professional incompetence, culpable negligence and wilful neglect in the performance of their duties, and physical and moral cowardice in abandoning the fight when they had the capability and resources to resist the enemy. WE are also of the view that proper and firm disciplinary action , and not merely retirement from service, is necessary to ensure against any future recurrence of the kind of shameful conduct displayed during the 1971 war W e believe that such action would not only satisfy the nations demand for punishment where it is deserved, but would also serve to emphasise the concept of professional accountability which appears to have been forgotten by senior army officers since their involvement in politics, civil administration and Martial Law duties.

Cases requiring action by way of court martial

7. In Part III of the present report, we have discussed and analysed at some length the concept of defence of East Pakistan adopted by Lt. Gen Niazi, and the manner in which he and his Divisional and Brigade Commanders formulated their plans to implement that concept within the resources available to them in East Pakistan. We have then narrated the important events involving the surrender of well-defended strong points and fortresses without a fight , desertion of his area of responsibility by a Divisional Commander, disintegration of brigades and battalions in frantic and foolish efforts to withdraw from certain posts , and abandoning of the wounded ad the sick in callous disregard of all human and military values. We have also seen how the Eastern Command had failed to plan for n allout war with India and particularly to provide for the defence of Dacca which had been described as the political

www.bhutto.org

and military lynch-pin of East Pakistan. We have also described the painful events leading to the ultimate surrender of such a large body of men and materials to the Indian Army at juncture when, by all accounts, the Pakistan Army was still able to put up resistance for anything upto two weeks or more. In this context we have also taken note of the inexplicable orders issued by the Eastern Command to stop the destruction of war before material before the surrender , and the abject and shameful attitude adopted by the Commander, Eastern Command, at various stages of the surrender ceremonies in the presence of the Indian Generals. Finally, we have observed that during his period of captivity at Jabbalpur (India) Lt General Niazi made efforts to persuade, by threats and inducements, his subordinate Commanders to present a coordinated story so as to mitigate his responsibility for the debate.

8. Judged in the light of this analysis of the events leading to the surrender of our surrender of our Army in East Pakistan, and the relevant provisions of the Pakistan Army Act and the considerations thereto, as outlined in the preceding paragraphs, we are of the considered opinion that the following senior officers ought to be tried by court martial on the charges listed against them , and we recommend accordingly.

(1) Lt Gen A.A.K. Niazi, Commander, Eastern Command

(i) That he wilfully failed to appreciate the imminence of all-out war with India, inspite of all indications to the contrary, namely the declarations of the Indian Prime Minister and other important Government leaders, the signing of the Indo-Soviet treaty in August, 1971, the amassing of eight divisions of the Indian Army, eleven squadrons of the Indian Air Force, and a large task force of the Indian Navy in and around East Pakistan , and the clear warning given to him by the GHQ on the basis of reliable intelligence regarding Indian plans of invasion of East Pakistan, with the n consequence that he continued to deploy his troops in a forward posture although that deployment had become entirely unsuited for defence against open Indian aggression;

(ii) That he displayed utter lack of professional competence, initiative and foresight, expected of an Army Commander of his ran, seniority and experience, in not realising that the parts of his mission concerning anti-insurgency operations and ensuring that "no chunk of territory" was to be allowed to be taken over by the rebels for establishing Bangladesh, had become irrelevant in the context of the imminence of all-out attack by India on or about the 21st of November ,1971, and that the mast important part of his mission from that juncture onwards was to "defend East Pakistan against external aggression"' and "keep the Corps in being and ensure the entity of East Pakistan"' with the result that he failed to concentrate his forces in time , which failure later led to fatal results;

(iii) That he displayed culpable negligence in adopting the concept of fortresses and strong points without fully understanding its technical implications as regards their ability to lend mutual support, availability of the necessary reserves to strike at the enemy in the event of his by passing any of the fortresses or overwhelming them with superior numbers , and the existence of a non-hostile population, with the disastrous consequence that was forced to surrender even though several of the fortresses and strong points were still intact on the 16th of December, 1971;

(iv) That he was guilty of criminal negligence in not including in his operational instruction No. 4 of 1971, issued on the 15th of July, 1971, any clear directive for a planned withdrawal of forces behind ?? river obstacles to face the Indian onslaught and to defend what may be described as the Dacca Triangle for the purpose of keeping East Pakistan in being by giving up non-vital territory;

(v) That he in fact showed wilful neglect and culpable negligence of the worst order in failing to make any positive plan for the defence of Dacca;

(vi) That he displayed lack of generalship and mature judgement in requiring his subordinate commanders to simultaneously maintain a forward defence posture, occupy unmanned fortresses, and yet not withdraw from any position without sustaining 75% casualties and obtaining clearance from two-up, a variation from the norm of one-up, with the result that several formation commanders felt confused and bewildered and acted in a manner prejudicial to the sound conduct of operations and resulting in unnecessary casualties, as well as disorder and chaos arising from haphazard and unplanned withdrawals under

www.bhutto.org

pressure from the enemy;

(vii) That he displayed culpable negligence and wilful disregard of established principles of warfare by denuding Dacca of all regular troops by moving out 53 Brigade, which had been previously held as Corps reserve, on the expectation that he would be getting more troops as agreed to by GHQ on the 19th of November, 1971;

(viii) That he was guilty of criminal negligence in not ensuring beforehand satisfactory arrangements for transport, ferries, etc., with the result that even his last minute desperate efforts to withdraw troops from forward positions for the defence of Dacca were unsuccessful, and whatever troops did manage to reach Dacca did so minus their heavy equipment, besides suffering unnecessary casualties en route.

(ix) That he wilfully failed to defend Dacca, and agreed to a shameful and premature surrender inspite of his own assertion before the Commission that Indians would have required at least a period of seven days to mount the offensive and another week to reduce the defences of Dacca, notwithstanding the shortcomings of his concept and plans, inadequacies and handicaps in respect of men and materials as compared to the enemy, the absence of air support and the presence of Mukti Bahini in and around Dacca.

(x) That he deliberately and wilfully sent unduly pessimistic and alarming reports to GHQ with a view to eliciting permission to surrender as he had lost the will to fight as early as the 6th or 7th of December, 1971, owing to his own mismanagement of the entire of war and his inability to influence , inspire and guide the subordinate Commanders;

(xi) That he wilfully, and for motives and reasons difficult to understand and appreciate, stopped the implementation of denial plans, with the result that large quantities of valuable war materials wee handed over intact to the Indian forces after surrender, inspite of the fact that GHQ had specifically ordered by their Signal of the 10th December ,1971, to carry out denial plans;

(xii) That he displayed a shameful and abject attitude in agreeing too surrender when he had himself offered a ceasefire to the Indian Commander-in-Chief; in signing the surrender document agreeing to lay down arms to the joint command of the Indian forces and the Mukti Bahini; in being present at the Dacca Airport to receive the victorious Indian General Arora; in ordering his own ADC to present a guard of honour to the said General; and in accepting the Indian proposal for a public surrender ceremony which brought everlasting shame to the Pakistan Army.

(xiii) That he was guilty of conduct unbecoming a Officer and Commander of his rank and seniority in that he acquired a notorious reputation for sexual immorality and indulgence in the smuggling of Pan from East to West Pakistan, with the inevitable consequence that he failed to inspire respect and confidence in the mind of his subordinates impaired his qualities of leadership and determination, and also encouraged laxity in discipline and moral standards among the officers and men under his command;

(xiv) That during the period of his captivity as a prisoner of war in Jabbalpur (India) and on repatriation to the Pakistan he made efforts to subvert the truth by trying to exercise undue influence on his Divisional and Brigade Commanders by offering them threats and inducements , so as to persuade them to present before th GHQ Briefing Committee and the Commission of Inquiry , a coordinated and coloured version of the events in East Pakistan for the purpose of mitigating his own responsibility for the defeat; and

(xv) That, on repatriation to Pakistan, he deliberately adopted a false and dishonest stand to the effect that he was willing and able to fight but was ordered to surrender by General Yahya Khan, and that as a dutiful soldier he had no option but to obey the said order against his best judgement.

2. Maj Gen Mohammad Jamshed, ex-JOC 36 (ad hoc) Division, Dacca

(i) That having been appointed as GOC 36 (ad hoc) Division for the express purpose of taking over from 14 Div., major responsibility for the defence of Dacca, he wilfully failed to plan for the same, in accordance with sound principles of warfare, and showed culpable lack of initiative in this behalf;

(ii) That in the aforesaid capacity he wilfully neglected to point out to Lt Gen Niazi, during various confer-

www.bhutto.org

ence, the inadequacy of the resources at his disposal for the defence of Dacca, pointing out after the 19th of Nov, 1971, when 53 Brigade was sent out of Dacca to Feni;

(iii) That he displayed gross neglect in ordering the abrupt withdrawal of 93 Brigade from Jamalpur to Dacca without planning for it, well knowing that it was defending Dacca by holding that fortress, and in consequence of this ill-planed move 93 Brigade got completely disintegrated enroute owing to the capture by the enemy of the Brigade Commander and a considerable portion of the Brigade;

(iv) That he showed complete lack of courage and will to fight in that he acquiesced in the decision of the Commander, Eastern Command, to surrender to surrender to the Indian forces at a juncture when it was still possible, in spite of the paucity o resources, to hold the enemy for a period of two weeks or so;

(v) That he deliberately and wilfully neglected to inform the authorities concerned, on his repatriation to Pakistan, about the facts that he had got distributed Rs 50,000 out of Pakistan currency notes and other funds at his disposal or under his control, amongst certain evacuated from Dacca on the morning of December, 1971, and the manner in which he did so.

(3) Maj Gen M. Rahim Khan, ex-GOC 3? (ad hoc) Division

(a) In Paragraphs 9 to 11 of Chapter III of P art V of the Main Report , we had occasion to comment upon the conduct of Maj Gen Rahim Khan, GOC 39 (ad hoc) Division, who abandoned his Division , and evacuated his Divisional HQ from Chandpur , of course, with the permission of the Commander, Eastern Commander, with no replacement, and with the consequence that his Division disintegrated and had to be replaced with another Headquarter called the Narayan Sector Headquater under a Brigadier. We had then recounted that the conduct of Maj Gen Rahim Khan in abandoning his troops and shifting to a place outside his area of responsibility prima facie called for a proper inquiry to determine whether the General was guilty of dereliction of duty or/and cowardice. We also added some other points which needed to be looked into in this behalf.

(b) As Maj Gen Rahim Khan was one of the senior officers serving in East Pakistan during the war, he voluntarily appeared before the Commission during the present session, primarily for the purpose of clearing his position. As will be seen from a detailed discussion of the operation of the 39 (ad hoc) Division in the narration of the military events, the Commission is far from satisfied with the performance of this General Officer. In the light of the information now available we now consider that he should be tried by a court martial on the following charges:

(i) That he shameful cowardice and undue regard for his personal safety in seeking, and obtaining, permission from the Eastern Command to abandon his Division and vacate his Divisional Headquarters from Chandpur on the 8th of December 1971, simply because Chandpur was threatened by the enemy, with the result that he deserted his troops and his area of responsibility in the middle of the war with India;

(ii) That y his wilful insistence on moving by day against competent advise, owing to fear of Mukti Bahini, caused the death of fourteen Naval ratings and four officers of his own HQ, besides injuries to several others, and to himself due to strafing by Indian aircraft;

(iii) That in his anxiety to get away from Chandpur, he wilfully abandoned valuable signal equipment with the result that the communication system of the Division disintegrated and his subordinate commanders and troops were left to their own fate;

(iv) That he on the 12th of December, 1971, by word of mouth,,, caused alarm and despondency by General Niazi, Jamshed and Farman Ali that "it is all over , let us call it a day"' and that the Mukti Bahini might resort to massacre'

(v) That he wilfully avoided submitting a debriefing report to GHQ, on being specially evacuated to Pakistan in early 1971, so as to conceal the circumstances of his desertion from his Div HQ at Chandpur with the consequence that the authorities were persuaded to appoint hi as Chief of the General Staff without any knowledge of his performance in East Pakistan

www.bhutto.org

4. Brig. G.M. Baqir Siddiqui, former COS, Eastern Command, Dacca

(i) That as Chief of Staff, Eastern Command, he was guilty of wilful neglect in failing to advise the Commander , Eastern Commander, on sound professional lines in regard to the matters mentioned in charges (i) to (ix) framed against Lt. Gen Niazi;

(i) That he wilfully collaborated with, and assisted, the Commander, Eastern Command, in sending unduly pessimistic and alarming reports and signals to GHQ with a view to elicit permission to surrender, as he had also lost the will to fight owing to his culpable negligence and failure in the performance of his professional duties as the Chief of Staff of the Eastern Command;

(iii) That he showed culpable disregard of sound principles of planning for the war in that he excluded the Commanders of the supporting arms like signals, engineers, logistics, medical, etc. from full participation before the plans of the Eastern Command were finalized, with the result that the full benefit of the advice of these Commanders was not available to Lt Gen Niazi at the proper time;

(iv) That he was guilty of culpable negligence in not properly advising the Commander, Eastern Command, of the imminence and enormity of the Indian threat even though he had been fully briefed in this behalf by the GHQ at a conference in Rawalpindi in October 1971, and he also similarly failed to advise the Commander on the imperative need of readjusting troops to meet this threat;

(v) That he was responsible for abrupt changes in command in the middle of the war , and also for giving orders to subordinate formations over the head of their superior commanders, thus resulting in uncertainty and confusion during the critical days of the war;

(vi) That he wilfully, and for motives and reasons difficult to understand and appreciate stopped the implementation of denial plans with the result that large quantities of valuable war materials were handed over intact to the Indian forces after the surrender, in spite of the fact the GHQ had specifically ordered by their of the 10th December 1971 to carry out denial plans;

(vii) That in [illegible]ticular, he instructed the comm[illegible]der Signals to keep the inter-wing transmitter in operation even after the surrender, apparently for the purpose of conveying recommendations to GHQ for the grant of gallantry awards etc. with the result that this valuable equipment fell intact into the hands of the enemy;

(ix)That he was unduly friendly with the enemy during the period of his captivity, so much so that he was allowed to go out shopping in Calcutta, a facility not allowed to anyone else by the Indians;

(x) that he acted against good order and the custom of the Service in being instrumental in conveying threats and inducements to formation commanders for the purpose of presenting a coordinated story before the GHQ and the Commission of Inquiry in regard to the events leading to surrender in East Pakistan.

5. Brig Mohammad Hayat, former Comd. 107 bde. (9 Div)

(i) That as Commander 107 Bde., he displayed neglect in not formulating a sound plan for the defence of the fortress of Jessore;

(ii) That while launching counter attack at Gharibpur he neglected to obtain full information about the enemy strength, and did not himself command this important Brigade counter attack, in consequence whereof he lost seven tanks, his en suffered heavy casualties, and the defence of Jessore fortress was seriously jeopardised;

(iii) That on a report that enemy tanks had broken through the defences of Jessore he, without even verifying the same, shamefully abandoned the fortress of Jessore without a fight on the 6th of December 1971, delivering intact to the enemy all supplies and ammunition dumps stocked in the fortress, and without issuing any orders to his unit in contact with the enemy, who had to fight their own way during the following night.

(iv) That after abandoning Jessore without contact with the enemy, he withdrew to khulna in wilful and intentional violation of the clear orders of G.Q.C. 9 Division to withdraw to Magura in the event of a forced withdrawal fro jessore, thus making it impossible for the Divisional Commander to give battle to the enemy across the Madhumati River.

6. Brig. Mohammad Asla Niazi, former

www.bhutto.org

Cod., 53 Bde (39Ad hoc Div.)

(i) That as Commander 53 Bde. he displayed culpable lack of initiative, determination and planning ability in that he failed to prepared defences of Mudafarganj as ordered by the G.O.C. 39 (As hoc) Division on the 4th of December 1971, with the result that the place was occupied by the enemy on or about the 6th of December 1971 , thus seriously endangering the line of communication between Tripura and Chandpur where the Divisional Headquarters was located;

(ii) That he showed culpable lack of courage, planning ability and determination in failing to eject the enemy fro Mudafarganj as ordered by the GOC on the 6th of December 1971, with the result that contingents of 23 Punjab and elements of 21 A.K. surrendered to an Indian unit on the 11th of December 1971 in highly adverse circumstances, without water or food and the ammunition having been nearly exhausted;

(iii) That he shamefully abandoned the Fortress of Laksham on or about the 9th of December 1971, which it was his duty to defend;

(iv) That he displayed wilful neglect in failing to properly organize ex-filtration of his troops fro the fortress at Laksha to Comilla on the 9th of December 1971, with the result that out of a strength of about 4000 men only about 500 or so, including the Brigade Commander himself and C.O. 39 Baluch with approximately 400 men surrendered to the enemy when he was barely three miles outside Comilla, and as a consequence 53 Bde and all its battalions thus disintegrated;

(v) That he wilfully acted in callous disregard of military ethics in abandoning at Laksha 124 sick and wounded with two Medical Officers who were deliberately not informed about the proposed vacation of the fortress; and

(vi) That while vacating the fortress of laksha he wilfully and intentionally abandoned all heavy weapons, stocks of ammunition and supplies for the use of the enemy, without implementing the denial plan;

8. Cases Requiring Departmental Action

(1) Brig. S.A. Ansari, ex-Comd, 23 Bde, (Div):

This officer assumed command of 23 Bde on the 14th of November 1971 and was responsible for the civil districts of Rangpur and Denajpur, except the small area of Hilli which was under the control of 205 Bde. Right from the beginning he seems to have been losing ground, starting with the loss of Bhurungamari which was attacked by the Indians on the 14th or 15th of November 1971. His troops then lost the important position of Pachagarh mainly owing to Brig. Ansari's inability to readjust his position. He then abandoned Thakargaon between 28th and 30th of November 1971 without offering any resistance to the enemy. As a result of these reverses he was relieved of his command on the 3rd of December 1971. His Divisional Commander, Maj. Gen. Nazar Hussain Shah formed a poor opinion of his performance in battle and we have no hesitation in endorsing the same fro evidence coming before us. We are of the view that he did not display qualities of courage, leadership and determination. The Commission feels that this Officer is not fit for further retention in service.

(2) Brig. Manzoor Ahmad, ex-Comd 57 Bde (9 Div):

This Officer did not conduct the battle with sufficient grip and caused the loss of fortress of Jhenida without a fight , owing to his inability to clear an enemy block at Kot Chandpur. Then, contrary to the Divisional concept and without orders he withdrew his Brigade out of the Divisional area and had to be placed under 16 Division. He became detached from his main Headquarters and remained so till the end. He could therefore make no contribution to the war and his performance created the impression that he was shaky in battle. He does not appear to be fit for further retention in service.

(3) Brig. Abdul Qadir Khan, ex-Comd, 93 Bde. (36 Div):

The work and the conduct of Brig. Abdul Qadir Khan has come to the notice of the Commission in two capacities, namely as the President of the Inter-Services Screening Committee at Dacca and later as Commander of 93 (Ad hoc) Brigade under 36 Division. In the former capacity, he was responsible for the screening of military and civilian personnel as well as non-officials who had either defected during the Awami League movement or had otherwise come to adverse notice. Allegations were made that some persons in his custody were eliminated without trial, or even without any ostensible cause. However, the allegations were not substantiated so as to fix personal responsibility on hi. As Commander 93 (Ad hoc) Brigade, he was captured by the Indians while withdrawing to Dacca fro

www.bhutto.org

Myensingh under the orders of Eastern Command. He sees to have reached his ceiling and the Commission formed the impression that his further retention in service would not be in the public interest. We were inferred by the GHQ representative that the Officer had since been retired.

Performance of other senior officers

9. Besides Lt Gen. A.A.K. Niazi, Maj Gen. Mohammad Jamshed, and Maj Gen M Rahim Khan, with whose cases we have already dealt in the preceding paragraphs, there were four other General Officers serving in the East Pakistan at the time of the surrender, namely, Maj Gen M.H. Ansari, GOC 9 Div., Maj Gen Qàzi Abdul Majid, GOC 14 Div., Maj Gen Nazar Hussain Shah, GOC 16 Div., and Maj Gen Rao Farman Ali, Adviser to the Governor of East Pakistan. Similarly, besides the Brigadiers, whom we have noticed in the preceding paragraphs, there were 19 other Brigadiers serving in various capacities as Brigade Commanders or Commanders of technical arms. Finally, there was a Rear Admiral of the Navy supported by three Commanders and one Air Commodore commanding the PAF in East Pakistan.

10. While we shall deal with the case of Maj Gen Rao Faran Ali separately, as he was not commanding any troops at the relevant time, we cannot help remarking that all the senior officers stationed in East Pakistan immediately before and during the war of 1971 must be held collectively responsible for the failings and weaknesses which led to the defeat of the Pakistan Army. However, while assessing their individual responsibility, the Commission was obliged to take note of the limitations imposed on them by the concepts and attitudes adopted by the Eastern Command, the admitted shortages and deficiencies in men and materials, faced by them as compared to the vast resources of the enemy and the general demoralisation which stemmed fro the culpable acts of commission and omission on the part of the Army High Command at Rawalpindi and the Commander Eastern Command, at Dacca. Finally, there was also the unfortunate over-riding factor of a long and inherited tradition of unquestioned obedience and loyalty to the superior commander, which prevented most of these officers from questioning the soundness of the critical decisions and actions taken by the High Command, including the final act of surrender. Apart from a few individuals, the large body of officers and men operating in East Pakistan accepted the final decision without any thought of disobedience, even though the majority of them were undoubtedly willing to fight to the last and lay down their lives for the glory of Pakistan.

11. Keeping in view these factors and circumstances we have examined the individual performance and conduct of these senior officers, as will be apparent from the relevant portions of the Main Report and this Supplement where we have narrated at some length the military events as they developed from day-to-day and we have come to the conclusion that adverse comment reflecting on theoir suitability for continued retention in military service would not be justified. We have also not thought it desirable to single out officers for special praise either, although it goes without saying that in several cases the officers did act with dedication and valour beyond the ordinary call of duty.

Performance & conduct of junior officers

12. In the very nature of things, the Commission was not in a position to examine at any length the conduct and performance of officers below the Brigade level although some cases necessarily came to our notice where the performance of these officers had a direct bearing on the fate of important battles which were fought on various fronts, or where their conduct transgressed the norms of moral discipline. Such cases have found mention in the relevant portions of our report, but by and large cases of these junior officers must be left to be dealt with by the respective Service Headquarters who have ordained detailed briefing reports from all of them and are also in possession of their performance by their immediate superiors.

Role of Maj Gen Farman Ali

13. Before we conclude this Chapter, brief remarks about the role of Maj Gen Farman Ali would not be out of place, for the reason that he has been conspicuously mentioned in several contexts by the international press as well as by the Prime Minister of Bangladesh.

14. This officer remained in East Pakistan continuously from the 28th of February 1967 to the 16th of December 1971. He was Commander, Artillery 14 Div., in the rank of Brigadier from the 28th of February, 1967 to the 25th of

www.bhutto.org

March 1969. On the promulgation of Martial Law by General Yaahya Khan on the 25th of March 1969 he was appointed as Brigadier(Civil Affairs) in the office of the Zonal Administrator of Martial Law. He was later promoted as Major General in the same post. From the 4th of July 1971 to the 3rd of September 1971 he functioned under the designation of Maj Gen (Political Affairs), and from the latter date to the 14th of December 1971 he worked as Adviser to the Governor of East Pakistan, ceasing to hold this appointment on the resignation of Dr. A.M.Malik.

15. It was inherent in the appointments held by him since the promulgation of General Yahya Khan's Martial Law on the 25th of March 1969 that Maj Gen Farman Ali should come into contact with civil officials and political leaders, besides being associated with Army Officers and Martial Law Administrators of various levels and grades. He was frankly admitted before the Commission that he was associated with the planning of the military action of the 25th of March 1971, and also with the subsequent political steps taken by the military regime to noramlise the situation, including the proposed by-elections necessiated by the disqual;ification of a large number of Awami league members of the National and Provincial Assemblies. Nevertheless, as a result of our detailed study of the written statement, submitted by the General and the lengthy cross-examination to which we subjected him during his appearence before us, as well as the evidences from other witnesses from Easty Pakistan, we have formed the view that Maj Gen Farman Ali merely functioned as an intelligent, well-intentioned and sincere staff Officer in the various appointments held by him, and at no stage could he be regarded as being a member of the inner military junta surrounding and supporting General Yahya Khan. We have also found that at no stage did he advise, or himself indulge in, actions opposed to public morality, sound political sense or humanitarian considerations. In this context, we have already commented at some length, in a previous Chapter of this Report, on the allegation made by Sheikh Mujibur Rehman at General Farman Ali was wanting to "paint the green of East Pakistan red", and have found that the entire incident has been deliberately distorted.

16. During the critical days of the war this Officer had no direct responsibility for military operations, but he was, nevertheless, closely associated with the Governor of East Pakistan as well as the Commander Eastern Command. It was for this reason that he got involved in what has been called "the Farman Ali incident". As we have seen in the chapter dealing with the details of the surrender in East Pakistan, the message authenticated by Maj Gen Farman Ali for being dispatched to the United Nations on the 9th of December 1971had been approved by the Governor of East Pakistan, who had obtained prior authority and clearance from the President of Pakistan, namely, General Yahya Khan, for the purpose of formulating proposals for a settlement and cessation of hostilities in East Pakistan. In these circumstances, the responsibility for its authorship and dispatch could not, therefore, be placed on this Officer. In fact, he had, at the time, demanded trial by court martial to clear his position. In view of thr facts, as they have now emerged before the Commission, there is no need for any such enquiry or trial.

17. Maj Gen Farman Ali was present at Headquarters Eastern Command, during the last phases of the events when Indian Officers came to meet Lt Gen Niazi for negotiating the details of the surender. From the detailed accounts which have come before usof the behaviour and attitude of both these officers, we have no hesitation in recording the opinion that at all relevant times Maj Gen Farman Ali advised Lt Gen Niazi on correct lines, and if his advice had been accepted, some of the disgraceful episodes might have been avoided.

18. We have also examined the reason why the Indian Commander-in-Chief, General Masnekshaw, addressed certain leaflets to General Farman Ali by describing him as Commander of the Pakistan Army. It appears that on the 8th or 9th December 1971, Lt. Gen. A.A.K.Niazi had not been seen outside his command bunker, and there was a broadcast by the BBC that he had left East Pakistan and that General Farman Ali had taken over the command of the Pakistan Army. It was for this reason that nthe Indian Commander addressed General Farman Ali calling upon him to surrender. We are satisfied that at no time did General Farman Ali indulge in any communication with the Indian Generals. The situation was in any case rectified when Lt Gen Niazi made a public appearance at Hotel Intercontinental, Dacca, before foreign correspondents.

19. An allegation was made before the Commission by Lt Gen Niazi that Maj Gen Farman Ali had sent out of East Pakistan a large sum of money, approximately Rs 60,000, through his nephew who was a Helicopter Pilot in the Army and left Daccain the early hours of the 16th of December, 1971. We reported Major General Farman Ali to seek his explanation regarding this allegation and some other matters. He has explained that a

www.bhutto.org

sum of Rs 60,000/- had been given by the President of Pakistan to the Governor of East Pakistan for expenditure at his discretion. After the Governor of East Pakistan resigned on or about the 14th December 1971, Maj Gen Farman Ali, as Advisor to the Governor, became responsible for this amount. He paid Rs 4000 to Islamia Press, Dacca, and this payment was within the knowledge of the Military Secretary to the Governor, who has also been repatriated to Pakistan. Out of the remaining amount of Rs 56,000/-, Maj Gen Farman Ali paid Rs 5000/- to Maj Gen Rahim Khan at the time of his evacuation from Dacca on the morning of the 16th of December 1971 to meet the expenses enroute which may be required not only by Maj Gen Rahim Khan but also by the other persons who were being evacuated with him. It was stated Maj Gen Farman Ali that Maj Gen Rahim Khan had rendered the necessary account of the sum of Rs. 5000/- given to him.

20. After deducting payments made to the Islamia Press, Dacca, and to Maj Gen Rahim Khan an amount of rS 51,000/- WAS left with Maj Gen Farman Ali which he physically handed over to his nephew Major Ali Jawaher at the time of his departure from Dacca onj the 16th of December 1971. Since his arrival in Pakistan, Maj Gen Farman Ali has deposited Rs 46,000/- in the Government Treasury and handed over the treasury receipt to Brig. Qazi, Director Pay and Accounts, GHQ. He has claimed the remaining amount of Rs 5000/- on account of house rent allowance sanctioned by the Government of East Pakistan for the residence of his wife and family in West Pakistan. He has stated the sanctioned allowance was Rs 1400/- PM and the period involved was twelve months, so that he could claim Rs 15000/- but he has claimed only Rs 5000/-.

21. We are satisfied with the explanation rendered by Maj Gen Farman Ali, as the facts stated by him are easily verifiable and we do not think that he would have made incorrect statements in this behalf before the Commission.

22. For the foregoing reasons we are of the view that the performance and conduct of Maj Gen Farman Ali during the entire period of his service in East Pakistan does not call for any adverse comment.

Conclusions

1.This Commission of Inquiry was appointed by the President of Pakistan in Dec 1971. After examining 213 witnesses, we submitted the Main Report in July, 1972. However, at that time we did not have before us the evidence of the major personalities, except Major General M. Rahim Khan who had played a part in the final events culminating in the surrender in East Pakistan. Accordingly, we stated that "our observations and conclusions regarding the surrender in East Pakistan and other allied matters should be regarded as provisional and subject to modification in the light of the evidence of the Commander, Eastern Command, and other senior officers as and when such evidence becomes available".

2. After the repatriation of prisoners of war from India, the Commission was reactivated in May, 1974. At theb resumed session, we have examined as many as 72 persons, including Lt Gen A.A.K.Niazi, Commander, Eastern Command, all the Major Generals and Brigadiers who had served in East Pakistan, Rear Admiral Sharif, Flag Officer Commanding the Pakistan Navy, Air Commodore Inam, the senior most Air Force Officer, and several civilian officers like the chief Secretary, the Inspector General of Police, two Divisional; Commissioners etc, Maj.Gen M.Rahim Khan was re-examined at his own request.

3. As it appeared to us that the defeat suffered by the Armed Forsec of Pakistan was not merely the result of military factors alone, but had been brought about as the cummulative result of political, international, moral and military factors, we examined all these aspects in our Main Report at some length. We have followed the same pattern of study in the present supplementary Report. Although we are now naturally in possession of far more detailed information as to the events in East Pakistan, yet the main conclusions reached by us on the earlier occassion have remained unaffected by the fresh evidence now available. In the paragraphs that follow, we intend briefly to summarise our conclusions on these major aspects of the causes of surrender in East Pakistan, making reference, wherever necessary, to the conclusions already embodied in the Main Report.

Political background

4. In the Main Report, we have traced the genesis of the Pakistan movement, the events preceding the establishment of Pakistan, and the political developments which took place between 1947 and 1971, including a detailed study of the effects of the two Martial Law periods in hastening the process of political and emotional isolation of East Pakistan from West Pakistan.

5. We have also, in the Main Report, examined at length the role played by the two major political parties, namely, the

www.bhutto.org

Awami League in East Pakistan and the Pakistan Peoples party in West Pakistan, in bringing about the situation resulting in the postponement of the session of the National Assembly scheduled to be held at Daccaon the 3rd of March, 1971. We have then examined the events occurring between the 1st and the 25th of March, 1971, when the Awami League had seized power from the Government of General Yahya Khan, necessitating resort to the military action of the 25th of March, 1971. We have also touched upon the negotiations which Gen Yahya Khan was pretending to hold during this period with Sh. Mujibur Rahman on the one hand and political leaders from West Pakistan on the other. Although he never formally declared these negotiations to have failed, yet he secretly left Dacca on the evening of the 25th of March, 1971, leaving instructions behind for military action to be initiated when his plane reached the Karachi area.

6. We have found, as a result of a detailed analysis of the events surrounding the imposition of the second Martial Law by General Yahya Khan on the 25th of March, 1969, that he did not take over the country in order merely to restore normal conditions and re-introduce the democratic process. He did so with a view to obtaining personal power and those who assisted him did so with full knowledge of his intentions. The fresh evidence recorded by us has only served to strengthen this conclusion as to the intentions of Gen Yahya Khan.

7. All the Senior Army Commanders who were concerned with the administration of Martial Law in East Pakistan as well as the senior civil servants who were inducted into the civil administration in East Pakistan , have expressed the view that military action could not have been a substitute for a political settlement, which was feasible once law and order has been restored within a matter of few weeks after the military action. Most of these witnesses have stated that the most favourable time for a political settlement was between the months of May and September, 1971, during which a reasonable amount of normalcy had been restored and the authority of the Government had been re-established at least in most of the urban areas, if not throughout the countryside. However, no effort was made during these months to start a political dialogue with the elected re[presentatives of the people of East Pakistan; instead fraudulent and useless measures were adopted.

8. The use of excessive force during the military action and the conduct of some of the officers and men of the Pakistan Army during the sweep operations had only served to alienate the sympathies of the people of East Pakistan. The practice of the troops living off the land, in the absence of a proper organisation of their own logistic arrangements during their operations in the country-side, encouraged the troops to indulge in looting. The arbitrary methods adopted by the Martial Law administration in dealing with respectable East Pakistanis, and then sudden disappearances by a process euphemistically called "being sent to Bangladesh" made matters worse. The attitude of the Army authorities towards the Hindu minority also resulted in large-scale exodus to India. The avowed intention of India to disember Pakistan was only too well known, but even then the need for an early political settlement was not realised by General Yahya Khan. The general amnesty declared by him in August, 1971, proved ineffective, as it was declared too late, and left much to be desired in its implementation. It did not result in the return of any appreciable number of the elected representatives of the people, who were in any case valuable hostages in the hands of the Indian authorities who did not allow them to cross back into Pakistan.

9. Precious moments were thus wasted, during which the Indians mounted their training programme for the Mukti Bahini and started guerrilla raids into Pakistan territory. General Yahya Khan then embarked upon his scheme of by -elections in place of the disqualified Awami League representatives, but these by-elections were an exercise in futility, for the reason that they were supervised and controlled by the by the Martial Law administration, and even the selection of the candidates was being made by a Major General of the Pakistan Army. In these circumstances, these newly elected representatives did not have any authority to speak on behalf of the people.

10. Similarly, the appointment of Dr.Malik as the civilian Governor of East Pakistan, and the installation of his ministers, did not produce any impact. These gentlemen did not command the confidence of the people, although Dr Malik was personally respected as a veteran statesman. These attempts at civilization of the Government of East Pakistan were, therefore, an utter failurein winning back the confidence of the people. Power continued to vest in the hands of the Zonal Martial Law Administrator, namely, Lt Gen A.A.K.Niazi. In any case, in view of the circumstances prevailing, namely, the over-riding importance ofd maintaining law and order and keeping the lines of communication open, the role of the army continued to be pre-dominant.

11. Apart, therefore, from the immorali-

ty and political expediency of the kind of military action taken by General Yahya Khan on the 25th of March, 1971, it was his culpable failure to arrive at a political settlement with the Awami League during the crucial months preceding the war that completely alienated the sympathies of the population of East Pakistanis, confirming their suspicion that the Generals were not prepared to part with political power in favour of the elected representatives of the people. The refusal of Gen Yahya Khan to negotiate with the Awami League becomes all the more significant when we remember that two of its top leaders, Sh Mujibur Rahman and Dr Kamal Hussain were in his custody in West Pakistan, and that almost all the friendly countries had advised him to arrive at a political settlement in view of the looming Indian threat of military action.

12. The two direct and devastating consequences of this political situation brought about by the military regime itself, since holding the elections of 1970, were the prolonged involvement of the Pakistan Armyin counter-insurgency measures throughout the Province, and its forced deployment in penny-pockets all along the borders of East Pakistan to prevent infiltration of Mukti Bahini and Indian agents. In the presence of these two factors, the Pakistan Army was obviously fighting a losing battle from the very start.

International aspect

13. After exhaustively reviewing the state of our international relations as they existed immediately preceedingthe war, we had expressed the opinion, in the Main Report, that in the background of our relations with India ever since 1947, it should not have been too difficult to appreciate that India would do every thing to precipitate a crisis in East Pakistan.

14. We also took note of the various efforts made by India to internationalise the refugee problem which had arisen as a result of the exodus of people from East Pakistan to India in the wake of the military action. The Indian propaganda was so successful that all efforts made by the military regime in Pakistan to defuse the situation in East Pakistan left the world unimpressed. The situation was further complicated by the mutual assistance treaty signed between India and USSR in Aug, 1971. All the Governments friendly to Pakistan, especially Iran, China and the USA, had made it clear to Gen Yahya that they would not be in a position to render bany physical assistance to Pakistan in the event of an armed conflict with India. However, the significance of this international situation was unfortunately completely lost on Gen Yahya Khan and his associates. They blundered ahead, oblivious of the fatal consequences of their international isolation.

15. In the Main Report we also dealt with the activities at the United Nations during the critical days of the war, and came to the conclusion that there was no rational explanation why Gen Yahya Khan did not take the dispute to the Security Council immediately after the Indian invasion of East Pakistan on the 21st of November, 1971, nor was it possible to explain his refusal to accept the first Russian Resolution, if indeed the situation in East Pakistan had become militarily so critical that surrender was inevitable. In this context we also referred to the message which was handed over by Major General Farman Ali to Mr Paul Mure Henry, Representative of the UN at Daccafor onward transmission to the Secretary General of the UN, offering certain proposals for a political settlement in East Pakistan. Finally, we expressed the opinion that if Gen Yahya Khan as Commander-in-chief of the Army had shown greater determination and courage and directed the Eastern Command to hold on somewhat longer than the 16th of December, 1971, it was quite possible that a satisfactory solution ordering a cease-firemight have been obtained from the Security Council.

16. During the present phase of our enquiry nothing has been said by the witnessesabout the state of our international relations and their impact on the 1971 war, nor about the moves in the United Nations except that Major Gen Farman Ali has clarified the position with regard to the message attributed to him. He had stated that the message was drafted under the instructions of the Governor of East Pakistan who had been authorised by the President of Pakistan to offer proposals for a political settlement with the Awami League, and that he handed over a copy of the same to Mr Paul Mate Henry as directed by the Governor of East Pakistan. While this clarification removes the mystery surrounding the so-called "Farman Ali incident", it does not in any manner affect the conclusions already stated by us in the main Report as regards the international aspect.

Military aspect

17. While discussing the military aspect of the war in the Main Report we came to the conclusion that the major role in the 1971 disaster had been that of the ground

www.bhutto.org

forces, that the strategic concept embodied in war Directive No.4 of 1967, required a drastic revision in the light of the political and military situation developing as a result of the military action in East Pakistan in March 1971, but the Army High Command did not carry out any study in depth of the effect of these new factors, nor did it pay any attention to the growing disparity between the war preparedness and the capability of the armed forces of Pakistan and India as a result of the Indo-Soviet Treaty of Aug 1971. We dealt at length with the concepts of defence as well as the plans formulated by the General Headquarters both for East and West Pakistan, and pointed out the defects and deficiencies in those plans, apart from the inadequacy of resources available on both fronts as compared to those of the enemy. However, we observed that our study of the military aspect of the war in East Pakistan, both limited and total, was inconclusive on account of the non-availability of the evidence of the Commander, Eastern Command, and other senior officers then serving in East Pakistan.

18. Having now had the advantage of examining these commanders at considerable length we feel we are in a position to formulate our final conclusions as to the causes of surrender in East Pakistan.

19. There has been some controversy as to the exact status of Lt Gen A.A.K.Naizi, namely, whether he was a Theatre Commander or merely a Corps Commander,m although he has been officially described as Commander, Eastern Command. While a Corps Commander is merely a Commander of a number of divisions placed under his command, a Theatre Commander is not merely in command of all the forces in the area, including the Naval and the Air Forces. In case of East Pakistan the Flag Officer Commanding of the Navy and the Air Force Commanding of the Pakistan Air Force were directly under their own respective Commanders-in-chief, although they were instructed to liaise and coordinate with the Commander, Eastern Command. Technically speaking, therefore, Gen Niazi was not a Theatre Commander and was never designated as such. Nevertheless, situated as he was, we consider that at least from the 3rd of Dec 1971 onwards, on which date war broke out on the Western Front as well, Lt Gen Niazi became, for all intents and purposes, an independent Corps Commander, possessing of necessity and by force of circumstances all the powers of a Theatre Commander, and even the General Headquarters expected him to act as such, for there was no possibility thereafter of replacing him by another Commander of equivalent rank. General Niazi's conduct of war , as also his final decision to surrender, have, therefore, to be judged in this light.

20. The traditional concept of defence adopted by Pakistan Army was that the defence of East Pakistan lies in West pakistan . However Lt Gen Niazi contented before the Commission that the Indians would not have started an all-out war in East Pakistan if the Western Front had not been opened by Pakistan. It seems to us that this contention is based on a lack of proper appreciation of the enemy threat which was fast developing in the Eastern Theatre. It had become quite evident that the Mukti Bahini, on their own , even aftyer their training in India would never be able to face a pitched battle with the Pakistan Army, and the Indians could not afford to prolong the war by proxy for an indefinite period. The plan of capturing a sizeablr chunk of territory for setting up Bangladesh has also been frustrated by the forward deployment of our troops. An all-out war had, therefore, become inevitable for India, and in such an event the only course open for Pakistan was to implement the traditional concept of defending East Pakistan from West Pakistan in an determined and effective manner. The concept, therefore, that the defence of East Pakistan lies in West Pakistan remained valid and if ever there was need to invoke this concept it was on the 21st of Nov 1971 when the Indian troops had crossed the East Pakistan borders in naked aggression. Unfortunately, the delay in opening the Western front and the half-hearted and hesitant manner in which it was ultimately opened only helped in precipitating the catastrophe in East Pakistan.

21. The Operational instructions issued by the Eastern Command as No.3 of 1971 on thew 15th of July 1971, contemplated a forward defensive posture with strong points and fortresses which were to be made logistically self-sufficient to fight a battle lasting for at least 30 days, even if by-passed. They were also expected to act as firm bases or jumping-off points for actions against the enemyfrom the flanks or from behind. Dacca was to be defended at all costs by being made into a fortress, as it was the lynch-pin, both politically and militarily.

22. The plan envisaged as many as 25 fortresses and 9 strong points, consisting mainly of built up areas such as district or sub-divisional headquarter towns, large villages and cantonments. The paucity of troops did not permit them to be manned but it was expected that the troops deployed along the border and in counter insurgency operations would gradually fall back and take up defensive positions

www.bhutto.org

within the fortressesand strong points. His concept further contemplated thatn the fortresses would be defended to the last man and last round.

23. the fortress concept postulates 3 essential conditions for its success namely

a) that there must be adequate reserves to strike the enemy if bypasses the fortress, and to give mutual support to another fortress;

(b). that the fortress must be so located as to be able to mutually support each other and

(c). that the population in the areas in which such fortresses are located is not hostile. Gen Niazi was fully aware that none of these conditions were fulfilled in East Pakistan as he did not have enough troops to man 34 fortress and strong points with his then 29 battallions: his fortress and strong points were so located that they were not in a position to mutually support each other, and he also knew that the local population was hostile and movement of his troops would be made impossible by the Mukti Bahini. We are at a loss to understand how he expected the concept to succeed in these circumstances.

24. The evidence clearly discloses that none of the fortresses were manned nor did they have protective defences capable of withstanding enemy attacks supported by armour. Troops were expected to man these fortresses after falling back from their forward: even such artillery or heavy weapons as the troops possessed were to the fortresses. The withdrawal of the troops to the fortresses was as was to be expected in these circumstances, by no means an orderly withdrawal , but in most casesit was a disorderly retreat, leaving even the heavy equipment behind. There were no reserves with any local Commanders, except for 16 Division, and the command reserve of only a brigade strength and also been committed in the Eastern sector, through which the maineneny thrust came. This soundness of the fortress concept thus stood throughly exposed by the end which it produced.

25. In our view, the concept was utterly inappropriate for achieving the mission assigned to the Commander, Eastern Command, of defending East Pakistan and maintaining his presence in East Pakistan in the changed situation created by the war launched by the enemy. The wisest course of action for Gen Niazi would have been to concentrate his troops in a smaller area, protected by the major natural obstacles around the military and political lynch pin- Dacca.

26. At any rate, there should have been a contingency plan for a planned withdrawal into thew Dacca triangle to cater for fighting a all-out war with an enemy vastly superior in resources and capabilities both on the ground and in the air. The failure on part of the Eastern Command to so plan amounts to gross negligence for, in fact , in fact , what was done was merely to give battle in weakness and be forced to retreat in disorder. The fortress strategy might have been suitable for carrying out the counter insurgency operations, but after the 21st of Nov 1971, it became redundant. The net result of this strategy was to give the opposite advantage to the enemy , who at his leisure routed and dispersed our troops while himself concentratingly advanced in order towards Dacca.

27. The tragedy with Gen Niazi has been his obsession that he will not be called upon to fight any major battles with the Indians in East Pakistan, inspite of enormous Indian buildup around East Pakistan, the detailed briefing given by GHQ to his Chief of Staff about the Indian plans and the advice given to him by the chief of the General Staff and the Vice-chief of the General Staff, during their last visit to the Eastern Theatre, for the deployment of his troops. Gen Niazi's only reaction to these warnings about the new threat was to hastily raise two ad hoc Divisions namely 36 Div in Sept 1971 and 39 Div on the 19th of Nov 1971 by commiting his command reserves.

28. Lt Gen Niazi tried to justify the deployment of his reserves by saying that he had been promised 8 more battallions, and if these had been sent, he would have had enough troops to crteate a command reserve as also to meet then deficiencies of the new ad hoc formations. The evidence unfortunately does not disclose thatn any firm commitment was made by GHQ. We also find that even if the extra battallions had been sent the position would not have materially improved as there was no clear plan for their dep[loymant. Gen Niazi was thereforenot justified in denuding himself of his reserves before the actual arrival of the additional troops.

29. We are also not impressed by the excuse put forwartd by the Commander, Eastern Command for not modifying his plans , namely that the mission originally assigned to him hold every inch of territory in East Pakistan and to prevent the establishment of Bangladesh by the capture of any sizeable chunk of territory, was never changed by the High Command. As an independent Corps Commande,r, thousands of miles away from the GHQ, it should have been apparent to him that at least from the 21 Nov 1971 onwards the

www.bhutto.org

more important part of his mission was to defend East Pakistan and to keep the Corps in being, by giving up territory if necessary.

30. We also find that it is not correct to say that the mission given to the Eastern Command was never changed, because the GHQ had given him through more than one message a clear indication that territory had become less important, and that the Command should fight for time keeping in view only territories of strategic importance.

31. The detailed narrative of events as given by us in the Supplementary Report, clearly shows that the planning was hopelessly defective and there was no plan at all for the defence of Dacca, nor for any concerted effort to stem the enemy onslaught with a Div or a Brigade battle at any stage. It was only when the general found himself gradually being encircled by the enemy which had successfully managed to bypass his fortresses and reached Faridpur , Khulna, Daudkandi and Chandpur (the shortest route to Dacca) that he began to make frantic efforts to get the troops back for the defence of Dacca. It was unfortunate then too late, the ferries necessary for crossing the troops over the big Jamna river from the area of 16 division had disappeared and the Mukti Bahini had invested the area behind, making vehicular movement impossible. Orderly withdrawal of troops in time for concentrated defence was also made impossibleby the unfortunate orders issued by Lt Gen Niazi that no withdrawal was to take place unless cleared two up and without suffering 75% casualties.

32. In the absence of contingency plans for the withdrawal of troops into the Dacca triangle area behind the big rivers , to prevent the enemy breakthrough and to deal if need be with the known capability of the enemy to heli-drop troops behind our lines after it had acquired mastery of the air by either eliminating or neutralising our Air Force of only one squadron, it was not at all a matter of surprise that the defences should have collapsed immediately in thin lines in the forward positions were pierced by the enemy. On the fourth day of the all-outwar major fortresses were abandoned without a fight, namely, Jessore and Jhenidaon the West and the Brahmanbaria in the east. On the next day the Comilla fortress was isolated by encirclement from all sides, and on the 9th of Dec . 1971 even a divisional commander abandoned his area of responsibility with his headquarters , leaving his formation behind. On the same day 2 more fortresses Kushtia and Laksham were abandoned. At the latter fortress even the sick and the wounded were left behind. By 10 Dec 1971, even Hilli, where a determined battle had been fought for 16 days had to be abandoned. The Brigade returning from Mymensingh got entangled with heli dropped Indian troops, and the Brigade Commander and some of his troops were taken prisoner.

Surrender

33. The painful story of the last few days immediately preceeding the surrender on 16 dec 1971 has been narrated in Part 1V of the Supplementary Report. We have come to the conclusion that there was no order to surrender, but in view of the desperate picture painted by the Commander, Eastern Command, the higher authorities only gave him permission to surrender if he in his judgement thought it was necessary. Gen Niazi, could have disobeyed such an order if he thought he had the capability of defending Dacca. On his own estimate, he had 26,400 men at Dacca in uniform and he could have held out for at least another 2 weeks, because the enemy would have taken a week to build up its forces in the Dacca area and another week to reduce the fortress of Dacca. If Gen Niazi had done so and lost his life in the process, he would have made history and would have been remembered by the coming generations as a greaty hero and a martyr, but the events show that he had already lost the will to fight after the 7th December 19971, when his major fortresses at Jessore and Brahman-baria had fallen. The question of creating history, therefore, was never in his mind.

34. Even more painful than the military failures of lt. Gen Niazi is the story of the abjeet manner in whichhe agreed to sign the surrender document laying down arms to the so-called joint-command of India and Mukti Bahini, to be present at the Airport to receive the victorious Indian General Aurora, to present a guard of honour to the Indian General, and then to participate in th epublic surrender ceremony at the Race Course, to the everlasting shame of Pakistan and its Armed forces. Even if he had been obliged to surrender, by force of circumstances, it was nto necessary for him to behave in this shameful manner at every step of the process of surrender. the detailed accounts which have been given befor ethe commission by those who had the misfortune of witnessing these events, leave no doubt that Lt. Gen Nizai had suffered a complete moral collapse during the closing phases of the war.

35. While undoubtedly the responsibility for these failures lies with the Commander, Eastern Command, GHQ cannot escape its responsibility, as the plan

www.bhutto.org

had been approved by it. It was also the responsibilityof GHQ to correct the mistakes of the Eastern Command, as communications were open to the last. It was incumbent upon GHQ to guide, direct and influence the conduct of the war in the Eastern Theatre, if the Commander himself in that Theatre was incapable of doing so. But the GHQ failed in this important duty. The Commander-in-Chief remained indifferent.

36. While we have not specially condemned the performance of senior Officers other than Lt Gen A.a.K. Niazi, Maj Gen Mohammad Jamshed, Maj Gen M. Rahim Khan and some of the Brigadiers, we cannot help remarking that all the the Senior Officers stationed in East Pakistan immediately before and during the war of 1997 must be held collectively responsible for the failings and weaknesses whichled to the defeat of the Pakistan Army. The only thing which goes in their favour is that while assessing their individual resonsbility the Commission was obliged to take note of the limitations imposed upon them by the concepts and attitudes adopted by the Eastern Command, the admitted shortages and deficiencies in men and materials faced by them as comapred to the vast resources of the enemy, and the general demoralization which stemmed from the culpable acts of commission and omission on the part of the Army High Command at Rawalpindi and the Commander, Eastern Command at Dacca. Finally, there was also the unfortnate overriding factor of a long and inherited tradition of unquestioned obedience and loyalty to the superior Commander which prevented most of these Officers from questioning the soundness of the critical decisions and actions taken by the High Command, including th efinal act of surrender.

37. Before we conclude this part of the discussion, we would like to place on record that, apart from a few individuals, the large body of Officers and men operating in East Pakistan accepted the final decision without any thought of disobedience only owing to their ingrained sense of discipline, and the majority of them would have been undoubtedly willingto fight to the last and lay down their lives for the glory of Pakistan. The gallantry and determination with which soem of the battles were fought in East Pakistan has been acknowledged evenby the enemy.

Professional responsibility of certain senior army commanders

40. From the conclusions outlined by us in the preceding paragraphs, particularly as regards the military aspect of the debacle it was have become clear that in our view several senior Army Commanders have been guilty of serious dereliction of duty in formulating and executing the defence plans, and since are even guilty of shamefully abandoning the fortresses which it was their duty to defend. We have also found that the Commander, Eastern Command, and his chief of Staff, Brig. Baqir Siddiqui displayed wilfull neglect in the matter of the execution of denial plans, with the result that large quantities of valuable war materials, equipment, installations, arms and ammunition were delivered intact to the Indians at the time of surrender. All these acts of omission and commission call for deterrent action by way of court materials wherever permisible under the law. Detailed recommendations in respect of all these mateers are contained in the next Chapter.

41. It has come to the notice of the Commission that during his period of captivity, and even after repariation to Pakistan, Lt. Gen. A.A.K. Niazi assisted by his Chief of Staff, Brig. Baqir Siddiqui, has been makign efforts to influence his Divisional and Brigade Commanders, by threats and inducements, so as to persuade them to present a coorinated story of the events in East Pakistan with a view to mitigating his own responsibility for the debacle. This is a serious matter and calls for notice.

42. The surrender in East Pakistan has indeed been a tragic blow to the nation. By the act of surrender Pakistan stood dismembered, and the image of the Pakistan Army as an efficient and excellent fighting force stood shattered. We can only hope that the nation has learnt the necessary lessons from these tragic events and that effective and early action will be taken in the light of the concluions reached in the report.

Recommendations

In the concluding portion of our Main Report, submitted in 1972, we had made a number of recommendations based on our study of the various aspects of the causes of the debacle of 1971. Some of these recommendations need to be modified, or amplified, in the light of the fresh evidence which we have now recorded: while the need for the others has only been further emphasised. We believe that the object of setting up this Commission would be fully realised only of appropriate and early action is taken by the Government on these recommendation.

www.bhutto.org

2. Even though it involves a repetition of what we have already said in the Main Report, we consider that it would be appropriate if all our recommendations are now finally set out at one place, for facility of reference and action. Detailed reasons and justification for these recommendations will be found in the relevant Chapters of the Main Report as well as this Supplementary Report. We are aware that some of these recommendations have already been implemented, but this would not appear to be a reason for not including them in this final summing up.

Trials

3. There is concensus on the imperative need of bringing to book those senior Army Commanders who have brought disgrace and defeat to Pakistan by their subversion of the Constitution, usurpation of political power by criminal conspiracy, their professional incompetence, culpable negligence and wilful neglect in the performance of their duties and physical and moral cowardice in abandoning the fight when they had the capability and resources to resist the enemy. Firm and proper action would not only satisfy the nation's demand for punishment where it is deserved, but would also ensure against any future recurrence of the kind of shameful conduct displayed during the 1971 war. We accordingly recommend that the following trials be undertaken without delay. :

(i) That General Yahya Kina, General Abdul Hamid Khan, Lt. Gen. S.G.M.M. Pirzada, Lt. Gen. Gul Hasan, Maj. Gen. Umar and Maj Gen Mitha should be publicly tried for being party to a criminal conspiracy to illegally usurp power from F.M. Mohammad Ayub Khan in power if necessary by the use of force. In furtherance of their common purpose they did actually try to influence political parties by threats, inducements and even bribes to support their designs both for bringing about a particular kind of result during the elections of 1970, and later persuading some of the political parties and the elected members of the National Assembly to refuse to attend the session of the National Assembly scheduled to be held at Dacca on the 3rd of March, 1971. They, furthermore, in agreement with each other brought about a situation in East Pakistan which led to a civil disobedience movement, armed revolt by the Awami League and subsequently tot he surrender of our troops in East Pakistan and the dismemberment of Pakistan:

(ii) That the Officers mentioned in No. (i) above should also be tried for criminal neglect of duty in the conduct of war both in East Pakistan and West Pakistan. The details of this neglect would be found in the Chapters dealing with the military aspect of the war

(iii) That Lt. Gen. Irshad Ahmad Khan, former Commander 1 Corps, be tried for criminal and wilful neglect of duty in conducting the operations of his Corps in such a manner that nearly 500 villages of the Shakargarh tehsil of Sialkot district in West Pakistan were surrendered to the enemy without a light and as a consequence the Army offensive in the south was seriously jeopardised;

(iv) That Maj Gen Abid Zahid, former GOC 15 Div, be tried for wilful neglect of duty and shameful surrender of a large area comprising nearly 98 villages in the phuklian salient in the Sialkot district of West Pakistan, which surrender also posed a standing threat to the safety of Marala Headworks by bringing the Indian forces within nearly 1500 yards thereof. He also kept the GHQ in the dark about Indian occupation of the Phuklian salient until the loss was discovered after the war.

(v) That Maj. Gen B.M. Mustafa, former GOC 18 Division, be tried for wilful neglect of duty in that his offensive plan aimed at the capture of the Indian position of Ramgarh in the Rajasthan area (Western Front) was militarily unsound and haphazardly planned, and its execution resulted in severe loss of vehicles and equipment in the desert.

(vi) That Lt. Gen. A.A.K. Niazi, former Commander, Eastern Command, be court-martialled on 15 charges as set out in Chapter III of part V of the Supplementary Report regarding his wilful neglect in the performance of his professional and military duties connected with the defence of East Pakistan and the shameful surrender of his forces tot he Indians at a juncture when he still had the capability and resources to offer resistance.

(vii) That Maj Gen Mohammad Jamshed, former GOC 36 (ad-hoc) Division, Dacca, be tried by court martial on five charges listed against him, in the aforementioned part of the Supplementary Report, for wilful neglect of his duty in the preparation of plans for the defence of Dacca and showing complete Jack of courage and will to fight, in acqui-

www.bhutto.org

escing in the decision of the Commander, Eastern Command, to surrender to the Indian forces when it was still possible to put up resistance for a period of two weeks or so, and also for wilfully neglecting to inform the authorities concerned, on repatriation to Pakistan, about the fact of distribution of Rs.50,000 by him out of Pakistan currency notes and toher funds at his disposal or under his control in East Pakistan.

(viii) That Maj Gen M. Rahim Khan, former GOC 39 (ad-hoc) Division, Chandpur, in East Pakistan, be tried by court martial on five charges listed against him in this Report for showing undue regard for his personal safety in abandoning his Division, his Divisional troops and area of responsibility and Vacating his Divisional Headquarters from Chandpur on the 8th of December, 1971; for his wilful insistence on moving by day owing to fear of Mukti Bahini and thus causing the death of fourteen Naval ratings and four Officers of his own HQ, besides injuries to himself and several others, due to strafing by Indian aircraft; for his abandoning valuable signal equipment at Chandpur; for spreading despondency and alarm by certain conversation on the 12th of December, 1971, at Dacca; and for wilfully avoiding submitting a debriefing report to GHQ on being specially evacuated to West Pakistan in early 1971 so as to conceal the circumstances of his desertion from him Divisional Headquarters at Chandpur.

(ix) That Brig. G.M. Baquir Siddiqui, former GOS, Eastern Command, Dacca, be tried by court martial on nine charges as formulated in this Report, for his wilful neglect of duty in advising the Commander, Eastern Command, as regards the concept and formulation of defence plans, appreciation of the Indian threat, execution of denial plans, abrupt changes in command, friendliness with he Indian during captivity and attempts to influence formation Commanders by threats and inducements to present a coordinated story before the GHQ and the Commission of Inquiry in regard to the events leading to surrender in East Pakistan.

(x) That Brig Mohammad Hayat, former Commander 107 Brigade, 9 Division, East Pakistan, be tried by court martial on four charges for displaying wilful neglect in not formulating a sound plan for the defence of the fortress of Jesore; for failing to properly plan and command the brigade counter-attack at Gharibpur, for shamefully abandoning the fortress of Jessor and delivering intact to the enemy all supplies and ammunition dumps; and disobeying the orders of the GOC 9 Divison, to withdraw to Magura in the event of a forced withdrawal from Jessore;

(xi) That Brig Mohammad Aslam Niazi, former commander 53 Brigade, 39 (ad-hoc) Division, East Pakistan, be tried by court martial on six charges for displaying culpable lack of initiative, determination and planning ability in that he failed to occupy and prepare defences at Mudafarganj as ordered by his GOC on the 4th of December, 1971; for failing to eject the enemy from Mudafarganj as ordered on the 6th of December, 1971; for shamefully abandoning the fortress of Laksham on or about the 9th of December, 1971; for wilful neglect in failing to properly organise oxfiltration of his troops from the fortress of Laksham to Comilla on the 9th of December, 1971, thus resulting in heavy casualties and capture of several elements of his troops on the way; for showing callous disregard of military ethics in abandoning at Laksham 124 sick and wounded with two Medical Officers without informing them about the proposed vacation of the fortress; and for abandoning intact at Laksham all heavy weapons, stocks of ammunition and supplies for the use of the enemy.

Inquiry and trials for alleged atrocities

4. That as recommended in Paragraph 7 of Chapter III of Part V of the Main Report and in Paragraph 39 of Chapter II of Part V of this Supplementary Report, a high-powered Court or Commission of Inquiry be set up to investigate into persistent allegations of atrocities said to have been committed by the Pakistan Army in East Pakistan during its operations from March to December, 1971, and to hold trials of those who indulged in these atrocities, brought a bad name to the Pakistan Army and alienated the sympathies of the local population by their acts of wanton cruelty and immorality against our own people. The composition of the Court of Inquiry, if not its proceedings, should be publicly announced so as

www.bhutto.org

to satisfy national conscience and international opinion. The Commission feels that sufficient evidence is now available in Pakistan for a fruitful inquiry to be undertaken in this regard. As the Government of Bangladesh has since been recognised by Pakistan, it may also be feasible to request the Dacca authorities to forward to this Court of Inquiry whatever evidence may be available with them.

Other inquiries

5 (I) That allegations of personal immorality, crunkenness and indulgence in corrupt practices against General Yahya Khan, General Abdul Hamid Khan and Maj. Gen Khuda Dad Khan be properly investigated as there is prima facie evidence to show that their moral degeneration resulted in indecision, cowardice and professional incompetence. In the light of the result of this inquiry suitable charges may be added against these Officers, during the trials we have already recommended earlier. The details of the allegations and the evidence relating thereto will be found in Chapter I of Part V of the Main Report.

(ii) That similar allegations of personal immorality, acquiring a notorious reputation in this behalf at Sialkot, Lahore and Dacca, and indulgence in the smuggling of Pan from East to West Pakistan made against Lt. Gen Niazi should also be inquired into and, if necessary, made the subject matter of additional charges at the trial earlier recommended in respect of the performance of his professional duties in East Pakistan. The details of these allegations and the evidence relating thereto will be found in Chapter I of Part V of the Main Report and in Chapter I of part V of this supplementary Report.

(iii) That an inquiry is also indicated into the disposal of Rs.50, 000 said to have been distributed by Maj. Gen. Mohammad Jamshed, former GOC 39 (ad-hoc) Division and Director General, East Pakistan Civil Armed Forces immediately before the surrender on the 16th of December 1971. Details of this matter including the General's explanation would be found in Paras 21 to 23 of Chapter I of Part V of the Supplementary Report. We have already recommended that this Officer be tried by a court martial on several charges including his wilful failure to disclose any facts at all about his sum Rs.50,000. That charge does not necessarily imply any dishonest practice on his part. The inquiry now suggested can form a part of the charges already recommended.

(iv) That allegations of indulging in large-scale looting of property in East Pakistan including theft of Rs.1, 35,00,000 from the National Bank Treasury at Siraj Ganj persistently made against Brig. Jehanazeb Arbab, former Commander 57 Brigade, Lt Col (now Brig) Muzaffar Ali Zahid, former CO 31 Field Regiment, Lt. Col Basharat Ahmad, former CO 18 Punjab, Lt. Col Mohammad Taj, former CO 32 Punjab, Lt Col Mohammad Tufail, former CO 55 Field Regiment and Major Madad Hussain Shah of 18 Punjab, as set out in Paras 24 and 25 of Chapter I of part V of the Supplementary Report, should be thoroughly inquired into and suitable action taken in the light of the proved facts.

(v) That an inquiry be held into the allegation, noticed by us in Para 36 of Chapter 1 of Part V of the Main Report, that while serving in the Martial Law Administration at Multan, Maj. Gen. Jahanzeb, presumably a Brigadier at that time, demanded a bribe of Rs. one lac from a PCS Officer posted as Chairman of the Municipal Committee of Multan, on pain of proceeding against him for corruption under martial Law, as a consequence of which demand the said PCS Officer is said to have committed suicide leaving behind a letter saying that although he had made only Rs.15,000 he was being required to pay Rs. one lac to the Martial Law officers. The allegation was made before the Commission by Brig. Mohammad Abbas Beg (Witness No.9)

(vi) That in inquiry is also necessary into the allegation made against Brig. Hayatullah that he entertained some women in his bunker in the Maqbulpur sector (West Pakistan) on the night of the 11th or 12th of December, 1971, when Indian shells were falling on his troops. The allegation was contained in an anonymous letter addressed to the Commission and supported in evidence before us by the Brigadier Hayatullah's brigade, Major, namely, Major Munawar Khan (Witness No.42).

(vii) That it is necessary to investigate into the allegations, as set out in Paragraphs 9 to 14 of Chapter 1 of Part V of the Main Report, to the

www.bhutto.org

effect that senior Army Commanders grossly abused their official position and powers under the Martial Law to acquire large allotments of land, and obtained substantial house buildings loans on extremely generous terms from certain banking institutions with which they deposited large amounts from departmental funds entrusted to their care. Those found guilty of corrupt practices should receive the punishment they deserve under the military law or the ordinary criminal law of the land as the case may be.

(viii) That a thorough investigation be conducted into the suspicion created in the mind of the Commission, during the recording of additional evidence of Officers repatriated form India, that there may be some complicity or collusion between the Commander, Easter Command (Lt Gen A.A.K. Niazi) and his Chief of Staff (Brig G.M. Baqir Saddiqui) on the one hand and the Indian authorities on the other in the matter of the failure of the Pakistan Armed Forces to carry out execution of denial plans immediately before the surrender inspite of instructions issued in this behalf by GHQ on the 10th of December, 1971. We have already included relevant charges in this behalf against these two Officers, but we consider that it would be in the public interest to depute a specialized agency to probe into the matter further. On the material available to us we cannot put the matter higher than suspicion, but we have not been able to find any reasonable, or even plausible explanation for the orders issued by the Easter Command to stop the execution of denial plans, particularly in Dacc and Chittagong, thus ensuring the delivery intact to the Indians of large amounts of war materials and other equipment. Details of these deliveries will be found in our Chapter VII of Part IV dealing with the aftermath of surrender.

(ix) That an inquiry be held into the circumstances under which Commander Gul Zareen of the Pakistan Navy was carried from Khulna to Singapore on the 7th of December, 1971, by a French ship called M.V. Fortescue, thus abandoning his duties at PNS Titumir Naval Base, Khulna. The case of this Officer was dealt with by us in Paras 12 and 13 of Chapter III of Part V of the Main Report.

Cases requiring departmental action

6. While examining the course of events and the conduct of war in East Pakistan, we formed a poor opinion about the performance and capabilities of Brig. S.A.Ansari, ex-Commander 23 Brigade, Brig. Manzoor Ahmad, ex-Commander 57 Brigade, 9 Division, and Brig Abdul Qadir Khan, ex-Commander 94 brigade, 36 (ad hoc) Division. We consider that their further retention in service is not in the public interest and they may accordingly be retired.

Performance and conduct of junior officers

7. In the very nature of things the Commission was not in a position to examine at any length the conduct and performance of officers below the brigade level, although some case necessarily came to our notice where the performance of these Officers had a direct bearing on the fate of important battles or where their conduct transgressed the norms of discipline. Such cases have been mentioned by us at their proper place, but by and large cases of junior Officers must be dealt with by the respective service headquarters who have obtained detailed debriefing reports from all of them and are also in possession of the assessment of their performance by their immediate superiors.

Measures for moral reform in armed forces

8. While dealing at some length with the moral aspect of the 1971 debacle, in Chapter I of Part V of the Main Report as well as in the corresponding Chapter of the present Supplementary Report, we have expressed the opinion that there is indeed substance in the widespread allegation, rather belief, that due to corruption arising out of the performance of Martial Law duties, lust for wine and women, and greed for lands and houses a large number of senior Army Officers, particularly those occupying the highest positions, had not only lost the will to fight but also the professional competence necessary for taking the vital and critical decisions demanded of them for the successful prosecution of the war. Accordingly, we recommend that: -

www.bhutto.org

(i) The Government should call upon all Officers of the Armed Forces to submit declarations of their assets, both moveable and immovable, and those acquired in the names of their relations and dependents during the last ten years (they were exempted from submitting such declarations during the last two periods of martial Law). If on examination of such declarations any Officer is found to have acquired assets beyond this known means, then appropriate action should be taken against him

(ii) The Armed Services should devise ways and means to ensure: -

(a) That moral values are not allowed to be compromised by infamous behaviour particularly at higher levels

(b) That moral rectitude is given due weight along with professional qualities in the matter of promotion to higher ranks;

(c) That syllabi of academic studies at the military academics and other Service Institutions should include courses designed to inculcate in the young minds respect for religious democratic and political institutions

(d) That use of alcoholic drinks should be banned in military messes and functions

(e) That serious notice should be taken of notorious sexual behaviour and other corrupt practices

Discipline and terms and conditions of service

9. These matters were discussed by us in Chapter III of Part V of the Main Report, and for the reasons given therein we make the following recommendations: -

(i) An inter-services study should be undertaken of the operative terms and conditions of service and amenities available to Officers, JCOs and other ranks of the Services so as to remove disparities existing in this behalf and causing discontentment among the junior officers and other ranks of various Services

(ii) The GHQ should consider the advisability of adopting recommendations contained in the report submitted by the Discipline Committee headed by the late Maj Gen Iftikhar Khan Janjua

(iii) The Navy and Air Force might also appoint their own Discipline Committees to consider the peculiar problems of their Services, such measure to be in addition to the inter-services study recommended above.

Improvement and modernizations of Pakistan navy

10. From the detailed discussion of the role of the Navy, as contained in Section (D) of Chapter VIII of Part IV of the Main Report, and supplemented by further details of its operations in East Pakistan is set out in this Supplementary Report, it seems to us that the following steps are urgently called for to improve our naval capability: -

(i) That immediate attention should be given to he basic requirements for the modernizations of the Pakistan Navy in order to make it capable of protecting the only sea port of Pakistan and of keeping the life-lines of the nation open. The Navy has been sadly neglected ever since the first Martial Law regime, for in the concept of Army Commander the Navy was not expected to play much of a role. The folly of this theory was fully demonstrated during this war. The Pakistan Navy, we strongly recommend, should have its own air arm of suitable aircraft for the purpose of reconnaissance and for defence against missile boats. This is the only way in which the threat posed by the growing Indian Navy and her missible boats can be countered.

(ii) There is urgent need for developing a separate harbour for the Navy away from Karachi, from where the Navy can protect the approaches to Karachi more effectively

(iii) In view of the serious handicaps which were posed by the late conveyance of the D-day and the H-hour to the Pakistan Navy and its total exclusion from he planning for war, the need for making the Navy a fully operative member in he joint Chiefs of Staff Organization is imperative.

www.bhutto.org

Improvement in the role of PAF

11. In Section (C) of Chapter VIII of Part IV of the Main Report as well as in a separate Chapter of the present supplement (viz Chapter X of Part III), we have discussed at length the role and performance of the P.A.F. in the 1971 war. In the light of that discussion, we recommend as follows: -

(i) We are not convinced that a more forward-looking posture cannot be adopted by eh Air Force having regard to the peculiar needs of the country. We recommend, therefore, that Pakistan should have more forward air fields located at such places from where it might be in a position to give more protection to our vital line of communication as well as to major centres of industry. The adoption of such a forward strategy would also increase the striking capabilities of our fighters.

(ii) There is need also to improve the working of our early warning system. The time lag between the observation of an enemy aircraft by the first line of Mobile Observer Units and the final collation of that information in the Air Operation Centre takes unduly long because of the draftory system of reporting adopted. Training exercises to coordinate the working of the various agencies employed for the operation of the early warning system should be held periodically to keep them at a high pitch of efficiency.

(iii) The Karachi Port should also be provided as soon as possible, with a low level seaward-looking radar which it seriously lacks and due to the want of which it suffered many handicaps during the last war.

(iv) That with the increased Indian capability of blockading Karachi with missile boats the air defence of Karachi should be attached greater importance. Leaving the defence of Karachi to be tackled only by one squadron of fighters and a half squadron of bombers was extremely unwise.

Reorganization of air defence of Pakistan

12. The subject of air defence has been discussed by us at some length in section (13) of Chapter VIII of Part IV of the Main Report. In the light of that discussion, we make the following recommendations: -

(a) Since it will not be possible for us to enlarge our Air Force to any appreciable extent in the near future, we strongly recommend that we should strengthen our air defence programmes by at least doubling our holdings of anti-craft guns by the end of 1972 and ultimately raising it under a phased programme to 342 Batteries as suggested by the Air Force.

(b) Efforts should also be made to procure ground to air missiles for a more effective air defence of the country.

(c) If ground-to-air missiles are not available, then efforts should also be made to get radar controlled medium HAA guns from China.

Recommendations with regard to civil defence measures

13. This subject has also examined by us in Chapter VIII of Part IV of the Main Report, and we consider that the following measures are called for to improve the civil defence aspects in Pakistan: -

(a) The civil defence arrangements should be placed under the Ministry of Defence, and not be made the responsibility of the Ministry of Interior or other individual departments. The Central Government should accept the responsibility for the overall control and organization of the civil defence of the country, as Provincial Governments have not been able to shoulder this responsibility effectively in the past.

(b) Steps should be taken to improve the fire-fighting facilities in the country, particularly in ports and industrial areas.

(c) Industrialists keeping inflammable materials near lines of communications and other vulnerable points should be induce, or in fact obliged under the law, to accept responsibility for the protection of their materials, and make effective arrangements for fire-fighting in their establishments.

(d) Provision should be made for storing large quantitative of petrol and other fuels underground.

www.bhutto.org

Higher direction of war

14. The deficiencies in the organization for the higher direction of war were examined by us in Chapter XI of Part IV of the Main Report, and in the light of that discussion, we proposed the following measures: -

(a) The three Service Headquarters should be located at one place along with the Ministry of Defence.

(b) The posts of Commander-in-Chiefs should be replaced by Chiefs of Staff of the respective services (This, we understand, has already been done by the Government)

(c) The Defence Committee of the Cabinet should be re-activated and it should be ensured that its meetings are held regularly. A positive direction should be added in its Charter to give the Cabinet Division the right to initiate proceedings for the convening of its meetings should be held even in the absence of the President or the Prime Minister under the Chairmanship of the senior most minister present.

(d) There should also be a Defence Ministers Committee and the Ministry of Defence should assume its rightful position as a policy-making body and incorporating policy, decisions into defence programmes after consultations with the three services. This should ensure the preparations of realistic plans for the national defence with in the agreed framework of (illegible) allocations. It should meet under the chairmanship of the Defence Minister and comprise the Defence Secretary, the three service chiefs, the financial adviser for defence, the Director General of Civil Defence, the Director General of munitions production, the Director General of Defence Procurement, the Director General of inter-services Intelligence Directorate, the Defence Scientific Adviser and any other Central Secretary or Service officer who may be required for a particular item on agenda. If the defence portfolio is held by the President or the Prime Minister then its meeting may be presided over by a Deputy Minister for or by the Minister in charge of Defence Production (illegible) Minister is available, the Defence Secretary should preside, irrespective of any considerations of protocol or (illegible)

(e) The Secretaries Coordination Committee as at present constituted, should continue

(f) (illegible) The three services should share (illegible) joint responsibility for national defence and that all plans and programmes for the development of the (illegible) forces should be based on joint (illegible) objectives, it is necessary. Therefore, that the three services Chief should (illegible) As Joint Chiefs of Staff and not merely as individual Heads of their respective Services. This Joint Chiefs or Staff should constitute a corporate body with collective responsibility having its own (illegible) staff for evolving joint plans and its own Headquarters located on one place. The (illegible) of chairman of this Joint Chiefs of Staff must be held by rotation, irrespective of the personal ranks enjoyed by the three service chiefs. The duration of the tenure should be one year at a time and the chairmanship should commence with the (illegible) Service, mainly, the Army. A detailed Chapter of duties for this Joint Chiefs of Staff has been suggested in Annexure 'I' of Chapter XI of Part IV of the Main report.

(g) Under the Joint Chiefs of Staff Organisation there will not only by a Secretariat but also a joint planning staff drawn from all the three Services. It might be designed as the Joint Secretariat and Planning Staff. It will be responsible not only for providing the necessary secretarial assistance (illegible) Also for evolving the joint defence plans and (illegible) studies of processing of all matters of inter-(illegible) The Joint Chief of Staff may also have other Joint Common to assist them on such matters, as it may consider necessary.

(h) The weakness, in the (illegible) of the armed forces, which have been brought by light, (illegible) feel that there is need for an institution like the America" (illegible) General' which should be a body changed was the duty of carrying out surprise inspection and calling area the formations and (illegible) concerned to demonstrate that the (illegible) (this para not readable)

(i) We have also felt the (illegible) for in Institute of Strategic Studies, preferably as a part of a University Programme. The need for such an (illegible) has been highlighted by the weakness in our joint strategic

www.bhutto.org

panning by the three Services. We are of the opinion that such an Institute will go a long way in producing studies of value for examination by the other defence organizations.

National security council

15. Having examined the working of the National Security Council in Chapter XI of Part IV of the Main Report we are of the opinion that there is no need for super-(illegible) such an organization on the Directorate of Intelligence Bureau and the Directorate of Inter-services Intelligence. The Security Council should therefore be abolished. XIV. The Farman Ali incident 16. In view of the fresh evidence examined by us regarding the role of Maj Gen Farman Ali, which we have discussed in the concluding portion of Chapter III of Part V of the Supplementary Report, recommendation No. 7 made in the Main Report has now become (illegible); as we have found that in delivering a message to Mr. Paul Mare Henry, Assistant Secretary General of the United Nations. Maj Gen Farman Ali, acted under the instructions of the Governor of East Pakistan, who in turn had been authorised by the then President of Pakistan to make certain proposals for settlement in East Pakistan at the critical juncture.

Sequence of the signals

We now propose to examine how the situation developed from the beginning of the war, i.e. the 21st November, 1971 till the surrender and it will be necessary for this purpose to quote extensively from the signals exchanged during the period between the relevant authorities for only then will it be possible to paint the full picture.

2. The first relevant signal is dated 21st November, 1971 numbered G-1104 from the Commander to the Chief of General Staff.

"from COMD for CGS (?) one (.) as you must have noticed from strips, INDIANS have aggressed and started attacking in strength along with rebels (.) fighting taken place in areas JESSORE, BHURANGAMARI, SYLHET, CHITTAGONG AND DACCA suburbs (.) JESSORE airfield shelled by INDIAN med guns (.) in view this pressure own razakars stated blowing up bridges and laying ambushes against own troops (.) two (.) highly grateful for having allotted additional infantry battalions (.) three (.) move programme for all elements very slow (.) time against us 9.) Therefore request move all battalions on emergency basis as done during war (.) new raising likely to take time therefore despatch battalions already raised (.) also since full DIV NOT being provided, provisions of two more infantry battalions raising total to ten battalions, squadron tanks, one BDE HQ extremely essential which be considered and despatched immediately (.) request confirm."

3. It will be seen that, right from the commencement, the note struck by the Commander is far from a happy one, although not quite as dismal as the later signals were. The picture given is of fighting having started in various areas and a demand is made for two more battalions, i.e. in addition to the 8 already promised him.

4. From the record of the signals we do not find any answer to this request; the next signal, that is on record is dated 22nd November and numbered G-1086 from the Chief of Staff to the Commander warning him that the enemy is aiming at capture of CHITTAGONG from land and sea and requiring him, therefore, "to reinforce defences CHITTAGONG area by pulling out troops from less important sectors as necessary."

5. One the 28th November, 1971 the Commander sent a signal in the following terms: -

"G-0866 (.) CONFD (.) for COMMANDER IN CHIEF from COMD (.) G-022, of 27 Oct. (.) most gratefully acknowledge your kind consideration in conveying highly inspiring appreciation at performance of our basic duty EASTERN COMMAND and myself (.) indeed indebted fro great confidence that is reposed in us (.) nevertheless reassure you that all ranks by grace of ALL are in high morale and fine shape and imbued with true spirit of extreme sacrifice to zealously of defend the priceless honour, integrity and solidarity of our beloved PAKISTAN (.) rededicating at this critical juncture of our history I pledge on behalf of all ranks that we are at the highest STATE of readiness to teach a lasting lesson to HINDUSTAN should they dare cast an evil eye on our sacred soil in any manner, may be through open aggression or otherwise (.) trusting in GOD and your kind guidance, the impact and glorious history of our forefathers would INSHALLAH be fully revived. maintaining highest traditions of our army in case such a GRAND Opportunity afforded."

It will be noticed that at this stage the Commander not only expresses his determination to fight but even boasts of hoping to teach a lasting lesson to Hindustan and looks upon the coming events as a

www.bhutto.org

"grand opportunity afforded".

6. As we have noticed elsewhere the Indian intention to attack openly and ..Quote(illegible) Out in all out war was not merely a possibility but a distinct anticipation of which the Commander had been forewarned much earlier, nevertheless, on the 5th December, 1971 by message numbered G-0338 the Chief of Staff stated this clearly in the following terms:

"exclusive for COMMANDER from CHIEF OF STAFF (.) It is now evident from all sources including intelligence channels that INDIANS will shortly launch a full scale offensive against EAST PAKISTAN (.) mean total war (.) the time has therefore come when keeping in mind current situation you redeploy your forces in accordance with your operational task (.) such positioning would of course take into consideration areas of tactical, political and strategic importance we are all proud of our EASTERN COMMAND (.) well done."

A clear command was thus given to the Commander to redeploy his forces in accordance with his operational tasks. The fact the message also talks of taking into consideration areas of tactical, political and strategic importance implies, we think, liberty to give up other territory if necessary. However, that has been made clearer later.

7. On the 5th December, 1971 again by message numbered G-0235 the Chief of Staff informed the Commander as follows:

"personal for COMMANDER from CHIEF OF STAFF (.) The enemy has stepped up pressure against you and is likely to increase it to maximum extent (.) he will attempt to capture EAST PAKISTAN as swiftly as possible and then shift maximum forces to face WEST PAKISTAN (.) this must NOT be allowed to happen (.) losing of some territory is insignificant but you must continue to concentrate on operational deployments in vital areas aiming at keeping the maximum enemy force involved in EAST PAKSITAN (.) every hope of CHINESE activities very soon (.) good luck and keep up your magnificent work against such heavy odds (.) may Allah bless you".

It will be noticed that now, at any rate, if not earlier, the question of territory had become of minor importance; far more material was now the defence of East Pakistan in the sense of continuing to occupy the bulk of it or, in the last resort, a vital part of it so as not to allow the occupation of East Pakistan by Indian forces to become a reality. It is characteristic of the methods of G.H.Q. at this juncture, however, that most unrealistically and even without any foundation, the hope of Chinese activities starting very soon is being held out. We cannot help observing that not only at this stage but elsewhere the GHQ held out vague or even fraudulent promises of foreign help. We are not detracting from General Niazi's share of responsibility when we say that GHQ on its own part also led him up to entertain expectations which could not possibly be fulfilled.

8. In answer the Commander on the 6th December, 1971 by a signal numbered G-1233 said:

"for MO DTE (.) special sitrep 4 (.) general comments (.) one (.) since 3 dec on start all out hostilities, intensity and weight enemy offensive in all fronts this theatre highly increased (.) enemy strength comprising eight divisions supported by four tank regiments, full compliment of support service elements in addition to 39 battalions BORDER SECURITY FORCE and 60 - 70 thousand trained rebels now fully committed (.) besides all enemy offensive supported by air (.) INDIAN AIR FORCE causing maximum damage 9.) Have started using rockets and napalm against own defensive positions (.) internally rebels highly active, emboldened and causing maximum damage in all possible ways including cutting off lines means of communication (.) this including destruction of roads/bridges/rail ferries/boats etc. 9.) Local populations also against us (.) lack of communications making it difficult to reinforce or replenish or readjust positions (.) CHITTAGONG likely to be cut off and thus depriving that line of communication also (.) additional INDIAN NAVY now seriously threatening this sea port with effective blockade of all river approaches (.) DINAJPUR, RANGPUR, SYLHET, MAULVI BAZAR, BRAHMANBARIA, LAKSHAM, CHANDPUR and JSSORE under heavy pressure (.) situation likely becoming critical (.) two (.) own troops already involved in active operations since last nine months and now committed to very intense battle (.) obviously they had NO rest or relief (.) due pitched battles fought since last 17 days own casualties rate both in men and material fairly increased 9.) Absence of own tank, artillery and air support has further aggravated situation (.) defection of razakars/mujahids with arms also increased (.) none the less, in process defensive battle, own troops inflicted heavy casualties on enemy and caused maximum possible attrition on them(.) enemy thus paid heavy cost for each success in terms of ground (.) three (.) based on foregoing and current operations situation of formations this command now reaching pre-planned line of defensives (.) resorting to fortress/strong point basis (.) enemy will be involved through all methods including unorthodox action will fight it out last man last round (.) four (.) request expedite actions vide your G-0235 of 5 Dec 71"

www.bhutto.org

9. This is a fairly detailed statement of the situation and clearly now depicts a more pessimistic picture. There are passages, however, in this, which we find it difficult to regard as being accurate. The statement, for example, that there had been pitched battles for the last 17 days with increased casualty rates is not really supported by the evidence which does not justify the statement either that heavy casualties had been inflicted on the enemy and maximum attrition caused to them. The last words in the message are significant but, of course, entirely natural since they asked for expedition of the action promised, namely that of Chinese activity.

10. On the same day desperately by message numbered G-1234 the Commander signalled to the Chief of Staff to inquire when the likely help was to come.

11. The next signal is from the Governor of East Pakistan to the President and before we quote the same it is necessary to state the circumstances we have now learnt from the evidence and which led to the message. A meeting had apparently taken place and a quotation from the statement of Major General Rao Farman Ali is worth reproduction:

"On the evening of 6 December, Governor Malik asked me about the situation as he was receiving disturbing reports from all over the province. I suggested that he should visit the Corps HQ and get a direct briefing from Gen Niazi. Gen. Niazi briefed him. I did not accompany the Governor. On 7 December, after I returned from the Corps HQ morning briefing the Governor asked me to arrange for transportation for the ministers to go to their districts to mobilize public opinion. He said that Gen. Niazi had told him that the situation was under control and that the Corps could provide Helicopters to the ministers. (There were only four/five helicopters). I told him that situation had perhaps changed a bit since yesterday and suggested if he could have another meeting with Gen. Niazi. Gen. Niazi came. He was in a terrible shape, haggard, obviously had no sleep. The chief Secretary Mr. Muzaffar Hussain was also present. The Governor had hardly said a few words when Gen. Niazi started crying loudly. I had to send the bearer out. The Governor got up from his chair, patted him and said a few consoling words. I also added a few words saying, "Your resources were limited. It is not your fault etc." We discussed the situation after he regained his poise. The governor suggested that an effort was required to be made to bring about a peaceful solution to the problem. After the conference I went out to see Gen. Niazi off. He said, in Urdu that the message may be sent for the Governor's House. "I agreed as I thought it was important for the morale of the troops to keep up the image of the Commander."

12. The account of the meeting is substantially corroborated by Mr. Muzaffar Hussain, the Chief secretary.

13. The message that the Governor then sent on the 7th December, 1971 numbered A-6905 is as follows:

"for PRESIDENT OF PAKISTAN (.) It is imperative that correct situation in EAST PAKISTAN is brought to your notice (.) I discussed with GEN. NIAZI who tells me that troops are fighting heroically but against heavy odds without adequate artillery and air support (.) rebels continue cutting their rear and losses in equipment and men very heavy and cannot be replaced (.) the front in EASTERN and WESTERN SECTOR has collapsed (.) loss of whole corridor EAST OF MEGHNA RIVER cannot be avoided (.) JESSORE has already fallen which will be a terrible blow to the morale of PRO-PAKISTAN elements (.) civil administration ineffective as they cannot do much without communication (.) food and other supplies running short as nothing can move from CHITTAGONG or within the province (.) even DACCA city will be without food after 7 days (.) without fuel and oil there will be complete paralysis of life (.) law and order situation in areas vacated by army pathetic as thousands of PRO-PAKISTAN elements being butchered by rebels (.) millions of non-BENGALIS and loyal elements are awaiting death (.) No amount of lip sympathy or even material help from world powers except direct physical intervention will help (.) If any of our friends is expected to help that should have an impact within the next 48 rptd 48 hours (.) If no help is expected I beseech you to negotiate so that a civilised and peaceful transfer takes place and millions of lives are saved and untold misery avoided (.) Is it worth sacrificing so much when the end seems inevitable (.) if help is coming we will fight on whatever consequences there may be (.) request be kept informed".

It must be conceded that this is a message which depicts a very grim picture indeed but we are unable to say that it was inaccurate. The statement that Dacca city itself would be without food after 7 days is not irreconcilable with what has been said by General Niazi that he had stocks to last much longer: General Niazi was thinking of perhaps, provision for troops while the Governor was thinking of the over-all position of Dacca. It is true also that there is an appeal in this message which questions whether it is worth sacrificing so much when the end appears inevitable, but the appeal is not for per-

www.bhutto.org

mission to surrender but for permission to negotiate a political settlement, of course, involving a civilised and peaceful transfer. General Niazi claims that this message issued without his concurrence, but we are entirely unable to agree that this was so. The evidence is that the message itself was shown to him and in any case, we are wholly unable to believe that Dr. Malik would have stated in this message that General Niazi said that he was fighting against heavy odds without adequate artillery and air support and, so far as the message talks of the military situation, he is expressly saying that he is depending on what General Niazi told him.

14. On the same day the Chief of Staff by his message numbered G-0908 informed the Commander that his message G-1234 quoted above in regard to the Chinese help was under consideration. 15. Also on the same day the Chief of General Staff sent a message numbered G-0907 which reads thus:

"for COMMANDER from CHIEF OF GENERAL STAFF (.) Your G-1233 of 6 December refers (.) position as explained fully appreciated and the outstanding combat performance of all ranks is a matter of great pride (.) your tactical concept approved (.) hold positions tactically in strength without any territorial considerations including CHITTAGONG with a view to maintaining the entity of your force intact and inflicting maximum possible attrition in men and material on the enemy".

It is upon the words "your tactical concept approved" that General Niazi bases his claim of the approval of his tactical concept. This reference, however, is really to the Commander's signal already quoted of the 6th December, 1971 and numbered G-1233 in which he speaks of "reaching pre-planned lines of defence." It is not, therefore, a new approval that has been given, but implies an acceptance of the timing of withdrawing to these pre-planned lines.

16. The President also on that day sent a message to the Governor numbered A-4555 which is in response to the Governor's own message which we quoted above (No. A-6905) and read thus:

"from PRESIDENT for GOVERNOR (.) Your flash signal number A-6905 dated 7 December refers (.) all possible steps are in hand (.) full scale and bitter war is going on in the WEST WING (.) world powers are very seriously attempting to bring about a cease-fire (.) the subject is being referred to the general assembly after persistent vetoes in the security council by the RUSSIANS (.) a very high powered delegation is being rushed to NEW YORK (.) Please rest assured that I am fully alive to the terrible situation that you are facing (.) CHIEF OF STAFF is being directed by me to instruct GENERAL NIAZI regarding the military strategy to be adopted (.) you on your part and your government should adopt strongest measures in the field of food rationing and curtailing supply of all essential items as on war footing to be able to last for maximum period of time and preventing a collapse 9.) GOD be with you (.) we are all praying".

This is characteristic of the kind of messages which the President has sent giving full but vague assurances. He talks of all possible steps being in hand and of world powers seriously attempting to bring about a cease-fire. He mentions efforts going on in the United Nations and gives advice as to food rationing.

17. On the 8th December, 1971 there are two messages from the Chief of Staff to the Commander numbered G-0910 and G-0912 which it is unnecessary to quote, but in regard to which it suffices to say that once again General Naizi was being told that actual territory was becoming of less and less importance.

18. The 9th December, 1971 was an important date by reason of exchange of several critical signals also. The first of these is No. G-1255 from the Commander to the Chief of Staff and reads thus:

"for CHIEF OF THE GENERAL STAFF from COMMANDER (.) one (.) regrouping readjustment is NOT possible due to enemy mastery of skies (.) population getting extremely hostile and providing all out help to enemy (.) NO move possible during night due intensive rebel ambushes (.) rebels guiding enemy through gaps and to rear (.) airfields damaged extensively, NO mission last three days and not possible in future (.) all jetties, ferries and river craft destroyed due enemy air action (.) bridges demolished by rebels even extrication most difficult (.) two (.) extensive damage to heavy weapons and equipment due enemy air action (.) troops fighting extremely well but stress and strain now telling hard (.) NOT slept for last 20 days (.) are under constant fire, air, artillery and tanks (.) three (.) situation extremely critical. We will go on fighting and do our best (.) four (.) request following (.) immediate strike all enemy air bases this theatre 9.) If possible reinforce airborne troops for protection DACCA".

We consider that no more hopeless a description could have been given from a Commander in an independent theatre to his distant Supreme Commander than this message was. Every possible element which would total up to a situation of utter helplessness is present in the message. Despite the fact that the Commander does say "we will go on fight-

www.bhutto.org

ing and do our best" we cannot but feel that these were empty words and the impression conveyed and intended to be conveyed was of an army on the verge of capitulation. The request for re-enforcement by airborne troops for the protection of Dacca was unreal for the Commander knew very well that even if troops were available the physical means of sending them to Dacca were not existent. The Dacca airfield was no longer useable and the Commander himself refers to enemy air action. In these circumstances we cannot believe that the Commander meant the request to be seriously taken. We are of the view that the request was deliberately put in for the purpose of providing an excuse for himself.

19. On the same day some nine hours later, clearly after having consulted General Niazi the Governor sent signal No. A-1660 to the President which reads thus:

"A-4660 of 091800 (.) for the PRESIDENT (.) military situation desperate (.) enemy is approaching FARIDPUR in the WEST and has closed up to the river MEGHNA in the EAST by-passing our troops in COMILLA and LAKSHAM (.) CHANDPUR has fallen to the enemy thereby closing all river routes (.) enemy likely to be at the outskirts of DACCA any day if no outside help forthcoming (.) SECRETARY GENERAL UN'S representative in DACCA has proposed that DACCA CITY may be declared as an open city to save lives of civilians specially NON-BENGALIS (.) am favourably inclined to accept the offer (.) strongly recommend this be approved (.) GEN. NIAZI does not agree as he considers that his orders are to fight to the last and it would amount to giving up DACCA (.) this action may result in massacre of the whole army, WP police and all non-locals and loyal locals (.) there are no regular troops in reserve and once the enemy has crossed the GANGES or MEGHNA further resistance will be futile unless CHINA or USA intervenes today with a massive air and ground support (.) Once again urge you to consider immediate cease-fire and political settlement otherwise once INDIAN TROOPS are free from EAST WING in a few days even WEST WING will be in jeopardy (.) understand local population has welcomed INDIAN ARMY in captured areas and are providing maximum help to them (.) our troops are finding it impossible to withdraw and manoeuvre due to rebel activity (.) with this clear alignment sacrifice of WEST PAKISTAN is meaningless".

20. The President answered back immediately by his signal No. G-0001 which read thus:

"from PRESIDENT to GOVERNOR Repeated to COMMANDER EASTERN COMMAND (.) Your flash message A-4660 of 9 Dec received and thoroughly understood (.) you have my permission to take decisions on your proposals to me (.) I have and am continuing to take all measures internationally but in view of our complete isolation from each other decision about EAST PAKISTAN I leave entirely to your good sense and judgement (.) I will approve of any decision you take and I am instructing GEN NIAZI simultaneously to accept your decision and arrange things accordingly (.) whatever efforts you make in your decision to save senseless destruction of the kind of civilians you have mentioned in particular the safety of our armed forces, you may go ahead and ensure safety of armed forces by all political means that you will adopt with our opponent".

In view of what followed this is a very interesting response. In clear words General Mahya says "you have my permission to take decisions on your proposals to me". Although he says that he is continuing to take all measures internationally he leaves the decision about East Pakistan entirely to the Governor's good sense and judgement and undertakes in advance to approve of any such decision and also to instruct General Niazi to accept his decision. We cannot see how any interpretation can be placed on this message other than one of leaving the Governor entirely free to reach a political settlement.

21. Accordingly on the 10th December 1971 by message No. A-7107 the Governor informed the president what he had done. (By some clerical mistake two messages bear the same number A-7107 as is the case in respect of two other messages both of which bear the number G-0002):

"for PRESIDENT OF PAKISTAN (.) your G-0001 of 092300 DEC (>) as the responsibility of taking the final and fatal decision has been given to me I am handing over the following note to ASSISTANT SECRETARY GENERAL MR. PAUL MARK HENRY after your approval (.) note begins (.) it was never the intention of the armed forces of PAKISTAN to involve themselves in an all out war on the soil of EAST PAKISTAN (.) however a situation, arose which compelled the armed forces to take defensive action (.) the intention of the GOVERNMENT OF PAKISTAN was always to decide the issue in EAST PAKISTAN by means of a political solution for which negotiations were afoot (.) the armed force, have fought heroically against heavy odds and can still continue to do so but in order to avoid further bloodshed and less of innocent lives I am making the following proposals (.) as the conflict arose as a result of political causes, it must end with a political solution (.) I therefore having been authorised

www.bhutto.org

by the PRESIDENT OF PAKISTAN do hereby call upon the elected representatives of EAST PAKISTAN to arrange for the peaceful formation of the government in DACCA (.) in making this offer I feel duty bound to say the will of the people of EAST PAKISTAN would demand the immediate vacation of their land by the Indian forces as well (.) I therefore call upon the UNITED NATIONS to arrange for a peaceful transfer of power and request (.) one (.) an immediate cease-fire (.) two (.) repatriation with honour of the armed forces of PAKISTAN TO WEST PAKISTAN (.) three (.) repatriation of all WEST PAKISTAN personnel desirous of returning to WEST PAKISTAN (.) four (.) the safety of all persons settled in EAST PAKISTAN since 1947 (.) five (.) guarantee of no reprisals against any person in EAST PAKISTAN (.) in making this offer, I want to make it clear that this is a definite proposal for peaceful transfer of power (.) the question of surrender of the armed forces would not be considered and does not arise and if this proposal is not accepted the armed forces will continue to fight to the last man (.) note ends (.) GEN. NIAZI has been consulted and submits himself to your command."

22. We then come to the 9th December, 1971 on which date the well known message, which General Rao Farman Ali is alleged to have issued, was delivered to the Assistant Secretary of the United nations Mr. Paul Mark Henry. There is no denying that this message had a disastrous effect upon our stand in the United Nations; at that time it was thought, and it certainly was our impression also when we wrote the Main Report, that General Rao Farman Ali apparently issued this on his own. We are now convinced that this is not in fact so. He acted on the direction of the Governor and with the concurrence of General Niazi. His own version of it, which in the light of all other evidence now available to us, we see no reason to doubt, is as follows:

"On 9 Dec. Asstt Secretary UN Mr Paul mark Henry saw the Governor. I was not present during their meeting. After the meeting and after he discussed it with Gen Niazi on telephone he initiated the signal A-1660 of 091800 hrs. a copy is attached at Anx 'C'. Main recommendation was: "Once again urge you to consider immediate cease-fire and political settlement". (The president's reply (below Anx 'C') was received at night. The Governor and the Chief Secretary discussed it. I was not present. They concluded that the responsibility to take the historic-decision was being placed on the shoulders of the Governor. I may add here that before the war a High Powered Committee had been established which could take decision acting as the Central Government under a situation where communication broke down between the Centre and Dacca. The Committee consisted of the Governor, Minister of Finance, Gen. Niazi, Chief Secretary and I was to be its member Secretary. The Chief Secretary drafted a signal (Anx'D') to the President with a copy to UN Secretary General. (The draft clearly shows that it is a civilian type message). I was asked by the Governor to take it to Gen. Niazi and get his approval for the step proposed. I along with the Chief Secretary went to Gen. Niazi. Present were Gen. Jamshed and Admiral Sharif. "After I had read out the proposals to UN. Gen Jamshed was the first one to speak with a enthusiastic response of: " That's it. This is the only course open now." Or words to that effect. Admiral Sharif Approved in Gen. Niazi asked in what capacity was the required to approve the proposed move. The chief Secretary said. "In your capacity as member of the High powered Committee." He gave his approval, I returned to the Governor House where I found the Governor and Mr. Paul Mark Henry in my office (In my earlier report I had said that the Chief Secretary was also present. It was, perhaps, a case of misrecollection. The chief Secretary tells me now that though he had arranged for Mr. Paul Mark Henry to be at the Governor House he himself was not there). The Governor asked me to hand over a copy of the signal to Mr. Henry which I did. "The signal bore my signatures as it was to be transmitted though Army channels. Mr. Henry said that it will be discussed between Mr. Agha Shahi and the Secretary General and if M. Agha Shahi approved it will be taken up."

It is true that this statement was counter-minded by the President but the damage that it could cause was done. With that aspect of the matter, however, we have already dealt in the Main Report.

23: Although this message is of the 10th and uses the words "I am handing over the note to Assistant Secretary General Mr. PAUL MARK HENRY after your approval" the note had been handed over on the 9th Clearly the Governor gave directions to General Farman Ali and, at the same time, dictated the message.

24. This completes the story of the note which was handed over to Mr. Paul Mark Henry and now it is clear not only that Major General Rao Farman Ali handed over his note with the Governor's approval but that the Governor himself acted under the belief that he was authorising it in turn with the President's approval. We consider it in the circumstances a wise settlement and indeed the only settlement which by this time was

www.bhutto.org

possibility of the proposal being treated a surrender for the expressly says that no such question will even be considered and that if his proposal is not accepted the armed forces will continue to fight to the last man.

25. We are, therefore, astonished to read the President's re-action to this message which he conveyed by his message of the same date No.G-0002 which reads thus:

"from PRESIDENT OF PAKISTAN (.) your flash message A-7/07 of 10 Dec(.) the proposed draft of your message his gene much beyond what you had suggested and I had approved(.) it gives the impression that you are talking on behalf of PAKISTAN when you have mentioned the subject of transfer of power, political solution and repatriation of troops from EAST TO WEST PAKISTAN(.) this virtually means the acceptance of an independent EAST PAKISTAN(.) the existing situation in your areas requires a limited action by you to end hostilities in EAST PAKISTAN (.) therefore suggest a draft which you are authorized to issue (.) quote(.) in view of complete sea and air blockade of EAST PAKISTAN by overwhelming INDIAN armed forces and the resultant senseless and indiscriminate bloodshed of civil population have introduced new dimensions to be situation in EAST PAKISTAN(.) the PRESENT OF PAKISTAN has authorised me to take whatever measures I may decide (.) I have therefore decided that although PAKISTAN armed forces have fought heroically against heavy odds and can still-continue to do so yet, in order to avoid further bloodshed and loss of innocent lives I am making the following proposals () one(.) an immediate cease-fire in EAST PAKISTAN to end hostility(.) two(.) guarantee of the safety of personnel settled in EAST PAKISTAN since 1947(.) three(.) guarantee o reprisals against any person on EAST PAKISTAN(.) four(.)I want to make it clear that this is definite proposal of ending all hostilities and the question of surrender of armed forces would not be considered and does not arise).) unquote(.) within this framework you may make addition or ....(blurred print)........

26. That the President, in fact earlier, really authorised the Governor fully is indicated by the message of the Chief of Staff to the Commander of the 10th December, 1971 numbered (1-10237, the time of which is precisely the same as the President's own message. i.e. 7.10 P.M. and reads thus:

"for COMD from COS ARMY (.) PRESIDENTS signal message to GOVERNOR copy to you refers(.) PRESIDENT has left the decision to the GOVERNOR in close consultation with you (.) as no signal can correctly covey the degree of seriousness of the situation I can only leave it to you to take the correct decision on the spot (.) it is however, apparent that it is no only a question of time before the enemy with its great superiority in numbers and material and the active cooperation of rebels with dominate EAST PAKISTAN completely (.) meanwhile a lot of damage is being done to the civil population and the army is suffering heavy causalities(.() you will have to assess the value of fighting on if you can and weigh it against the heavy looses likely to be suffered both civil and military(.) based on this you should give your frank advice to the GOVERNOR who will give his final decision as delegated to him by the PRESIDENT(.) whenever you feel it is necessary to do so you should attempt to ...by maximum military equipment so hat it does not fall into enemy hands (.) keep me informed (.) ALLAH bless you."

It will be seen that the Chief of Staff reaffirms that the Governor will take the final decision. As the power to do so had been delegated to him by the President. We confess to a sense of bewilderment: so express is these messages from the President and his Chief of Staff that the President's repudiation of the Governor's decision is unexplainable.

27. On the 10th December also the Commander signalled to the Chief of Staff s follows:

"from COMMANDER for CHIEF OF THE GENERAL STAFF (.) operational situation (.) one(.) all formations this command in every sector this under extreme pressure(.) brave(.) formations troops mostly isolated in fortresses which initially invested by enemy now under heavy attacks and may be liquidated due overcoming strength of enemy(.) Charlie(.) enemy possesses mastery of air and freedom to destroy all vehicles at will and with full concentration of effort (.) delta(.) local population and rebels not only hostile but all out to destroy own troops in entire area(.) echo(.) all communication road river cut(.) two(.) orders to own troops issued to hold on last man last round which may NOT be too long due very prolonged operations and fighting troops totally tired(.) any way will be difficult to hold on when weapons ammunition also continue to be destroyed by the enemy rebels actions besides intense rate battle expenditure(.) three(.) submitted for information and advice."

This again is consistent with the situation so far reported. Indeed, now Commander admits that the orders that he had issued to his own troops to hold out to the last man and the last round may not be for too long and he asked for information and advice."

28. On the 11th December, 1971 the

www.bhutto.org

President sent another message to the Governor which is numbered G-0002 and reads thus:

"for GOVERNOR from PRESIDENT(.) do NOT repeat NOT take any action on my last message to you(.) very important diplomatic and military moves are taking place by our friends(.) is essential that we hold on for another thirty six hours at all costs(.0 please also pass this message to GEN. NIAZI and GEN. FARMAN."

29. Presumably the order not to take any action on the last message refers to his message in which he gives directions for further proposals. It cannot be merely a repudiation of his earlier authorisation of the Governor for that had been already counter-manded. It would seem by reason of the reference to General Rao Farman Ali that it had come to the notice of the President that it was General Rao Farman Ali who had handed over the note to the representative of the United Nations Secretary General. Plainly General Yahya Khan was hoping to retrieve he situation in the United Nations. It is to be remembered that Mr. Z.A. Bhutto then deputy Prime Minister designate, had already reached the United Nations and found his hands tied. We do not enter into detailed discussions of this aspect of the matter now s it has been adequately dealt with in the main Report.

30. Having been advised and even ordered to hold on for 36 hours at lest and also having been assured of intervention by friends on the 11th December the Commander sent signal No.G-127 to the Chief of staff in these terms:

"from COMMANDER FOR CHIEF OF STAFF(.) enemy has helidropped approximately one brigade SOUTH OF NARSINDI and at 1630 hours dropped one PARA brigade in TANGAIL area(.) request friends arrive DACA by air first light 12 Dec."

31. The Chief of Staff, no in answer to this message, but in response to earlier messages sent signal No.G0011 on the 11th December, 1971 to the Commander as follows:

"for COMMANDER FROM chief of staff(.) your no.G-1275 Dec and PRESIDENTS message to GOVERNOR with a copy to you vide signal no. G-0002 of 110-130 December refer(.) one(.) for your personal information UNTTED STATES SEVENTH FLEET will be very soon in position () also NEFA front has been activated by CHINESE although the INDIANS for obvious reasons have not announced it(.) two(.) very strong pressure internationally has been brought upon RUSSIA and INDIA by UNITED STATES(.) INDIA is therefore desperately in a hurry to take maximum possible action against you in EAST PASKISTAN to achieve a fait accompli before vents both political and military are against them (.) three(.) it is therefore all the more vital for you to hold out as the PRESIDENT had desired in his signal no.G-0002 o 10430 DEC (.) four(.) good luck to you."

On what basis the Chief of Staff was stating that the Unites State's Seventh Fleet would soon be in position and also that the NEFA front had been activated by Chinese we can not even conjecture.

32. The Commander's next message dated the 12th December, 1971 and numbered G-127 makes interesting reading:

"from COMD for COS(.) your G-0011 of 110245 Dec(.) one(.) thanks for info and good wishes(.) two(.) vide my previous sig Comm 1 had issued orders to troops to fight out last man last round in their respective areas by estb fortresses(.) three(.) situation own doubtlessly extremely critical but will turn DACCA into fortress and tight it out till end."

As to fighting to the last man last round we have already seen his earlier signal but it is to be stressed that he now talks of turning Dacca into a fortress and fighting it out ill the end. Presumably in Dacca. The sudden change in the tone of the signal of 12th December and afterwards, appears to be the result of the COS signal G-0011 of 11th December informing "also NEFA front has been activated by Chinese etc."

33. The next signal is by the Commander on the 12th December, 1971 numbered G-1279:

"from COMD for COS(.) one(.) of our officer taken PW sent to COMILA FORTRES by enemy with following messages(.) quote(.) if your all do not surrender we will HAND over all your prisoners to MUKTI-FAUJ for butchery(.) unquote(.) two(.) request immediately take up with world red cross authorities and C in C INDIA (.) matter serious."

It is interesting in the first place to notice that this was an unclassified .. and secondly to note that the only purpose of this signal was to complain of a threat that unless the Pakistan army surrendered prisoners would be handed over to the Mukti Fauj for butchering. As we think that this threat might have played some part in the final decision to surrender we merely take not of this for the present and will comment upon it later.

34. On the 13th December, 1971 the Commander sent message No.G-1282 which read thus:

"For MO DTE(.) special situation report number 4(.) One(.)g enemy(.) Alfa(.) build up at MATTARL SO 7344 by heliborne troops cont (.) enemy at MATTARL 7344 now advancing along road MATTAR-DMR RL 5624(.) bravo(.0 details contact by para troop awaited (.) charlie(.) enemy

www.bhutto.org

cone also reported at DAUDKANDI RL 7903 and two helicopters landed SOUTH OF NARAYANGAJ RL 5713(.) details awaited(.) delta(.0 enemy making all out efforts to capture DACCA ASP(.) two(.) DACCA fortress defences well organised and determined to fight it out."

Of immediate interest to us is only the part which states that Dacca fortress defences are well organised and that the Commander is determined to fight it out. It may also be pointed out that the information of helicopters landing was incorrect.

35. On the same date he sent another message numbered G-1286 which reads thus:

"from COMD for COS(.) one(.) alfa(.) fortresses in all sectors under heavy pressure(.) I am though with formations only n wireless(.) NO replenishment of even ammunition (.) bravo(.) DACCA under heavy pressure rebels have already surrounded by city and firing with RRS and mortars supported by IAF armed hels (.) INDIANS also advancing(.) situation serious(.) fortress defence organised and will fight it out(.) two(.) alfa(.) Promised assistance must take practical shape by 14 Dec.(.) brvo(.)CHINESE fighting in NEFA will have NO effect(.) is effect can only be felt in SILLIGUR and by engaging enemy air bases around us."

Obviously an even more grim situation is now reported and even Chinese fighting, the Commander asserts, will have no effect. Nevertheless, he re-affirming that the fortress defence is organised and that he will fight it out.

36. The need, however, for holding on for some time is stressed again by the Chief of Staff on the 14h December, 1971 by message numbered G-012 which reads:

"for COMMANDER from CHIEF OF STAFF(.) your G-1286 of 3 Dec.(.) the UNITED NATION SECRURITY COUNCIL. is in session and is most likely to order a cease-fire(.) knowing his the INDIANS ARE DOING all they can to capture DACCA and form a BANGLA DESH GOVERNMENT before the cease-fire resolution is passed (.) as far as we can anticipate it is only a matter of hours(.) I need not therefore urge you to hold out till the United Nation Resolution is passed(.) I am saying this with full realization of the most critical situation that you and your command are facing so valiantly(.) ALLAH is with you."

The emphasis is on holding out until the United Nations Resolution is passed which, it is anticipated, will being only a matter of hours.

37. Apparently this message was not clear to the Commander who by message No.G-1288 asked for clear instructions and upon this message there is an endorsement of the Private Secretary to the Chief of Staff as follows:

"Have spoken to commander Eastern Command at 0825 hours. He is now quite clear on the action to be taken. Have told him that Security Council is in session inspite of Russian veto. It is imperative that Dacca is held on at least till the decision is taken by the Security Council."

38. On the 14th December 1971 the President sent Signal No. G-0013 to the Governor and General Niazi as follows:

"for GOVERNOR and GENERAL NIAZI from PRESIDENT(.) GOVERNOR'S flash message to me refers (.) you have fought a heroic battles against overwhelming odd(.) the nation is proud of you and the world full of admiration(.) I have done all that is humanly possible to find an acceptable solution to the problem(.) you have now reached a stage where further resistance is no longer HUMANLY possible nor will it serve any useful purpose(.) you should now take all necessary MEASURES TO STOP THE FIGHTING AND PRESERVE the lives of all armed forces personnel all those from WEST PAKISTAN and all loyal elements(.) meanwhile I have moved UN to urge INDIA to stop hostilities in EAST PAKISTAN forthwith and guarantee the safety of the armed forces and all other people who may be the likely target of miscreants."

The time given on the signal is 1332, i.e. 1.32 P.M. West Pakistan time. On the other hand the witnesses who were then in Dacca are unanimous that the message came at night. We have made all efforts to verify from the original and it is clear that the original does bear this time. Two circumstances moreover confirm that the time is correctly stated in the message. Signal No. G-0012, which we have quoted and which advises the Commander that the United Nations Security Council is in session, and, therefore, urges him to hold on was sent at 1235 A.M., i.e. West Pakistan time. Signal No. G-1288 from the Commander which asks that this signal be clarified is timed 8.45 A.M. (East Pakistan time) corresponding to 7.45 A.M. (West Pakistan time). On this last there in the endorsement which we have quoted and which speaks of the PS(C) to the Chief of Staff having spoken to the Commander at 8.25 A.M. West Pakistan time. Clearly these signals could not have been exchanged nor the conversation held to which this endorsement refers if the disputed time is 1.32 A.M. for obviously the commander would then say that neither the message nor the telephone conversations make any sense after the signal. We think, therefore, that the time is correctly mentioned on the message (signal G-0013) as 1.32 but are unable to explain the contradiction in the oral evidence.

www.bhutto.org

39. We consider this is the most significant message of all the various messages that we have referred to and think it necessary to make some analysis of it. In the first place it might be noticed that it is an unclassified message. i.e. it was sent in clear and was, therefore, capable of being listened to and, probably was listened to by India, as indeed by any other country. N itself and without reference to any other factor this alone must have had disastrous effect. The United Nations Security Council was in session, but it is difficult to see how we could with any confidence expect to secure any success there with this open confession of our weakness and clear willingness to accept any terms. Even those nations upon whose help we could have in some degree relied were hardly able to help after this.

40. Besides this important effect on Pakistan's case in the United Nation we think that it might we have prompted General Manekshaw to insist upon a surrender even though General Niazi was only proposing a cease-fire.

41. We have not been able to understand how such an important message came to be unclassified. Some mistake has occurred for it is both the duty of the Staff Officers ad that of the signal centre to ensure that some classification is given. The world "clear" although we have used it is not a classification used and when we have used it we mean only that bearing no classification it is , as we would put it in non-technical language, is clear.

42. The fact that it was unclassified also led to the feeling in the mind of those in Dacca that it might not be an authentic message but a hoax. Quite naturally, therefore, the Commander wanted to verify this and also to be sure whether this was meant to be surrender. It would be profitable to reproduced the following passage from General Niazi's written statement to us:

"This signal being unclassified was probably intercepted by the Indians in clear. As a first reaction we thought that it might be an Indian plant. However, I wanted to confirm its authenticity and also its implications:-

a. I was not fighting an independent war as commander of an independent army of a different country. I wanted to check about the overall GHO plan or cease-fire with India and is terms etc.

B. If I was to negotiate my independent ceasefire, I would not be from a position of strength. It would tantamount to surrender.

Brigadier Janjua on request from my COS confirmed that this signal was meant to be UNCLAS on telephone. By about noon 14 December i.e. 9 hours after the receipt of the President's signal, I could get through to the CGS, Lt. Gen Gul Hassan Khan, and told him about the order of the President. He asked me as to what signal and what cease-fire or surrender I was talking about. When I explained to him he replied that he did not know about this order and since the President had issued these orders, I should talk to him and he then banged the telephone.

Earlier in the day, 14th December 1971, Governor A M Malik talked to me on telephone about the President's order. I told him that I had asked for clarification of the signal from the GHQ. He asked me whether I am going to agree to stopping the war or not. I replied him that I still had every intention to continue fighting. I heard about Governor's resignation in the afternoon and after strafing of the Government House same day he moved to Hotel Intercontinental. With him moved him ministers and all civil and police officers. He wrote me a letter on the subject on 15th December as under:-

"My dear Niazi,

May I know if any action has been taken, from your side, on PAK ARMY Signal No.G-0013 dated 14-12-71 from the President to you and to me as the Governor. This message clearly said " you should take all necessary measures to stop the fighting and preserve the lives of all armed forces personnel, all those from West Pakistan and all loyal element." The signal also says "you have now reached a stage where further resistance is no longer humanly possible nor will it serve any useful purpose." Hostility is still continuing and loss of life and disaster continue. I request you to do he needful.

With regards.
Yours Sincerely,
A.M. Malice
Phone 25291-12"

43. It is a sad reflection on the state of affairs then prevailing at Rawalpindi, though in view of what we have said in the Main Report his can only be now a side light —, that at this critical juncture the Commander could not immediately get through on the telephone to the Chief of Staff, much less the President. The only person to whom he could speak immediately was Brigadier Janjua who, however, confirmed that the signal was meant to be unclassified. Not until about noon could the Commander speak even to the Chief of the General Staff who apparently did not even know what orders were being talked about. It does not seem that at any time the Commander could speak to the President himself and the highest hat he could reach was only the Chief of Staff and that not until the evening of the 14th and the Chief of Staff, according to General Niazi, merely sad "act according-

www.bhutto.org

ly" and the Air Commander-in-Chief, Ali Marshall M. Rahim Khan also insisted that the President's order be obeyed.

44. General Niazi has claimed both in view of the language of the message itself and of his subsequent conversations with officers at Rawalpindi that it amounted to an order to surrender. For reasons which we shall elaborate a little later we are unable so to read it, but only as a permission to surrender. On the other hand, however, we are not impressed by the contrary argument that it did not refer to a surrender at all, for this, we think, amounts to mere quibble on words. It is true that the actual world "surrender" has not been used, but it is expressly stated that further resistance is no longer humanly possible. This surely means surrender; at the most is might be interpreted to mean surrender on the best terms hat could be obtained, but, if necessary, unconditionally.

45. There follow some signals in regard to destruction of war material which it is not necessary for our present purposes to quote.

46. Where or not General Niazi understood this message as an order or permission to surrender he did convey through the American Counsel General o the Indians his request for cease-fire under the following conditions:

> "a. Regrouping of Pakistan Armed Forces in designated areas to be mutually agreed upon between the commanders of the opposing forces.
>
> b. To guarantee the safety of all military and para-military forces.
>
> c. Safety o all those who settled in East Pakistan since 1947.
>
> d. Not reprisals against those who helped the administrations since March, 1971.

47. In the meantime the Indians dropped by leaflets a message from General Manekshaw to General Rao Farman Ali Khan which reads thus:

"I have sent out two messages already but there has been no response from you so far. I was to repeat that further resistance is senseless and will mean deaths of many poor soldiers under your command quite unnecessarily. I reiterate my guarantee of complete protection and just treatment under the Geneva Convention to all Military and Quasi-military personnel who surrender to my forces. Neither need you have any apprehension with regard to the forces of the Bangladesh as these are all under my command and the government of Bangladesh has issued instructions for the compliance with the provisions of the Geneva Convention. My forces are now closing in and around DACCA and you ... prisons there are within the range of my Artillery, I have issued instructions to all my troops to afford complete protection to foreign nationals and all ethnic-minorities. If should be the duty of all Commanders, to prevent the useless shedding of innocent blood, and I am therefore appealing to you once again to cooperate with me in ensuring that this human responsibility is fully discharged by all concerned. Should you however, decide to continue to offer resistance may I strongly urge that you ensure that all civilians and foreign nationals are remove to a safe distance from the area of conflict. For the sake of your own men I hope you will not compel me to reduce your garrison with the use of force."

48. In response to General Niazi's proposal General Manekshaw sent a radio broadcast message to General Niazi, the gist of which was the he expected General Niazi to issue orders to cease-fire immediately and to surrender. In return he promised that they would be treated with dignity and consistently with the Geneva conventions and that he wounded would be looked after as the dead would be given proper burial. He also arranged for radio links between Calcutta and Dacca.

49. In response specifically to General Niazi's message General Manekshaw replied on the 15th December, 1971 as follows:

"Firstly, I have received you communications of cease-fire in Bangla Desh at 1430 hours today through the American Embassy at New Delhi.

Secondly, I had previously informed General Farman Ali in two messages that I would guarantee

> (A) he safety of all your military and para-military forces who surrender to me in Bangla Desh
>
> (B) complete protection to Foreign Nationals. Ethnic minorities and personnel of West Pakistan origin no matter who they may be. Since you have indicated your desire to stop tightening I expect you to issue orders to all forces under your command in Bangla Desh to cease-fire immediately and surrender to my advancing forces wherever they are located.

Thirdly, I give you my solemn assurance that personnel who surrender shall be treated with the dignity and respect that soldiers are entitled to and shall abide by the provisions, of the Geneva Conventions. Further as you have many wounded I shall ensure that they are well cared for and your dead given proper burial. No one need have any fear for their safety, no matter where they come from. Nor shall there be any reprisals by forces operating under my command.

Fourthly, Immediately I receive a positive response from you I shall direct

www.bhutto.org

General Auroa the Commander of Indian and Bangla Desh Forces in the Eastern Theatre to refrain from all air and ground actions against your forces. As a token of my good faith I have ordered that no air action shall take place over Dacca from 1700 hours today.

Fifthly, Assure you I have no desire to inflict unnecessary casualties on your troops as I abhor loss of human lives. Should however you do not comply with what I have stated you will leave me with no other alternative but to resume my offensive with the utmost vigour at 0900 hours Indian standard time on 16th December.

Sixthly, In order to be able to discuss and finalise all matters quickly I have arranged for a Radio link on listening from 1700 hours Indian standard time today 15th December, The frequency will be 6605 (6605) KHZ by day and 3216(3216) KHZ by night. Call signs will be Cal(Calcutta) and DAC(Dacca). I would suggest you instruct your signallers to restore micro wave communications immediately().)"

50. It is to be noticed that the world "surrender" is for the first time used in these messages from India.

51.It here then follows a signal on the 15th December, 1971 numbered G-0015 from Chief of Staff to General Niazi as follows:

"for COMMANDER for CHIEF OF STAFF ARMY(.) your G-1310 of 15230 Dec refers(.) I have seen your reply to the PRESIDENT and I have also heard over all INDIA RADIO GENERAL MANEKSHAW's reply to your message to him through UNITED STATES DIPLOMATIC channels(.) while I leave to you the decision I suggest that you accept the terms laid down by Chief of Staff INDIA as they appear to met your requirements (.) this is a purely local military decision and has NO repeat NO bearing on the political outcome which has to be decided separately(.) mutual decisions now arrived at by you will not be acceptable if repugnant to any UNITED NATIONS DECISION."

General Niazi asserts that although the Chief of Staff used the word "suggest" this amounted to an order. This might be true in general but in the peculiar context with which we are dealing we are not impressed by General Niazi's claim, for as we have said, he had been authorised and not ordered to surrender.

52. The reply of the Commander to the President to which reference is made in this signal is one dated 15th December and is as follows:

"G-1305(.) SECRET(.) from Command for PRESIDENT(.) your signal G-0013 14 December(.) I met AMERICAN Council General and gave him following in writing(.) quote(.) One(.) in order to save further hostilities in the major cities like DACA I request you to arrange for an immediate cease-fire under the following conditions(.) ALFA).) regrouping of PAKISTAN armed forces in designated areas to be mutually agreed upon between the commanders of the opposing forces(.) BRAVO(.) to guarantee the safety of all military and para military forces(.) Charlie(.) safety of all those who had settled in EAST PAKISTAN since 1947(.) TWO(.) on these conditions, the PAKISTAN armed forces and para military forces would immediately cease all military operations (.0 THREE(.) I would further abide by any resolutions which the security council of the UNITED NATIONS may pass for the permanent settlement of the present dispute(.)FOUR(., make this proposal with full authority vested in me by virtue o my position as martial law administrator of ZONE B (EAST PAKISTAN) and commander EASTERN COMMAND exercising final authority overall PAKISTAN military and paramilitary forces in this area(.) unquote(.)reply still awaited.

53. This completes the sequence of the message exchanged during the period immediately before the surrender.

www.bhutto.org

23 مارچ 1971ء کو مکتی باہنی کے بھارتی تربیت یافتہ باغیوں کا پاکستان کے خلاف مسلح مظاہرہ۔ یہ وہ پہلی تصویر ہے جو بھارتی انٹیلی جنس ایجنسی "را" نے برائے اشاعت جاری کی تھی۔

www.bhutto.org

پورا سچ

شیخ محبوب الٰہی (گولڈ میڈلسٹ تحریک پاکستان)

--- کانگریسی ایجنٹوں کی طرف سے قائداعظمؒ اور تحریک پاکستان کے خلاف گمراہ کن پراپیگنڈہ کا پہلا بھرپور، مدلّل، جواب۔

--- سینکڑوں دستاویزات اور درجنوں کتب کی مدد سے تیار کردہ وہ حقائق جن پر سازش کے تحت پردہ ڈالا گیا پہلی مرتبہ منظر عام پر آ رہے ہیں۔

--- انگریزوں کے تنخواہ دار ایجنٹ کون تھے؟ دستاویزی حقائق۔

--- نایاب انگریزی کتب جن میں ایم۔ ایس۔ کوریجہ کی "سرحدی گاندھی" بھی شامل ہے کا اردو ترجمہ پہلی بار۔

--- قائداعظمؒ کی اس زندگی کا احوال جب وہ صرف "مسٹر جناح" تھے۔

--- کانگریس اور تحریک پاکستان کے مخالفین کے خفیہ مراسم، خفیہ مراسلت اور ان خوفناک منصوبوں کی تفصیل جو امت مسلمہ کی تباہی کے لئے تیار کئے گئے تھے۔

[illegible]